

فَمَنْ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ (الآيَةُ)  
 جو تم پر زیادتی کرے اس پر تم بھی اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے کی ہے

مختب خم شکست، من سراو  
 سن باسن و الجروح قصاص

مختب نے گھڑا توڑا، میں نے اس کا سر، دانت کے بدلے دانت اور زخموں کے بدلے زخم

# حقیقات

مختب

اہل سنت و جماعت اور دیوبندی مکتبہ فکر کے اختلافات اور  
 امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر کئے جانے والے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

فقیہ الہند علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ  
 شارح بخاری و صدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور ہند

ناشر

فریدنگ پبلشرز  
 (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور



85157

|              |  |
|--------------|--|
| نام کتاب     | تحقیقات  |
| تصنیف و لطیف | علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ |
| مطبع         | ہاشم اینڈ عماد پرنٹرز، لاہور                     |
| الطبع الاوّل | محرم الحرام ۱۴۲۳ھ / مارچ ۲۰۰۲ء                   |
| ہدیہ         | روپے   |

فائشی

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)  
۳۸۔ اردو بازار لاہور

فون نمبر 042-7312173 ، فیکس نمبر 092-042-7224899

ای۔ میل نمبر Email: info@faridbookstall.com

ویب سائٹ Visit us at : www.faridbookstall.com



## فہرست مضامین

# تحقیقات

|   |   |
|---|---|
| <p>گنگوہی سے پہلے قرآن و حدیث حق<br/>_____ نہیں تھے _____ ۲۴</p> <p>حق گنگوہی کے پیچھے پھرتا تھا _____ ۲۵</p> <p>گنگوہی کے علاوہ دوسری جگہ حق<br/>_____ ڈھونڈنے والا گمراہ ہے _____ ۲۵</p> <p>گنگوہی اور نانوتوی نے اسلام کو بھی<br/>_____ منسوخ کر دیا _____ ۲۵</p> <p>تلمیس نمبر ۲: فاتحہ کی وصیت پر _____ ۲۷</p> <p>قاری طیب کی جہالت _____ ۲۷</p> <p>وصیت مبارکہ کی تشریح _____ ۲۸</p> <p>اکابر دیوبند کو اخیر وقت اپنے پیٹ کی<br/>_____ فکر تھی _____ ۲۹</p> <p>تھانوی کو مرتے وقت اپنی بیگم کے<br/>_____ پیٹ کی فکر تھی _____ ۳۰</p> <p>شیخ ٹانڈ کی مٹھائی کھانے کی<br/>_____ عادت _____ ۳۱</p> | <p style="text-align: center;">باب اول</p> <p>حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی<br/>_____ ایک غیب کی خبر _____ ۱۰</p> <p>_____ ایک تعارف _____ ۱۱</p> <p>تقویۃ الایمان مسلمانوں کو لڑانے<br/>_____ کے لیے لکھی گئی _____ ۱۲</p> <p>مہتمم دیوبند کے افتراءات اور ان کے<br/>_____ جوابات _____</p> <p>تلمیس نمبر ۱: میرادین و مذہب کی<br/>_____ غلط توضیح _____ ۱۸</p> <p>_____ قاری طیب کا جھوٹ _____ ۲۰</p> <p>_____ میرادین و مذہب کا مطلب _____ ۲۱</p> <p>_____ دیوبندی مذہب دیوبندی اکابر کا ایجاد<br/>_____ کردہ ہے _____ ۲۲</p> <p>_____ مدار حقانیت دیوبندی اکابر کی زبان<br/>_____ ہے _____ ۲۳</p> |
|---|---|

نانو توی صاحب کی مٹھائی کھلانے کی

دایوبندی مولویوں کا حال \_\_\_\_\_ ۵۹

تلبیس نمبر ۵ \_\_\_\_\_ ۶۱

صرف نسبت کے بدلنے سے مسی

نہیں بدلتا \_\_\_\_\_ ۶۵

دایوبندیوں کے نزدیک صحابہ کی تکفیر

کرنے والا سنی مسلمان ہے \_\_\_\_\_ ۶۶

تلبیس نمبر ۶: جزء الف \_\_\_\_\_ ۶۶

مہتمم دایوبند کی بہتان طرازی \_\_\_\_\_ ۶۸

مہتمم دایوبند کا انکار قرآن \_\_\_\_\_ ۶۹

اللہ عزوجل دایوبند کے تکفیری

راکت کا نشانہ \_\_\_\_\_ ۷۱

شاہ عبدالعزیز تھانوی اور خود مہتمم دایوبند

اپنی کفری متین گن کی زد پر \_\_\_\_\_ ۷۱

مہتمم دایوبند کے نزدیک تمام فرشتے

جملہ انبیاء جمع امت کافر ہیں \_\_\_\_\_ ۷۲

قرآن کے محفوظ ہونے کی بحث \_\_\_\_\_ ۷۳

قرآن کے محفوظ ہونے کا مطلب \_\_\_\_\_ ۷۶

دایوبندیوں کے نزدیک قرآن کلام

الہی نہیں \_\_\_\_\_ ۷۷

دایوبندیوں کے نزدیک موجودہ

قرآن کا محفوظ نہ رہنا ممکن ہے \_\_\_\_\_ ۷۸

تلبیس نمبر ۶: جزء ب \_\_\_\_\_ ۷۹

تقویۃ الایمانی فتویٰ سے سارے

دایوبندی مشرک \_\_\_\_\_ ۸۳

عادت \_\_\_\_\_ ۳۲

دایوبندی، ابلیس کا علم، حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ

مانتے ہیں \_\_\_\_\_ ۳۴

تلبیس نمبر ۳ \_\_\_\_\_ ۳۵

تلبیس نمبر ۴ \_\_\_\_\_ ۳۶

تمام دنیا کے علماء اہل سنت اعلیٰ

حضرت کے ہم مذہب \_\_\_\_\_ ۳۶

حرم کعبہ کے شیخ الحدیث کی شہادت \_\_\_\_\_ ۳۷

اپنے تسلیم کردہ کافروں کو مسلمان

کہہ دیا \_\_\_\_\_ ۳۹

بعض علماء کی تکفیر کا بہتان \_\_\_\_\_ ۵۰

دایوبندیوں کے نزدیک تمام دنیا کے

مسلمان کافر ہیں \_\_\_\_\_ ۵۱

اکابر دایوبند کے نزدیک مولوی

اسماعیل دہلوی کافر ہیں \_\_\_\_\_ ۵۱

مولوی قاسم نانوتوی کافر ہیں

دایوبندی مفتیوں کا فتویٰ \_\_\_\_\_ ۵۳

ہفت روزہ اخبار دور جدید کی ہولناک

سرخیاں \_\_\_\_\_ ۵۵

مہتمم دایوبند کی خلاف مفتی دایوبند کا فتویٰ \_\_\_\_\_ ۵۵

دایوبندیوں کے نزدیک علماء حرمین کے

مقابلہ میں دایوبند کا فتویٰ مقبول ہے \_\_\_\_\_ ۵۹

- ۱۱۸ مہتمم دیوبند کا اللہ عزوجل کو عاجز ماننا —  
 حیوانات و نباتات میں بھی مادہ  
 معصیت ہے —  
 ۱۱۹ تلبیس نمبر ۱۱ —  
 ۱۲۲ دیوبندیوں کے نزدیک گنگوہی افضل  
 الصحابہ کے رتبہ پر فائز تھے —  
 ۱۲۷ گنگوہی جی منصب رسالت پر فائز —  
 ۱۲۷ گنگوہی جی کی حضرت عیسیٰ پر برتری —  
 ۱۲۸ شیخ ٹانڈہ مقام محمدی پر محکم —  
 ۱۲۸ تھانوی صاحب کی نبوت اور  
 دیوبندیوں کا نیا کلمہ —  
 ۱۲۹ دیوبندی مولویوں کیلئے خدائی کا اثبات —  
 ۱۲۹ شیخ ٹانڈہ انسان کے بھیس میں خدا ہیں —  
 ۱۳۰ شیخ ٹانڈہ کے لیے سجدہ —  
 ۱۳۱ تلبیس نمبر ۱۲ —  
 حکیم برکات احمد صاحب سے متعلق  
 عبارت کی توضیح —  
 ۱۳۲ دیوبندی عقیدہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم مرکر مٹی میں مل گئے —  
 ۱۳۲ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی  
 حیات حقیقی جسمانی —  
 ۱۳۳ دیوبندیوں کے عقیدے میں حضور  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے ملوں  
 کے باورچی ہیں —  
 ۱۳۴

- ۸۴ تلبیس نمبر ۷ —  
 ۸۶ شہادت رسل کی بحث —  
 رسول بمعنی صاحب شریعت  
 جدیدہ کوئی شہید نہیں ہوا —  
 ۹۲ آیات کریمہ کی توجیہ —  
 ۹۳ تحریف قرآن کے الزام کا جواب —  
 ۹۵ مولوی محمود الحسن کی تحریف قرآن —  
 ۱۰۰ ایک اور دیوبندی بزرگ کی تحریف  
 قرآن —  
 ۱۱۲ تلبیس نمبر ۸ —  
 ۱۰۴ تلبیس نمبر ۹ —  
 ۱۰۵ تینوں اشعار اعلیٰ حضرت قدس سرہ  
 کے نہیں —  
 ۱۰۶ یہ اشعار حضرت ام المومنین کے  
 بارے میں نہیں —  
 ۱۰۹ حضرت غازی ملت کا توضیحی بیان اور  
 توبہ —  
 ۱۰۹ ایک اور الجھن کا ازالہ —  
 ۱۱۰ تھانوی صاحب کی ام المومنین کی  
 شان میں گستاخی —  
 ۱۱۱ دیوبندیوں کے امام کا کوروی صاحب کی  
 حضرت شیر خدا کی شان میں گستاخی —  
 ۱۱۲ تلبیس نمبر ۱۰ —  
 ۱۱۳ بادشاهی کی نافرمانی —  
 ۱۱۴

۱۹۴ ازالہ شبہ

۱۹۸ دیوبندی تاویل کی حقیقت

۲۰۲ ایک اور توجیہ کی حقیقت

۲۱۴ توحیح مزید

۲۱۶ باب سوم

سنی دیوبندی اختلافات کا منصفانہ

۲۱۶ جائزہ

۲۱۹ ابتدائیہ

۲۲۲ اکابر دیوبند کی خدمات

۲۲۲ پہلا کارنامہ

۲۲۵ دوسرا کارنامہ

۲۲۶ تیسرا کارنامہ

۲۲۸ مدرسہ دیوبند

۲۳۰ تحذیر الناس کے خلاف سورش

۲۳۱ براہین قاطعہ

۲۳۱ براہین قاطعہ کے خلاف سورش

۲۳۲ وقوع کذب کا فتویٰ

۲۳۳ حفظ الایمان

۲۳۳ پانچواں کارنامہ

مجدد عظیم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

۲۳۴ بریلوی

۲۳۵ حسام الحرمین

۲۴۱ المعتمد المسعد

۲۴۳ المہند

دیوبندیوں کا عقیدہ حضور صلی اللہ

۱۳۵ تعالیٰ علیہ وسلم جیل میں

۱۳۵ قبر پر تشریف آوری

۱۳۶ دوسرے افتراء کی پردہ دری

۱۳۹ ایں گناہست کہ در شہر شامینز کنند

۱۴۰ حیات النبی

۱۴۳ ماء مستعمل کی بحث

۱۴۶ دیوبندی شریعت پہلا مسئلہ

۱۴۷ دوسرا مسئلہ

۱۴۷ خاتمہ

۱۴۹ باب دوم

۱۵۱ ابتدائیہ

۱۵۶ حجاز پر کافروں کی حکومت

۱۶۶ نوشیرواں عادل نہیں تھا

۱۶۹ دولہن کے پاؤں دھونے کا مسئلہ

۱۷۰ تھانوی جی کا ایک نسخہ

۱۷۱ دوسرا نسخہ

۱۷۱ غوث وقت کی شان میں گستاخی

۱۷۳ دیوبندیوں کے پیران پیر کی کرامت

۱۷۷ اولیائے کرام سے استعانت کا راز

۱۸۰ ایک دیوبندی عبادت

۱۸۳ اسماعیل دہلوی کی تکفیر کی بحث

۱۸۹ محققین فقہاء و متکلمین کا مذہب

۱۹۳ دوسرا شبہ

- ۲۴۶ دیکھو اسے جو دیدہٴ عبرت نگاہ ہو —
- ۲۴۶ اسماعیل دہلوی صاحب کا کفر —
- ۲۴۷ نانوتوی صاحب کا کفر —
- ۲۴۸ نانوتوی صاحب کا کفر —
- ۲۴۹ قاری طیب کا کفر —
- ۲۵۲ رازدرون خانہ —
- ۲۵۴ تقویۃ الایمان لندن میں چھپی —
- ۲۵۵ انگریزوں کا پلان —
- ۲۵۶ رپورٹ سربراہ کمیشن سرو لیم ہنٹر —
- ۲۵۶ رپورٹ پادری صاحبان —
- ۲۵۷ ایک جاسوس کی ڈائری —
- ۲۵۹ دہلی عربک کالج —
- ۲۶۰ انگریزوں کے وظائف —
- نانوتوی اور گنگوہی کے زمانہ طالب علمی کا پلان —
- ۲۶۲ نانوتوی صاحب کی کفری عبارت —
- ۲۶۷ خاتم النبیین بہ معنی آخری نبی کا انکار —
- ۲۶۷ خاتم النبیین کا معنی صرف آخر الانبیاء ہے —
- ۲۷۳ اس عبارت پر شرعی مواخذے —
- ۲۷۷ شہادت اور ان کے جوابات —
- ۲۸۰ حسام الحرمین —
- ۲۸۹ درون خانہ اعتراف —
- ۲۹۰ قادیانی دیوبندی اتحاد —
- نانوتوی صاحب کے انکار ختم نبوت کی ایک اور شہادت — ۲۹۳
- انور شاہ کشمیری کی نانوتوی صاحب کے خلاف تحقیق — ۲۹۵
- گنگوہی اور انبیٹھی صاحبان کی مشترکہ کفری عبارت — ۲۹۷
- اس پر ہمارے مواخذے — ۲۹۹
- لطائف — ۳۰۰
- تاویلات اور ان کی حقیقت — ۳۰۳
- اعتراض اول کی توجیہ — ۳۰۳
- چند اور شہادت اور ان کے جوابات — ۳۰۸
- دوسرے اعتراض کی توجیہ اور اس کا رد — ۳۱۶
- تیسرا کفر — ۳۱۶
- توجیہ اور اس کی تردید — ۳۱۷
- دوسرے علماء کی تائیدات — ۳۱۸
- مناظرۃ بہاولپور — ۳۱۸
- تھانوی صاحب کی کفری عبارت — ۳۲۱
- یہ تلویح نہیں عبارت کی تبدیلی ہے — ۳۲۳
- اطلاق اور حکم کا فرق — ۳۲۵
- ایک احتمال اور اس کی تردید — ۳۳۱
- غیر جانبداروں کی شہادتیں — ۳۳۳
- شرح مواقف اور شرح طوابع کی عبارتیں — ۳۳۸

کیا جانور کے ہر حکم میں ماں کا اعتبار  
۲۲۸ ہے  
۲۳۲ بھیڑیے کا حکم فقہی تصریحات سے  
عورت کے مرتد ہونے سے اس کا  
۲۳۷ نکاح فسخ نہیں ہوتا؟



حفظ الایمان میں اللہ عزوجل کے

۳۳۷ عالم الغیب ہونے کا انکار  
۳۳۸ گنگوہی صاحب کا کفری فتویٰ  
۳۵۴ نیاز مندوں کی صفائی  
۳۶۳ ترکی بہ ترکی  
۳۶۷ اس فتویٰ کی تردید

### باب چہارم

۳۶۹ دیوبندیوں کا فقہ حنفی سے ارتداد  
کیا نابالغ کا حدیث اس کے لیے ناقض  
۳۷۱ طہارت ہے؟  
۳۷۷ آئینہ دیوبند  
۳۷۹ بوسہ مفسد نماز ہے یا نہیں؟  
شرم گاہ کی تری پاک یا ناپاک ہونے  
۳۸۵ کی بحث  
کافر و مرتد کا پڑھایا ہوا نکاح صحیح ہے یا  
۳۹۴ نہیں؟  
حیض و نفاس والی عورت کے غسل کا  
۴۰۰ پانی قابل وضو ہے یا نہیں؟  
۴۰۶ ایک دلچسپ نکتہ  
کیا رنڈی کو رہنے کے لیے کرایہ پر  
۴۰۸ مکان دینا جائز ہے؟  
۴۱۰ فقہی تصریحات اور انکشاف حقیقت  
کیا آوارہ کی اولاد اس کے شوہر کی  
۴۱۴ وارث ہے؟



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# بابِ اول

(دیوبندیوں کی تلبیسات)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
الحمد لولیه والصلوة والسلام علی حبیبہ وعلی آلہ وصحبہ ومحبیہ ومتبعیہ

## حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک غیبت کی خبر

صحیح حدیث میں ہے کہ ایک بار حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دریاے کرم جوش پر تھا سرکار نے دعا فرمائی اے اللہ ہمارے لئے یمن اور شام میں برکت دے۔ یہ سن کر نجد کے ایک باشندے نے عرض کی اور ہمارے نجد میں۔ یا رسول اللہ! حضور نے دوبارہ یمن اور شام کے حق میں دعائے برکت فرمائی۔ نجد کے ان باشندے نے پھر اپنی درخواست پیش کی تو حضور نے پھر یمن و شام کے لئے دعا فرمائی۔ دوسری یا تیسری بار۔ نجد کے لئے درخواست دعا پر فرمایا۔

هناك الزلازل والفتن وبها  
يطلع قرن الشيطان  
وہاں (نجد میں) زلزلے اور فتنے ہیں وہاں  
سے شیطان کے ساتھی نکلیں گے۔

حضور صادق و مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے بموجب اخیر بارہویں صدی میں یہ شیطان کے ساتھی ابن عبد الوہاب اور اس کے اتباع کی شکل میں نمودار ہوئے جن کا عقیدہ یہ تھا کہ دنیا میں صرف یہی لوگ مسلمان ہیں۔ بقیہ سب کافر ہیں۔ اس نے اگلے گمراہوں کے اصول و فروع سے استخراج کر کے اپنے عقائد کی ایک کتاب لکھی جس کا نام کتاب التوحید رکھا۔

اسی کتاب التوحید کا اردو ترجمہ "تقویۃ الایمان" کے نام سے مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھ کر شائع کیا۔ یہ کتاب دیوبندیوں کے نزدیک کس درجہ کی ہے وہ اس تعارف سے ظاہر ہے۔

# ایک تعارف

## دیوبندی مذہب میں تقویۃ الایمان کا تشریح قرآن سے بڑھا ہوا ہے

دیوبندیوں کے امام ابو حنیفہؒ مولوی رشید احمد گنگوہیؒ اپنے فتاویٰ میں تقویۃ الایمان کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

”تقویۃ الایمان“ نہایت عمدہ کتاب ہے۔ اس کا رکھنا اور پڑھنا اور  
عمل کرنا عین اسلام ہے۔“

(فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ کراچی ص ۱۲۱)

ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآن کریم کو ماننا عین اسلام ضرور ہے۔ قرآن کریم کا رکھنا اور پڑھنا اس پر عمل کرنا باعث ثواب و موجب خیر و برکت ضرور ہے۔ مگر قرآن کریم کا رکھنا پڑھنا اور اس پر عمل کرنا عین اسلام نہیں۔ مثلاً کوئی شخص قرآن مجید کو حق مانتا ہے۔ مگر بد قسمتی سے اس کے پاس قرآن نہیں ہے یا ہے لیکن پڑھتا نہیں۔ تو ضرور وہ مسلمان ہے۔ اسی طرح کوئی مسلمان نماز روزے کا پابند نہیں تو وہ قرآن پر عمل کرنے والا نہیں ہو اور گنہگار تو ضرور ہے۔ مگر ہے مسلمان۔ کافر نہیں۔ مگر تقویۃ الایمان کے بارے میں جب دیوبندیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔ تو جس کے پاس تقویۃ الایمان نہیں وہ مسلمان نہیں جو اسے پڑھتا نہیں وہ مسلمان نہیں، جو اس پر عمل نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں ثابت ہو گیا کہ ”تقویۃ الایمان“ کا درجہ دیوبندیوں کے نزدیک قرآن مجید سے بھی زیادہ ہے

## تقویۃ الایمان مسلمانوں کو لڑانے کے لئے لکھی گئی ہے

وہابیوں، دیوبندیوں کے امام الطائفہ مولوی اسمعیل دہلوی نے انگریزوں کی شہ پر مسلمانوں میں اختلاف اور شقاق پیدا کرنے کی نیت سے تقویۃ الایمان لکھی جس کے بارے میں ارواحِ ثلاثہ ص ۸۰-۸۱ میں یہ مذکور ہے۔

”مولوی اسمعیل صاحب نے تقویۃ الایمان اول عربی میں لکھی تھی۔ چنانچہ اس کا ایک نسخہ میرے پاس اور ایک نسخہ مولانا گنگوہی کے پاس اور ایک نسخہ مولوی نصر اللہ خاں خورجوی کے کتب خانہ میں بھی تھا اس کے بعد مولانا نے اس کو اردو میں لکھا اور لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا جن میں سید صاحب، مولوی عبدالحی صاحب شاہ اسحق صاحب، مولانا محمد یعقوب صاحب، مولوی فرید الدین صاحب مراد آبادی، مومن خاں، عبداللہ خاں علوی (استاذ امام بخش صہبانی و مولانا مملوک علی صاحب) بھی تھے اور ان کے سامنے تقویۃ الایمان پیش کی اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذراتیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرکِ خفی تھے شرکِ حلی لکھ دیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو میں آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم جہاد

لے تفصیل کے لئے اسباب زوال انگریزی ایجنٹ تاریخ اعیان وہابیہ کا مطالعہ کریں۔

سید احمد رائے بریلوی، اسمعیل دہلوی کے پیر

ہے۔ اس لئے میں اس کام سے معذور ہو گیا اور میں دیکھتا ہوں کہ دوسرا اس بار کو اٹھائے گا نہیں۔ اس لئے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے۔ گو اس سے شورش ہوگی۔ مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ یہ میرا خیال ہے۔ اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جاوے۔ ورنہ اسے چاک کر دیا جاوے اس پر ایک شخص نے کہا کہ اشاعت تو ضرور ہونی چاہئے۔ مگر فلاں فلاں تمیم ہونی چاہئے۔ اس پر مولوی عبدالحی صاحب شاہ اسحق صاحب اور عبداللہ خاں علوی و مومن خاں نے مخالفت کی اور کہا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں۔ اس پر آپس میں گفتگو ہوئی۔ اور گفتگو کے بعد بالاتفاق یہ طے پایا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اسی طرح شائع ہونی چاہئے چنانچہ اسی طرح اس کی اشاعت ہوگئی۔ اشاعت کے بعد مولانا شہید حج کو تشریف لے گئے۔“

(ارواحِ ثلاثہ مطبوعہ دیوبند ص)

ناظرین غور کریں! اندرون خانہ بیٹھ کر کس صفائی کے ساتھ خود امام الطائف اقرار کرتے ہیں کہ اس میں بعض جگہ الفاظ تیز ہیں۔ بعض جگہ تشدد ہے، شرک خفی کو شرک جلی لکھ دیا ہے۔ اس کی اشاعت سے شورش ہوگی۔ لڑائی جھگڑا ہوگا۔ مگر پھر بھی اسے دیوبندیوں کے تمام پیشواؤں نے باصراہ شائع کرایا۔ تقویۃ الایمان سے اس کے مصنف کی اور دیوبندیوں کے اکابر کی جو توقعات وابستہ تھیں وہ بدرجہ اتم پوری ہوئیں اور اس کے شائع ہوتے ہی ابتداءً دہلی میں اور رفتہ رفتہ پورے ملک میں ایک آگ لگ گئی شہر شہر، نگر نگر، ڈگر ڈگر گھر گھر جھگڑے شروع ہو گئے اور باپ بیٹے سے، بھائی بھائی سے، میاں بیوی سے الگ ہو گئے۔ اختلاف و شقاق کا وہ طوفان اٹھا کہ پورا ملک چیخ اٹھا۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہی علماء اہلسنت نے اس کا رد لکھا اس کے بنجے ادھیڑ دیئے۔ لگاتار دس بارہ کتابیں اس کے رد میں لکھی گئیں اور پھر

تقریروں میں اس کے کفریات اور ضلالت سے مسلمانوں کو خبردار کیا گیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ تقویۃ الایمان کے اثرات تقریباً معدوم ہو گئے۔

مگر بد قسمتی سے انھیں ایام میں ۱۸۵۷ء کا وہ حادثہ رونما ہوا جس نے ہندوستان

سے مسلمانوں کے رہے سہے اقتدار کا بھی جنازہ نکال دیا اور پورے ملک پر درہ خیر

سے لے کر اس کماری تک دیوبندیوں کے آقا یا نعمت انگریزوں کا تسلط ہو گیا۔

چونکہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے ہیرو و علمائے اہلسنت ہی تھے اس لئے

تسلط کے بعد انگریزوں نے مسلمانان اہلسنت پر ایسے مظالم کئے کہ انہیں برسہا

برس تک سنبھلنے کا موقع ہی نہ ملا اور انگریزوں کے ظلِ طاقت میں چین کر نیوالے

یہ انگریزوں کے نمک خوار اپنا کام کرتے رہے۔ اور ۱۲۸۲ھ میں دیوبند میں دینی

تعلیم کے نام سے مدرسہ قائم کیا جس کے لئے سادہ لوح مسلمانوں کی جیبوں پر ڈاکہ

ڈالتے رہے اور انہیں بچوں کو اس مدرسہ میں دینی تعلیم کے نام سے بلا بلا کر وہاں

کے جراثیم کا انجکشن لگاتے رہے۔ جب یہ دیکھ لیا کہ ہمارے پاؤں کچھ جم گئے

ہیں اور ہمارے دینی لبادہ کے جال میں پھنس کر ایک معتدبہ طبقہ ہمارے گرد جمع

ہو گیا ہے تو ترکش کے انخیز نیکالنے شروع کر دیئے۔

بانی مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس لکھی جس میں صاف

صاف لکھ دیا۔

”بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ

کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ بلکہ بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی

پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آنے کا چہ جائیکہ آپ کے معاصر

کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے“

(تحذیر الناس ص ۳۳۰ ۱۶ مطبوعہ دیوبند)

پھر مولوی خلیل احمد بیٹھی نے اپنے پیر و مرشد مدرسہ دیوبند کے سرپرست

مولوی رشید احمد گنگوہی کے ایما پر براہین قاطعہ لکھی جس میں یہ لکھ مارا۔

”الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کے وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے؟ کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے“ (ص ۵۵ براہین قاطعہ، مطبوعہ دیوبند)

اور اس کے بعد اسی مدرسہ دیوبند کے فرزند مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان میں یہاں تک لکھ دیا کہ۔

”آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید عمر و بکر ہر صبی و مجنون بلکہ جمع حیوانا و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے“ (حفظ الایمان ص ۸ مطبوعہ دیوبند)

امام الطائفہ نے جس جھگڑے کی بنیاد تقویۃ الایمان لکھ کر رکھی تھی وہ ابھی ختم بھی نہ ہونے پایا تھا کہ ان عبارتوں سے ملک کے گوشے گوشے میں آتش فشاں بھڑک اٹھا۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ اگرچہ ابتداء ہی سے وہابیت کی بیخ کنی میں ہمہ تن مصروف تھے مگر اہانت محبوب خدا کے اس ننگے نایچ پر تڑپ اٹھے، اور اپنی پوری جسمانی اور روحانی توانائیوں کے ساتھ فتنہ وہابیت کے خلاف نبرد آزما ہو گئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ابتداءً اکابر دیوبند میں جو زندہ تھے ان کے پاس بذریعہ رجسٹری خطوط بھیجے جس میں انھیں تلقین فرمائی کہ وہ اہانت رسول علیہ السلام سے توبہ کریں مگر انھیں توفیق نہ ہوئی۔

ان کی توبہ سے مایوس ہونے کے بعد اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ان پر

حکم شرعی صادر فرمایا کہ یہ لوگ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے کی وجہ سے کافر مرتد ہیں۔ خود ہی فتویٰ دینے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ ان عبارتوں کو علماء حرین طیبین کی خدمات میں پیش فرمایا۔ علماء حرین طیبین نے بالاتفاق اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اس فتویٰ کی تصدیق فرمائی کہ بلاشبہ یہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین ہے اور ان عبارتوں کے لکھنے والے گستاخ رسول دین سے خارج مرتد ہیں۔

اور یہ تصدیقات حسام الحرمین کے نام سے اردو ترجمے کے ساتھ شائع کر دی گئیں حسام الحرمین کے شائع ہوتے ہی دیوبند کے پرستاروں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، ہوش گم ہو گئے۔ چاروں شانہ چیت گر گئے۔

یہاں خاص بات قابل لحاظ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ۱۳۲۲ھ میں جب علماء حرین طیبین سے یہ تصدیقات حاصل ہوئیں فرمایا تو وہاں دیوبندیوں کے اقنوم ثالث مولوی حلیل احمد موجود تھے اور انھوں نے انتھک کوشش کی کہ علمائے حرین طیبین تصدیقات نہ لکھیں مگر انہیں اس کوشش میں شدید رسوائی اور ناکامی ہوئی اور مدینہ طیبہ میں تو مولوی حسین احمد ٹانڈوی ان دنوں مقیم ہی تھے انہوں نے بھی بہت ہاتھ پیر مارے کہ علمائے مدینہ طیبہ تصدیق نہ کریں مگر ان کی بھی ایک نہ چلی اور وہ بھی تائب و خاسر ہو کر اپنا منہ لے کر رہ گئے اس لئے کوئی یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ علمائے حرین اردو سے ناواقف تھے انہیں معالطہ دے کر یہ فتویٰ حاصل کیا گیا۔ ان دونوں مولویوں نے ہر عالم کے پاس جا جا کر دہائیاں دیں صفائی دینے کی کوششیں کیں، روئے دھوئے نذرانے پیش کرنے چاہے مگر علمائے حرین طیبین پر جب حق واضح ہو گیا تو انھوں نے بلا خوف و ہمت لائم انکے بارے میں فیصلہ فرمادیا کہ یہ لوگ گستاخ رسول دین سے خارج، کافر مرتد ہیں۔

اگر دیوبندی مولویوں میں حق پسندی ہوئی، اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف ہوتا شرم و حیا ہوئی تو ان کفری عبارتوں سے توبہ کرتے اللہ



عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی چاہتے، غلطی کا اعتراف کرتے مگر اس کی انہیں توفیق نہ ہوئی اور نہ آج تک کسی گستاخ رسول کو توبہ نصیب ہوئی۔ بلکہ اٹے اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر سب و شتم۔ گالی گلوچ کو اپنا شعار بنایا۔ پھوٹوں کی گالیوں کو جانے دیجئے ان کے بڑوں کے دامن اس گندگی سے داغدار ہیں۔ صرف مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے اپنی ایک سو گیارہ صفحات کی کتاب میں چھ سو چالیس گالیاں لکھی ہیں۔

مگر ناموس رسالت کے لئے اپنی جان و مال، عزت و آبرو کو سپر بنانے والے مرد مجاہد پر ان گالیوں کا کچھ اثر نہ ہوا بلکہ محبوب رب العلیین کے اس عاشق صادق نے ان شاتمان رسول کی دشنام طرازیوں کا جواب یہ دیا۔

فان ابی ووالدتی وعرضی  
بیشک میرے ماں باپ اور میری آبرو  
لِعِرضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وَقَاءِ  
حضور علیہ السلام کی ناموس کے لئے سپر ہیں۔

بلکہ صاف صاف اعلان فرمادیا کہ

ع "نہ مرا ہوش بمدھے نہ مرا گوش ذمے"

جب گالیوں سے کام نہ چلا تو جھلا کر دیوبندی کذابوں نے افتراءت کئے۔ بہتان تراشیاں کیں، فرضی کتابوں سے فرضی عباریں گڑھ گڑھ کر اپنے مولویوں کی کفری عبارتوں کی تائید میں پیش کیں۔ تفصیل کے لئے رد شہاب ثاقب ص ۴۵، ص ۴۶ لغایت ص ۴۸ دیکھئے۔ (مصنف مفتی اجمل شاہ صاحب سنبھلی)

جب وہابیوں کی ان افتراء پر دازیوں کا علماء اہل سنت نے پردہ چاک کر دیا اور ان کا یہ مکر و کید اٹے انہیں کے گلے کی آنت بن گیا تو پوری دیوبندی برادری بوکھلا اٹھی۔ بالآخر ان کے شاطرن نے عوام کے ذہن کو ان اصولی اور بنیادی نزاع سے ہٹانے کے لئے یہ چال چلی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور دیگر علمائے اہلسنت کثرہم اللہ کی تصانیف پر نفو، اہل اعتراضات شروع کر دینے۔ تقسیم ہند کے بعد اس شاطرانہ چال پر اتنا زور دیا کہ اب تک اس قسم

کے دیسوں پمفلٹ اور اشتہارات شائع کر چکے ہیں جن میں وہی باتیں بار بار دہرائی جاتی ہیں مگر اب تک جتنے بھی پمفلٹ و اشتہارات سامنے آئے یا تو سب کے سب غیر معروف، غیر ذمہ دار دیوبندی اطفال الموالی کے نام سے شائع ہوئے یا ان کے پھکڑ باز قصاص و مناظرین نے اپنی تقریروں میں اسے بیان کیا اور حسب ضرورت ان کے جوابات بھی دیئے گئے۔

ابھی حال ہی میں ٹانڈہ کے ایک پھکڑ باز افسانہ نویس نے دیوبندی تہذیب کی ایک عریاں تصویر پیش کی ہے جس کا ترکی بہ ترکی جواب خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی مدظلہ نے ”انکشافات“ کے نام سے شائع کیا ہے۔ مگر میں انگشت پندار رہ گیا جب ابھی حال میں دارالعلوم امجدیہ ناگپور (مہاراشٹر) کی جانب سے منعقدہ دینی تعلیمی کانفرنس میں شرکت کے لئے ۲۸ ربیع الاول کو حاضر ہوا اور وہاں دارالعلوم دیوبند کے دفتر تبلیغ کی جانب سے شائع شدہ ایک اشتہار نظر سے گذرا جس کی سرخی یہ تھی۔

”رضا خانی عقائد باطلہ ان کے اقوال کے آئینہ میں“

بڑھ گئی زینت میکرہ اور بھی جب کہ رندوں میں اک پارسا آگیا

یہ اشتہار کیا ہے؟ افترا، بہتان، دجل، فریب کی پوٹ ہے۔

ازراہ ہوشیاری اس اشتہار کے مشہر نے اپنا نام نہیں لکھا اس لئے کہ

وہ خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کے مخاطبین جب اس کے تار پود ادھڑنے

بیٹھ جائیں گے تو اس کے قصر شدادی کی کوئی اینٹ بھی سلامت نہیں رہ سکے گی۔

لیکن اہل دانش خوب جانتے ہیں کہ کسی ذمہ دار ادارہ کے دفتر سے کسی بات

کو مشہر کرنے والا کون ہوتا ہے۔ اس بنا پر ہم بلا کسی جھجک کے یقین کرنے پر

مجبور ہیں کہ یہ ”اشتہار“ دارالعلوم دیوبند کے پورے دفتر کے واحد ذمہ دار دارالعلوم

کے مہتمم جناب قاری محمد طیب صاحب کے رسعات قلم کامر ہوں منت ہے لیکن

حیرت اس پر ہے کہ جناب ہتم دارالعلوم کو جب میدان میں آنے کا شوق تھا تو گھونگھٹ ڈال کر کیوں آئے۔

آپ تو اس جبری و بیباک شمع محفل کے فرزند ہیں جو گنگوہ کی بھری خانقاہ شریف میں اپنے رفیق جانی کے ساتھ چارپائی پر لیٹ کر اختلاط کا عادی تھا۔ اس اشتہار میں جو باتیں درج ہیں وہ کوئی نئی نہیں۔ دیوبندی قصاص و مناظرین و مولفین اسے بار بار دہراتے رہے ہیں اور ان سب کے دندان شکن جواب پاتے رہے ہیں۔ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ اگر دیوبندیوں کا منشا رفتہ و فساد نہیں تو جواب ان کو اب دیتے، ہمارے جوابات کا رد کرتے، مگر ہمارے جوابات سے منہ موڑ کر اصل سوالات ہی کو بار بار دہراتے جانا اس بات کی دلیل ہے کہ دیوبندی جماعت حسامِ اکھرین کی کاری ضربوں کے اذیت ناک زخموں سے ایسی حواس باختہ ہے کہ اسے سوائے ہائے، آہ، آہ کرنے کے اور کچھ بولنے کی تاب ہی نہیں۔

وہ رضا کے نیرے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے

کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

اب جب کہ امت دیوبندیہ کے امام وقت قاری طیب لنگوٹ کس کر میدان میں آگئے ہیں تو ان کی حیثیت عرفی کا لحاظ کرتے ہوئے ضروری ہوا کہ ان منخرفات کی پوری قلعی کھول دی جائے تاکہ عوام دیکھ لیں کہ پوری دیوبندی برادری کے سوچنے اور سمجھنے کا انداز کیا ہے؟

وَعَلَى اللَّهِ التَّوَكُّلُ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ

محمد شریف الحق امجدی

۲۹ ربیع الآخر ۱۳۹۱ھ

شب جمعرات

لے پورا واقعہ ملاحظہ ہو۔ ارواحِ ثلاثہ مطبوعہ دیوبند

اس اشتہار کی ہر ہر سطر اتر بہتان سے بھری ہوئی ہے لفظ لفظ میں دجل و تبلیس ہے۔ مگر عنوان بارہ قائم کئے گئے ہیں ان میں تبلیس نمبر ایک یہ ہے۔  
 ”رضا خانی فرقہ تقریباً نصف صدی سے ظہور میں آیا ہے اس سے پہلے اس کا کوئی نام و نشان نہ تھا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی“ اس کے بانی ہیں اس کی بنیاد بھی اعلیٰ حضرت کے وصایا پر ہے اور وصایا شریف کے بعینہ الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔

”میرادین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے“

اعلیٰ حضرت بریلوی کے آخری بعینہ الفاظ جو ۱۲ بجکر ۲۱ منٹ ۲۵ صفر ۱۳۳۰ھ وصایا میں قلم بند ہوئے۔ اب اس میں کوئی شبہہ کی گنجائش باقی نہ رہی کہ یہ فرقہ نیا ہے۔

## فارسی طیب کا جھوٹ

عنایت مجھ پہ فرماتے ہیں شیخ و برہن دونوں  
 موافق اپنے اپنے پاتے ہیں میرا چلن دونوں  
 قبلہ! آپ نے یہاں دو دعوے کئے ہیں۔

ایک :- یہ کہ رضا خوانی فرقہ تقریباً نصف صدی سے ظہور میں آیا ہے اس کی بنیاد بھی اعلیٰ حضرت کے وصایا پر ہے۔ جو ۱۲ بجکر ۲۱ منٹ ۲۵ صفر ۱۳۳۰ھ میں قلمبند ہوئی۔

دوسرا :- یہ کہ اس کے بانی اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) ہیں۔ آپ کے یہ دونوں دعوے اسی وقت صحیح ہو سکتے ہیں کہ وصایا قلمبند ہونے کے وقت یعنی ۲۵ صفر ۱۳۳۰ھ ۱۲ بجکر ۲۱ منٹ پر یا اس کے بعد اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کوئی ایسی کتاب تصنیف فرمائی ہو جس میں اپنے اس مذہب کے اصول و

فروع، ضوابط درج فرمائے ہوں۔

اگر آپ جھوٹے، کذاب، منقری نہیں! تو بتائیے ۲۵ صفر ۱۳۴۲ھ کے ۱۲ بجکر ۲۱ منٹ کے بعد اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کون سی کتاب تصنیف فرمائی ہے؟ اگر آپ یہ نہیں ثابت کر سکتے تو خود آپ کے اس کلام سے آپ کا منقری و کذاب ہونا ثابت ہو گیا۔

سچ ہے چور بھاگتا ہے نشان قدم چھوڑتا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ ۲۵ صفر ہی کو وصایا قلب بند کرانے کے دو گھنٹہ بعد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا وصال ہو گیا۔ اس زمین میں ایک سطر بھی نہیں تحریر فرمائی اور نہ کسی سے کچھ لکھوایا۔ پھر نئے مذہب کی بنیاد کیسے ڈالی؟ اس کے اصول و فروع، قواعد و ضوابط کب منضبط فرمائے؟

## میرا دین و مذہب کا مطلب

دیوبندی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اس ارشاد سے کہ میرا دین و مذہب جو میری کتابوں سے ظاہر ہے، استدلال کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مذہب ان کا خود ایجاد کردہ ہے۔ یہ بھی کوئی نیا الزام نہیں۔ برسہا برس کا فرسودہ ہے ۱۳۵۲ھ کے اداری کے مناظرہ میں پھر بریلی کے مناظرہ میں منظور سنبھلی نے پیش کیا تھا پھر مقام الحدید میں بیان کیا اور اس کا جواب العذاب الشدید میں دیا گیا۔ پھر آئینہ باطل میں اعادہ کیا جس کا جواب ”برق خداوندی“ میں ۱۳۵۶ھ میں دیا گیا اور اب قاری صاحب نے پھر اسی مردود کو لوٹایا ہے۔

یہ قاری صاحب کی اعلیٰ سمجھ کا کرشمہ ہے کہ میرے دین و مذہب کا مطلب میرا ایجاد کردہ لیا۔ حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ میرے دین اور میرے مذہب کا مطلب ”میرا اختیار کردہ پسندیدہ مذہب ہے“ کسی عرف کسی لغت میں میرے دین کے معنی ایجاد کردہ نہیں ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ آج میں تمہارے

لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔

قبلہ فرمائیے! یہاں تمہارے دین کے معنی کیا ہیں۔ جو یہاں مراد ہے وہی وصایا شریف کی عبارت میں بھی مراد ہے۔

حدیث میں ہے کہ منکر نیکر قبر میں سوال کریں گے مَا دینک تیرا دین کیا ہے؟ مومن جواب دے گا میرا دین اسلام ہے۔

قاری صاحب! بولئے! یہاں ”میرا دین“ سے کیا مراد ہے جو مراد یہاں ہے وہی وصایا شریف کی عبارت میں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ثم اعتقادہی مذہب النعمان یعنی قیامت کے دن کے لئے جو اندوختہ جمع کیا ہے وہ مذہب نعمان پر میرا اعتقاد ہے۔

بولئے حضرت جی! بذہب نعمان کے کیا معنی ہیں؟

جو اس مصرع میں مذہب نعمان کے معنی ہیں وہی وصایا شریف کی عبارت کے ہیں۔

## دیوبندی مذہب دیوبندی اکابر کا ایجاد کردہ ہے

حضرت جی! جب آپ کی تحقیق اتنی یہ ہے کہ میرے دین و مذہب کے معنی ”میرا ایجاد کردہ دین و مذہب ہے“ تو لیجئے کتنے۔ دیوبندی دھرم دیوبندی مولویوں کا ایجاد کردہ ہے اور گرٹھا ہوا ہے۔

آپ کے حکیم الامت تھانوی صاحب نے حفظ الایمان میں سوال اول کے جواب میں سات جگہ لکھا ہے: ”ہماری شریعت! ہماری شریعت!“

دین و مذہب اور شریعت کی متکلم کی طرف اصناف کے معنی آپ کے زعم میں ”متکلم کا گرٹھا ہوا، اور اختراع کردہ ہے“ تو ثابت ہو گیا کہ تھانوی صاحب جسے ہماری شریعت! ہماری شریعت کہہ رہے ہیں۔ وہ تھانوی جی کی گرٹھی

ہونی اور اختراعی شریعت ہے۔ اس کے سارے دیوبندی پابند ہیں۔

## مدار حقانیت دیوبندی اکابر کی زبان ہے

اس الزام سے قطع نظر مقام تحقیق میں آئے تو معلوم ہو جائے گا کہ دیوبندی دھرم یقیناً دیوبندی مولویوں کا ایجاد کردہ اور گڑھا ہوا ہے۔ ”تذکرۃ الرشید“ حصہ دوم ص ۱ پر ہے۔

”آپ (گنگوہی) نے کئی مرتبہ یہ الفاظ زبان فیض ترجمان سے فرمائے۔ سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے۔“ اور میں قسم کہتا ہوں کہ میں کچھ بھی نہیں۔ مگر اس زمانہ میں ہدایت اور نجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔“

قبلہ قاری صاحب! اگر آپ کی آنکھ کا موتیا بند دور ہو چکا ہے تو خود در نہ کسی نقش برداری کسی دفتری سے بار بار پڑھو اگر اپنے قطب الاقطاب کا یہ ارشاد بغور سنیں اور سمجھنے کی کوشش کریں اور اگر بوجہ کبر سنی، قوت فہم ناقص ہو گئی ہے تو ہم سے سنیں۔ ارشاد ہے۔

”سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے“ واضح ہو

کہ یہ نہیں فرمایا کہ ”جاری ہوتا ہے“ بلکہ فرمایا ”نکلتا ہے“

”جاری ہوتا ہے“ اور ”نکلتا ہے“ کے درمیان فرق کو ذہن نشین کرنے کے

لئے سنئے۔

بارش کا پانی زمین پر جاری ہوتا ہے۔ زمین سے نکلتا نہیں۔ بلکہ بادلوں سے نکلتا ہے۔ آپ کے قطب الاقطاب کے ارشاد میں لفظ نکلتا ہے معنی یہ ہونے کہ جو کچھ میری زبان سے نکلے وہ حق ہو، اور جو نہ نکلے وہ حق نہیں! اگرچہ میری زبان پر اضطراراً مصلحتاً جاری ہو جائے۔

ظاہر ہے کہ قرآن و احادیث و ارشادات صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و

اسلاف گنگوہی جی کی زبان پر جاری ضرور ہوئے ہوں گے مگر وہ ان کی زبان سے نکلے ہرگز نہیں! اس لئے قرآن و حدیث ارشادات صحابہ و ائمہ مجتہدین و اسلاف حق نہیں! بلکہ حق حضرت جی کے ایجاد کردہ، اختراع کردہ، وہ ارشادات ہیں جو ان کی زبان سے نکلے ہیں جس کی مزید توضیح و تاکید آگے ہے کہ۔

”ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر“

ہم مسلمانوں کے نزدیک ہدایت اور نجات حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر موقوف ہے۔ مگر مسلمانوں کے برخلاف دیوبندی مذہب میں ہدایت و نجات گنگوہی جی کی اتباع پر موقوف ہے۔

بولئے! اب دیوبندی مذہب آپ کے قبلہ گنگوہی جی کا ایجا کردہ ہوا کہ نہیں۔

”گنگوہی سے پہلے قرآن و حدیث حق نہیں تھے“

پھر اگر جاری ہونے اور نکلنے کو کسی ایر پھیر سے ہم معنی بھی مراد لے لیں تو بھی یہ الزام قائم رہے گا کہ قرآن و احادیث، ارشادات سلف حق ہونے کے لئے محتاج ہیں۔ گنگوہی جی کی زبان کے، جو اس کی زبان پر جاری ہوئے وہ حق ہے جو نہیں جاری ہوئے وہ ناحق، جب جاری ہوئے حق۔ اور جب تک جاری نہیں ہوئے تھے ناحق۔

لہذا گنگوہی جی کے مسند ارشاد پر قائم ہونے کے پہلے قرآن حق تھا نہ آحاد اور نہ ارشادات سلف۔

نیز ظاہر ہے کہ احادیث و تفاسیر، کتب فقہ کے تمام دفاتر ان کی زبان سے نہیں نکلے۔

لہذا جو نکلے وہ دیوبندی دھرم میں حق ہوئے۔ اور جو نہیں نکلے وہ ناحق کیا قبلہ! یہ ثابت کر سکتے ہو کہ احادیث و تفاسیر و کتب فقہ کے تمام دفاتر



گنگوہی جی کی زبان سے نکلے ؟  
 میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ہرگز نہیں۔  
 تو بولنے ! بیک جنبش لسان گنگوہی نے آیاتِ کریمہ، کتبِ تفاسیر و فرقہ  
 کے اکثر حصے کو ناحق بتایا۔

حق گنگوہی کے پیچھے پھرتا تھا | قاری صاحب ! یہ ہوتا ہے !  
 گرٹھا ہوا دین، اختراع کیا ہوا  
 مذہب اور جعلی شریعت یہی وجہ ہے کہ آپ کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن نے  
 گنگوہی کی شان میں کہا۔

جدھر کو آپ مائل تھے ادھر ہی حق بھی دائر تھا  
 مرے مولیٰ مرے آقا تھے حقانی سے حقانی (مرثیہ رشید احمد)

گنگوہی کے علاوہ دوسری جگہ حق ڈھونڈنے والا گمراہ ہے  
 اس نے مزید لکھا ہے۔

ہدایت جس نے ڈھونڈھی دوسری جاگہ ہو گمراہ  
 وہ میزابِ ہدایت تھے کہیں کیا نص قرآنی  
 لیجئے ! آپ کے شیخ صاحب نے نص قرآنی سے ثابت مانا کہ جو گنگوہی کے  
 علاوہ کہیں اور جگہ ہدایت ڈھونڈھے وہ گمراہ ہے۔  
 دوسری جگہ کے عموم میں اللہ عز و جل و رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں۔  
 قاری صاحب ! یہ ہوتا ہے نیا دین اور نیا مذہب !

گنگوہی اور نانوتوی نے اسلام کو بھی منسوخ کر دیا

اور سنئے ! یہی شیخ صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں۔  
 شرک و بدعت سے کیا صدارہ سنت کو پھر غلط کیا ہے کہ ہیں نسخ ادیان دونوں

لیجئے! یہ بات بالکل صاف ہوگئی، گنگوہی اور زانو تو وی ناسخ ادیان ہیں یعنی انہوں نے اپنے زمانہ میں موجودہ اور گزشتہ تمام دینوں کو منسوخ کر دیا اور اپنا دین چلایا۔ ان کے زمانہ میں اسلام بھی موجود تھا اس لئے یہ دونوں اس کے بھی ناسخ ہوئے۔

معلوم ہوا کہ دیوبندی دھرم میں اسلام منسوخ ہے۔ اور بالاجماع منسوخ پر عمل جائز نہیں! اس لئے ثابت ہو گیا کہ دیوبندی دھرم میں مذہب اسلام پر عمل جائز نہیں۔

اب بانیان دیوبندیت نے جو دھرم گڑھ کر بنایا اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ اسی لئے گنگوہی جی نے فرمایا ہے کہ ”اس زمانہ میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر“

اب بھی اگر طمانیت قلب حاصل نہ ہوئی ہو تو لیجئے سنئے۔ مولوی خلیل احمد انیسٹھی کی کتاب المہند کے بارے میں لکھا ہے۔

”جن کو مولانا خلیل احمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ واقعی میں اس قابل ہے کہ ان پر اعتماد کیا جاوے اور ان سب کو مذہب قرار دیا جائے۔“

ناظرین ”مذہب قرار دیا جائے“ کے لفظ پر غور کریں۔ دیوبندی دھرم، قرآنی دھرم نہیں بلکہ انیسٹھی دھرم ہے جس میں ”نجات اخروی“ کبھی گنگوہی جی کے اتباع پر نکل جاتی ہے اور کبھی تھانوی جی کے ”چرن“ دھوکہ پینے پر۔ چنانچہ تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۱۱۱ پر ہے۔

”واللہ العظیم مولانا تھانوی کے پاؤں دھو کر پینا نجات اخروی کا سبب ہے“

ابجھا بے پاؤں یار کا زلف دراز میں  
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

سیدھی سی بات تھی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرما رہے ہیں کہ مذہب اہلسنت وجماعت جو میرا پسندیدہ و اختیار کردہ دین و مذہب ہے جس کے اصول و فروع اردو زبان میں قرآن و احادیث و ارشادات سلف سے نقل کر کے میں نے اپنی تصانیف میں جمع کر دیئے ہیں ان پر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔

حضرت جی! کیا آپ کو اس سے انکار ہے کہ مذہب اہلسنت پر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔

ضرور آپ کو انکار ہو گا جبھی تو اس پر اعتراض جڑ دیا۔ آپ کے نزدیک تو گنگوہی کی زبان سے جو کچھ نکلا ہے۔ ایسی ٹھٹھی نے جو کچھ لکھا ہے ان پر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ اس لئے جو اس کے برخلاف مذہب اہل سنت پر قائم رہنے کی دعوت دے گا وہ ضرور آپ کے نزدیک لائق تعزیر ہو گا۔

تلبیس نمبر ۲ | پھر اس اشتہار میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی وصیت پر جو اپنی فاتحہ کے بارے میں فرمائی ہے حضرت قبلہ قاری جی نے بھی بازاری بھانڈوں کی طرح سے اپنے سو قیاناہ پن کو آزمایا ہے۔ وصیت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

میں وصیت نامہ احمد رضا خاں دیکھ کر  
کیوں نہ کہہ دوں قبر میں بھی پیٹھی کی فکر ہے  
قاری طیب کی جہالت

دیکھ اے دل نہ چھڑ قصہ زلف  
کہ یہ ہیں بیج و تاب کی باتیں

صرف ہم ہی نہیں ملک کا پورا سنجیدہ و متین طبقہ سر بگربان ہے کہ اس وصیت پر اعتراض کا کیا حاصل؟ اعلیٰ حضرت نے یہ تو نہیں فرمایا کہ اب میرا

اخیر وقت ہے یہ چیزیں لاوان میں میری روح اٹکی ہوئی ہے۔  
یہ تو نہیں فرمایا کہ یہ چیزیں میری قبر میں رکھ دینا، یہ تو نہیں فرمایا کہ میرے  
بعد میری اہلیہ میرے صاحبزادوں کو دے دینا۔

بلکہ وصیت کی تو یہ کہ میرے بعد میری فاتحہ میں یہ چیزیں فقرا کو دی جائیں  
اور وہ بھی مشروط ہے کہ اعزہ سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو۔ چھینا کھینٹی نہیں،  
کسی کی جیب پر ڈاکہ نہیں، مگر معلوم نہیں قاری صاحب اور ان کے دادا کی امت  
کو کیوں برا لگا۔ وہ آج پچاس برس سے اس پر اپنے مسخرہ پن کو آزار ہے ہیں۔  
اور اس پر اپنے سفلیہ پن کا وہ ننگا ناچ ناچتے ہیں کہ پیشہ و نہ بھاٹڈ بھی شہر ماجاے۔

### وصیت مبارکہ کی تشریح

مساکین سے محبت ان کی خاطر مدارات ایک پسندیدہ فعل ہے حتیٰ کہ  
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا فرمائی ہے۔ **اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ  
فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ** اے اللہ میں تجھ سے  
سوال کرتا ہوں نیکیوں کے کرنے، برائیوں کے ترک اور مساکین کی محبت کا۔  
اعلیٰ حضرت قدس سرہ اپنی زندگی بھر حتیٰ الوسع مساکین کی طرح طرح سے  
مدد فرماتے رہے و صنیایا کے وقت بھی ان کا خیال رہا۔

شہزادوں کی جس طرح تربیت کی تھی اس سے اطمینان تھا کہ یہ لوگ ضرور  
میری اتباع میں مساکین کی مدد کرتے رہیں گے۔ مگر غایت کرم کہ پھر بھی وصیت  
فرمائی۔ عموماً لوگ مساکین کو معمولی کھانے دیتے ہیں اور خود عمدہ سے عمدہ کھاتے  
ہیں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو مساکین کے ساتھ جو محبت تھی اس کے پیش نظر  
وصیت کی تشریح کر دی کہ اچھے سے اچھے کھانے دیتے جائیں۔

یہ وصیت عاقل کریم کے نزدیک اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اخلاق کریمانہ  
کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ مگر دیوبندی اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ صرف نصرت

اہلسنت کے لئے ہے انھیں ان میں سے کچھ نہ ملے گا اس لئے چڑھ کر اسے اپنے سوقیانہ سرشت کا نشانہ بنا لیا۔

ان بد نختوں کی قسمت میں کوتے، پکورے، بتوں کے چڑھاوے کی پوری پکوریاں ہی ہیں یہی زندگی بھر کھاتے رہے۔ اس وصیت میں نمار ربانی کی فہرست دیکھ کر منہ میں پانی بھرا آیا مگر جب دیکھا کہ ہمیں ملے گا تو ہے نہیں تو انگور کھٹے ہو گئے۔

## اکابر دیوبند کو اخیر وقت اپنے پیٹ کی فکر تھی

سنو! کہ تمہارے اقنوم اول نا تو تو ی جی اور شیخ ٹانڈوی جی کو دم نکلنے کے وقت اپنے ہی پیٹ کی پڑی تھی۔

دیکھو! جمعیتہ شیخ الاسلام نمبر ۱۱۲ کا لم ۲ و ۳  
 ”کچھ عجیب اتفاق ہے کہ عموماً تمام مشائخ (دیوبند) اور خصوصاً مولانا محمد قاسم نے آخر وقت میں پھل کی خواہش کا اظہار فرمایا چنانچہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے لکھنؤ سے لکڑی منگائی گئی حضرت (ٹانڈوی) نے بھی آخر میں سرفے کی خواہش کا اظہار فرمایا اور منجانب اللہ اسلاف کی سنت پر طبیعت اس درجہ مجبور ہوئی کہ مولانا قاسم صاحب اور مولانا شاہد صاحب فاخری ملاقات کو تشریف لائے تو فرمایا کہنے کیا آج کل سردا نہیں مل سکتا۔ انھوں نے فرمایا ضرور مل جائے گا چونکہ اس کے قبل مولانا اسعد صاحب مولانا فرید الوجدی صاحب وغیرہ نے دہلی، سہارنپور، میرٹھ ہر جگہ تلاش کیا۔ مگر کہیں دستیاب نہ ہوا اس لئے حضرت نے فرمایا کہاں مل سکتا ہے

۱۔ ملاحظہ فرمائیں قادی رشیدیہ

مولانا وحید الدین صاحب قاسمی نے عرض کی کہ انشاء اللہ دہلی میں مل جائے گا۔ مولانا شاہد صاحب نے عرض کیا جی ہاں تلاش کے بعد بہت امید ہے کہ مل جائے۔

اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت نانوتوی کے لئے لکھنؤ سے لکڑی منگائی گئی تھی تو حضرت کے لئے مولانا سجاد حسین کی معرفت کراچی سے اور مولانا حامد میاں صاحب نے لاہور سے سردہ بھیجا۔  
مرد مومن کا جب وقت قریب آتا ہے تو تقاریر بانی کے شوق میں دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر رب العالمین کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

نشان مرد مومن باتو گویم  
چوں مرگ آید تبہم برب اوست  
مگر دیوبندی ہوں کو اپنی آتش شکم سرد کرنے کی پٹری رہتی ہے کوئی لکڑی کے انتظار میں ہے، کوئی سردہ کے لئے بے چین ہے، کسی کی روح لکڑی میں اٹکی ہوئی ہے کسی کی سردہ میں۔

”بولو! کیا مردان حق آگاہ کا یہی وتیرہ ہے۔“

تھانوی کو مرتے وقت اپنی بیگم کے پیٹ کی فکر تھی

اور سنو! یہ تو مرتے دم تک اپنے تغار بھرنے کی فکر میں رہے اور تمہارے بزرگ تھانوی جی اپنی دہن کے لئے فکر مند اور مریدوں کو وصیت کرتے ہوئے مرے۔

”مرے بعد بھی مرے تعلق کا لحاظ غالب ہو، وصیت کرتا ہوں کہ بیس آدمی مل کر اگر ایک ایک روپیہ ماہوار ان (بیوی صاحبہ) کے لئے اپنے ذمہ رکھ لیں تو امید ہے کہ ان کو تکلیف نہ ہوگی۔“

(تنبیہات وصیت ص ۲)

ناظرین غور کریں کتنا تفاوت ہے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی وصیت اور  
تھانوی کی وصیت میں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو خیال ہے تو غریب کا اور مساکین کا اور تھانوی جی کو  
فکر ہے تو اپنی بیگم صاحبہ کے پیٹ کی اور مرتے مرتے بیگم صاحبہ کے لئے مریدین سے  
ماہواری جاری کرنے کے لئے کہہ گئے۔

کوئی مرتے وقت گکڑی کے لئے کروٹیں بدل رہا ہے، کسی کی سردہ پر رال ٹپک  
رہی ہے۔ کوئی ہائے بیگم، ہائے بیگم پکار رہا ہے۔ یہ ہے دیوبندی مولویوں کے  
آخری وقت کا حال۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ

## شیخ ٹانڈہ کی مٹھانی کھانے کی عادت اور چھینا جھپٹی

ایسا بھی نہیں کہ اکابر دیوبند زندگی بھر فاقہ کرتے رہے ہوں اس لئے آخر وقت  
اکابر دیوبند کی مٹھانی کھانے کی دبی ہوئی شہوت ابھر آئی ہو۔ بلکہ پوری زندگی شکم  
پروری کے دلچسپ قصوں سے بھری ہوئی ہے۔ بطور نمونہ دو مزید ارقصے درج  
ذیل کئے جاتے ہیں۔

پہلے اجمعیۃ کے شیخ الاسلام نمبر میں ٹانڈوی جی کی اپنے ایک عاشق زار کیساتھ  
چھینا جھپٹی ملاحظہ ہو۔

”حضرت (ٹانڈوی) جی فرماتے۔ حاجی (بدرالدین) صاحب آپ  
مٹھانی کیوں نہیں لائے۔؟ تو میں عرض کرتا۔ کہ حضور میرے پاس  
پیسے نہیں ہیں۔ تو حضرت طالب علموں کو حکم دیتے کہ ان کی تلاشی لیجائیے  
پھر کیا تھا جتنے بھی طالب علم ہوتے سب کے سب میرے اوپر ٹوٹ  
پڑتے اور جو رقم میرے پاس ہوتی سب کی مٹھانی منگانی جاتی اور حصہ  
سے تقسیم ہوتی اور کبھی کبھی تو حضرت میری شیروانی مذاق سے چھین کر

اپنے پاس رکھ لیتے اور کہتے کہ جب واپس ہوگی جب مٹھائی کے وسط  
پیسے دو گے۔ جب مجھ کو پیسے دینے پڑتے۔ حضرت کو بھلا کس بات کی  
کئی تھی، آپ کے پاس ہزاروں من مٹھائیاں تھیں ۛ

ناظرین! آپ نے دیکھا دیوبندیوں کے شیخ الاسلام کی مٹھائی کھانے کی عادت  
کہ غریب عاشق اگر مٹھائی نہ لاتا تو چھینا چھپٹی ہوتی وہ غریب جان بچانے کے لئے  
بھوٹ بولتا کہ پیسے نہیں ہیں مگر طلبہ کی فوج چھوڑ دی جاتی۔ زبردستی پیسے چھینے جاتے  
دارالحدیث میں جیب پر ڈاکہ پڑتا۔ شیروانی چھین لی جاتی۔ بغیر مٹھائی کے پیسے  
دینے واپس نہ ہوتی بیوں ہزاروں من مٹھائی اسٹاک میں رہتی۔ یہ پیٹ تھا کہ  
ہوشربا کی زنبیل۔

دھول دھپا اس بہت طنز کا شیوہ نہیں  
پیش دستی کر ہی بیٹھے ہم ہی غالب ایک دن

## نا تو توئی کی مٹھائی کھلانے کی عادت

یہ تو تھا مٹھائی کھانے کا شوق اب مٹھائی کھلانے کی عادت ملاحظہ کریں۔  
بانی مدرسہ دیوبند نا تو توئی صاحب کے بارے میں ہے۔

” ایک مرتبہ مولانا محمد قاسم صاحب کے پاس آپ کے خادم مولوی  
فاضل حاضر تھے۔ مولانا نے ان کو مٹھائی تقسیم کرنے کے واسطے فرمایا۔  
کیونکہ مولانا کا کوئی جلسہ مٹھائی سے خالی نہ ہوتا تھا اگر کہیں سے آئی ہوئی  
موجود نہ ہوتی تو خود منگوا کر تقسیم فرماتے) انھوں نے تقسیم کر دی۔ آخر  
میں اتفاق سے اس میں تھوڑی سی مٹھائی بچ گئی تو آپ نے فرمایا۔

الفاضل للقاسم۔ انہوں نے جواب دیا الفاضل للفاضل والقاسم

دارواچ ثلثہ ص ۲۶

محرورم



یہ ہے بانی دیوبند کی مٹھانی کھلانے کی لت اور یہ ہے دیوبند جا کر پڑھنے والے طلبہ کے جال میں پھنسانے کا چارہ۔  
 دیوبندی اکابر کا مٹھانی کھانے اور کھلانے کا شغف اتنا بڑھا ہوا تھا کہ مرنے کے بعد بھی ان لوگوں کو مٹھائیاں کھلایا کرتے تھے جنہیں زندگی میں کھلانے کی عادت تھی۔

”مولوی اشرف علی تھانوی اپنے پردادا کے بارے میں لکھتے ہیں۔  
 شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا۔ شب کے وقت اپنے گھر میں  
 زندوں کے تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھانی لا کر دی۔ اور  
 فرمایا کہ تم کسی سے ظاہر نہ کرو گی تو اسی طرح روزانہ آیا کریں گے لیکن ان  
 کے گھر والوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھانی کھاتے  
 دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں، اس لئے ظاہر کر دیا اور آپ  
 تشریف نہیں لائے۔ یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے۔“

(اشرف السوانح حصہ اول ص ۱۱۱)

جب دیوبندیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرگے  
 مٹی میں مل گئے تو تھانوی جی کے پردادا کیسے زندہ رہے؟  
 اس لئے یہ سوال باقی رہتا ہے کہ یہ مٹھانی تھانوی کے پردادا ہی لائے  
 تھے یا کوئی اور۔؟ اس کا فیصلہ ناظرین پر چھوڑ دیتا ہوں۔

محتسب خم شکست من سزا  
 السن بالسن و الجروح قصاص

# ذیق بندی

ابلیس کا علم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ماہر ہے

قاری صاحب اور ان کی پوری برادری کا یہ عقیدہ ہے کہ شیطان لعین کے علم کی وسعت نص سے ثابت ہے۔ مگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسعت علم کی کوئی نص (آیت، حدیث) نہیں شیطان کے لئے وسعت علم ماننا ان کا ایمان ہے اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وسعت علم ماننا شرک ہے ان کی پوری جماعت کے قطب الاقطاب اور ان کے خلیفہ اعظم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی مشہور و معروف کتاب براہین قاطعہ میں لکھتے ہیں۔

”الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں، تو کون سا ایمان کا حصہ ہے کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہونی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔“ ص ۱۵

ناظرین غور کریں پہلے قاری صاحب کے ان دونوں بزرگوں نے شیطان لعین کے لئے زمین کا علم محیط مانا اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ کہہ دیا کہ نصوص قطعیہ کے خلاف ہے اور شرک ہے۔ پھر صاف صاف لکھ دیا شیطان اور ملک الموت کے لئے وسعت علم نص یعنی قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ مگر فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعت علم پر کوئی نص نہیں۔ بلکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وسعت علم ماننا شرک ہے جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک شیطان کے علم کی وسعت

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔  
 معاذ اللہ صد بار معاذ اللہ! ابلیس لعین، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے زیادہ علم والا ہے۔ تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَنْفَطِرْنَ مِنْهُ وَتَنْشِقُ الْأَرْضُ  
 وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًا (ترجمہ) قریب ہے کہ آسمان وزمین پھٹ  
 پڑیں اور پہاڑ ڈھ جائیں۔

### تلبیس نمبر ۳

مگر قاری صاحب اپنے اس افترا و بہتان کی پوٹ میں، گندہ نالہ بہانے  
 کی سعی لا حاصل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

خود اعلیٰ حضرت اس بات کے قائل ہیں کہ شیطان لعین کا علم حضور  
 پاک سے وسیع ہے، چنانچہ خالص الاعتقاد میں عقائد کا اظہار اس طرح  
 فرماتے ہیں شیطان کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے وسیع نہیں  
 ہے۔ دیکھا آئے کہ خاں صاحب بریلوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 علم کی وسعت شیطان کے علم کی وسعت سے مقابلہ میں کم کر کے خود رسول اللہ  
 کی توہین کے ساتھ شیطان کو اپنا علمی پیشوا بنانے کی کیسی بیباک جرات کی ہے؟  
 کسی مست کی لگی ہے مگر اسکے سر کو ٹھوکر

جو پڑا ہے میکلے میں یہ خم شراب اوندھا

اولاً :- خط کشیدہ عبارت، خالص الاعتقاد میں کہیں نہیں۔

قاری صاحب! اور ان کی پوری برادری کو عام چیلنج ہے کہ یہ خط کشیدہ  
 عبارت خالص الاعتقاد میں دکھا دیں تو انہیں اختیار ہے کہ جو چاہیں میرا نام  
 رکھ دیں اور اگر نہیں دکھا سکتے اور میں دعویٰ کے ساتھ کہتا ہوں کہ کبھی نہیں  
 دکھا سکتے تو انما یفتری الکذیب الذین لا یؤمنون بآیت اللہ و  
 اولئک هم الکذبون الآیہ پڑھ پڑھ کر اپنے سینہ پر دم کریں۔

دَجَالُو! جب اپنے بڑے بوڑھوں کے کفریات اٹھانے سے عاجز آگئے تو جھوٹ فریب، مکر و کید، دجل و فریب، افترا و بہتان کی آندھی چلا کر دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کرتے ہو۔ مگر تاکے۔

ثانیاً۔ اس عبارت کا تو پتہ نہیں کہاں ہے البتہ رماح القہار میں ایک عبارت ہے جو اس عبارت کے ہم معنی ہے۔ مگر رماح القہار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصنیف نہیں۔ مولانا سید عبدالرحمن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہے۔ اگر بفرض محال اس عبارت میں کوئی نقص ہے تو اس کے ذمہ دار مولانا سید عبدالرحمن ہیں نہ کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ۔

اے مفتریو! اگر تمہیں شرم و حیا ہو تو اپنے دجل و فریب کی چاک دامانی کے بعد کہیں ڈوب مرو۔

جنہوں نے قاری طیب صاحب کو دیکھا ہو گا وہ ان کی گریہ نما مسکین صہور کا تصور کریں اور اس بڑھاپے میں وہ اپنی قبر میں اپنے ساتھ دجل و فریب کا جو دستاویز لے جا رہے ہیں اسے دیکھیں تو بے اختیار اقبال کا یہ شعر یاد آجائیگا

۱۔ الہی یہ ترے سادہ دل بندے کدھر جائیں

کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

ناظرین آئیں اور ان چند سطروں میں ان حضرت جی کی نہایت باریک چند دستکاریاں ملاحظہ کریں۔

۱۔ اپنی طرف سے ایک عبارت گڑھ کر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی طرف منسوب کر دیا۔

۲۔ اس کے لئے خالص الاعتقاد کتاب بھی گڑھ لی۔

۳۔ اس کا صفحہ ۵ بھی اختراع کر لیا۔

۴۔ بعینہ یہ عبارت تو نہیں اس کے ہم معنی اگر کوئی عبارت تھی تو رماح القہار کی جسے خالص الاعتقاد کی بتایا۔

- ۵۔ بعینہ یہ عبارت تو نہیں اس کے ہم معنی اگر کوئی عبارت تھی تو مولانا سید عبدالرحمن کی اسے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بتایا۔
- ۶۔ بعینہ یہ عبارت تو نہیں اس کے ہم معنی اگر کوئی عبارت تھی تو رماح القہار کے صفحہ پر تھی۔ اسے خاص الاعتقاد صفحہ پر بتایا۔
- ۷۔ رماح القہار کی اس عبارت میں بھی یہ مجرمانہ خیانت کی کہ صرف ادھی نقل کی اس کے متصل اوپر کی وہ عبارت جس کا یہ عبارت تتمہ ہے۔ جو انکے اخذ کئے ہوئے مطلب کے لئے سیف براں تھی ہضم کر گئے۔
- ۸۔ اس عبارت سے وہ مطلب نکالا جس سے ان کے امام الکمل فی الکمل کی اعلیٰ درجے کی مدح ثابت ہوئی۔
- ۹۔ اپنا ملعون عقیدہ، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے سر تھوپا۔
- ۱۰۔ اپنا ملعون عقیدہ اہل سنت کی کتاب رماح القہار کی اس عبارت سے نکالا جو خود ان کے اسی گندے عقیدے پر تعریض ہے۔

ثالثاً: رماح القہار میں معاذ اللہ، معاذ اللہ یہ نہیں کہ شیطان لعین کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے وسیع ہے۔ آپ نے جو عبارت پیش کی ہے اس سے یہ مطلب کس طرح نکلتا ہے۔ لازم تھا کہ آپ اسکی توضیح کرتے۔ غالباً آپ نے اس اشتہار کا مضمون اس وقت لکھا تھا جب ابتر نزول الماریں آپ کی آنکھوں میں بھینگے ناچا کرتے تھے ورنہ اس عبارت او اس خبیث مضمون میں کسی طرح دور دراز کے مقدمات در مقدمات لگانے سے بھی اتنا بھی لزوم نہیں نکلتا جتنا آپ میں اور بصیر میں ہے۔

چونکہ آپ بہت بھولے بھالے ہیں اور آپ ہی کے بہت سے نیاز مندیہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کان کے بھی بہت کچے ہیں۔ اسی وجہ سے اب اب اپنے اذنا ب کے ہاتھ میں کھلونا بن کر رہ گئے ہیں جس کے نتیجے میں ابھی گزشتہ برسوں

میں آپ کے موروثی مدرسہ دیوبند میں اتنی بھیانک ہڑتال ہوئی تھی کہ آپ کو عاجز آ کر المدد دیا پولیس المدد دیا پولیس والا اپنی برادری کا مجرب وظیفہ چینا پڑا تھا۔ اس لئے یہ بھی ممکن ہے کہ یہ استخراج آپ کا نہ ہو۔ آپ کے کسی نیاز مند کا ہو۔ جس نے کچھ نقد یا خوشنودی مزاج کے عوض اسے آپ کی نذر کر دیا ہو۔ اور آپ نے یہ سوچ کر کہ داد پر کفر کے فتوے کا بدلہ ہو گیا اسے اپنے اشتہار میں درج کر دیا ہو۔ اس لئے آپ کے بڑھاپے پر ترس کھاتے ہوئے اس کا آپ سے مطالبہ بھی نہیں کرتا بلکہ آپ کو بتا دیتا ہوں کہ آپ کے اذتاب نے کس طرح اس عبارت سے یہ خبیث مضمون نکالا ہے۔

ابھی ابھی بھن گاؤں ضلع گونڈہ کے ۲۵ جون ۱۹۷۷ء والے مناظرہ میں جس میں درجنوں آپ کی برادری کے سربراہ اور وہ مناظرین آنے تھے جن میں آپ کے بہت سے نوکر از قسم مدرسین مبلغین شریک تھے خصوصیت کے ساتھ وارڈ نمبر افتار کے ہیڈ محمود صاحب بھی تھے ان لوگوں کو یہ ہمت تو نہ ہوئی کہ خود میدان میں آتے البتہ ایک کو دک نادان اور ایک جاہل مطلق کے پس پشت پردہ نشین ہو کر ناوک افگنی کرتے رہے۔

اس مناظرہ میں اس گھٹنے پر وار کرنے کے بھوں پر زخم دیکھنے کی وجہ درجنوں دیوبندی شرکار مناظرہ نے متفقہ مشورہ کے بعد یہ وجہ بیان کی۔

نفی جب مقید پر داخل ہوتی ہے تو صرف قید کی نفی کرتی ہے۔ اس لئے اس عبارت میں وسیع ترکیبی نفی سے وسیع کاثبات شیطان کے لئے لازم آیا۔ اس کا وہاں اہلسنت کی طرف سے جو جواب دیا گیا اس سے تو آپ کے نوکروں نے یہ کہہ کر جان بچائی کہ یہ قاعدہ عربی کا ہے اردو کا نہیں۔

قاری صاحب! آپ تو اپنے نوکروں کی اس پنتیرہ بازی پر ضرور واہ وا کریں گے مگر اہل انصاف فوراً ان کا دامن پکڑ کر یہ پوچھیں گے کہ جس قاعدہ سے آپ لوگوں نے خبیث مضمون استخراج کیا ہے وہ بھی تو عربی کا ہے اپنے خصم پر کچھ

اچھالنے کے لئے عربی قواعد کی پناہ لینی اور اپنے بچاؤ کے لئے عربی قاعدے سے فرار کس لغت میں حقانیت ہے ؟

تم پری زاد ہو وعدہ تو پری زاد نہیں  
آپ اڑتے ہو اڑو بات اڑتے کیوں ہو

رابعاً۔۔۔۔۔ قاری صاحب! آپ اپنے ان نوکروں کو بتادیں کہ یہ قاعدہ مقید کی نفی سے صرف قید کی نفی ہوتی ہے۔ "مطلقاً ہر جگہ بلا کسی شرط کے جاری نہیں اس کی کچھ شرط بھی ہے۔ اگر اس قاعدہ کا ہر جگہ مطلقاً جاری ہونا لازم ہو تو کتنی نصوص میں تحریف معنوی لازم آئے گی۔ بطور نمونہ دو ملاحظہ کریں۔ ارشاد باری ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً

اے مومنو! دونا دون سود نہ کھاؤ۔ (سورہ آل عمران آیت ۱۳)  
یہاں نفی مطلق ربو پر وارد نہیں۔ اَضْعَافًا مُضَاعَفَةً کے ساتھ مقید پر ہے تو بقول آپ کے اذنا ب کے لازم آیا کہ مطلق سود حلال ہو اور صرف دونا دون حرام ہو۔

دوسری آیت میں ہے۔

وَلَا تُكْرَهُوا فَتْيَا تَكْرُمًا عَلَى الْبَغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِمَا بَيْنَهُنَّ

اپنی باندیوں کو زنا پر مجبور نہ کرو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں  
یہاں بھی نفی مقید پر داخل ہے کیا آپ میں یا آپ کے نوکروں میں سے کسی میں جرات ہے کہ وہ کہہ دیں کہ چونکہ آیت میں نفی مقید پر داخل ہے اس لئے باندیوں کو زنا پر مجبور کرنا اسی حالت میں ممنوع ہے جب کہ وہ پاک دامن رہنا چاہیں۔ اور اگر وہ پاک دامن نہ رہنا چاہیں تو انھیں زنا پر مجبور کرنے کی اجازت ہے۔ مثلاً ایک باندی اپنے کسی مخصوص آشنا سے تعلق رکھنا چاہتی ہے مگر ایک مالک یہ چاہتا ہے کہ وہ شاہدان بازاری کی طرح ہر وارد و صادر

وہ اہل جاہلیت پر تعریض ہے۔ ان کی عادت تھی، جب قرض کے ادائیگی کی میعاد پوری ہو جاتی ہے اور قرضدار ادا نہ کر پاتا تو قرض خواہ سود میں اضافہ کی شرط پر میعاد میں اضافہ کر دیتا۔ اس طرح بار بار کے اضافے کے بعد نتیجہ یہ ہوتا کہ اصل رقم سے سود بڑھ جاتا اسی پر تعریض کرتے ہوئے ارشاد ہوا۔  
 ”دونادون سود مت کھاؤ“ چونکہ یہ قید تعریض کے افادے کے لئے ہے۔  
 (احترازی نہیں) اس لئے مفہوم مخالف معتبر نہیں۔

اسی طرح رماح القہار کی عبارت ”وسیع تر“ میں ”تر“ کی قید احترازی نہیں بلکہ دیوبندیوں پر تعریض کے لئے ہے اس لئے اس کا بھی مفہوم مخالف معتبر نہیں۔

چونکہ دیوبندیوں کا یہ ناپاک عقیدہ ہے کہ ”ابلیس لعین کا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے وسیع تر ہے“ جیسا کہ ابھی براہین قاطعہ کی عبارت گزر چکی ہے دیوبندیوں کے اسی گندے عقیدہ پر تعریض کرتے ہوئے مولانا سید عبدالرحمن صاحب فرماتے ہیں کہ ”ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اوروں سے زائد ہے۔ ابلیس لعین کا علم معاذ اللہ! علم اقدس سے وسیع تر نہیں۔ جیسا کہ دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ابلیس لعین کا علم معاذ اللہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اقدس سے وسیع تر ہے“  
 چونکہ ”وسیع تر“ میں ”تر“ کی قید احترازی نہیں بلکہ دیوبندیوں کے عقیدہ پر تعریض کے لئے ہے اس لئے اس کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوگا اور جب مفہوم مخالف معتبر نہیں تو وسیع تر کی نفی سے وسیع کا اثبات صحیح نہیں۔ اس لئے اس عبارت کا یہ مطلب کسی طرح درست نہیں کہ اس سے لازم آتا ہے کہ ابلیس لعین کا علم، علم اقدس سے وسیع ہو۔ بالکل اسی طرح جیسے مذکورہ دونوں آیتوں میں قید کے احترازی نہ ہونے اور دو سکے فائدہ کے لئے ہونے کی وجہ سے اس قید کی نفی نہیں بلکہ قید اور مقید دونوں کی۔ اسی طرح رماح القہار کی اس



عبارت میں قید کے احترازی نہ ہونے اور تعریض کے لئے ہونے کی وجہ سے صرف قید کی نفی نہیں بلکہ قید اور مقید دونوں کی۔

لہذا صرف وسیع ترک کی نفی نہیں ہوتی بلکہ وسیع ہونے کی بھی جس پر دلیل قطعی اس کے اوپر والی عبارت ہے جو بالکل اس کے متصل ہے جسے قاری صاحب نے صرف عوام کو فریب دینے کے لئے اڑایا ہے پوری عبارت یہ ہے۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اوروں سے زائد ہے۔ ابلیس

لعین کا علم معاذ اللہ! علم اقدس سے وسیع تر نہیں“

اگر یہاں وسیع ترک کی نفی سے وسیع کا اثبات مراد ہوتا یا کم از کم اس عبارت کا یہ مدلول ہوتا تو ایک ہی عبارت کے یہ دونوں حصے متعارض ہوتے۔ ذرا بھی ہوش رکھنے والا ایک ہی عبارت میں دو متعارض باتیں کبھی بھی نہیں لکھ سکتا۔ وہ بھی اس رسالہ میں جو حریف کے رد میں ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ نفی کے مقید پر داخل ہونے سے صرف قید کی نفی اور مقید کا اثبات مراد لینا، مفہوم مخالف ہے اور مفہوم مخالف وہیں مراد ہوتا ہے جہاں قید صرف احتراز کے لئے ہو کسی دوسرے فائدہ کے لئے نہ ہو۔

روح القہار کی عبارت ”وسیع تر“ میں ”تر“ کی قید احترازی نہیں بلکہ تعریض

کے لئے ہے اس لئے یہاں مفہوم مخالف معتبر نہیں اور جب مفہوم مخالف معتبر نہیں تو یہاں وسیع ترک کی نفی سے وسیع کا اثبات ایسی ہی جہالت ہے جسے آیت کریمہ لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً سے سود کا جواز اور آیت کریمہ وَلَا تَكْرَهُوا فِتْيَانَكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْتُمْ تَحْصِنَا سے بدچلن باندیوں کو زنا پر مجبور کرنے کی اجازت کا اثبات ہے۔

اور جیسے ان آیتوں میں نفی کے مقید پر داخل ہونے کے باوجود مطلق

سود کا جواز ثابت نہیں۔ بدچلن باندیوں کو زنا پر مجبور کرنے کی اجازت ثابت نہیں۔ تو روح القہار کی عبارت میں وسیع ترک کی نفی سے وسیع کا اثبات لازم

نہیں۔

سادسا — اب اخیر میں چلتے چلتے ہم قاری صاحب اور ان کے نوکروں سے ایک سوال کرتے چلیں۔

حضرت جی! جب آپ کے اور آپ کے نوکروں کے نزدیک یہ قاعدہ کلیہ بلا کسی شرط کے ہر جگہ جاری ہے تو بتائیے۔

”حدیث جبریل ما المسئول عنها با علم من السائل میں بھی نفی اسم تفصیل پر داخل ہے تو یہاں بھی نفی مقید کی ہوئی۔ تو کیا آپ یہاں یہ کہنے کے لئے تیار ہیں کہ اس ارشاد میں صرف اُعلم ہونے کی نفی ہے اور نفس علم کا اثبات ہے۔ اگر راضی ہیں تو لازم آیا کہ وقت قیام عت کا علم، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل امین دونوں حضرات کو ہے“

بولئے! اس پر ایمان آپ کا ہے کہ نہیں؟ اگر نہیں تو آپ لوگ حدیث صحیح کا انکار کر کے گمراہ۔ ضال مضل ہونے کو نہیں؟

اور اگر مولانا سید عبدالرحمن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کافر بنانے کے شوق میں اس پر ایمان لاتے ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل امین کو قیام ساعت کا علم مان کر اپنے اکابر کے فتوؤں سے کافر مرتد بے ایمان ہونے کو نہیں؟

اگر اس دودھاری تلوار سے پھیننے کے لئے آپ یہ کہتے ہیں کہ یہاں نفس علم کی نفی ہے تو کس قاعدے سے؟

اور وہ قاعدہ ریح القہار کی عبارت میں کیوں نہیں جاری ہوتا؟ ماہ الفرق بتائیے! ہ

تھی خبر گرم کہ غالب کے اڑیں گے پرنے  
دیکھنے ہم بھی گئے تھے یہ تماشا نہ ہوا

سَابَعًا۔۔۔۔۔ یہ کلام اس تقدیر پر تھا کہ ”لفظ تر“ کو تفضیل کے لئے مانا جائے۔ اور یہی بنیادی غلطی ہے۔ ”لفظ تر“ معنی تفضیل میں متعین نہیں بلکہ اردو و فارسی دونوں زبانوں میں بکثرت ”زائد واقع ہوتا ہے۔ اولیٰ تراہم تر روزمرہ کے محاورات میں بولا جاتا ہے۔ لغت کے ساتھ ادنیٰ اسی مہارت رکھنے والا خوب جانتا ہے کہ ان کلمات میں تر زائد ہے۔ اس کے نظائر بکثرت ملیں گے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اشعۃ اللمعات“ میں تم کا ترجمہ پستر کیا ہے۔ یہاں بھی متعین ہے کہ ”تر“ زائد ہے۔ اسکے علاوہ متعدد جگہ خود حضرت شیخ کے کلام میں تر دوسرے کلمات کے ساتھ زائد مستعمل ہے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے۔

احتکار چہل روز یا این حکم و این جزاست  
 و اگر کمتر کند آزا نیز جزاست و لیکن کمتر ازین  
 و اگر بیشتر کند بیشتر ازین خواهد بود و ظاہر  
 آنست کہ مراد آن باشد کہ حد احتکار تا  
 چہل روز باشد و در کمتر از آن اثم نہ بود  
 و بجهت قلت مدت مغفور بود۔  
 (صالح ج ۳)

چالیس دن سے احتکار کا یہ حکم اور جزا ہے  
 اور اگر اس سے کم احتکار کرے اسکی بھی  
 جزا ہے مگر اس سے کم اور اگر زیادہ کی  
 اس سے زائد ہوگی ظاہر یہ ہے کہ مراد یہ  
 ہے کہ احتکار کی حد چالیس دن ہے۔  
 اس سے کم میں گناہ نہیں۔ مدت کی کمی  
 کی وجہ سے مغفور ہوگا۔

اس عبارت میں متعین ہے کہ کمتر اور بیشتر کا ”تر“ زائد ہے جب یہ ثابت ہو گیا کہ اکثر زائد بھی ہوتا ہے تو ہم یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ راجح القہار کی اس عبارت میں ”تر“ زائد ہے۔ اور جب یہ زائد ہے تو نہ یہاں مقید ہے نہ قید۔ اور نہ مقید پر نفی داخل۔ اس لئے اس عبارت سے اپنے شیخ بخدی کے علم ناپاک کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اقدس سے وسیع ثابت کرنے کی قاری صاحب کے نوکروں کی ساری کوششیں رائیگاں گئیں۔ اب اس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ ابلیس لعین کا علم معاذ اللہ

علم اقدس سے وسیع نہیں۔

اور یہاں لفظ ”تر“ کے زائد ہونے پر قرینہ اس عبارت کا اگلا حصہ ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اوروں سے زائد ہے۔

## تلبیس نمبر

چوتھی تلبیس قاری صاحب نے یہ کیا ہے کہ ہم اہل سنت تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں: چنانچہ لکھتے ہیں۔

”رضا خوانی فرقہ کے نزدیک تمام دنیا کے مسلمان کافر ہیں جو

ان کے ہم مسلک نہ ہوں۔“

تمام دنیا کے علماء اہلسنت اعلیٰ حضرت کے ہم مذہب ہیں

دشنام یا رطیح حسنیں پر گراں نہیں

اے ہم نفس نزاکت آواز دکھینا

(۱) دیوبندی سربراہ نے اس فقرے میں جو دو جالیاں کی ہیں انھیں دیکھ کر ابلیس بھی ان کی شاگردی کا دم بھرنے کو تیار ہو جائے گا۔ اس کے جھوٹ اور فریب ہونے کی دلیل حسام الحرمین اور الدولۃ المکیۃ اور فتاویٰ الحرمین میں موجود ہے جس میں علمائے حرین طیبین، دمشق، مصر، شام، قسطنطنیہ، انڈونیشیا کی تصدیقات موجود ہیں

اگر ہم اہلسنت تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہتے تو یہ تمام دنیا کے مسلمان بلکہ مفتیان ہمارے فتاویٰ کی تائید و تصدیق کرتے ہ

آج بھی حرین طیبین اور دنیا کے ہزار ہا علماء ہمارے موید اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مدح خواں ہیں جس کا زندہ ثبوت یہ ہے کہ ابھی ابھی حضرت مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ حج و

زیارت کے لئے گئے تو حرمین طیبین و دیگر بلاد سے آنے والے علمائے حضرت مفتی اعظم ہند کے دست حق پرست پر بیعت کی ان سے احادیث و سلاسل اولیاء اللہ کی اجازتیں لیں۔

## حرم کعبہ کے شیخ الحدیث کی شہادت

مکہ معظمہ کے سب سے بڑے عالم مولانا سید محمد مغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو حرم مکہ میں شیخ الحدیث تھے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے بارے میں فرمایا۔

اذا جاء من اجل من الهند  
نسئله عن الشيخ احمد رضا  
خان فان مدحه علمنا انہ  
من اهل السنة وان ذمہ  
علمنا انہ من اهل البدع هذا  
هو المعيار عندنا  
جب ہندوستان سے کوئی آتا ہے تو ہم اس سے مولانا شیخ احمد رضا خان صاحب کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ اگر وہ انکی تعریف کرتا ہے تو ہم جان لیتے ہیں کہ یہ سنی ہے اور اگر ان کی برائی کرتا ہے تو ہم جان لیتے ہیں کہ یہ بد مذہب ہے۔ یہی ہماری کسوٹی ہے۔

یہ اس دور کے ان اکابر علماء حرم میں سے تھے جو مسجد حرام میں باب السلام کے پاس درس حدیث دیا کرتے تھے اور یہ باشندے اجزائر کے تھے اس کے باوجود یہ الزام کہ ہم ساری دنیا کے مسلمان کو کافر کہتے ہیں اقرار و جل فریب نہیں تو اور کیا ہے مگر قاری صاحب کیا کریں انکے اکابر سے انھیں ترکہ میں یہی ملا ہے۔

ہر چیز ہو مشاہدہ حق کی بات چیت  
بنتی نہیں ہے خلق کو دھوکہ دینے بغیر

(۲) رہ گیا قاری صاحب کے دس بیس ناموں کی فہرست یا پانچ دس انجمنوں کی فہرست۔ تو یہ بھی ان کا بہت ہی باریک فریب ہے۔ یہ مانا دونوں ہی دھوکے ہیں زندگی ہو کہ درویشی مگر یہ دیکھنا ہے کون سا رنگین دھوکا ہے

مگر یہ بالکل صحیح ہے کہ علماء اہل سنت عرب و عجم، حل و حرم، ہند و سندھ نے مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی محمد قاسم نانوتوی، مولوی خلیل احمد شیبٹھی، مولوی اشرف علی تھانوی کو کافر کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ جو ان کے کفریات قطعیہ پر مطلع ہونے کے بعد ان کو اپنا پیشوا جانے ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اس لئے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کا یہی حکم ہے۔ شامی وغیرہ میں ابن سخون مالکی قدس سرہ سے منقول ہے۔

اجمع المسلمون علی ان شاتمہ کافر  
مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حضور قدس  
من شک فی عذابہ و کفرہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا الاکافر ہے جو  
کفر۔ اسکے عذاب کفر میں شک کرے کافر ہے۔

یہ حکم صاف صاف بلا کسی جھجک کے علماء اہل سنت کی کتابوں میں خصوصاً اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی کتابوں میں مصرح ہے۔

اب وہ زید ہو یا عمر و بکر ہو یا خالد و دیوبند کا فارغ ہو یا بریلی شریف کا کسی کی تخصیص نہیں جو بھی ان اساطین دیوبندیت کے ان کفریات قطعیہ پر مطلع ہو کر انھیں مسلمان جانے، پیشوا مانے وہ کافر ہے۔ ایسے لوگوں کی فہرست آپ نے دس بارہ پیش کی ہے۔ ہم ہزاروں بتا سکتے ہیں۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ آپ لوگ بھی رافضیوں، قادیانیوں کو کافر کہتے ہیں اور اس شان سے کہ جو ان کے کفریات پر مطلع ہو کر انھیں کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے تو اگر کوئی رافضی قادیانی ہند، ایران، عراق، لندن، امریکہ، جرمنی کے مولویوں اور ان کی انجمنوں کے نام لکھ کر یہ پروچنڈہ کرے کہ دیکھو دیوبندیوں نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہہ دیا تو آپ ضرور اسے جبل و فریب کہیں گے۔

اسی طرح یہ بھی آپ کا دجل ہے کہ علماء اہلسنت نے صرف چار کو کافر کہا اور آپ پروچنڈہ یہ کرتے ہیں کہ سارے جہاں کو کافر کہہ دیا۔ گویا دنیا کی ساری آبادی صرف چار افراد کا نام ہے۔

## اپنے تسلیم کردہ کافروں کو مسلمان کہہ دیا

۳۔ پھر ان ناموں میں بہت سے ایسے ہیں کہ جنہیں خود دیوبندی مولوی بھی علی الاعلان کافر کہہ چکے ہیں اور لکھ چکے ہیں۔ مثلاً سرسید، سرسید نے قرآن کریم کی تفسیر کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں اس نے ہزار ہا ضروریات دین کا انکار کیا ہے۔ مثلاً وحی، فرشتے، جنت، دوزخ، وغیرہ، اس پر اس وقت کے تمام علمائے (بلا استثناء) اس کو کافر مرتد کہا، جن میں اکابر دیوبند خود بھی داخل ہیں۔ یہ بات قبلہ مہتمم صاحب کے پوشیدہ نہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں مگر اہلسنت کو بدنام کرنے کے لئے جو خود ان کے عقیدے میں کافر ہے۔ اس کو مسلمان کہہ کر یہ حکم لگا دیا کہ اہلسنت نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہہ دیا۔

جب دیوبندیوں کے نزدیک خود سرسید ضروریات دین کے انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہو گیا تو اس کے حوالی مولیٰ جتنے ایسے ہیں جو اس کے ہم عقیدہ ہوں اس کے کفریات میں اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوں۔ اسے اپنا پیشوا مانا ہوں خود ہی کافر ہو گئے۔

ارشاد باری ہے اِنَّكُمْ اِذَا امْتَلٰهُمُ عَمٰلُكُمْ فَرَمٰی الْوَضَابَا لِكُفْرِكُمْ  
یہ خود دیوبندیوں کو مسلم ہے۔ پھر ان میں سے بعض وہ ہیں جن پر دیوبندیوں نے مستقلاً کفر کے فتوے دیئے ہیں جیسے شبلی اعظم گڑھی پھر یہ کتنا بڑا کید ہے کہ جنہیں آپ بھی کافر کہیں۔ صرف علمائے اہلسنت کو بدنام کرنے کے لئے ان کو مسلمانوں کی فہرست میں شامل کر کے یہ پروپیگنڈہ کریں کہ اہلسنت نے تمام دنیا کو کافر کہہ دیا۔ اگر سرسید اور اس کے نویر تن کا نام ساری دنیا ہے تو جناب! ہم سے پہلے آپ کے اکابر نے ساری دنیا کو کافر کہا۔ ع  
ایں گناہیست کہ در شہر شہر تانیر کنند  
دیکھئے کتاب حکیم الامت میں ہے۔

لے کفر پر راضی رہنا ہی کفر ہے۔

”مولانا تھانوی کا فتویٰ شائع ہو گیا، مولانا شبلی اور مولانا حمید الدین فراہی کافر ہیں۔ اور چونکہ مدرسہ انہی دونوں کا مشن ہے اس لئے مدرسہ الاصلاح، مدرسہ کفر و زندقہ ہے اور اس کے تمام متعلقین کافر و زندقہ ہیں، یہاں تک کہ جو علماء اس مدرسہ کے جلسوں میں شرکت کریں وہ بھی ملحد و بے دین ہیں“ ص ۲۵

اور اسی کے مطابق ندوہ لکھنؤ بھی تھانوی کے فتویٰ کی رو سے مدرسہ کفر و زندقہ ہے اور دارالمصنفین بھی تھانوی کے فتویٰ کی رو سے دارالملحدین ہے۔ پھر اسی قاعدے سے سرسید اور سرسید کے جملہ نوآین کافر ہیں اور ملحد، اس کی تمام تحریکات تھانوی کے نزدیک کفر و زندقہ کی تحریکیں ہیں۔ تو جب آپ کے اکابر خود ان سب کو کافر مانتے ہیں ان کے مدرسوں، ان کے اداروں کو کفر و زندقہ کے مدرسے و ادارے مانتے ہیں، حتیٰ کہ جو ہم نے نہیں کہا وہ آپ کے مرشد نے کہا کہ جو علماء اس مدرسے کے جلسوں میں شرکت کریں وہ بھی ملحد و بے دین ہیں تو آپ کو شرم نہ آئی کہ ہیں اس پر الزام دیتے ہیں۔ جب اہل سنت سے آپ لوگوں کی عداوت کا یہی حال ہے تو وہ دن دور نہیں جب رفاض، قادیانیوں، بلکہ مشرکین کی تکفیر پر بھی ہماری پگڑھی اچھالنے کی مقدس خدمت انجام دیں گے۔

## بغض علماء کی تکفیر کا بہتان

۴۔۔۔۔۔ مولانا عبد الباری فرنگی محلی کو بھی آپ نے اپنی فہرست میں داخل کر لیا حالانکہ ان کی تکفیر کا کوئی فتویٰ کبھی کسی سنی عالم نے نہیں دیا ہے۔ میری سمجھ کام نہیں کرتی کہ میں آپ کی اس چابکدستی کو کون سا نام دوں۔

۵۔۔۔۔۔ جماعتوں کی فہرست جو آپ نے دی ہے ان کے تمام شرکار کو کبھی کسی نے کافر نہیں کہا اور نہ ان کی شرکت کو مطلقاً کفر کہا گیا ہے۔

البتہ جس جماعت کے افراد نے کفر کیا ان پر کفر کا فتویٰ ضرور دیا گیا



مثلاً لیگیوں میں جو افضلی تھے ان کو کافر کہا گیا۔ جن بے دینوں نے مسز جناح کو سیاست کا بی قانون کا پروردگار کہا انھیں کافر کہا گیا اور آپ نے یہ لکھ دیا کہ اہلسنت نے ان تمام جماعتوں کے شرکار کو کافر کہہ دیا۔ اگر اسی کا نام دینی جہت ہے تو گمراہ گردی کے لئے لغت میں کوئی لفظ نہیں مل سکے گا۔

## دیوبندیوں کے نزدیک تمام دنیا کے مسلمان کافر ہیں

قاری صاحب! اصل میں آپ کی برادری کا یہ عقیدہ ہے کہ دنیا میں اب کوئی مسلمان نہیں۔ تمام دنیا مسلمانوں سے خالی ہو چکی ہے جس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ تمام دنیا کے مسلمان کافر ہیں، مگر ازراہ ہوشیاری آپ نے ہمیں الزام دیا کہ ہم تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں، تاکہ دنیا آپ لوگوں کے اس گندے عقیدے سے غافل رہ جائے۔ لیجئے سنئے۔

آپ کے امام الطائفہ آپ لوگوں کے عین اسلام تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں۔

”پھر اللہ آپ ایسی ایک باو، بھیجے گا کہ سب اچھے بندے کہ جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا مر جائیں گے سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔“ (ص ۳۶)

یعنی چل گئی وہ باو، (ہوا) اور مر گئے وہ سب بندے جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان تھا اور رہ گئے نرے کافر۔

بولئے قاری صاحب! یہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی تکفیر ہوتی کہ نہیں؟

## اکابر دیوبند کے نزدیک لومی اسماعیل دہلوی کافر ہیں

قریب ہے یارو! روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر جو چپ رہے گی زبان خنجر، لہو پکارے گا آستیں کا مسلمانوں کو کافر کہنا تو آپ لوگوں کے دل کی ٹھنڈک اور آنکھوں کا نور ہے

ساری دنیا کے مسلمانوں کی تکفیر کرتے کرتے جب تھک گئے تو خود اپنوں ہی پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا۔ لیجئے شمار کیجئے۔

دیوبندیوں کے امام الطائفہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی صاحب تقویۃ الایمان نے اپنی مشہور کتاب ایضاح الحق میں لکھا ہے۔

تنزیہ او تعالیٰ از زمان مکان و جہت و اثبات  
رویت بلا جہت و محاذات ہمہ از قبیل  
بدعات حقیقیہ است اگر صاحبان اعتقاد  
مذکورہ را از جنس عقائد دنیسیہ می شمارد۔  
اللہ عزوجل کا زمان و مکان و جہت سے  
منزہ ماننا اور اسکی رویت بلا جہت و  
محاذات کے ثابت کرنا بدعات حقیقیہ  
سے ہے اگر ایسے عقیدے والا اس کو عقائد  
دنیسیہ سے شمار کرے۔

اس عبارت پر علماء دیوبند کا ایک فتویٰ مع سوال و جواب کے درج ذیل ہے۔  
سوال :- کیا ارشاد ہے علماء دین کا اس شخص کے بارے میں جو  
کہے کہ اللہ تعالیٰ کو زمان و مکان سے پاک اور اس کا دیدار بے جہت  
حق جاننا بدعت ہے۔ ۱۔ بَیْتُنَا وَتُوجُّوْا  
الجَوَابُ :- یہ شخص عقائد اہل سنت سے جاہل اور بے بہرہ اور  
وہ مقولہ کفر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ رشید احمد (گنگوہی) \_\_\_\_\_  
الجواب صحیح \_\_\_\_\_ اشرف علی (تھانوی) عفی عنہ  
۲۔ حق تعالیٰ کو زمان و مکان سے منزہ ماننا عقیدہ اہل ایمان ہے۔  
اس کا انکار الحاد و زندقہ ہے اور دیدار حق تعالیٰ آخرت میں بے  
کیف و بے جہت ہوگا۔ مخالف اس عقیدے کا بدین و ملحد ہے  
کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدیر مدرسہ دیوبند

الجواب صحیح \_\_\_\_\_ بندہ محمد حسن عفی عنہ مدرس اول دیوبند  
۳۔ وہ ہرگز اہلسنت سے نہیں۔ \_\_\_\_\_ حررہ المسکین عبدالحق

الجواب صحیح ————— محمود حسن مدرس دوم مدرسہ شاہی مراد آباد  
۲ ایسے عقیدے کو بدعت کہنے والا دین سے ناواقف ہے۔  
ابوالوفاء نثار اللہ

نتیجہ یہ نکلا کہ امام الطائفہ مولوی اسماعیل دہلوی مصنف ایضاح الحق ان  
دیوبندی وغیر مقلد مفتیوں کے نزدیک عقائد اہلسنت سے جاہل بے بہرہ  
ہے۔ بدین، ملحد ہے، ہرگز اہل سنت سے نہیں۔ دین سے ناواقف ہے  
اس کا یہ مقولہ کفر ہے۔

مولوی قاسم نانوتوی کافر ہیں۔ دیوبندی مفتیوں کا فتویٰ

قاری صاحب! آپ کے دادا بانی مدرسہ دیوبند کے قصائد قاسمی میں  
ص ۱ پر ایک شعر ہے

جو چھو بھی دیوے سگ کو چہ ترا سکی نغش  
تو پھر تو خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

اس شعر کے بارے میں متعدد دیوبندی مولویوں سے استفسار کیا گیا  
توان کے مندرجہ ذیل جوابات موصول ہوئے مع سوال و جواب ملاحظہ کریں۔

سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک  
میلاد خواں نے محفل مولود میں مندرجہ ذیل شعر نبی اکرم صلی اللہ علیہ  
وسلم کی نعت میں پڑھا ہے

جو چھو بھی دیوے سگ کو چہ ترا سکی نغش  
تو پھر تو خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

الجواب :- یہ شعر پڑھنا حرام و کفر ہے۔ اگر یہ سمجھ کر پڑھے  
کہ اس کا اعتقاد اور پڑھنا کفر ہے۔ تب تو اس کا ایمان باقی نہ رہا۔  
اور اگر یہ علم نہ ہو کہ اس کا پڑھنا اور اعتقاد کفر ہے تو یہ شخص فاسق

اور سخت گنہگار ہے۔ اس کو تا مقدور اس حرکت سے روکنا  
شرعاً لازم ہے۔  
\_\_\_\_\_ احمد حسن۔ ۱۵ شوال ۱۳۶۹ھ سنہ ۱۹۴۸ء

۲۔ اس شعر کا مفہوم کفر ہے۔ لکھنے والا اور عقیدہ سے پڑھنے  
والا خارج از ایمان ہے۔ ایسے صریح الفاظ میں تاویل کی گنجائش نہیں  
\_\_\_\_\_ ظہور الدین سنہل

۳۔ کسی یہودہ اور جاہل آدمی کا شعر ہے۔ بے وقوف اور یہودہ  
لوگ ہی ایسے مضمون سے محظوظ ہوتے ہیں۔ اگر یہ اس کا عقیدہ ہے  
تو کفر ہے۔ دیندار آدمی کو اس کے سننے سے بھی احتیاط چاہئے۔

\_\_\_\_\_ سعید احمد سنہل

۴۔ اس شعر کا نعت میں لکھنا اور پڑھنا دونوں کفر ہے۔  
\_\_\_\_\_ وارث علی عفی عنہ سنہل

۵۔ تینوں حضرات دام ظلہم العالی کے جوابات کی میں بالکل  
موافقت کرتا ہوں۔ \_\_\_\_\_ مُحَمَّد ابراہیم عفی عنہ

\_\_\_\_\_ مدرستہ الشریع سنہل

۶۔ شعر مذکور اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف  
میں شاعر نے کہا ہے۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ شاعر شرعی اصول سے  
واقف نہیں ہے۔ شعر میں حد درجہ کا غلو ہے جو اسلامی اصول کے  
کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ شاعر کا فراس وجہ سے نہیں ہو سکتا  
کہ شعر کا پہلا مصرع شرط ہے جو معنی میں اگر کے ہے۔ اور محال چیز  
کو فرض کر رکھا ہے، شرط کا وجود محال ہے۔ اس لئے دوسرا مصرع  
جو بطور جزا کے ہے اس کا مرتب ہونا بھی محال ہے۔ مگر شعر نعت  
رسول میں بہت گرا ہوا اور رکیک ہے ایسے غلو سے شاعر کو بچنا

فرض اور ضروری ہے ایسے اشعار سے آپ کی تعظیم نہیں ہوتی ہے بلکہ توہین کا پہلو نمایاں ہو جاتا ہے یہ صحیح ہے کہ قرآن کے حکم کی مطابقت ابلیس جنت میں نہیں جائے گا مگر اس شعر کے قائل کو کافر نہیں کہہ سکتے کہ اس میں مجال کو فرض کر رکھا ہے جب تک صحیح توجیہ کلام کی ہو سکتی ہے۔ اس وقت تک اس کے قائل کو کافر کہنا جائز نہیں۔ ایسے اشعار مولود میں پڑھنا نہیں چاہئے۔ واللہ اعلم  
 رکتبہ سید ہدی حسن صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

۱۳۔ ۲۔ جمعہ

نتیجہ :- ان دیوبندی مفتیوں کے نزدیک مولوی قاسم نانوتوی کافر بے ایمان، فاسق، سخت گنہگار، جاہل، بیہود، شرعی اصول سے ناواقف ہیں، اور توہین رسالت کے مرتکب ہیں۔ ان کا یہ شعر بہت گرا ہوا رکب ہے اس کا مفہوم ایسا کفر ہے جس میں تاویل کی گنجائش نہیں، اس کا نعت میں لکھنا اور پڑھنا دونوں کفر ہے۔ اس میں حد درجہ غلو ہے۔ بولنے قاری صاحب! آپ کیا فرماتے ہیں۔؟

## ہفت روزہ اخبار دور جدید کی ہولناک سرخیاں

مہتمم دیوبند کے خلاف مفتی دیوبند کا فتویٰ۔  
 ملحد، بے دین، عیسائیت و قادیانیت کی روح۔  
 قاری طیب جب تک توبہ نہ کریں ان کا بائیکاٹ کیا جائے۔  
 جناب ابو محمد امام الدین رام نگری اپنے ماہنامہ انوار اسلام ص ۱۳۳  
 ماہ فروری ۱۹۶۳ء کالم ۲ پر رقمطراز ہیں۔  
 ”یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ سرخیاں کتنی ہولناک اور پریشان کن ہیں۔  
 دور جدید کی اسی اشاعت میں دوسری جگہ استفتار اور صد مفتی

دارالعلوم دیوبند مولانا سید ہمدی حسن صاحب کاقنوی بھی نظر سے گذرا واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا قاری طیب صاحب کی کوئی نئی کتاب شائع ہوتی ہے جس کا نام ہے "اسلام اور مغربی تہذیب" اس کتاب کے بعض اقتباسات سے کسی نے استفادہ کر کے مولانا مفتی سید ہمدی حسن صاحب کے پاس بھیج دیا۔ اور کتاب کا حوالہ نہیں دیا، مفتی صاحب نے شریعت کا حکم بیان کر دیا۔ بعد ازاں مفتی نے استفادہ اور قنوی اس وضاحت کے ساتھ کہ اقتباسات حضرت ہتم صاحب کی کتاب کے ہیں۔ اخبار دعوت میں شائع کر دیا۔ وہ استفادہ اور قنوی بحوالہ سہ روزہ اخبار دعوت بابت ۲۲ دسمبر ۱۹۶۲ء صفحہ اول یہ ہے۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ اگر کوئی عالم دین قَدْ سَلَّمَ إِلَيْهِمْ وَحَسَنًا فَمَثَلُ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۔ کی تشریح اور اس سے درج ذیل نتائج اخذ کرتے ہوئے اس طرح لکھے۔

اقتباس ۱۔۔۔ یہ دعویٰ تخیل یا وجدان محض کی حد سے گزر کر ایک شرعی دعویٰ کی حیثیت میں آجاتا ہے کہ مریم غدار کے سامنے جس شبیہ مبارکہ اور بشر سوئی نے نمایاں ہو کر بھونک مار دی وہ شبیہ محمدی تھی۔ اس ثابت شدہ دعویٰ سے بن طریق پر خود بخود کھل جاتا ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس شبیہ مبارکہ کے سامنے بمنزلہ زوجہ کے تھیں جب کہ اس کے تصرف سے حاملہ ہوئیں۔

اقتباس ۲۔۔۔ پس حضرت مسیح کی انبیت کے دعوے دار ایک ہم بھی ہیں مگر ابن اللہمان کہ نہیں بلکہ ابن احمد کہہ کر خواہ وہ انبیت تمثالی ہو۔

اقتباس ۳۔۔۔ حضور تو بنی اسمعیل میں پیدا ہو کر کل انبیاء کے خاتم قرار پائے اور عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں پیدا ہو کر اسرائیلی انبیاء کے خاتم کئے گئے جس میں ختم نبوت کے منصب میں یک گونہ مشابہت پیدا ہو گئی! الولد سِرًّا بِيْتِه۔

اقتباس ۱۷۔۔۔ بہر حال اگر خاتمیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کو حضور سے کامل مناسبت دی گئی تھی تو اخلاق خاتمیت میں بھی مخصوص مشابہت و مناسبت دی گئی جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسوی کو بارگاہ محمدی سے خُلقاً و خُلقاً رتباً و مقاماً ایسی ہی مناسبت ہے جیسی کہ ایک چیز کے دو سرکوں میں یا باپ بیٹوں میں ہونی چاہئے۔ براہ کرم مندرجہ بالا اقتباسات کے متعلق قرآن و حدیث کی روشنی میں دیکھتے ہوئے اس کی صحت اور عدم صحت ظاہر کر کے بتائیں کہ ایسا شرعی دعویٰ کرنے والا اہل سنت و الجماعت کے نزدیک کیسا ہے؟

الجواب۔۔۔ جو اقتباسات سوال میں نقل کئے ہیں اس کا قائل قرآن عزیز کی آیات میں تحریفات کر رہا ہے۔ بلکہ درپردہ وہ آیات کی تکذیب اور ان کا انکار کر رہا ہے۔ جملہ مفسرین نے تفاسیر میں تشریح کی کہ وہ جبریل علیہ السلام تھے جو مریم علیہا السلام کی طرف بھیجے گئے۔ وہ شبیہ محمدی نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے کبھی یہ نہ سمجھا کہ اِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَنْ كُنْ فَيَكُوْنُ هٰذِهِ الْكَلِمَةُ الْقَاهَا اِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِنْهُ فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَمَثَلٌ لَهَا بِبَشَرٍ سَوِيًّا رَاٰلِىَ قَوْلِہِ تَعَالٰی) فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّكَ لِاٰتِیَنَّكَ بِبَنٍ عَلٰمًا زَكِيًّا قَالَ رَبِّكَ هُوَ عَلٰی هٰٓئِیْنٍ وَّلَنْ جَعَلَنَّا اٰیةً لِّلنَّاسِ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیٰتِ ۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبًا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلًا اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ کے قائل تھے۔ اور اس پر اجماع امت ہے کہ وہ فرشتہ تھا جو حضرت مریم کو خوشخبری سنانے آیا تھا۔

شخص مذکور ملحد و بے دین ہے۔ عیسائیت و قادیانیت کی روح اس کے جسم میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اور اس ضمن میں عیسائیت کے عقیدے عیسیٰ ابن اللہ کو صحیح ثابت کرنا چاہتا

ہے۔ جس کی تردید علی روس الاشہاد قرآن عزیز نے کی ہے۔ نیز  
لا تظرونی کینا اطرت النصارى عیسیٰ بن مریم (الحدیث)  
ببانگ دہل شخص مذکور کی تردید کرتی ہے۔

الحاصل یہ اقتباسات قرآن و حدیث اور جملہ مفسرین اور اجماع امت  
کے خلاف ہیں مسلمانوں کو ہرگز اس طرف کان نہ لگانا چاہئے بلکہ  
ایسے عقیدے والے کا بائیکاٹ کرنا چاہئے۔ جب تک توبہ نہ کرے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم

سید مہدی حسن

مفتی دارالعلوم دیوبند

کہتے قاری صاحب! اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ختم نبوت کے انکار کی  
بنا پر آپ کے دادا کو کفر کہہ دیا تھا تو ان کی امت نے آسمان سر پر اٹھالیا اور  
آپ نے یہ اشتہار دے دیا کہ اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) نے ساری دنیا کے  
مسلمانوں کو کفر کہہ دیا۔ اب جب کہ آپ کے مفتیوں نے آپ کے امام الطائفہ  
مولوی اسماعیل دہلوی کو اور آپ کے دادا مولوی قاسم نانوتوی کو۔ اور خود آپ کو  
کافر مسلح دین سے خارج کچھ دیا تو اب آپ کیا فرماتے ہیں **يَكْفُرُ اللهُ الْمُؤْمِنِينَ**  
**الِقَالَ**۔

یہ ہے حق کی فتح میں کہ جو فتویٰ آپ کی جماعت کے بارے میں علمائے  
اہلسنت دیتے تھے۔ وہی فتویٰ اب آپ کی جماعت خود آپ لوگوں کے بارے  
میں دینے لگی ہے۔ کیا آپ یا آپ کی برادری یہاں بھی کہنے کی جرات کر سکتی  
ہے کہ اہلسنت نے آپ کے ان مفتیوں کو دھوکا دیا۔ یا یہ اردو نہیں جانتے تھے  
اس لئے قریب میں آگئے بولنے کیا ارشاد ہے۔

آچلے ہیں حضرت واعظ بھی اب کچھ راہ پر

تا در میخانہ آجاتے ہیں سمجھاتے ہوئے

ان حالات میں ہمیں یہ یقین ہو چلا ہے کہ اگر ابتداءً تخذیر الناس، براہین



قاطعہ حفظ الایمان کی عبارتوں پر مصنفین کا نام لئے بغیر دیوبندی مولویوں ہی سے استفتار کیا جاتا تو یقیناً وہی فتویٰ ملتا جو حسام الحرمین میں مذکور ہے۔

## دیوبندیوں کے نزدیک علماء حرمین کے مقابلہ میں علماء دیوبند کا فتویٰ مقبول ہے

تمام دنیا کے علماء کے بارے میں دیوبندیوں کا کیا خیال ہے؟ اس کا اندازہ اس سے کریں کہ علمائے حرمین کے بارے میں یہ لوگ کیا کیا لکھ چکے ہیں۔  
”فتویٰ نویسی میں کچھ دے کر جو چاہو لکھو الو۔ اگر ان کو عصیان سے کوئی مطلع کر دیوے تو مارنے کو موجود ہو جاویں اور خود شیخ العلماء جو معاملہ ہمارے شیخ الہند مولوی رحمت اللہ کے ساتھ کیا وہ کسی مخفی نہیں۔ اور بغدادی، رافضی سے کچھ روپیہ لے کر ابوطالب کو مومن لکھ دیا۔ خلاف روایت صحاح احادیث کے اور علی ہذا کہاں تک لکھوں کہ طول ہے اور شرم بھی آتی ہے کہ جو علمائے حرمین کی لکھوں مگر ناپاچار لکھنا پڑا پس اگر کسی نے ایسی حالت میں علماء دیوبند کو علماء حرمین پر ترجیح بوجہ اعتماد کے دے دی تو کون سا غضب کیا اہل فہم انصاف کریں کہ ایسی حالت میں علمائے دیوبند کا فتویٰ قابل اعتماد ہو گا یا علمائے حرمین کا۔“  
(البراہین القاطعہ ص ۲۳)

## دیوبندی مولویوں کا حال

جب علمائے حرمین دیوبندیوں کے نزدیک قابل اعتماد نہیں تو دیگر بلاد کے علماء کس گنتی میں ہیں۔ رہ گئی حقیقت حال کیا ہے اس کو کوئی معلوم کرنا چاہے تو اوپر مذکورہ تینوں سوالوں کو نام لے کر کوئی پوچھ دیکھے تو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ یہی قلم جو انجانے میں اتنا تیز چلا ہے نام معلوم ہونے کے بعد ٹوٹ کر

جاتا ہے۔

چنانچہ ایضاح الحق کی عبارت اور قصائد قاسمی کے شعر کے سلسلہ میں اس کا تجربہ ہو چکا ہے جب نام نہیں معلوم تھا تو وہ فتویٰ آیا اور جب نام کے کرپوچھا گیا تو پہلے سوال کے جواب میں بہت ہی بھولے پن سے لکھ دیا۔

”ایضاح الحق بندہ کو یاد نہیں ہے کیا مضمون اور کس کی تالیف ہے“

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۳۶ رحیمیہ یوبند)

اور دوسرے سوال کے جواب میں ایک جدید مفتی نے لکھا ہے۔

”یہ شعر بہت بڑے قصیدہ کا شعر ہے جس میں شاعر نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کی ہے۔ وہ سارا قصیدہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبا ہے“

(فتویٰ نمبر ۶۳۸/ب)

اور مہدی حسن صاحب چونکہ قادی صاحب کے دست نگر تھے نتیجہ یہ نکلا کہ ہزار غدر خواہی کی مگر دیوبند کے دارالافتار سے الگ ہونا پڑا۔

کیا اسی کا نام حقانیت ہے ؟

اب ناظرین کو معلوم ہو گیا کہ کون ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہتا ہے اور کس کے قلم کی بنیاد کتاب اللہ اور احادیث ہیں۔ ؟ اور کس کے دارالافتار کا قلم ناموں کی تبدیلی سے بدلتا رہتا ہے ؟

## تلبیس نمبر ۵

قاری صاحب! اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر یہ افترا کرتے ہوئے کہ انھوں نے کسی صحابی یا تابعی کو کافر کہلایا ہے۔ لکھتے ہیں۔

”اعلیٰ حضرت بریلوی نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ عبدالرحمن

قاری کافر تھا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ان کو قرأت سے قاری نہ سمجھا جائے بلکہ قبیلہ بنی قارہ سے تھے۔ قبیلہ بنی قارہ میں

جو عبد الرحمن قاری ہیں وہ یا تو صحابی ہیں یا تابعی ہیں۔ ثبوت میں الملفوظ  
حصہ دوم ص ۴۲ کی یہ عبارت پیش کی ہے۔

ایک بار عبد الرحمن قاری اپنے ہمراہیوں کے ساتھ، حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم کے اوٹوں پر آن پڑا۔ چرانے والے کو قتل کیا اور اونٹ لے گیا۔  
اس پر دیوبندیوں کا اعتراض یہ ہے کہ یہ عبد الرحمن جس کا یہاں تذکرہ  
ہے صحابی ہے۔ اسے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کافر کہہ دیا۔  
اعتراض کرنے کو تو دیوبندیوں نے کر دیا مگر تیس سال سے مطالبہ ہو رہا  
ہے کہ عبد الرحمن قاری نام کے اگر کوئی صحابی ہیں تو بتاؤ۔ ان کا تذکرہ کس کتاب  
میں ہے ان کا سن پیدائش اور وصال کیا ہے۔  
لیکن تیس سال کی طویل مدت میں آج تک کوئی دیوبندی یہ نہیں  
ثابت کر سکا کہ عبد الرحمن قاری، کوئی صحابی ہیں۔

” فریب دینے کے لئے، عبد الرحمن بن عبد القاری کو پیش کرنے  
ہیں۔ محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ تابعی ہیں۔ امام سیر و منغازی  
واقدی نے ضرور انھیں ان صحابہ میں شمار کیا ہے۔ جو عہد رسالت  
میں پیدا ہوئے۔ مگر انھیں نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع ہے  
نہ روایت۔ ان کی وفات ۸۱ھ میں اس وقت ہوئی جب کہ ان  
کی عمر اٹھتر سال کی تھی اس حساب سے ان کا سن پیدائش ۹ھ  
بگلنا ہے۔ الاکمال میں انھیں طبقات تابعین میں شمار کیا ہے  
لکھتے ہیں۔

عبد الرحمن بن عبد القاری کے بارے میں  
کہا جاتا ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
کے زمانہ میں پیدا ہوئے آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم سے ان کو نہ سماع ہے نہ روایت

عبد الرحمن بن عبد القاری  
یقال انه ولد على عهد رسول  
الله صلى الله عليه وسلم وليس له  
منه سماع ولا رواية. وعده

الواقدي من الصحابة فيمروا  
 على عهد النبي صلى الله عليه وسلم  
 المشهور انه تابعي وهو من جملة تابعي  
 المدينة وعلماؤهم اسمع عمرو بن الخطاب  
 مات سنة احدى وثمانين وثمان  
 وسبعون سنة -

واقدي نے انھیں صحابہ میں شمار کیلئے  
 جو عہد رسالت میں پیدا ہوئے مشہور  
 یہ ہے کہ یہ تابعی ہیں یہ مدینہ کے تابعین  
 اور علماء ہیں سے ہیں حضرت عمر سے حدیث  
 سنی برائے میں وفات پائی اس  
 وقت انکی عمر ۷۸ سال کی تھی۔

اس سے ظاہر ہے کہ عبدالرحمن بن عبدالقاری کے صحابی ہونے  
 کے قول میں امام واقدي منفرد ہیں۔ قول مشہور و ماخوذ یہی ہے کہ یہ تابعی  
 ہیں الاکمال میں اپنا فیصلہ ہی دیا۔

هو من جملة تابعي المدينة وعلماؤهم اسمع عمرو بن الخطاب  
 میں سے ہیں اور یہی قاری طیب کے مترجم مفتی محمود نے بھی لکھا ہے جس پر اور  
 بھی لوگوں کے دستخط ہیں۔

و اصطلاح محدثین میں یہ صحابہ میں شمار نہیں بلکہ مدینہ کے تابعین  
 میں داخل ہیں۔ فتویٰ ص ۶۲۸ ب محررہ بروز اتوار

بتاریخ ۱۶/۸/۸۷ھ

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب کہ قول منتار ماخوذ یہی ہے کہ عبدالرحمن  
 بن عبدالقاری تابعی ہیں تو اس کی بھی گنجائش نہیں رہی کہ اس عبدالرحمن کو  
 جس کا تذکرہ الملقوظ حصہ دوم ص ۲۲ پر ہے، عبدالرحمن بن عبدالقاری فرض  
 کر کے اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر تبرابازی کریں کہ صحابی کو کافر کہہ دیا۔  
 برسہا برس تک ہی شور مچاتے رہے کہ یہ صحابی ہیں صحابی کو کافر کہہ  
 دیا مگر جب صحابی ہونا ثابت نہ کر سکے تو اب جھینپ مٹانے کے لئے یہ کہتے  
 ہیں صحابی یا تابعی کو کافر کہہ دیا کیا بتاؤں سے

دکھاؤں عشق کی خود داریاں جگر میں بھی جو ایک بات پر قائم غرور و ناز رہے

عبدالرحمن بن عبدالقاری، صحابی ہوں یا تابعی۔ یہ کسی طرح وہ عبدالرحمن ہرگز ہرگز نہیں۔ جسے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کافر کہا ہے اور جس کے کفری کا نام الملفوظ میں یہاں مذکور ہیں۔

اولاً:- اس لئے کہ یہ واقعہ غزوہ ذات القرد کا ہے۔ جو شہ محرم میں ہوا۔ اور یہ عبدالرحمن اسی واقعہ میں مقتول ہوا۔ اور عبدالرحمن بن عبدالقاری کی ولادت ۹ھ میں ہوئی جو شخص ابھی دنیا میں نہیں آیا اس کی طرف وہ واقعات کیسے منسوب ہو سکتے ہیں۔ جو اس کی پیدائش سے تین سال پہلے رونما ہوئے۔

ثانیاً:- اس عبدالرحمن کو، صحابی یا تابعی کہنا اپنے دین و ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔ کیونکہ اس عبدالرحمن کے بارے میں جو واقعات وہیں مذکور ہیں ان سے ظاہر ہے کہ یہ بلاشبہ خبیث ترین، کافر، اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عدو و محارب تھا۔ الملفوظ میں جسے کافر کہا اس کے یہ کربوت بھی وہیں مذکور ہیں۔

(۱) یہ عبدالرحمن اپنے ہمراہیوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آپڑا۔

(۲) سرکار کے چرواہے کو قتل کیا۔

(۳) سرکاری اونٹ لے گیا۔

(۴) سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا اور اس کے ہمراہیوں

کا تعاقب کیا۔ انہیں قتل کیا ان کا سامان چھینا۔

(۵) اس عبدالرحمن سے، حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلے

بھی کبھی آمناسا منا ہو چکا تھا۔

(۶) اس عبدالرحمن کو ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔

ہر دیندار غور کر لے۔ کیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں

کو لوٹنے والا صحابی یا تابعی ہوگا؟  
 کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جنگ کرنے والا صحابی یا تابعی ہوگا؟  
 کیا حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی صحابی یا تابعی کا تعاقب کیا؟ کسی  
 صحابی یا تابعی کے سامان کو چھینا؟

کیا حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی صحابی یا تابعی کو قتل کیا؟  
 ذرا سی عقل و دین رکھنے والا کبھی بھی یہ جرات نہیں کر سکتا کہ یہ شخص صحابی یا تابعی  
 ہو سکتا ہے۔ سب کا یہی فیصلہ ہوگا کہ یہ عبدالرحمن ضروری بالضرور اللہ عزوجل اور  
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت ترین دشمن اور بدترین کافر ہے۔ یہی اعلیٰ حضرت قدس  
 سرہ نے لکھا ہے۔ مگر تمام دیوبندی برادری اور ان کے امام وقت ہتم دیوبندی بھی۔  
 اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عداوت کے جوشن میں اندھے ہو کر اللہ عزوجل اور رسول اللہ  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایسے خبیث ترین دشمن کو صحابی یا تابعی کہتے ہیں اس کا  
 مطلب یہ ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 کے اوتوں پر ڈاکہ ڈالنے والا بھی صحابی یا تابعی ہے؟ سرکاری چرواہے کو قتل  
 کرنے والا بھی صحابی یا تابعی ہے؟ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس سے جہاد فرمائیں  
 وہ بھی صحابی یا تابعی ہے؟

صحابہ کرام حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں جسے قتل کریں جس  
 کے اموال کو غنیمت بنائیں وہ بھی صحابی یا تابعی ہے؟  
 اگر ایسا بدترین کافر بھی صحابی یا تابعی ہے تو وہ دن دور نہیں جب کہ دیوبندی  
 امت ابو جہل، عقبہ شیبہ امیہ ولید وغیرہم شیاطین کو بھی صحابی یا تابعی کہنے لگیں  
 مگر دیوبندیوں سے اس قسم کی باتیں کیا مستبعد۔ جب کہ ان کے نزدیک اللہ عز  
 وجل کو کاذب کہنے والا قطب الاقطاب ہے شیطان لعین کے ناپاک علم کو  
 حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک سے زیادہ ماننے والا ان کے  
 دھرم میں غوث اعظم ہے ختم نبوت کا منکر ان کے یہاں حجۃ الاسلام قاسم العلوم

والخیرات ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک کو بچوں یا گلوں کے علم سے تشبیہ دینے والا ان کے اعتقاد میں حکیم الامت ہے تو پھر ان سے اس کی کیا شکایت کہ اللہ عزوجل اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمن ان سے لڑنے والے کو صحابی یا تابعی کہہ دیا۔

## صرف نسبت کے بدلنے سے مسمیٰ نہیں بدلتا

عبدالرحمن کے نام کے ساتھ جو واقعات مفصل مذکور ہیں وہ قطعی طور پر اس کو متعین کر رہے ہیں کہ یہ ضرور بالضرور کافر تھا۔ اور یہ عبدالرحمن عبدالرحمن بن عبدالقاری ہرگز ہرگز نہیں۔ اگرچہ اس کافر عبدالرحمن کی نسبت بدل گئی ہے کہ فزاری کی جگہ قاری ہو گیا ہے۔ صرف نسبت کے بدلنے سے مسمیٰ نہیں بدلتا۔ فقہار نے تصریح کی ہے کسی نے نماز میں نیت کی کہ میں نے اس امام کی اقتدا کی جو محراب میں کھڑا ہے جس کا نام عبداللہ ہے مگر حقیقت میں وہ جعفر تھا تو اقتدار درست ہے۔ عالم گیری میں ہے۔

ولو كان المقتدى بى شخص الامام  
فقال اقتديت بالامام الذى هو قائم  
فى المحراب الذى هو عبد الله فاذا  
هو جعفر جان۔

اگر مقتدی امام کو دیکھ رہا ہے اور یوں نسبت  
کی میں نے اس امام کی اقتدار کی جو محراب  
میں کھڑا ہے جو عبداللہ ہے حالانکہ وہ جعفر  
ہے تو بھی درست ہے۔

مقتدی نے امام کا نام بدل کر لیا مگر چونکہ وصف سے متعین ہے تو نام کی تبدیلی اثر انداز نہیں اور اقتدار درست ہے اور یہاں الملفوظ میں نام صحیح ہے اوصاف صحیح ہیں۔ نام اور اوصاف اس کو اس طرح متعین کر رہے ہیں کہ ذرا بھی شبہہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ یہ کون ہے اور جو بھی ہے وہ ضرور کافر ہے پھر بھی نسبت میں غلطی ہو جانے سے جو نام میں غلطی سے بہت خفیف ہے محکوم علیہ کی تبدیلی کا حکم کرنا وسیسہ کاری فریب دہی نہیں تو اور کیا ہے؟

## دیوبندیوں کے نزدیک صحابہ کی تکفیر کرنے والا سنی مسلمان ہے

ہم اہل سنت کے نزدیک صحابہ یا تابعین کی تکفیر کرنے والا یقیناً اہلسنت وجماعت سے خارج رافضی یا خارجی ہے۔ مگر دیوبندیوں کے عقیدے میں صحابہ کو کافر کہنے والا سنی مسلمان ہے۔ اے دیوبندیو! یہاں فزاری کی جگہ قاری ہو جانے سے اسے کھینچ تان کر دھاندھی کر کے صحابی یا تابعی کی تکفیر قرار دینے والوں نے امام و پیشوا کا فتویٰ دیکھو۔

”جو شخص صحابہ کرام کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے۔ اور وہ اس کبیرہ کے سبب سنت وجماعت سے خارج نہ ہوگا“ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۱) رہ گیا۔ ملعون ہونے کا سوال تو اسے اپنے دوسرے فتویٰ سے ختم کر دیا۔

”جب تک کسی کافر یہ مرنا محقق نہ ہو جائے اس پر لعنت کرنا نہیں چاہئے کہ اپنے اوپر عود لعنت کا اندیشہ ہے“ (ایضاً ص ۱۳۹) ہر ادنیٰ سی عقل رکھنے والے پر ظاہر ہے کہ صحابہ کی تکفیر کرنے والا جب اہلسنت وجماعت سے خارج نہیں یعنی سنی ہے تو ضرور مسلمان ہے اب مثلاً زید نے صحابہ کی تکفیر کی تو وہ سنی مسلمان ہی رہا اس پر اس فتویٰ کی رو سے لعنت نہیں کی جاسکتی اس لئے زید کو ملعون بھی نہیں کہا جاسکتا۔

”اس کی مزید تائید انھیں قبلہ کے دو کفر فتویٰ سے ہوتی ہے۔ جو شخص حضرات صحابہ کی بے ادبی کرے وہ فاسق ہے“ (ایضاً ص ۹۶)

### تلبیس نمبر ۶ (الف)

مہتمم دیوبند نے اس نمبر میں، ہم اہل سنت پر یہ بہتان باندھا ہے کہ ہم قرآن کو محفوظ نہیں مانتے۔ لکھتے ہیں





## مہتمم دیوبند کی بہتان طرازی

ذہن مفلوج روایت کی تھکن چہرے پر  
ہلے کس شان سے محفل میں سخنور آئے

مجھے حیرت ہے کہ آخر بڑھاپے میں مہتمم صاحب کو ہو کیا گیا ہے۔ قبر میں پاؤں  
لٹکلنے کے باوجود اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عداوت میں ان کے خلاف سزا کر دینی  
کر گئے اور ہر ناگفتنی کہہ گئے۔ المفلوظ کی عبارت خود مہتمم صاحب کی نقل کردہ  
پوری کی پوری آپ کے سامنے ہے۔ اس میں یہ تو ضرور ہے۔ ممکن ہے کہ بعض  
آیتوں کا نسیان ہوا ہو۔

مگر کہیں یہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے یہ کہا گیا ہو کہ آپ  
نے آیات کے معنی نہیں سمجھے یا یہ کہا گیا ہو کہ آپ کے لئے آیات کے معنی سمجھنا  
ضروری نہیں۔

ہاں یہ ضرور رکھا ہے کہ نبی کلام الہی کے معنی سمجھنے میں بیان الہی کا محتاج ہے  
ہر عاقل پر روشن کہ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔  
اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جو کچھ ارشاد فرمایا اس کی دلیل بھی ساتھ ہی  
بیان فرمادی شُرَّانَ عَلَيْنَا بَيَانَهُ اسی آیت کا صریح مفہوم ہے۔ اعلیٰ حضرت  
قدس سرہ کا یہ ارشاد۔

نبی کلام الہی کے سمجھنے میں بیان الہی کا محتاج ہے۔

قرآن مجید کا انکار کرنا اس کے متفق علیہ اجماعی معنی کا انکار کر کے تاویل کی  
بھول بھیلیاں میں غائب کرنے کی کوشش مہتمم صاحب کے گھر کی پرانی ریت  
ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس آیت کی وہ تشریح جو خود ان کے سکند پیر  
تھانوی صاحب نے کی ہے۔ نقل کر دوں۔ اختصار بیان القرآن میں اسی آیت  
کے تحت ہے۔

”قرآن آپ کے سینے میں جمع کر دینا۔ یعنی یاد کر دینا اور آپ کے لئے اس کی قرأت آسان کر دینا اور اس کا صاف مطلب و مفہوم سمجھا دینا سب کچھ ہمارے ذمہ ہے“

اگر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اس ارشاد کہ نبی کلام الہی کے سمجھنے میں بیان الہی کے محتاج ہیں یہ مطلب ہے کہ معاذ اللہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آیات کے معانی نہیں سمجھا، یا سمجھنا ضروری نہیں تو پھر آپ کے مرشد برحق کے ارشاد کا بھی یہی مطلب ہوا۔ اب اگر ہمت ہے تو اپنے مرشد برحق کو بھی وہی جلی کٹی سنائیں جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو سنائی ہیں۔ تو ابھی آپ کے دھرم کرم کا سارا بھرم سب پر کھل جائے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جو کچھ فرمایا وہ حق اور آیت کا مفہوم اور مہتمم دیوبند نے اس کی جو تشریح کی وہ سراسر افتراء بہتان کذب بحت اور یہ کوئی اچھے کی بات نہیں۔ حدیث شریف میں آپ کی برادری کی یہی علامت بیان فرمائی ہے۔

اذا حدثت کذباً جب بولے جھوٹ بولے۔

## مہتمم دیوبند کا انکار قرآن

ہاں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ ضرور فرمایا کہ ممکن ہے کہ بعض آیات کا نسیان ہوا ہو۔ لیکن اس پر اعتراض کرنا اپنے دین و ایمان سے اتھکا دھونا ہے اور قرآن کریم کی نص صریح کا انکار ہے۔ قبلہ؟ ہم نے سنا ہے کہ بچپن میں آپ نے قرآن مجید حفظ کیا تھا اور اب بھی اہل دل کی رضا جوئی کے لئے بمبئی وغیرہ آئے سناتے جاتے ہیں۔ آپ کو پہلے ہی پارہ کی یہ آیت یاد نہیں تھی۔

وَمَا نُنسَخُ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِئُهَا  
نَسَاتٍ بَخِيٍّ مِنْهَا أَوْ مِثْلَهَا

ہم کسی آیت کے حکم کو موقوف کر دیتے ہیں  
یا اس آیت ہی کو ذمہوں سے فراموش کر دیتے ہیں  
تو اس آیت سے بہتر ما اس آیت کے

(البقرہ پ)

مثل لے آتے ہیں۔ (ترجمہ تھانوی)  
اور آپ بھول گئے تو کسی پارہ عم پڑھنے والے بچے سے پوچھ لیجئے وہ آپ کو  
یہ آیت بتا دے گا۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَى الْآ  
مَا شَاءَ اللَّهُ۔

اس قرآن کی نسبت ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم  
جتنا قرآن نازل کرتے جائیں گے آپ کو پڑھا دیا  
کریں گے۔ یعنی یاد کرادیا کریں گے۔ پھر آپ اس میں سے کوئی جز نہیں بھولیں گے۔  
مگر جس قدر بھلانا اللہ کو منظور ہو کہ نسخ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے۔ (ترجمہ تھانوی)  
اسی کے حاشیہ پر ہے۔

”جب محفوظ رکھنا مصلحت ہوتا ہے محفوظ رکھتے ہیں جب بھلا  
دینا مصلحت ہوتا ہے۔ بھلا دیتے ہیں۔“

مہتم صاحب کے امام الطائفی کے عم نسب، بعد طریقت پدر شریعت حضرت  
شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر میں نُسبہا کے تحت لکھتے ہیں۔

یعنی ما فراموش بکنایم ان آیت را از  
خاطر پیغمبر و دیگر قاریاں  
یعنی ہم وہ آیت پیغمبر اور دوسرے قاریوں  
کے دل سے بھلا دیتے ہیں۔

قاری صاحب! قرآن کو تاویل کی بھول بھلیاں میں پھٹسانے کا راستہ  
آپ کے سکند پیر اور اتا والا ساذہ نے بند کر دیا۔ اب آپ ان دونوں آیات کو  
اور اپنے مرشد بہر حق کے ترجمے تفسیر کو سن بھل کر ہوش و حواس مجتمع کر کے  
پڑھئے اور اپنے شتر بے ہمار قلم سے نکلے ہوئے جملوں کو یہاں بھی جوڑ کر بتائیے  
کہ آپ کا یہ فرمانا کہ۔

”آیات کے بھولنے کا امکان ماننا اس سے یہ بات لازم آتی ہے  
کہ موجودہ قرآن مکمل نہیں۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی اس سے  
بڑی توہین ہو سکتی ہے۔“

ان دونوں آیتوں کا انکار ہے یا نہیں ہے اور ضرور ہے تو بولنے تلبلیس

لا میں آپ نے جو کفری جال اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے لئے بچھایا تھا اس میں خود پھنسے کہ نہیں اگر حافظہ نباشد والی بات ہو تو ہم سے سنئے۔ آپ نے لکھا تھا۔  
 ”قرآن حکیم میں کسی بات کا اثبات کیا گیا ہو۔ اس کی نفی کر دی جائے اور کسی چیز کی نفی ہو اس کا اثبات کر دیا جائے تو وہ کافر ہے بات بھی صحیح ہے۔ علماء حق کا عقیدہ بھی یہی ہے۔“

## ”اللہ عزوجل“ دیوبند کے تکفیری راکٹ کا نشانہ

مہتمم صاحب نے بعض آیات کا نسیان ممکن ماننے کو، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور قرآن کی سب سے بڑی توہین بتایا اور صریح نص قرآنی سے ثابت کیا کہ بعض آیات کا نسیان ممکن تو لازم کہ اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی توہین کی اور قرآن و آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کفر تو نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کی تشریح کے بموجب معاذ اللہ اللہ عزوجل کافر ہے۔

شاہ عبدالعزیز اور تھانوی صاحبان اور خود مہتمم دیوبند  
 اپنی کفری مشین گن کی زد پر

حضرت شاہ صاحب اور آپ کے سکند مرشد تھانوی نے بھی یہی لکھا تو یہ دونوں بھی آپ کی تشریح کے بموجب توہین قرآن و رسالت کر کے کافر مرتد ہوئے۔ اور آپ خود ان دونوں کے اس مضمون پر مطلع ہوتے ہوئے ان کو امام و پیشوا مان کر کافر بقلم خود ہوئے۔  
 قرآن کریم کے کسی مضمون کو موجب کفر بتانا شدید کفر ہے اور آپ نے علی رؤس الأشهاد ایک مضمون کو مستلزم کفر بتایا تو یوں بھی آپ نے بل کا سر بقلم خود ہوئے۔

قاری صاحب اب موقع آگیا ہے اس شعر کے پڑھنے کا پڑھنے اور جھوم  
جھوم کر پڑھنے سے

ابکھلے پاؤں یار کا زلف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیتا آگیا

اور ہم سے ایک عدد مزید سننے سے

نیوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر

اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

کہاں ہیں پیشہ ور قصاصین و مناظرین جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر الزام  
لگاتے پھرتے ہیں کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہہ دیا۔ آئیں اور اپنے  
مہتمم صاحب کا اس بڑھاپے میں یہ دم خم دکھیں کہ بیک جنبش قلم معاذ اللہ  
معاذ اللہ امت تو امت رسول اللہ عزوجل تک کو کافر بنا ڈالا نتیجہ یہ  
نکلا کہ اس کفری انبار کو سر پر لئے قارون کی طرح ایسے دھنسے کہ کبھی بھی ابھرنے  
کا امکان نہیں۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ  
وَكَذَبَ بِالصَّدُوقِ إِذْ جَاءَهُ  
اس سے بڑا ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے  
اور حق کو بھٹلائے جب اسکے پاس آئے۔

مہتمم دیوبند کے نزدیک تمام فرشتے جملہ انبیاء جمع

امت کافر ہیں

قرآن مجید کے حرف حرف نقطہ نقطہ پر تمام امت کا ایمان ہے۔ قرآن مجید  
میں فرمایا گیا ہے۔

بم بعض آیتوں کو بھلا دیتے ہیں۔ جسے اللہ چاہے بھلا دے۔

مہتمم دیوبند کہتے ہیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی توہین  
ہے۔ نیز یہ مستلزم کہ قرآن محفوظ نہ ہو اور تیسوں باتیں کفر ہیں تو ثابت ہو گیا

کہ ہتم دیوبند کے نزدیک آیتہ کریمہ ننسہا اور آیتہ کریمہ سَنُقْرُكَ فَلَا تَنْسَى الْاُمَّا شَاءَ اللّٰه پرایمان رکھنے والے تمام فرشتے جملہ انبیاء حتیٰ کہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبارک وسلم وجمع امت نہ صرف ایک بلکہ تین تین کفر کے مرتکب ہیں۔

اور اگر ان تینوں کفروں سے بچنے کے لئے ان دونوں آیتوں کا انکار کریں تو قرآن کریم کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر۔ غرض کہ ہتم دیوبند کی اس تشریح کے بموجب تمام فرشتے جمیع انبیاء جملہ امت کسی طرح کفر سے بچ نہیں سکتے۔

ناظرین فیصلہ کریں ایسا سستی انسان جس کے بدست شرابی کی طرح بہکے ہوئے قلم نے اتنا بڑا ستم ڈھایا ہو وہ صرف کلمہ پڑھنے دار ٹھی بڑھانے اور کسی عربی مدرسے کے لئے لاکھوں چندہ کر لینے کی وجہ سے فقط حافظ قاری مولوی کہلانے کی وجہ سے مسلمان ہو سکتا ہے؟ نہیں ہرگز ہرگز نہیں۔

## قرآن کریم کے محفوظ ہونے کی بحث

اولاً۔۔ مہتم صاحب۔ جب آپ بھی قرآن کریم پرایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں تو چونکہ قرآن کریم میں ”نُنْسِہَا“ فَلَا تَنْسَى الْاُمَّا شَاءَ اللّٰهُ موجود ہے اور آپ اسے قرآن کے محفوظ ہونے کے منافی جانتے ہیں تو آپ کی بھی ذمہ داری ہے کہ اس گتھی کو سلجھائیں اور نہیں تو اپنے چھوٹے پیر صاحب تھانوی اور استاذ الاساتذہ حضرت شاہ صاحب کے لکھے ہوئے کو تو ضرور حق مانتے ہوں گے اس طرح بھی آپ کی ذمہ داری ہے کہ اس تنافی کا حل بتائیں۔

ثانیاً۔۔ جہاں تک ہتم دیوبند کی اس شرمناک گمراہ گردی کی قلعی کھولنے کا معاملہ تھا وہ مکمل ہو گیا مگر ناظرین کے خلیجان کو دفع کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اصل سسما کو مستقیم کر دیا جائے۔ بغور ملاحظہ کریں۔

قرآن کریم نے جہاں اگلی کتابوں کو منسوخ فرما دیا ہے وہاں

خود قرآن کریم کی بعض آیتوں نے بعض کو بھی منسوخ فرمایا ہے اس کی تین صورتیں ہیں۔

اول :- تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوں۔

دوم :- صرف تلاوت منسوخ ہو۔ حکم باقی ہو۔ جیسے آیتہ رجم۔

سوم :- صرف حکم منسوخ ہو۔ تلاوت باقی ہو جیسے ”لکو دینکم و لی دین“  
مرقاۃ و شرح مشکوٰۃ میں ہے۔

منسوخ کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوں۔ یہ قرآن کا وہ حصہ ہے جو رسول کی حیات ظاہری میں بھلا کر منسوخ کیا گیا۔ یہاں تک کہ مروی ہے کہ سورہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر تھی۔ ایک یہ کہ حکم منسوخ ہو تلاوت باقی ہو۔ جیسے لکو دینکم و لی دین ایک یہ کہ تلاوت منسوخ ہو نہ حکم۔ جیسے آیت رجم۔

والمسوخ انواع منها التلاوة والحکم معا وهو ما نسخ من القرآن فی حیات الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بالانساء حتی روی ان سورۃ الاحزاب کانت تعدل سورۃ البقرۃ منہا الحکم •  
دون التلاوة کقولہ تعالیٰ لکم دینکم و لی دین ومنها التلاوة دون الحکم کایۃ الرجم ص ۲۱۵ ج ۱۔

ان تینوں قسم کے نسخ کو سورہ بقرہ کی آیت کریمہ ”مَا نُنسخُ مِنْ آیتٍ اَوْ نُنسِخُهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا“ میں بیان کیا گیا ہے انشاء، نسخ ہی کی ایک قسم ہے۔ جیسا کہ تھانوی صاحب کا قول اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

پس نسخ سے مراد صرف منسوخ التلاوة یا منسوخ الحکم ہے۔ اور منسوخ الحکم سے مراد منسوخ الحکم ہے۔ باوجودیکہ یہ منسوخ میں داخل ہے اس کا اعادہ اس کے کمال نسخ کو ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ اس کا کوئی

فیكون المراد من قوله نسخ منسوخ احدهما فقط ومن قوله ونسختها منسوخ التلاوة والحکم جميعا وانما اعادها مع دخوله فی المنسوخ اظهار الکماله حیث فی النسخ لا یبقی منه اثر لا فی اللفظ ولا فی المعنی



(تفسیرات احمدیہ ص ۱۹) نشان باقی نہیں نہ لفظ میں نہ معنی میں۔

حضرت ملا علی قاری اور ملا احمد جیون دونوں اس پر متفق ہیں کہ ننسہا سے مراد وہ آیات ہیں جن کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہیں جیسے سورہ احزاب کے بارے میں گزر چکا کہ وہ سورہ بقرہ کے برابر تھی اور سورہ طلاق کے بارے میں بھی وارد ہے کہ یہ سورہ بقرہ سے بھی بڑی تھی۔

تفاسیر اور احادیث سے اور بھی منسوخ التلاوة و الحکم کا پتہ چلتا ہے تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

قنادہ سے آیہ کریمہ ما ننسخ الآیة کی تفسیر میں مروی ہے۔ اللہ عزوجل اپنے نبی کو جو چاہتا بھلا دیتا۔ جو چاہتا منسوخ فرما دیتا۔ حسن بصری سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قرآن پڑھا پھر آ بھول گئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رات میں وحی نازل ہوتی اور دن میں بھول جاتے تو یہ آیت نازل ہوتی۔

عن قنادة فی قوله ما ننسخ من آیة او ننسها قال کان عزوجل ینسی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ما یشاء و ینسخ ما یشاء عن الحسن انه قال فی قوله او ننسها ان نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم قرع قراناً ثم نسیہ۔ عن ابن عباس انه قال کان ینزل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الوحی باللیل و ینسها بالنهار فانزل اللہ ما ننسخ من آیة او ننسها فانزلت بخیر منها او مثلها (ص ۱۵ ج ۱)

بیہقی شریف میں ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری رات میں تہجد کے لئے اٹے سورہ فاتحہ کے بعد جو صورت ہمیشہ تلاوت کیا کرتے تھے اس کو پڑھنا چاہا لیکن وہ بالکل یاد نہ آئی صبح کو دوسرے صحابی سے ذکر کیا انہوں نے بتایا کہ میرا بھی یہی حال ہے۔ دونوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور نے فرمایا۔ آج شب میں وہ صورت اٹھالی گئی اس کا حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہو گیا۔ جن کاغذوں پر لکھی تھی ان پر نقش

تک باقی نہیں۔

۳۔ مع هذا بعض حضرات کو بعض منسوخ التلاوة و احکم آیات کے الفاظ یا وہی تھے۔ جیسے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ یہ آیت تھی عشر رضعات یحرمن اس کے حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ منسوخ التلاوة و احکم کی دو قسمیں ہیں۔ بعض ذہنوں میں محفوظ رہیں بعض بالکل محو ہو گئیں۔

۴۔ مذکورہ بالا اشکات سے ثابت ہو گیا کہ قرآن منزل من اللہ کا ایک حصہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام امت کے ذہنوں سے اس طرح اٹھا لیا گیا کہ وہ کسی کو بالکل یاد نہ رہا۔ حتیٰ کہ جن کاغذوں پر لکھا تھا ان پر نقش تک باقی نہ رہا۔ قرآن کریم کا یہ حصہ موجودہ مصحف میں ما بین الدفتین موجود نہیں اس لئے اِنَّا لَنَحَافِظُونَ کا یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں کہ جتنا قرآن مجید نازل ہوا تھا وہ سب کا سب اس مصحف میں ما بین الدفتین محفوظ ہے اور رہے گا۔ اس کا ادعا کرنا خود قرآن کریم اور احادیث کو جھٹلانا ہے۔

## قرآن کے محفوظ ہونے کا مطلب

اِنَّا لَنَحَافِظُونَ سے مراد یہ ہے کہ نسخ تلاوت اور انسا کے بعد جو کچھ بچا جس کی تحدید اور ترتیب حسب الارشاد ربانی خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات ظاہری میں ہی فرمادی تھی۔ جو مختلف اشیاء پر مکتوب اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے سینوں میں محفوظ تھا۔ جسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ایک صحیفہ میں جمع کیا گیا اور جس کی کثیر نقلیں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلاد اسلامیہ میں بھجوائیں جو عہد صدیق سے لے کر آج تک محفوظ ہیں ما بین الدفتین موجود ہے۔ وہ پورا پورا محفوظ ہے اور محفوظ۔ اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل تو نہیں و نسخ۔ از یاد و نقص تقدم

و تاخر راہ نہیں پاسکتا۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں حسب منشاء ربانی بعض آیتوں کے نسیان کو، قرآن کے محفوظ ہونے کے منافی سمجھنا اپنی زیادتاً اپنے دین سے ہاتھ دھونا ہے۔

## دیوبندیوں کے نزدیک قرآن، کلامِ الہی نہیں

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت

دامن کو ذرا دیکھ درابند قبادیکھ

مہتمم دیوبند نے یہاں الملقوظ پر تو بڑے شد و مد سے اعتراض کر دیا مگر انھیں اپنے گھڑ کی خبر نہیں۔ ان کے امام الطائفہ لکھتے ہیں۔

”اس کے دربار میں ان کا تو حال یہ ہے کہ جب وہ کچھ فرماتا ہے۔

یہ سب رعب میں آکر بے حواس ہو جاتے ہیں۔ اور رعب و دہشت

کے بارے دوسری بار اس بات کی تحقیق اس سے نہیں کر سکتے بلکہ

ایک دوسرے سے پوچھتا ہے اور جب اس کی آپس میں تحقیق کر لیتے

ہیں۔ سوائے آمناء قنا کے کچھ نہیں کر سکتے۔“

(تقویۃ الایمان ص ۲۴ دیوبند)

قبلہ بولنے، جب آپ کے امام الطائفہ کا یہ خیال ہے کہ انبیاء کرام، ارشاد

ربانی صادر ہوتے ہی بے حواس ہو جاتے ہیں اور سنا حواس ہی کا کام ہے

تو اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ انبیاء کرام نے کچھ سنا ہی نہیں اور جب سنا

ہی نہیں تو آپس میں تحقیق سے کیا حاصل اور جو حاصل ہوا وہ آپس کی بات چیت

کا مجموعہ ہوا۔ کلام ربانی کہاں ہوا؟

بولنے آپ کا اپنے امام کے بارے میں کیا حکم ہے؟

## دیوبندیوں کے نزدیک جو وہ قرآن کا محفوظ نہ رہنا ممکن ہے

الملفوظ کی اس عبارت پر جو قرآن و احادیث کا مفہوم ہے تقریباً بہتم دیوبند نے آسمان سر پر اٹھالیا اور اپنے امام کو کچھ نہیں کہا جنہوں نے موجودہ قرآن کی بعض آیتوں کا بالکلہ سیا منسیا ہو جانا بلکہ سب ممکن کہہ دیا۔ ناظرین دیکھیں رسالہ بکروری میں مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں۔

بعد اخبنا ممکن ہست کہ ایشان را ممکن ہے کہ یہ آیت (وَلَكِنَّهُ سُوَّلَ اللّٰهِ فَرَامُوشِ كَرْدِ اَيْنِدَه شُودِ) پس قول وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (لوگوں کو بھلا دی جائے) بامکان مثل، اصلاً منجر بتکذیب نصے تو اب یہ کہنا کہ حضور جیسا دوسرا ممکن ہے از خصوص نگر دو و سلب قرآن بعدہ کسی نص کو جھوٹا کہنے کا موجب نہ ہوگا اور انزال ممکن است۔ (ص ۱۲۲) آمارے کے بعد سلب قرآن ممکن ہے۔

علمائے اہل سنت نے فرمایا تھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل یعنی تمام صفات کمالیہ میں آپ کا شریک و ہمسر ہونا محال ہے کیونکہ حضور خاتم النبیین ہیں لہذا اگر حضور کا مثل ممکن ہو تو لازم آئے گا کہ یہ آیت کریمہ وَلَكِنَّهُ سُوَّلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ جھوٹ اور اللہ عزوجل جھوٹا ہو۔ العیاذ باللہ اس کے جواب میں دہلوی صاحب نے مذکورہ بالا عبارت لکھی ہے کہ یہ ممکن ہے کہ یہ آیت دلوں سے بھلا دی جائے سلب قرآن ممکن ہے جب آیت کسی کو یاد ہی نہ رہے گی تو کیسے جھوٹ کہیں گے اور اللہ عزوجل کو جھوٹا کہیں گے۔ نیز یہ بھی لازم ہے کہ مصحف شریف سے اس آیت کے نقوش بھی مٹائے جائیں ورنہ لوگ اس میں دیکھ کر یاد کر لیں گے۔

ناظرین انصاف کریں۔ یہ آیت کریمہ وَلَكِنَّهُ سُوَّلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ مصحف شریف میں مابین الدتین موجود ہے۔ اس کے تمامی

امت کے ذہنوں سے فراموش اور مصحف شریف سے مٹانے کو ممکن کہا۔ یہ ضرور قرآن کے محفوظ ہونے کا انکار اور کفر ہے۔ مگر ہتہم دیوبند اور تمام دیوبندی ایمان بنائے ہوئے ہیں۔

ذرا ان دیوبندیوں کا اللہ عزوجل کے بارے میں ایمان تو ملاحظہ کریں۔ ان کے نزدیک واقعہ میں اللہ عزوجل کا جھوٹ بولنا کوئی عیب نہیں۔ بندوں کے ڈر سے نہیں بولتا اگر ایسی ترکیب نکل آئے کہ اسے کوئی جھوٹا کہہ نہ سکے تو کوئی حرج نہیں۔ غرض کہ سارا ڈر بندوں کے جھوٹا کہنے کا ہے بندوں کی ڈر کی وجہ سے جھوٹ نہیں بولتا۔ بندوں سے ڈرتا ہے، دبتا ہے، مغلوب ہے۔ بولتے وتاری صاحب۔

یہ کون دھرم ہے۔؟

## تلبیس نمبر ۶ سر جزم رب

اسی نمبر میں ایک اور سوال مرتب کیا ہے۔ کیا اعلیٰ حضرت بریلوی کا نہ ماننے والا دین حق سے پھرنے والا مرتد ہے؟ جواب میں تحریر ہے۔

”فرقہ رضا خانیت کے ماننے والوں کا یہی عقیدہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔“

تم سے کیا وہ دین حق سے پھر گیا جو پھر تم سے پھرا حسد رضا

دونوں عالم میں اسے کھٹکا نہیں جو تمہارا ہو گیا حسد رضا

ہر جگہ تو ہتہم دیوبند نے حوالہ دیا ہے۔ صحیح یا غلط مگر یہاں کوئی حوالہ نہیں دیا

کہ یہ اشعار کس کے ہیں کس نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے بارے میں لکھے

ہیں اصولاً ضروری ہے کہ پہلے تصحیح نقل ہو لے پھر جواب دیا جائے۔ ہم پر حجت

صرف معتمد علماء اہل سنت کے ہی ارشادات ہو سکتے ہیں۔ ہر کہ و مد عامی کا

قول نہ حجت نہ اس کی تصحیح ہمارے ذمہ! اس لئے جواب کے درجہ میں بات

یہیں ختم ہو گئی کہ جب حوالہ نہیں تو ہمارے ذمہ جواب ضروری نہیں جب ہتہم

دیوبندیہ بتائیں گے کہ یہ اشعار کس کے ہیں اور ہم یہ دیکھیں گے کہ وہ ہمارا معتد عالم ہے تو جواب دینا لازم ہوگا۔

لیکن دیوبندیوں کی عادت ہے کہ وہ عاجز آنے کے بعد ڈوبنے والے کی طرح تنکے کا سہارا لیتے ہیں اگر ان اشعار پر کچھ نہ لکھا جائے تو سارے رد کو بھول جائیں گے اور یہی شور مچائیں گے کہ دیکھو اس کا جواب نہیں ہوا اس لئے کچھ نہ کچھ عرض کرنا ضروری ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ ایک سچے نائب رسول اپنے وقت کے مجدد اسلام و سنت کی نشرو اشاعت حمایت و نصرت فرمانے والے بد مذہبی بے دینی کفر و ضلالت، بدعت و شیطنت کی بیخ کنی کرنے والے تھے جن کے فضل و کمال کی شہادت علامہ حرین طینین عرب و عجم نے ان الفاظ میں دی ہے۔

” علامہ کامل استاذ ماہر جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی طرف سے جہاد و جدال کرتا ہے۔ معرفت کا آفتاب جو ٹھیک دوپہر کو چمکتا ہے۔ فضائل کا دریا، علماء اور عمائد کی آنکھوں کی ٹھنڈک، امام پیشوا، روشن ستارہ، وہابیہ کی گردن پر تیغ براں، زمانے کی برکت ہمارا سردار ہمارا پیشوا، ہمارا مولا، عالم باعمل، یکتائے زمانہ، وہ کیوں نہ ایسے ہوں کہ علماء اس کے لئے ان فضائل کی گواہیاں دے رہے ہیں اگر وہ سب کے بلند مقام پر نہ ہوتا تو علماء کہ اس کی نسبت یہ گواہی نہ دیتے، بلکہ میں کہتا ہوں اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو بلاشبہ حق و صحیح ہے۔ دین کے اصول و فروع میں ان کی تصانیف متکاثران کی بعض تصانیف کے مطالعہ سے مشرف ہوا تھا جن کے نور سے حق روشن ہوا تو ان کی محبت میرے دل میں جم گئی میں نے وہ کمال ان میں دیکھے جو بیان طاقت سے باہر ہے۔ علم کا کوہ بلند نور کا ستون، معرفتوں کا دریا، ایسے علموں والے جن سے فساد بند کئے

گئے، علم کلام و فقہ و فرائض پر غلبہ کے ساتھ حاوی۔ توفیق الہی سے مستحبات و سنن و واجبات فرائض پر محافظت والا۔ ان فتنوں کے زمانے میں دین کو زندہ کرنے والا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث علامہ شاہیر کا سردار معزز فاضلوں کا مایہ افتخار۔ دین اسلام کی سعادت، ہر کام میں پسندیدہ، صاحب عدل عالم باعمل، آفتاب سعادت، دائرہ علوم کا مرکز، مسلمانوں کا یاوزہ ہدایت یافتہ لوگوں کا نگہبان، محبتوں کی تیغ براں، بے دینوں کی زبان کو کاٹنے والا، ایمان کے روشن ستون کو بلند کرنے والا، شریعتِ روشن کا حامی، میری سند، اللہ کا خاص بندہ۔ مخالفین دین کا دافع کرنے والا، عالمان باعمل کا معتمد، فاضلانِ سخن کا خلاصہ سب مسلمانوں کو ان کی زندگی سے بہرہ مند فرمائے۔ اور مجھے ان کی روش نصیب کرے۔ ان کی روش سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روش ہے جو اللہ کی رسی مضبوط تھامے ہے۔ دین و شریعت کے روشن ستون کا نگہبان۔ جس کا شکر پورا ادا کرنے سے زبان بلاغت قاصر ہے۔ دریائے ذخار۔ حق و دین کی مدد کرنے اور بے دینوں کی گردنیں قطع کرنے پر قائم۔ ستودہ، پرہیزگار، ستھرا فاضل۔ کامل پھلوں کا معتمد۔ اگلوں کے قدم بہ قدم، فخر اکابر، اللہ اس کے امثال کثیر کرے اور مسلمانوں کو اس کی درازی عمر سے نفع بخشے۔ جن کا اللہ و رسول جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک بڑا اقدار ہے۔ اللہ کا پسندیدہ بندہ جسے اس نے خدمت شریعت کی توفیق بخشی۔ دقیقہ رس عقل دے کر اس کی مدد کی کہ جب کبھی شبہ کی رات اندھیری ڈالے وہ اپنے آسمان علم سے ایک چودہویں رات کا چاند چمکاتا ہے۔ تمام عالم کے لئے برکت اگلے کرمیوں کا بقیہ و یادگار، دنیا سے بے رغبت امام کامل عابد محبوب مقبول۔ پسندیدہ جس کی باتیں اور کام سب ستودہ، ان حافظانِ شریعت

اعلیٰ درجہ کے کامل علماء پر کھنے والوں میں سب سے زیادہ عظمت والا  
 کثیر العلم و دیانے عظیم الفہم، مرشد محقق، اللہ عزوجل کی پاکیزہ عطا  
 والا فائدہ لینے والوں کا معتد، مشکلات علوم کا کشادہ کرنے والا۔  
 (حسام الحرمین وغیرہ)

ان ارشادات کی روشنی میں یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ  
 اسلام و سنت کے حامی و ناصر بلکہ محی تھے اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے وہی پھرے  
 گا جسے اسلام و مذہب اہل سنت سے بیر ہوگا۔ عداوت ہوگی۔ اور اس سے کسے  
 انکار کہ جس دل میں اسلام و مذہب اہل سنت و جماعت سے نفرت و عداوت  
 ہوگی۔ وہ ضرور دین حق سے پھرا ہوا ہے۔ مگر ہتم دیوبند کو اس پر اعتراض کا  
 حق کیا ہے۔ جب کہ ان کے پیران پیر خود اپنے منہ میاں مٹھو بن کر یہ اعلان  
 کر چکے ہیں۔

”سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلے اس  
 زمانہ میں ہدایت و نجات میرے اتباع پر موقوف ہے۔“

(تذکرۃ الرشید ص ۲)

اور جب کہ ہتم دیوبند کے پیر شیخ الہند محمود الحسن صاحب گنگوہی جی کے  
 بارے میں لکھ چکے ہیں۔  
 جدھر کو آپ ماہل تھے ادھر ہی حق بھی داڑھا  
 ہدایت جس نے ڈھونڈھی دوسری جاگہ ہو اگر  
 مرے آقا مرے مولا تھے حقانی سے حقانی  
 وہ میزاب ہدایت تھے کہوں کیا نص قرآنی  
 زمانے نے دیا اسلام کو داغ اسکی فرقت کا  
 کہ تھا داغ غلامی جس کا نعلے مسلمان

ناظرین نوٹ کریں۔ کیا کیا دعوے ہیں حق منحصر ہے گنگوہی کی زبان  
 سے نکلنے میں ہدایت اور نجات موقوف ہے گنگوہی کی اتباع پر جدھر گنگوہی  
 مڑتے حق ادھر ہی گھومتا ہے گنگوہی کے علاوہ دوسری جگہ ہدایت ڈھونڈنے



والا گرام ہے، خواہ وہ جگہ کوئی ہو۔ مسلمان وہی ہے۔ جو گنگوہی کی غلامی سے  
وانذار ہو جو اس داغ سے پاک ہے وہ مسلمان نہیں۔ بولو بہتم صاحب کیا ارشاد

اسی طرح دو شعر پر طنز بھی بہتم دیو بند کی علت روحانی کے ماسوا اور  
کچھ نہیں۔ چونکہ ان کا یہ عقیدہ ہے۔ تمام اولیاء انبیاء ذرہ ناچیز سے کتر اور سماے  
برابر عاجز و نادان چمار سے زیادہ ذلیل ہیں۔ اس لئے محبوبان بارگاہ کی مدح نہیں  
نہیں بھاتی۔

سنو! اپنے اعتقاد کو اپنے گھر رکھو ہم اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے حضرت  
امام عبد الوہاب شعرائی قدس سرہ اپنی مشہور و معروف کتاب "میزان الشریعہ  
الکبریٰ میں فرماتے ہیں۔

وإذا كان مشائخ الصوفية يلاحظون  
اتباعهم و مرید یہ عرفی جمیع الاحوال  
والشاید فی الدنیا والآخر فکیف بائمة  
المذاهب

جب مشائخ صوفیہ ہر مصیبت و سختی  
کے وقت اپنے متبعین و مریدین کا دنیا  
اور آخرت میں خیال رکھتے ہیں تو ائمہ  
مذہب کا کیا کہنا۔

نیز یہی امام اپنی دوسری کتاب "لوائح الانوار القدسیہ" میں فرماتے ہیں۔  
كل من كان متعلقاً بنبي ورسول او  
ولى فلا بد ان يحضره وياخذ بيده  
في الشدائد

جو کسی نبی یا رسول یا ولی سے متعلق ہو گا ضرور  
وہ نبی رسول ولی مشکلوں کے وقت تشریف  
لائیں گے اور اس کی دستگیری فرمائیں گے۔

## تقویۃ الایمانی فتویٰ سے سارے دیوبندی مشرک

لیکن آپ اپنے گھر کی خبر لیجئے۔ ایک طرف تو تقویۃ الایمان میں یہ ہے۔  
"مازنا، جلانا، روزی کی کشائش اور تنگی کرنی، اور تندرست اور بیمار  
کردینا، حاجتیں بر لانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی یہ سب

اللہ ہی کی شان ہے اور انبیاء اولیاء بھوت پری کی یہ شان نہیں جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اس سے مرادیں مانگیں مصیبت کے وقت اس کو پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ پھر خواہ وہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے۔ خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے ہر طرح مشرک ثابت ہے۔“  
(تقویۃ الایمان مخلصاً ص ۹ م دیوبند)

اور دوسری طرف آپ کے پیسے نمبر ایک گنگوہی جی کے مرنے پر یوں  
نوحہ خوان ہیں۔

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب  
اٹھا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی

خدا ان کا مربی وہ مربی تھے حقائق کے

مرے مولا مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

اور کہیں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چیلنج کر رہے ہیں۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا

اس مسیحائی کو دیکھیں دری ابن مریم

اور سنئے یہی انہیں گنگوہی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

نہ رکا پر نہ رکا پر نہ رکا...!

ان کا جو حکم تھا تھا سیف قضاہ برہم

اب بولنے تقویۃ الایمانی فتویٰ کی رو سے آپ کے پیر صاحب اور پیران پر

دونوں اور آپ خود مشرک ہوئے کہ نہیں؟

تبلیغ نمبر

اس نمبر میں حضرت قاری صاحب نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر دو الزامات

لگاتے ہیں۔ (۱) انبیاء کو مغلوب مانا (۲) قرآن کا انکار کیا۔ اول و دوم کے ثبوت میں رقم طراز ہیں۔

” اعلیٰ حضرت بریلوی کے ملفوظ حصہ چہارم ص ۲ کو ملاحظہ فرمائیے۔

جس سے اندازہ ہوگا کہ انبیاء کو مغلوب مانا۔ رسولوں کی شہادت کا انکار کیا۔ جس سے قرآن کی کتنی آیتوں کا انکار صریح لازم آیا۔“

ناظرین کی تقریب فہم کے لئے ضروری ہے کہ الملفوظ شریف کی اس موقع کی پوری عبارت نقل کر دی جائے۔

عرض :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ختم اللہ لا غلبت انا ورسلی  
تو بعض انبیاء شہید کیوں ہوئے۔

ارشاد :- ” رسولوں میں سے کون شہید کیا گیا انبیاء البتہ شہید کئے گئے۔ رسول کوئی شہید نہ ہوا۔“

جامہ احرام زاہد پر نہ جا تھا حرم میں ایک نامحرم رہا  
الملفوظ کے اس سوال و جواب کو ناظرین غور سے پڑھیں اور دیوبندی  
جماعت کے اپنے وقت کے امام کی فہم و فراست کی داد دیں۔ دیکھیں عبارت  
میں انبیاء کرام کے مغلوب ہونے کا دور دور تک شائبہ بھی نہیں کوئی اشارہ و  
کنایہ انبیاء کی مغلوبی کا نہیں مگر قاری صاحب نے یہ الزام بھی جڑ دیا اگر اس  
عبارت سے کسی طرح انبیاء کی مغلوبی متسرح ہوتی تھی تو اسے ظاہر کرنا ضروری  
تھا۔ مگر یہ تو قاری صاحب کی جبلت ہے کہ الزام لگانے میں شیر ہیں اور  
ثبوت میں ..... اور نہ بات بالکل صاف ہے۔ سائل کا گمان یہ تھا کہ  
شہادت مغلوب ہونا ہے اور شہادت غلبہ کے منافی ہے۔ اسے اس گمان  
پر یہ شبہہ ہوا کہ انبیاء کرام کا مغلوب ہونا آیت مذکورہ کے معارض ہے اسلئے  
اس نے یہ عرض کیا۔

جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب ہوں گے تو بعض

انبیاء کیوں شہید ہوئے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جواب وہ ارشاد فرمایا کہ سرے سے اس آیت کریمہ پر شبہ ہی وارد نہ ہو۔ فرمایا۔ رسولوں میں کون شہید ہوا۔ رسول کوئی شہید نہ ہوا۔ اور آیت میں رسول کے غالب آنے کو فرمایا ہے تو اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ شہادت مغلوب ہونا ہے اور شہادت غلبہ کے منافی ہے تو بھی کسی شبہ کی گنجائش نہیں اس لئے کہ اس آیت میں رسولوں کے غلبہ کو فرمایا گیا۔ اور رسول کوئی شہید ہی نہیں ہوا۔ لہذا کوئی معارضہ نہیں۔

## شہادتِ رسول کی بحث

قاری صاحب دوسرے الزام کی تشریح میں لکھتے ہیں۔  
 ”حالانکہ قرآن شریف میں متعدد آیتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی شہادت کا ذکر کیا ہے۔ وہ آیتیں یہ ہیں دیکھو سورہ بقرہ رکوع ۱۱۔ اَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ اَنْفُسُكُمْ اسْتَكْبَرْتُمْ فَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُوْنَ۔  
 دوسری آیت دیکھو۔ سورہ آل عمران رکوع ۱۹۔

قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالذِّكْرِ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔

تیسری آیت دیکھو۔ سورہ مائدہ رکوع ۱۰۔  
 كَلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ اَنْفُسُهُمْ فَرِيقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيقًا يَقْتُلُوْنَ۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اس ارشاد رسول کوئی شہید نہیں ہوا کے معارض ان آیات کو بتانا۔ عوام کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلاف اکلانے کی ایک بہت ہی دقیق چال کے سوا اور کچھ نہیں۔

درس نظامی کا طالب علم بھی جانتا ہے کہ یہاں قاری صاحب اور ان

کی برادری کیا مغالطہ دینا چاہتی ہے۔  
 بہت باریک ہیں واعظ کی چالیں  
 لرز جاتا ہے آواز اذان پر  
 اصل جواب سمجھنے کے لئے چند مقدمات ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔  
 ناظرین پوری توجہ سے سنیں۔

وَقَدْ مَهَّأُولَىٰ :- نبی اور رسول اصطلاح شرع میں دو مختلف معانی  
 کے لئے خاص ہیں۔

نبی :- وہ انسان ہے جس کی جانب وحی کی جائے۔ عام اس کے  
 کہ وہ صاحب شریعت جدیدہ ہو یا نہ ہو۔

رسول :- وہ نبی ہے جو صاحب شریعت جدیدہ ہو۔ اس تعریف  
 کی بنا پر نبی عام ہے اور رسول خاص ہیں۔ ہر رسول نبی ہے مگر ہر نبی کا رسول ہونا  
 ضروری نہیں جیسے حضرت شعبار، زکریا، یحییٰ علیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔ متاسی  
 بیضاوی آیت کریمہ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى  
 أَلْفَى الشَّيْطَانَ فِي أُمْنِيَّتِهِ الْآیۃ کے تحت فرماتے ہیں۔

الرسول من بعثه الله بشريعة جديدة  
 يدعوا الناس اليها والنبى يعمد ومن بعثه  
 لتقرير شرع سابق كانبيا بنى اسرائيل  
 الذين كانوا بين موسى وعيسى عليهما  
 السلام ولذلك شبه النبي صلى  
 الله عليه وسلم علماء امتهم بهم النبي  
 اعم من الرسول ويدل عليه انه  
 عليه الصلوة والسلام سئل عن الانبياء  
 فقال مائة واربعه وعشرون  
 رسول وہ ہے جسے اللہ عزوجل نے شریعت  
 جدیدہ کے ساتھ بھیجا ہو کہ لوگوں کو اس  
 طرف دعوت دے اور نبی عام ہے اس  
 سے کہ وہ صاحب شریعت جدیدہ ہو یا  
 شریعت سابقہ کی استواری کے لئے بھیجا  
 گیا ہو جیسے وہ انبیاء بنی اسرائیل جو حضرت  
 موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے  
 ماہین آئے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے اپنی امت کے علماء کو ان کے

انبیاء کیوں شہید ہوئے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جواب وہ ارشاد فرمایا کہ  
 سرے سے اس آیت کریمہ پر شبہ ہی وارد نہ ہو۔ فرمایا۔ رسولوں میں کون شہید  
 ہوا۔ رسول کوئی شہید نہ ہوا۔ اور آیت میں رسول کے غالب آنے کو فرمایا ہے تو  
 اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ شہادت مغلوب ہونا ہے اور شہادت غلبہ کے منافی  
 ہے تو بھی کسی شبہ کی گنجائش نہیں اس لئے کہ اس آیت میں رسولوں کے غلبہ کو  
 فرمایا گیا۔ اور رسول کوئی شہید ہی نہیں ہوا۔ لہذا کوئی معارضہ نہیں۔

## شہادتِ رسول کی بحث

قاری صاحب دوسرے الزام کی تشریح میں لکھتے ہیں۔  
 ”حالانکہ قرآن شریف میں متعدد آیتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ  
 نے رسولوں کی شہادت کا ذکر کیا ہے۔ وہ آیتیں یہ ہیں دیکھو سورہ  
 بقرہ رکوع ۱۱۔ اَفْكَلَمَا جَاءَكَ رُسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ اَنْفُسُكُمْ  
 اسْتَكْبَرْتُمْ فَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُوْنَ۔  
 دوسری آیت دیکھو۔ سورہ آل عمران رکوع ۱۹۔

قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالذِّكْرِ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ  
 اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ۔

تیسری آیت دیکھو۔ سورہ مائدہ رکوع ۱۰۔  
 كَلَّمَا جَاءَهُمْ رُسُلٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ اَنْفُسُهُمْ فَرِيقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيقًا  
 يَقْتُلُوْنَ۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اس ارشاد رسول کوئی شہید نہیں ہوا کے  
 معارض ان آیات کو بتانا۔ عوام کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلاف افسانے کی  
 ایک بہت ہی دقیق چال کے سوا اور کچھ نہیں۔

درس نظامی کا طالب علم بھی جانتا ہے کہ یہاں قاری صاحب اور ان

کی برادری کیا مغالطہ دینا چاہتی ہے۔  
 بہت باریک ہیں واعظ کی چالیں  
 لرز جاتا ہے آواز اذان پر  
 اصل جواب سمجھنے کے لئے چند مقدمات ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔  
 ناظرین پوری توجہ سے سنیں۔

دَقْدَمَهُ اَوَّلِيْ :- نبی اور رسول اصطلاح شرع میں دو مختلف معانی  
 کے لئے خاص ہیں۔

نبی :- وہ انسان ہے جس کی جانب وحی کی جائے۔ عام اس کے  
 کہ وہ صاحب شریعت جدیدہ ہو یا نہ ہو۔

رسول :- وہ نبی ہے جو صاحب شریعت جدیدہ ہو۔ اس تعریف  
 کی بنا پر نبی عام ہے اور رسول خاص ہیں۔ ہر رسول نبی ہے مگر ہر نبی کا رسول ہونا  
 ضروری نہیں جیسے حضرت شعبار، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ، الصلوٰۃ والتسلیم۔ متاضی  
 بیضاوی آیت کریمہ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَلَا نَبِيٍّ اِلَّا اِذَا تَمَنَّیْ  
 اَلْفِی الشَّیْطَانِ فِیْ اُمْنِیَّتِهِ الْاٰیۃ کے تحت فرماتے ہیں۔

الرسول من بعث الله بشريعة جديدة  
 يدعو الناس اليها والنبى يعمد ومن بعث  
 لتقرير شرع سابق كانبيا بنى اسرائيل  
 الذين كانوا بين موسى وعيسى عليهما  
 السلام ولذلك شبه النبي صلى  
 الله عليه وسلم علماء امتهم بهم النبي  
 اعم من الرسول ويدل عليه انه  
 عليه الصلوة والسلام سئل عن الانبياء  
 فقال مائة واربعة وعشرون  
 رسول وہ ہے جسے اللہ عزوجل نے شریعت  
 جدیدہ کے ساتھ بھیجا ہو کہ لوگوں کو اس  
 طرف دعوت دے اور نبی عام ہے اس  
 سے کہ وہ صاحب شریعت جدیدہ ہو یا  
 شریعت سابقہ کی استواری کے لئے بھیجا  
 گیا ہو جیسے وہ انبیاء بنی اسرائیل جو حضرت  
 موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے  
 ماہن آئے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے اپنی امت کے علماء کو ان کے

الفاقل فكم الرسل منهم قال  
ثلث مائة وثلاثة عشر جمًّا  
غفیراً

(بیضاوی ص ۲۴ ج ۲)

ساتھ تشبیہ دی نبی رسول سے عام ہے  
اس پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ انبیاء کتنے  
ہیں۔ فرمایا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار عرض

کیا گیا ان میں رسول کتنے ہیں۔ فرمایا تین سو تیرہ جم غفیر۔

نبی و رسول کے مابین یہی فرق اور انکی ہی تعریف تھا نوی صاحب نے بھی  
کی ہے۔ دیکھئے اختصار شدہ بیان القرآن سورہ مریم زیر آیت کریمہ وَكَانَ  
رَسُولًا نَبِيًّا

رسول وہ ہے جو مخاطبین کو شریعت جدیدہ پہنچائے۔  
نبی وہ ہے۔ جو صاحب وحی ہو۔ خواہ شریعت جدیدہ کی تبلیغ کرے  
یا شریعت قدیمہ کی۔

مقدمہ ثانیہ۔ نبی اور رسول ان معنوں میں قرآن کریم کی  
متعدد آیتوں میں وارد ہے۔ سورہ مریم شریف میں حضرت موسیٰ علیہ  
السلام کے بارے میں فرمایا ہے

۱۔ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلِصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا۔ بلاشبہ وہ مخلص اور  
رسول نبی تھے

اسی میں حضرت اسمعیل کے بارے میں ارشاد ہے۔

۲۔ اِنَّمَا كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا یَقِيْنًا وَّوَعْدَ  
کے سچے اور نبی رسول تھے۔ مدارک میں اسی کے تحت ہے۔

الرسول الذی معہ کتاب من الانبیاء  
والنبی الذی ینبی عن اللہ عزوجل  
وان لو یکن معہ کتاب کیو شع  
رسول وہ نبی ہے جس کے ساتھ کتاب ہو  
اور نبی وہ ہے جو اللہ عزوجل کے بارے  
میں خبر دے۔ اگرچہ اس کے ساتھ کتاب  
نہ ہو جیسے یوشع۔ (علیہ السلام)



(۳)۔ سورہ حج کی آیت مذکورہ :- وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا آيَةً :-

ان تینوں آیتوں میں رسول اور نبی کے معنی مذکور مراد ہیں۔  
مقدمہ ثالثہ :- مگر دوسری متعدد آیتوں میں رسول بمعنی نبی  
وارد ہے۔ مثلاً

(۱) كُلُّ آيَةٍ مِنْ بِلَادِهِ وَمَلَأْتَهُمْ وَ  
كُتِبَ وَرُسُلِهِ  
(۲) وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ  
مِنْهُمْ مِنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ  
لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ

سب اللہ اور اس کے فرشتوں اس کی  
کتابوں اسکے رسولوں پر ایمان لانے۔  
اور بیشک ہم نے تم سے پہلے بہت سے  
رسول بھیجے ان میں سے بعض کے حالات  
تم سے بیان فرمائے بعض کے نہیں۔

اس کے تحت صاوی میں ہے۔

قوله رسلا المراد بهم ما يشمل  
الانبياء  
یہاں رسلا کا وہ معنی مراد ہے جو انبیاء  
کو بھی شامل ہے۔

ان دونوں آیتوں میں رسل سے مراد انبیاء ہیں خواہ صاحب شریعت  
جدیدہ ہوں خواہ نہ ہوں۔ ان کے علاوہ اور کثیر آیتوں میں رسول سے نبی ہی  
مراد ہیں۔

مقدمہ رابعہ :- حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے ماہین کوئی  
نبی صاحب شریعت جدیدہ مبعوث نہیں ہوا اور اس درمیان جتنے انبیاء  
گرام تشریف لائے سب کے سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے  
پابند تھے۔ اخیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت جدیدہ لے کر تشریف  
لائے اور شریعت موسویہ کو منسوخ فرمایا ابھی تفسیر بیضاوی کی عبارت  
گزری۔

کانبياء بنى اسرائيل الذين  
جیسے وہ انبیاء بنی اسرائیل جو حضرت

کے انوایں موسیٰ و عیسیٰ  
علیہما السلام

موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے  
مابین تھے (ان میں کوئی صاحب شریعت  
جدیدہ نہ تھا)

تفسیر کبیر میں ہے۔

روی ان بعد موسیٰ علیہ السلام انی  
ایام عیسیٰ کانت المرسل تتواتر  
ویظہر بعضهم فی اثر بعض والشریعة  
واحدۃ فان صلوات اللہ  
علیہ جاء بشریعة مجددة  
واستدلوا علی صحة ذلك بقوله  
تعالیٰ وقینا من بعدہ بالرسل فانہ  
یقضی انہو علی حد واحد فی الشریعة  
یتبع بعضهم بعضا (ص ۱۲ ج ۱)

صاوی میں ہے۔

المراد التبع فی العل بالتوراة فکل  
الانبیاء الذین بین موسیٰ و عیسیٰ  
یعملون بالتوراة بوحی من اللہ لا  
لا تقلیداً لموسیٰ (ص ۱۲ ج ۱)

حضرت شاہ عبدالغزیز صاحب تفسیر عزیزی سورہ بقرہ میں فرماتے ہیں۔

وہمہ ایشان بر شریعت حضرت موسیٰ  
گزشتند و مقصود از فرستادن ایشان  
جاری کردن احکام آن شریعت بود کہ  
بسبب تکاسل و تہاؤن بنی اسرائیل

روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسیٰ  
علیہ السلام تک پیغمبر متواتر آئے ایک کے  
بعد ایک آتا اور شریعت ایک تھی۔ پھر حضرت  
عیسیٰ علیہ السلام جدید شریعت لائے اس  
کی صحت پر اللہ عزوجل کے اس ارشاد  
سے استدلال کیا گیا کہ فرمایا ہم نے ان کے  
بعد پے در پے پیغمبر بھیجے یہ ارشاد  
چاہتا ہے کہ وہ شریعت میں ایک ہی نظر  
پر تھے۔ بعض بعض کے متبع۔

تفینا سے مراد توراہ پر عمل میں تابع ہونا  
ہے حضرت موسیٰ و عیسیٰ کے مابین تمام انبیاء  
توراہ پر عمل کرتے تھے منجانب اللہ وحی آتی  
وجہ سے نہ موسیٰ علیہ السلام کی تقلید میں۔

اور تمام حضرات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی  
شریعت پر تھے۔ ان کے بھیجنے سے مقصود اس  
شریعت کے احکام کا جاری کرنا تھا جو بنی  
اسرائیل کی سستی اور ڈھیلے پن کی وجہ سے

مدرس می شد و بسبب تحریفات علماء  
سور ایشان متغیر و متبدل میگشت پس  
اس رسولان در بنی اسرائیل مانند علماء  
ربانیین و مجددان دین این امت اند  
چنانچه در حدیث شریف وارد شد کہ ان  
الله تعالیٰ یبعث لہذا الامۃ علی راس کل  
مائۃ من یجد لہا دینہا۔  
مٹ جاتے اور ان کے علماء سور کی تحریفات  
سے بدل جاتے پس یہ پیغمبر بنی اسرائیل میں اس  
امت کے علماء ربانیین اور دین کے مجددین  
کے مانند ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ  
اللہ عزوجل اس امت کے لئے ہر صدی  
کے سرے پر اسے بھیجے گا جو ان کے لئے ان  
کے دین کی تجدید کرے گا۔

مقدمہ خامسہ۔ ان تینوں آیتوں میں جن انبیاء کرام کی شہادت کا  
تذکرہ ہے یہ وہی ہیں جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے مابین مبعوث  
ہوئے۔ اس لئے کہ سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کی آیتوں میں مخاطب اور سورہ  
مائدہ کی آیت میں ضمیر غائب کے مرجع یہودی ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ  
ان آیتوں میں جنہیں انبیاء کرام کے شہید کرنے کا مجرم گردانا گیا ہے۔ وہ یہودی  
ہی ہیں۔ اور اس میں کسی کا ذرہ برابر اختلاف نہیں کہ یہود کا زمانہ حضرت موسیٰ  
علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے اس لئے ان آیات کی روشنی میں یہ طے ہے کہ  
وہی حضرات انبیاء شہید ہوئے جو حضرت کلیم اور حضرت مسیح کے مابین تشریف  
لائے تھے۔

مقدمہ سادسہ۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اس ارشاد میں  
”رسول کوئی شہید نہ ہوا۔ انبیاء البتہ شہید ہوئے۔ نبی اور رسول کے اصطلاحی  
معنی مراد ہیں جس پر رسول اور نبی کا تقابل قرینہ واضح ہے یعنی رسول معنی صاحب  
شرعیۃ جدیدہ اور نبی معنی۔۔۔ وہ انسان جس کی طرف وحی کی گئی ہو خواہ  
صاحب شرعیۃ جدیدہ ہو۔ خواہ صاحب شرعیۃ جدیدہ نہ ہو۔“

## رسول (یعنی صاحب شریعت جدیدہ) کوئی شہید نہیں ہوا

مقدمہ رابعہ سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ و موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے مابین کوئی رسول (یعنی صاحب شریعت جدیدہ) مبعوث نہیں ہوا بلکہ جتنے حضرات مبعوث ہوئے وہ شریعت موسویہ کے متبع تھے اور حسب تصریح حضرت شاہ صاحب اس امت کے مجددین کے مثل تھے اور جس سے ظاہر ہو گیا کہ وہ اصطلاحی معنی کے اعتبار سے رسول نہیں تھے۔ نبی تھے۔ مقدمہ خامسہ سے ثابت ہوا کہ جو انبیاء کرام شہید کئے گئے۔ وہ انہیں میں سے ہیں جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے مابین مبعوث ہوئے تھے ان دونوں کو لانے سے آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہو گیا کہ کوئی رسول (یعنی صاحب شریعت جدیدہ) شہید نہیں ہوا۔ جتنے حضرات شہید ہوئے وہ سبھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے اور حسب اصطلاح نبی تھے۔ اور جب رسول کے معنی صاحب شریعت جدیدہ کے اصطلاح شرعیہ میں ہے جیسا کہ مقدمہ اولیٰ میں بیضاوی اور خود تھانوی جی کی تصریح گزر چکی ہے تو رسول کے یہ معنی مصطلح مراد لے کر یہ کہنا بالکل درست ہے کہ کوئی رسول شہید نہیں ہوا اور یہی اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا ہے اس لئے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے کلام میں یہاں رسول کے اصطلاحی معنی یعنی صاحب شریعت جدیدہ مراد ہونا متعین ہے جیسا کہ مقدمہ سادسہ میں بتایا جا چکا ہے۔

اب واضح ہو گیا کہ یہ کہنا کہ کوئی رسول شہید نہیں ہوا۔ ہر قسم کے اعتراض سے پاک ہے۔

یہ دوسری بات ہے کہ قاری صاحب اور ان کی برادری اپنی بے علمی میں یا جوش انتقام میں نابینائی یا ناواقف عوام میں شورش آفرینی کے شوق

میں کچھ نہ سمجھیں یا سمجھ بوجھ کرنا سمجھ بنتے رہیں۔

## آیتِ کریمہ کی توجیہ

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اس ارشاد کے معارضہ میں قاری صاحب نے جو تین آیات پیش کی ہیں وہ بھی درحقیقت معانی قرآن سے ناواقف اور تفاسیر سے بے بہرہ ہونے کی دلیل ہے ورنہ علم تفسیر سے ادنیٰ سی مہارت رکھنے والے پر روشن ہے کہ یہ آیات اس ارشاد کے معارض نہیں اس لئے کہ مقدمہ ثالثہ میں ہم بتا آئے ہیں کہ رسول اور نبی میں باعتبار اصطلاح کے فرق ہوتے ہوئے بھی قرآن کریم ہی کی متعدد آیات میں رسول بمعنی نبی مراد ہے۔

وہ تینوں آیتیں جنہیں قاری صاحب نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ارشادات کے معارضہ میں پیش کی ہیں ان میں بھی رسل بمعنی انبیاء ہے چنانچہ سورہ بقرہ کی آیت کریمہ وَقَفِينَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ کی تفسیر میں ابن جریر لکھتے ہیں۔  
یعنی بالرسول الانبياء (ص ۱۲۱)

رسل سے مراد انبیاء ہیں

صاوی میں یہیں ہے

وقوله بالرسول مرادہ مایشمل  
الانبياء  
رسل کا وہ معنی مراد ہے جو انبیاء کو  
شامل ہے۔

اس کا حاصل بھی یہی نکلا کہ انبیاء مراد ہیں۔ اس لئے کہ رسل کا وہ معنی جو انبیاء کو بھی شامل ہے یہی ہے وہ انسان جس کی جانب وحی کی گئی ہو خواہ وہ صاحب شریعت جدیدہ ہو خواہ نہ ہو۔

خازن میں سورہ آل عمران شریف کی آیت مبارکہ کے تحت ہے۔

یعنی فلو قتلتم الانبياء الذين اتوا بما  
طلبتم منهم مثل زكريا ويحيى  
وسائر من قتلتم من الانبياء  
پھر تم نے ان انبیاء کو کیوں شہید کیا جو  
وہ لائے جسے تم نے طلب کیا جیسے  
زکریا اور یحییٰ اور تمام انبیاء جن کو تم نے

(تفسیر خازن)

شہید کیا۔

آیت کریمہ میں ”رسل“ کا لفظ تھا۔ صاحب خازن نے اس کی تفسیر انبیاء سے کی۔ یہ دلیل ہے کہ یہاں رسل سے مراد انبیاء ہیں۔  
 عامہ تفاسیر حتیٰ کہ جلالین تک میں ان تینوں آیتوں کے تحت تمثیل میں ہے مثل زکریا و یحییٰ۔ اور متفق علیہ امر ہے کہ حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام صفا شریعت جدیدہ نبی نہیں اس لئے تمثیل کی صحت برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان تینوں آیتوں میں رسل معنی انبیاء ہو۔ رسل بمعنی اصحاب شراعیہ جدیدہ نہ ہو۔  
 اب جب کہ ثابت ہو گیا کہ ان تینوں آیتوں میں رسل معنی انبیاء ہے تو ان آیات کے معنی یہ ہوئے۔

یہ ہونے انبیاء کے ایک گروہ کو جھٹلایا اور انبیاء کے ایک گروہ کو شہید کیا۔ یہی بتانے کے لئے کہ ان آیات میں رسول معنی نبی ہے۔  
 اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے آیت کریمہ اَفْکَلَمَّا جَاءَکُمْ رَسُولٌ مِّنْ اٰلِہٖمْ  
 تَهْوٰی اَنْفُسِکُمْۙ فَتَوَلَّوْا۟ اٰیٰتِہٖمْ کَتٰوٰیۙ اِنۡ تَنْصُرُوْا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ  
 کُنۡتُمْ اِلٰہًا مَّکۡرُوْمًا۔ کنز الایمان تقطیع کلان مطبوعہ مراد آباد ص ۱۵ پر ہے۔  
 ”ان“ انبیاء کے ایک گروہ کو تم جھٹلاتے ہو اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہو۔“

اب ناظرین پر کاشمیں والا مس۔ واضح ہو گیا کہ ان تینوں آیتوں سے بھی صرف انبیاء کی شہادت ثابت، رسولوں کا شہید ہونا ثابت نہیں۔ اس لئے ان آیات کو رسول معنی صاحب شریعت جدیدہ کی شہادت پر دلیل لانا۔ اور الملفوظ کی عبارت مذکورہ کو ان آیات کا انکار بتانا اہل دیوبند کی معانی قرآن مصطلحات شرعیہ سے نابلد اور کورے ہونے کی دلیل ہے۔



واختیار قاری سے غلطی ہو جاتی ہے۔ سامع اگرچہ حافظ ہوتا ہے مگر اس غلطی پر بعض اوقات وہ بھی متوجہ نہیں ہوتا۔ نماز پنجگانہ تراویح میں ایسا بہت ہوتا ہے کہ امام کو تشابہ لگ جاتا ہے مقتدیوں میں حافظ بھی ہوتے ہیں مگر انھیں اس غلطی کا پتہ نہیں چلتا۔ محض اس بنا پر کہ امام کو سہو ہوا تشابہ لگا دنیا کا کوئی خدا ترس مفتی اسے تحریف قرآن ٹھہرا کر امام یا مقتدی کو نہ کافر کہتا ہے نہ فاسق اس لئے کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے۔

رفع عن امتی الخطأ والنسیان میری امت سے بھول چوک معاف ہے پھر یہاں سائل نے اگر سہو بلا قصد و کتب کے بجائے ختم پڑھا اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ یا حضرت جامع مدظلہ کا ذہن اس طرف نہ گیا تو اسے تحریف قرآن، قرار دے کر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو نشانہ لعن و طعن بنانا، عداوت و بغض کا خمرا نہیں تو اور کیا ہے ؟

اگر سہو قرآن مجید میں غلطی کرنے والے کو محرف قرآن ٹھہرایا جائے تو پھر دنیا میں کوئی مسلمان مشکل سے ملے گا جو محرف قرآن نہ ہو۔ سوچئے۔ قرآن مجید کی تلاوت میں کس سے غلطی نہیں ہوتی کون اس سے مبرا ہے۔ پھر ساری دنیا کو چھوڑ کر صرف اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو وہ بھی صرف اس وجہ سے کہ غلط تلاوت کرنے پر بوجہ عدم التفات تصحیح نہ کرنے پر محرف قرآن کہنا ہٹ دھرمی، جنت باطنی نہیں تو اور کیا ہے ؟

(۳) — پھر یہ کہ محض اس بنا پر کہ سائل نے کتب کی جگہ ختم پڑھا اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور حضرت جامع مدظلہ العالمی نے سن کر اسکی تصحیح نہیں کی تو یہ دونوں حضرات محرف قرآن ہو گئے۔ اگر تمہارے نزدیک یہ تحریف قرآن ہے تو بتاؤ ؟

دیوبندی مولویوں نے الملفوظ کو برسہا برس بار بار پڑھا غلطی نکالنے کی نیت سے پڑھا۔ ان کے بڑے بڑے مایہ ناز مناظرین نے پڑھا خصوصاً





کر دیا ہے۔

خود ان کے قطب الاقطاب گنگوہی جی کاتبوں کی غلطیوں کا رونا رو چکے ہیں۔ بہت پرانی بات ہے کہ ایک دیوبندی مفتی نے محفل میلاد کے عدم جواز کے فتویٰ پر ان الفاظ میں تصدیق کی تھی ہذا مسئلہ جواب صحیحہ اس پر مولانا عبد السمیع صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے انوار ساطعہ میں کڑی گرفت کی تو گنگوہی جی تمللا کر نکھتے ہیں۔

”اور جس حسن علی کے دستخط ہوں خواہ مخواہ اس پر مطابعت لفظی کرنی بھی دو را ز دیانت ہے کیونکہ مطبع کی غلطی کا احتمال قوی ہے چنانچہ اس فتویٰ میں بہت الفاظ غلط موجود ہیں۔ سو حسن ظن کرنا اور کاتب اور صاحب مطبع کی غلطی پر عمل کرنا مناسب تھا مگر یہ تو جب ہوتا کہ مؤلف کو حسن ظن پر عمل کرنا مد نظر اور اندیشہ آخرت ہوتا۔ اور چونکہ تخطیہ معنوی کا تو مؤلف کو سلیقہ و ملکہ نہیں تخطیہ لفظی سے تسلی کرتا ہے۔

خیر یہ تو سہل ہے لیکن مشکوٰۃ اور قرآن شریف دہلی کے مطبع کے مثلاً مؤلف دیکھ کر جو اس میں غلطی کاتب ملاحظہ کرے گا۔ تو مبادا حق تعالیٰ اور جناب فخر عالم پر مواخذہ نہ کرنے لگے۔

کیونکہ مؤلف کی عادت تو یہی ٹھہری کہ اصل مؤلف کو الزام لگاتا ہے۔ کاتب کی خطا پر تو عمل کرتا ہی نہیں۔“ (البراین القاطعہ ص ۱۲)

دیوبندیوں کے یہ قبلہ اب موجود تو ہیں نہیں کب کے مر کے مٹی میں مل گئے ورنہ ان کی غیر مادی اولاد کے یہ کزوت لکھ کر ان سے ضرور پوچھتا۔ کہ ان کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔

غالباً موجودہ دیوبندی برادری نے اپنے قبلہ کا یہ مضمون نہیں پڑھا ورنہ اس اطلاع پر معاذ اللہ اللہ عزوجل کو محرف قرآن کہنے لگیں گے۔  
اب نگے ہاتھوں کاتبوں کی بے شمار غلطیوں میں سے ایک مزید غلطی

ناظرین دیکھتے چلیں۔ شیخ ٹانڈہ کے مشہور و معروف گائی نلمے کو "کتب خانہ اعزازیہ دیوبند" نے شائع کرایا ہے اس کے صفحہ پر ہے۔

"دجال زمانہ حضرت شمس العلماء العالمین و بدر الفضلار الکالمین

(تا) مولانا الحافظ المولوی اشرف علی تھانوی صاحب پر تہمت لگانی"

میں یہ عبارت دیکھ کر انکشت بدنداں رہ گیا کہ شیخ ٹانڈہ جسے شمس العلماء بدر

الفضلار لکھ رہے ہیں۔ انھیں کو "دجال زمانہ" کیسے لکھ دیا پھر خیال آیا کہ شمس العلماء بدر الفضلار اور دجال زمانہ میں منافاة نہیں۔ حدیث میں ہے۔

شرار الخلق شرار العلماء بدترین مخلوق برے علماء ہیں۔

لیکن شیخ ٹانڈہ کو جناب تھانوی صاحب سے جو نیاز مندی ہے اسکے

پیش نظر ہیں یہی حسن ظن ہے کہ یہاں "دجال زمانہ" کاتب کا اضافہ ہے۔ شیخ

صاحب اس جرات سے پاک ہیں۔

اس خیال کی تائید اس سے اور ہوتی ہے کہ "انشاب الثاقب" تھانوی

جی کے لیگ کی حمایت میں فتویٰ دینے سے بہت پہلے کی کتاب ہے ہاں اگر اس

کے بعد کی ہوتی تو شاید ہم اس حسن ظن کی گنجائش نہیں پاتے۔

کاتب کبھی غفلت کی وجہ سے غلطی کرتا ہے کبھی دل کی بیماری کی وجہ سے قصداً

غلط لکھتا ہے۔۔۔ اس کی مثالیں دیکھنا ہوتی "کنز الایمان و خزائن العرفان"

مطبوعہ تاج کمپنی لاہور دیکھیں۔

جن میں سے چند مثالیں "۱" میں آئیں گی۔

قاری صاحب کو الملفوظ میں کتب کے بجائے ختم نظر آ گیا۔ اور اپنے اشتہا

میں فصریقاً کی جگہ فصریقاً نظر نہ آیا کہ "فار" "فان" سے بدل گیا ہے۔

دیوبندی مفتی بولیں یہ تحریف قرآن ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں! اور جب یہ

تحریف قرآن نہیں تو کتب کی جگہ ختم تحریف قرآن کیوں ہے؟ وجہ فرق بتاؤ۔

اس الزام کے سب سے بڑے پروپیگنڈس قاری صاحب کے نفس ناطقہ

مبلغ دارالعلوم دیوبند ارشاد صاحب ناگپور میں اسی عبارت پر اعتراض کی تحریر لکھ آئے ہیں جس میں لَا غَلْبَانَ اَنَا وَرُسُلِي کو لَا غَلْبَانَ عَلٰی رُسُلِي لکھا ہے دیوبندی مفتی بولیں یہ تحریف قرآن ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو فوراً قاری صاحب کے نفس ناطقہ سے توبہ تجدید ایمان و تجدید نکاح کرائیں اور توبہ کا اعلان کرائیں اور اگر نہیں تو کیوں اور جب یہ تحریف قرآن نہیں تو کتب کی جگہ ختم الملفوظ میں کیوں تحریف قرآن ہے۔ فَمَا جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔

فتاری صاحب اور ان کی پوری برادری؟ یہ ہے اللہ عزوجل کے ایک برگزیدہ بندے پر کچھ اچھالنے کی سزا۔ من عادی لعدویا فقد اذنتہ بالحرب۔

جو اس پر اعتراض کرنے اٹھتا ہے اس سے سنگین تر الزام میں پکڑا جاتا ہے۔

## مولوی محمود الحسن کی تحریف قرآن!

دیوبندیو! الملفوظ کی اس عبارت پر اتنی اچھل کود کر رہے ہو۔ مگر اپنی پوری برادری کے شیخ الہند علی الاطلاق مولوی محمود الحسن صاحب قبلہ شیخ ٹانڈہ کے استاذ قاری صاحب کے استاذ اور پیر کی ایضاح الادلہ میں اس جرات پر سوٹھ کی ناس کیوں لے رکھی ہے کہ انھوں نے آیت کریمہ میں اپنی طرف سے ایک لفظ بڑھا دیا۔ ایسا غلط جس پر نحو میر پڑھنے والا بھی تفکے بغیر نہیں رہے گا۔ دیکھو۔ لکھتے ہیں۔

”یہی وجہ ہے کہ ارشاد ہوا“

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ وَالِىْ اُولُو الْاَمْرِ مِنْكُمْ اور ظاہر ہے کہ اُولُو الْاَمْرِ سے مراد اس آیت میں سوائے انبیاء کرام علیہم السلام اور کوئی نہیں (مضمون ۹۳ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)۔

قرآن کریم کے تیسوں پارے دیکھ جائیے۔ آپ کو یہ آیت ضرور ملے گی۔  
فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ  
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

مگر شیخ الہند کی مفروضہ آیت فرودوہ اِلٰی اللہ و الرّسول و الٰی اولوالامر  
مِنكُمْ کہیں نہیں ملے گی۔ لفظ اِنِ اولوالامر مِنكُمْ یہاں شیخ صاحب کا اضافہ  
ہے۔ وہ بھی اتنی قابلیت سے کہ الٰی کے مدخول اولو کو واؤ کے ساتھ۔

تف ہے دیوبند یو! تم پر کہ ایسے جاہل ذاہل کو اپنا شیخ بنا رکھا ہے جسے یہ  
بھی معلوم نہیں کہ اولو کا اعراب کیا ہے۔

خیر یہ تو کاتب کے سر جانے گا۔ مگر اب آنجنابی شیخ صاحب کے جتنے اس جہا  
اذناب و اتباع میں سب یا تو قرآن میں یہ آیت دکھائیں یا وہی سب و ستم جو  
اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر شہر شہر، نگر نگر، ڈگر ڈگر کرتے پھرتے ہو اپنے متبوع،  
ذنوب شیخ جی پر کرو تو جانیں۔ کہ بڑے قرآن کے محافظ اور ٹھیکیدار ہو۔

یہاں ایسا بھی نہیں کہ کسی سائل نے حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کیا  
ہو اور عدم توجہ کی بنا پر ذہن اس طرف نہ گیا ہو۔ ایسا بھی نہیں کہ حضرت شیخ  
نے کسی سوال کے جواب میں زبانی ارشاد فرمایا ہو۔ اور ناقل نے جو سنا وہ  
یا اونچا سننے کی بنا پر غلط لکھ لیا۔

ایسا بھی نہیں کہ کاتب کی غفلت یا شرارت کا نتیجہ کہا جاسکے۔ یہاں  
متعین ہے کہ حضرت شیخ صاحب نے بالقصد و الارادہ بہ نفس نفیس اپنے قلم  
فیض رقم سے اسے مستزاد فرمایا ہے اس لئے کہ یہی مستزاد مدار استدلال ہے۔  
اور اگر یہ مستزاد نہ ہو تو حضرت شیخ کی ساری تحقیق بلیا میٹ ہو جائے۔  
اباں جہانی شیخ صاحب کے اس جہانی اتباع و اذناب بولیں۔ آپ لوگوں کے  
شیخ جی نے یہ جو بالقصد و الارادہ قرآن کریم میں اضافہ کیا ہے یعنی والی اولو  
الامر منکم کا، یہ تحریف قرآن ہے کہ نہیں؟ نہیں تو کیوں؟ ہے تو آپ

لوگوں کے یہ شیخ صاحب تحریف قرآن کر کے کافر مرتد ہوئے کہ نہیں؟  
 اور تمام دیوبندی اہلس اپنا امام پیشوا مان کر کافر مرتد ہوئے کہ نہیں؟  
 آنجنابی شیخ صاحب کی اس تحریف قرآن پر برسہا برس غیر مقلدین نے  
 متنبہ کیا۔ اور دیوبندی کے ماہنامہ رسالہ ”تجلی“ نے بڑے شد و مد کے ساتھ اس  
 پر ریمارک لکھا۔ مگر اب تک ایضاح الادلہ میں تصحیح نہ ہو سکی۔ وہی محرف آیت  
 اب بھی چھپ رہی ہے۔

بولو اس تحریف پر مطلع ہونے کے بعد دیوبندیوں نے نہ تصحیح کی اور  
 نہ اشاعت بند کی۔ ایضاح الادلہ کے یہ ناشرین طابعین تحریف قرآن پر آمنی  
 ہو کر بلکہ اس کی اشاعت میں مدد و معاون ہو کر کافر مرتد ہوئے کہ نہیں۔

## ایک اور دیوبندی ہورگ کی تحریف قرآن

تذکیر الانوان کے ص ۶ پر سورہ روم کی یہ آیت کریمہ وَلَا تَكُونُوا مِنَ  
 الْمُشْرِكِينَ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا کی نقل میں دو  
 تحریفیں کی ہیں۔

(۱) ایک من المشرکین کو غائب کر دیا ہے۔

(۲) دوسرے من اللذین کو اللذین لکھا ہے۔ ”من“ کو کاف سے

بدل دیا ہے۔ یہاں بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ کاتب کی غلطی ہے یہاں بھی  
 متعین ہے کہ یہ مصنف کی غلطی ہے۔

اس پر ترجمہ شاہد ہے۔

دیوبندی مفتی بولیں اپنے ان قبلہ کے لئے کیا ارشاد ہے یہ تحریف  
 قرآن کر کے کافر مرتد ہوئے کہ نہیں؟

قاضی و محتسب و رند ہمہ ستاں اند

قصہ ماست کہ در کوچہ و بازار ماند

## قول فیصل

قرآن کریم کی قرأت یا کتابت میں بلا قصد و ارادہ لغزش یا غلط قرأت یا تلاوت کی عدم توجہ کی بنا پر تصحیح نہ کرنی، تحریف قرآن تو کیا معمولی گناہ بھی نہیں جس پر تمام امت کا اتفاق ہے اور اس قسم کی لغزش بہت سے اکابر کی کتابوں میں آج تک موجود ہے۔

(۱) \_\_\_\_\_ حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کے تبحر علمی سے کون انکار کر سکتا ہے مگر ان کی مشہور و معروف کتاب مختصر المعانی نیز مطول میں آیت کریمہ ”ورفع بعضهم درجات“ یوں تحریر ہے و رفع بعضهم فوق بعض درجات :- مختصر مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ ص ۸۸ مطول مطبوعہ مجتہبی ص ۸۲ اور حدیث ہے کہ تمام محشین حتیٰ کہ دسویں تک خاموش کیا کسی میں یہ جرات ہے کہ وہ کہے حضرت علامہ سعد الدین اور مختصر و مطول کے محشین نے تحریف قرآن کی۔

(۲) \_\_\_\_\_ حضرت ملا عبد الرحمن جامی قدس سرہ السامی کی جلالت علم سے کون انکار کر سکتا ہے مگر ان سے بھی آیت کریمہ :- **إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارًا فَنُفِقُوا قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُمْ مِّنْ أَحَدٍ مِّنْهُم مِّلٌ ۚ وَأَلْأَرْضُ ذَهَبًا تُنْقَلُ فِيهَا يَسَاحٌ ۚ** ہو گیا ہے کہ :-

”من احد هم ملء الارض ذہبا کی جگہ تو تبہم ہو گیا مگر آج تک کسی نے ان حضرات کو نہ محرف قرآن کہا اور نہ اس لغزش پر لعن طعن کیا۔ یہ دیوبندیوں ہی کی اختراع ہے کہ بلا قصد و ارادہ قرآن مجید کی تلاوت و کتابت میں غلطی ہو جانے پر نہ صرف قرأت و کتابت ہی میں غلطی ہو جانے پر یا غلط تلاوت سن کر یا غلط لکھی ہوئی آیت کی بوجہ عدم توجہ تصحیح نہ کرنے پر تحریف قرآن کا مجرم گردانتے ہیں۔

مگر اب دیکھنا ہے کہ اپنے حکیم الاسلام قاری طیب صاحب اور اپنے شیخ محمود الحسن صاحب اور اپنے تیسرے قبلہ مولوی سلطان حسن صاحب اور قاری صاحب کے نفس بنا طقہ ارشاد مبلغ دیوبند کا دامن داغدار دیکھ کر دیوبندی دارالافتار کیا فتویٰ دیتا ہے۔

ناخن نہ دے خدا تجھے اے بچہ جنوں  
دے گا تمام عقل کے بچے ادھیڑ تو

## تلبیس نمبر ۸

اس نمبر میں قاری صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ چونکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے خود اس کا اقرار کیا ہے کہ۔  
”قرآن کریم میں کسی بات کا اثبات کیا گیا ہو اس کی نفی کر دی جائے اور کسی چیز کی نفی ہو اس کا اثبات، تو وہ کافر ہے۔“

اور چونکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے رسولوں کی شہادت کا انکار کیا ہے جو قرآن کا انکار ہے۔ اس لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ بقول خود کافر ہو گئے۔ اس پر قاری صاحب نے بڑے غرور کے ساتھ یہ شعر پڑھا ہے۔

ابکھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صفتا آگیا

مگر قاری صاحب کو کیا معلوم تھا کہ ان کے غرور کی بنیاد ہی کج ہے۔

ابھی ابھی میں دلائل قاہرہ سے ثابت کر آیا کہ ان آیات میں رسولوں کی شہادت کا ذکر نہیں۔ البتہ انبیاء کرام کی شہادت مذکور ہے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ انبیاء کرام کی شہادت کے قائل ہیں۔ اس لئے یہ کہنا کہ رسول کوئی شہید نہ ہوا۔ ان آیات کا انکار نہیں۔ اور آیات کا انکار نہیں تو کفر بھی نہیں۔ اب قاری صاحب کو اپنے فریب نفس میں مبتلا ہو کر غرور کرنے کی سزا



میں ماتم کرنا چاہئے اور اس کی تان پر یہ شعر پڑھتے رہنا چاہئے۔

ہر چند ہو مشاہدہ حق کی بات حیت  
بنتی نہیں ہے خلق کو دھوکا دینے بغیر

## تلبیس نمبر ۹

اس تلبیس کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

”رضا خوانی جماعت کے سب سے بڑے یعنی اعلیٰ حضرت بریلوی  
ہی تو بین صدیقہ کے مرتکب ہیں ان کے رشحات فکر کا نتیجہ ہے کتاب  
کا تاریخی نام ”خدا بق بخشش“ ہے اس کے صفحہ ۳۷ پر حضرت عائشہ  
کی شان میں جو گستاخانہ الفاظ درج کئے گئے ہیں ان کا لکھنا تو درکنار  
پڑھنا بھی دشوار معلوم ہوتا ہے“

اس کے بعد وہ بین اشعار نقل کئے ہیں جو گیارہ مشرکہ عورتوں کے بارے  
میں ہیں جن کا تذکرہ اس حدیث صحیح میں ہے۔ جو خود امام المؤمنین حضرت صدیق  
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اور عامہ کتب حدیث حتیٰ کہ صحیحین میں مذکور  
ہے یہ اشعار حقیقت میں حدیث میں وارد لفظ طارکسار ہا کا قریب قریب  
ترجمہ ہے۔

ان اشعار کی بنا پر ہتم دیو بند کا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو نشانہ سب و  
شتم بنانا اسی فطرت کا نتیجہ ہے جو دیوبندی عوام و خواص کی ہے۔  
اگرچہ ان اشعار سے متعلق بار بار تحریری و تقریری مکمل صفائی دی جا چکی ہے  
مگر بد باطنی کا برا ہو کہ دیوبندی اب تک خاموش نہیں ہوئے۔ ان توجیہات  
کا خلاصہ ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ انصاف پسند حضرات کو  
اطمینان ہو جائے۔ تفصیل کے لئے فیصلہ مقدمہ شرعیہ اور دارالافتار دہلی کا  
قرآنی فیصلہ کا مطالعہ کریں۔

## یہ تینوں اشعار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے نہیں

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہرات و صحابہ کرام و علمائے اہل بیت کے ساتھ جو عشق ہے اور ان حضرات کی جو عظمت و عقیدت اور ادب اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے دل میں ہے اس سے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ورع و احتیاط سے جو لوگ واقف ہیں وہ اس پر متفق ہیں کہ یہ اشعار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے نہیں۔

جبر امت امام ملت فقیہ النفس سیدی و سندی حضرت مولانا الحاج شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب مفتی اعظم ہند شاہزادہ اعلیٰ حضرت مدظلہ سے زیادہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے کلام کو جاننے والا پہچاننے والا پیر کھنے والا دوسرا کون ہو سکتا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

” میں نے برابر کہا کہ یہ اشعار اعلیٰ حضرت کے نہیں کہے جاسکتے

منقبت حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں تو بالقطع و یقین یہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے شعر نہیں تشبیب میں بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو جس نے دیکھا ہے وہ ان اشعار کو اعلیٰ حضرت کے اشعار خیال بھی نہیں کر سکتا یہ تینوں شعر کسی اور کے اس مجموعہ میں درج ہو گئے ہوں گے“

(فیصلہ قرآنیہ ص ۱۱)

حضرت العلامة مولانا الحاج حافظ قاری مفتی مظہر اللہ خطیب مسجد فتحپوری مفتی اعظم دہلی فرماتے ہیں۔

” بلکہ مجھ کو مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ کے یہ اشعار ہی نہیں معلوم ہوتے خدا جانے اس میں کس کی اور کیا سازش ہے۔ میرے ساتھ بھی کئی مرتبہ ایسی چالیں چلی گئی ہیں“

(ایضاً ص ۹)

یہی رائے حضرت موصوف کے صاحبزادگان مولانا مفتی مشرف احمد اور

”مجھے حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کچھ کلام جواب تک چھپا نہیں ہے بڑی کوشش اور جانفشانی سے بریلی شریف و سرکار مارہرہ مطہرہ پیلی بھیت و رام پور وغیرہ وغیرہ مختلف مقامات کے دستیاب ہوا جو آج برادران اہل سنت کی خدمت میں عداًت بخشش حصہ سوم کی شکل و صورت میں پیش کر رہا ہوں“

(۳) مرتبے تفصیل نہیں بتائی کہ ان مختلف مقامات سے انھیں یہ کلام کن افراد کے ذریعہ اور کس کیفیت اور کس حال میں ملا۔

(۴) ۱۳۲۲ھ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے دونوں شہزاد

حضرت حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم ہند اور اجلہ خلفاء و تلامذہ مثلاً حضرت صدر الشریعہ و حضرت عید الاسلام و حضرت صدر الافاضل و حضرت ملک العلام و حضرت برہان ملت و حضرت مولانا حسنین رضا خان صاحب سبھی بقید حیات تھے ان میں سے کسی کو اس کی کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ انھیں دکھایا جانا یا ان سے استصواب کرنا تو علیحدہ بات ہے۔

چنانچہ حضرت مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القادسیہ بڑی حسرت سے اس فروگزاشت کا تذکرہ فرماتے ہیں۔

”برسہا برس کے بعد اب جب مولانا مولوی محبوب علی

صاحب نے اسے پنجاب میں چھپوایا تو خبر ملی کہ یونہی بے ترتیب چھاپ دیا اور یہ بھی کہا گیا کہ بعض کلام اعلیٰ حضرت کا معلوم نہیں ہوتا مولانا یا وہ شخص جس نے اس مجموعے میں وہ قصیدہ درج کیا اس کلام کو بھی اعلیٰ حضرت کا سمجھا اس لئے مجھے ناگوار بھی ہوا کہ یونہی اور ہم لوگوں میں سے کسی کو بے دکھانے چھاپ دیا۔ بارہا لوگوں کے سامنے میں نے اس پر اظہار ناراضگی کیا۔

(فیصلہ مقدمہ شرعیہ قرآنید ص ۱۱)

(۵) اب ہر ذی عقل منصف کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ کلام

جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے محفوظ کتب خانہ سے نہیں اعلیٰ حضرت  
 قدس سرہ کے معتمدین کے ذریعہ نہیں بلکہ نامعلوم مجہول افراد کے ذریعہ  
 مرتب تک پہنچا اس کے بارے میں تغیر و تبدل الحاق و ازاد سے  
 مامون ہونے کی یکساں گارنٹی ہے جیسا کہ ابھی حضرت مفتی اعظم ہند و امت  
 بزرگاتہم القدسیہ کا ریشاد گزرا کہ۔

بعض کلام اعلیٰ حضرت کا نہیں معلوم ہوتا۔

خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ مخالفین رام پور ہی کے ایک وسیع کار  
 کے ذریعہ قتاوی رضویہ کے قلمی بیاض میں اضافہ کر چکے ہیں جس کی تفصیل  
 میں آتی ہے اس لئے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اشعار اعلیٰ حضرت قدس سرہ  
 کے نہیں وہ اپنے اس قول میں حق بجانب ہیں اور جب یہی متیقن نہیں کہ یہ  
 اشعار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ہیں تو ان اشعار کی بنا پر اعلیٰ حضرت قدس  
 سرہ کو نشانہ سب و شتم بنانا دیانت نہیں خجاست ہے۔ علمائے تو یہاں تک  
 تصریح کی ہے کہ کسی مسلمان کی جانب بلا ثبوت کسی کبیرہ کی نسبت جائز نہیں۔  
 چہ جائیکہ ایسے سنگین از رکاب کی۔

اب یہاں ایک سوال یہ باقی رہتا ہے کہ جب یہ متیقن نہیں کہ یہ اشعار  
 اعلیٰ حضرت قدس سرہ ہی کے ہیں۔ تو پھر اسے حضرت غازی ملت رحمۃ اللہ  
 تعالیٰ علیہ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مجموعہ کلام میں داخل کیوں فرمایا۔  
 اس کا جواب یہ ہے کہ اکابر محدثین سے یہ فرو گذاشت ہو گئی ہے  
 کہ وضع پر مطلع نہ ہونے کی بنا پر رواۃ پر اعتماد کر کے۔ انھوں نے اپنی تصنیفات  
 میں موضوع احادیث درج فرمادی ہیں کیا وضع کا علم نہ ہونے کی بنا پر ان کا  
 موضوع احادیث کا اپنی تصنیفات میں درج کرنا ان کے ناسق و کفر کا موجب ہے؟  
 اگر نہیں اور ہرگز نہیں۔ تو حضرت غازی ملت کا بھی ان اشعار کو اعلیٰ حضرت  
 قدس سرہ کے مجموعہ کلام میں درج کرنا ان لوگوں پر اعتماد کر کے جن کے ذریعہ

یہ ان کو ملے۔ کسی سب و شتم کا موجب نہیں۔

## یہ اشعار حضرت ام المومنین کے بارے میں نہیں

قاری طیب اور ان کی برادری کا یہ الزام کہ یہ اشعار حضرت ام المومنین کے بارے میں ہیں۔ سراسر فریب و دجل ہے۔

قطع نظر اس کے کہ یہ غلط ترتیب سے چھپے ہیں جس ترتیب سے چھپے ہیں وہی اس پر نص قاطع ہے کہ یہ ام المومنین کے بارے میں نہیں ہیں۔

ان تینوں اشعار کے اوپر جلی قلم سے لکھا ہوا ہے ”علحدہ“ یہ اسی لئے لکھا گیا تھا کہ ہر آنکھ والا اسے دیکھ کر یہ سمجھ لے کہ اس کے بعد والے اشعار کا تعلق اوپر والے اشعار سے بالکل نہیں۔ اوپر والے اشعار حضرت ام المومنین کے مدح میں ہیں اور یہ اس سے علحدہ تو ثابت ہو گیا کہ یہ اشعار ام المومنین کی مدح میں نہیں۔ مگر نابینائی خواہ ظاہری خواہ باطنی انسان کو ٹھوکرا گا ہی دیتی ہے۔

## حضرت غازی ملت کا تو بیسی بیگان اور تو بہ

ان اشعار کے بارے میں حضرت مرتب غازی ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنا بارہا توضیحی بیان اور اپنی غفلت پر تو بہ کا اعلان کر چکے ہیں جو اخبار انقلاب بابت۔ اگست ۱۹۵۵ء اخبار الوارث بابت۔ جولائی ۱۹۵۶ء اور سال ماہنامہ سنی لکھنؤ بابت ۲۴ جولائی ۱۹۵۶ء اور پوسٹر میں بار بار شائع ہو چکا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس قصیدہ کے سات اشعار ان گیارہ مشرکہ عورتوں کے بارے میں ہیں۔ جن کا تذکرہ بخاری مسلم ترمذی نسائی شریف وغیرہ کتب احادیث میں موجود ہے یہ تین اشعار بھی انھیں سات اشعار میں سے تھے۔ یہ اشعار درحقیقت حدیث میں وارد کلمہ ملا کسار جحا کا قریب قریب ترجمہ ہیں۔ یہ سات اشعار ابتداء کے تھے مگر ناقل کاتب

کی غلطی سے یہ تین اشعار وسط میں اور کچھ اشعار اخیر میں آگئے اور فساد پرست عناصر کو یہ شور مچانے کا موقع مل گیا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان اقدس میں ایسے اشعار لکھ دیئے گئے۔

چونکہ حدائق بخشش حصہ سوم کی پوری ذمہ داری مرتب رحمتہ اللہ علیہ کے سر ہے۔ مرتب کو لازم تھا کہ وہ کاپی کی پوری تصحیح کرتے مگر وہ دیگر اپنی مصروفیات کی وجہ سے نقل و کتابت کے بعد تصحیح نہ کر سکے۔ اس لئے انھوں نے اپنی اس غفلت و فرو گذاشت پر توبہ کی اور اس کا اعلان بھی فرما دیا۔ اس توضیح اور توبہ کے بعد مرتب پر بھی کوئی الزام باقی نہ رہا۔

حدیث میں وارد ہے۔

رفع عن امتی الخطاء والنسيان . . . میری امت سے بھول چوک معاف ہے

قرآن کریم میں فرمایا گیا۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ . . . اللہ عزوجل توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے

اب ان اشعار کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا قرار دے کر اور اسے حضرت ام المومنین کی شان میں مان کر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو حضرت عائشہ صدیقہ کی توبہ کا مرتکب قرار دینا دیوبندیوں کی شرپسندی اشاعت فاحشہ کی دلیل ترین اور شرمناک ترین حرکت ہے۔ آج وہ جو چاہیں کر لیں۔ مگر کل کے لئے سن لیں۔

إِنَّ السَّادِّينَ يُحْتَوْنَ أَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ  
فِي السَّادِّينَ أَمْوَالُهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ  
فِي السَّادِّينَ وَالْآخِرَةِ . . . وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کا چرچا ہو۔ ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

## ایک اور الجھن کا ازالہ

بعض ذہنوں میں یہ بات ضرور کھٹکے گی کہ مشرکہ عورتوں ہی کے بارے

میں یہ تین اشعار حضرت غازی ملت نے شائع کیوں کیا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ذہبی کسی کے تھے ان کی اشاعت کسی طرح مناسب نہیں۔ ایسے اذہان کی کھٹک دور کرنے کیلئے یوسف زینجا کے چند اشعار ہدیہ ناظرین ہیں جو حضرت زینجا کے بارے میں ہیں۔

دوپستان ہر کیے چوں قبہ نور      جبا بے خواستہ از عین کا نور  
دونار تازہ بر رستہ زیک شاخ      کف امیدشان نا کردہ گستاخ  
سربیش کوہ اماسیم سادہ      چو کوہے کز کمر زیوا و فتادہ  
اور حضرت امیر خسرو کی بہشت بہشت کے دو شعر سن لیں۔

برچونارچ نوبشاخ درخت      سخت رستہ ز صحبت دل سخت  
رگ صافی بروں ز لطف بدن      نیمچورشتہ درون در عدن  
ان سے قطع نظر قرآن کریم کی ان آیات کا ترجمہ دیکھ لیں سارا خلیجان دور ہو جائے گا۔

حُورٌ عِينٌ كَمَا لِ اللُّوْءِ الْمَكْنُونِ - كَوَاعِبٌ اَتْرَابًا - اِنَّا  
اَنْشَاْنَا هُنَّ اِنْشَاءً فَجَعَلْنَا هُنَّ اَبْكَارًا عَرُبًا اَشْرَابًا  
تھانوی صاحب کی ام المومنین کی شان میں گستاخی

قاری صاحب یہ اشعار تو ام المومنین سے متعلق نہیں مگر ام المومنین کی اہمیت کے شوق کی تسکین کے لئے ام المومنین کی شان میں فرض کر کے آپ اور آپ کے نوکر دن رات ڈھنڈھوڑا پیٹ رہے ہیں مگر آپ اپنے مرشد ثانی تھانوی صاحب کی اس جرات کا کیا عذر تلاش کریں گے کہ وہ اپنے اہواری الاداد بابت صفر ۳۵ھ میں لکھتے ہیں۔

”ایک ذاکر صالح کو مشکوف ہوا کہ احقر (تھانوی) کے گھر حضرت عائشہ آنے والی ہیں۔ انھوں نے مجھ سے کہا مرادہن

معا اسی زنی کسن جو رو کی طرف منتقل ہوا۔ اس مناسبت سے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا تھا حضور کا سن شریف پچاس سے زیادہ تھا۔ اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں وہی قصہ یہاں ہے۔

انتہائی گیا گذر انسان حتیٰ کہ ٹھنکی چار بھی اپنے گھر ماں کے آنے کی خبر سن کر یہ خیال نہ کرے گا کہ کوئی نئی نویلی کم سن جو رو ہاتھ آئے گی وہ بھی کون ماں، وہ ماں جن کی خاک پیا پر کر وڑوں مائیں قربان۔ وہ ماں جن کے حریم میں جبریل امین بے ادب نہ آئیں۔ وہ ماں جن کے دامن عفت پر دھول اڑانے والوں کے لئے وحی ربانی تازیانے لے کے آئے۔ وہ ماں جن کے تقدس و تطہیر کا شاہد رب العالمین ہے۔

مگر تھا نوی جی کی ہو سننا کی کا گلہ کس سے کیا جائے کہ جس طرح ساون کے اندھے کو ہر جگہ ہریالی نظر آتی ہے انھیں بڑھاپے میں ہر جگہ نئی نویلی دلہن کسن جو رو ہی دکھائی دیتی ہے اور کیوں نہ دکھائی دے۔

پھر کتاب ہے چراغ سحر جب خاموش ہوتا ہے  
مگر قاری صاحب آپ کیوں خاموش ہیں۔ بولنے اپنے مرشد ثانی کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟

کیوں نہیں بولتے صنجد کے طیور  
کیا شفق نے کھلا دیئے سینڈر

دیوبندیوں کے امام کا کوڑی صاحب کی

شیر خدا کی شان میں گستاخی

ایڈیٹر البخام الخوارج جناب کا کوڑی صاحب امیر المؤمنین حضرت شیر خدا کے بارے میں لکھتے ہیں۔



”جناب امیر کی مجلس میں علانیہ فسق ہوتا تھا۔ اور آپ اس کو مطلقاً روارکتے تھے، روکنا اور منع کرنا تو درکنار آپ اس کو بیان کرنا فخر خیال فرماتے تھے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر ان باتوں کو بہت ذوق شوق سے دیکھتے تھے۔ ورنہ یہ کیوں کر فرماتے کہ وہ عورتیں بلند چھاتیوں والی ہیں یا پست سینوں والی۔ اسی جملہ کا کسی شاعر نے شعروں میں کیا خوب ترجمہ کیا ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

جیا و شرم کا پردہ اٹھایا شرم گمنوں نے      سر مجلس نقابیں کھولیں پردہ نشینوں نے  
کیا عہد اطاعت نور سیدہ نازنینوں نے      ملے ہاتھ ابھری چھاتیوں والی حسینوں نے  
جو شرماتے تھے گھر میں مجلسوں میں بے نقاب آئے  
جو گھونٹات میں کرتے تھے دن میں بے نقاب آئے

افسوس جناب امیر نے خلافت کی طمع میں ان ناگوار اور خلاف شرع باتوں کا کچھ بھی خیال نہ آیا اور علانیہ ظلم فسق ہوتے دیکھ کر فخر یہ اپنے کلام معجز نظام میں درج فرمایا۔ جس خلافت کی ابتداء ان امور منہیہ سے ہو اس کے عواقب کا حال ظاہر ہے۔“

(انجم خلافت نمبر ۱ بت ۲۱ اپریل ۱۹۳۲ء ص ۲۱)

العیاذ باللہ الغیاث باللہ یہ یہودگی یہ گندہ الزام کس عظیم المرتبت ذات گہمی کے شان میں جن کے بارے میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
اماترضی ان تكون بمنزلة هارون من موسى جن کے لئے ارشاد ہوا۔  
من كنت مولاة فعلى مولاة۔ امام الاولیاء رب العالمین یعسوب المسلمین  
امیر المومنین خلیفۃ رحمة للعالمین اسد اللہ صہر رسول اللہ۔  
کی شان میں اور اس پر دعویٰ سنیت نہ صرف سنیت بلکہ سنینوں کی امامت کا۔ اگر یہی سنیت ہے تو خارجیت کس کا نام ہے یہ کون بتائے۔  
وہ شہادت کہ دھوم تھی حضرت کے زہد کی      میں کیا باتوں رات مجھے کس کے گھر لے

قاری صاحب آپ کو اس کی کاہے کو خبر ہوگی اور اگر خبر ہوگی تو اس سے کیا۔ حضرت شیر خدا کی توہین تو آپ کے دل کا چین آنکھوں کا نور ہے اور کیوں نہ ہو۔ آپ کے مذہب کی بنیاد ہی محبوب بارگاہ کی اہانت پر ہے۔ آخر آپ کے امام نے آپ لوگوں کے عین ایمان تقویۃ الایمان میں لکھ ہی دیا ہے۔

”ہر مخلوق خواہ چھوٹی ہو، خواہ بڑی اللہ کی شان کے آگے چار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۱۱)“

تمام اولیاء انبیاء اس کے آگے ذرہ ناچیز سے بھی کمترین اللہ ہی کو مان اوروں کو مت مان اوروں کو ماننا جط ہے جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔“

پھر آپ سے اس کی کیا شکایت کہ حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں وہ سب لکھ دیا مگر ایسے گندے گھنوں نے عقیدے رکھتے ہوئے آپ کو حق کیا ہے کہ دوسروں پر اعتراض کریں وہ بھی محض فرضی جعلی بنیاد پر۔

## تلبیس مکر ابلیس

### بادشمالی کی ناشرمانی

زر قانی علی المواہب، تہ حلیۃ مدارج النبوة وغیرہ میں غزوہ احزاب کے اختتام کا یہ واقعہ مذکور ہے بہ نظر اختصار صرف مدارج کی عبارت پیش ہے۔

ابن مردویہ در تفسیر خویش از ابن عباس رضی اللہ عنہما نکتہ غریب آوردہ و لیستہ الاحزاب باد صبا، باد شمال کہ گفتہ بیاتار ویم و رسول خدا را یاری دبیم ابن مردویہ اپنی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک عجیب نکتہ نقل کرتے ہیں کہ لیلۃ الاحزاب میں باد صبا نے باد شمال سے کہا چلو رسول خدا کی مدد

باد شمال در جواب گفت ان  
الحرة لا تسير بالليل زن اعمیل آزاد  
سیر نمی کند در شب، حق تعالی بر شمالی  
غضب کرد و او را عقیقہم گردا بند۔ اور اسے با بچھ کر دیا۔

(جلد دوم صفحہ ۲۳)

سورہ احزاب میں مذکور ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا  
وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا  
ہم نے کافروں پر ہوا اور ایسا شکر  
بھیجا جو تمہیں نظر نہ آیا۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ہم نے کافروں پر ہوائی بھیجی۔ اور حدیث میں ہے  
کہ پروائی نے شمالی سے کہا۔ چلو رسول خدا کی مدد کریں ان دونوں میں تطبیق کی  
یہی صورت ہے کہ حکم ربانی شمالی کو بھی ہوا مگر بذریعہ باد صبا، یعنی اللہ عزوجل  
نے باد صبا کو حکم دیا کہ تم اور شمالی دونوں جاؤ اور میرے جیب کی مدد کرو۔  
شمالی نے ستر بانی کی۔ مورد غضب ہو کر سزا یاب ہوئی۔

اگر یہ فرض کیا جائے کہ باد شمالی کو حکم ربانی نہیں ہوا تھا تو اسے مورد  
غضب ٹھہرانے اور سزا دینے کی وجہ کیا تھی؟

توضیح مزید کے لئے یوں لیجئے۔ یہاں احتمالات تین ہیں۔

اول۔ حکم ربانی دونوں میں کسی کو نہیں تھا۔ باد صبا اپنی  
خوشی سے گئی تھی تو فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا فرمانا غلط ہوا۔

دوم۔ حکم ربانی صرف پروائی کو تھا اس نے اپنی طرف سے شمالی  
سے کہا۔ تو شمالی پر غضب اور اس کو سزا بے تصور ہوئی اور یہ ظلم ہوا۔

سوم۔ حکم دونوں کو تھا ایک کو براہ راست دوسرے کو بذریعہ  
باد صبا، باد صبا نے تعمیل حکم کی اور سرخرو ہوئی۔ شمالی نے نافرمانی کی  
سزا یاب ہوئی۔ یہی ہمارا مدعا ہے۔

مولانا مفتی محمد احمد صاحبان کی بھی ہے۔ اور مولانا مفتی زاہد القادری صاحب سابق مفتی آستانہ بھی اس سے متفق ہیں تفصیل کے لئے دیکھئے دارالافتاء دہلی کا قرآنی فیصلہ۔

حد تو یہ ہے کہ جب بمبئی میں یہ فتنہ اٹھا تو فتنہ پروروں کا ایک وفد سر ابو الکلام آزاد کے پاس گیا۔ اور یہ قصہ پیش کیا۔ انھوں نے جب سنا کہا۔

”مولانا احمد رضا خان ایک سچے عاشق رسول گزرے ہیں میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ ان سے تو ہین نبوت ہو!“

حضرت مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ کے لئے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے والد ماجد قدس سرہ کی حمایت میں اذکار کر رہے ہیں لیکن حضرت مولانا مفتی محمد مظہر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے صاحبزادگان و مولانا مفتی زاہد القادری کے بارے میں تو اس بدگمانی کا کوئی موقع ہی نہیں یہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے نہ مرید ہیں نہ تلمیذ، ان کی اس بارے میں رائے ہر قسم کے دباؤ اور حمایت بیجا سے بری ہے۔ اور سر ابو الکلام آزاد تو ایک طرح اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے کدورت بھی رکھتے تھے مگر اس مسئلہ میں ان کے منہ سے بھی کلمہ حق ہی نکلنا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مسلم ان اشعار کے تلوٹ سے پاک ہے۔

ناظرین اپنی مزید تفسی کے لئے مندرجہ ذیل باتوں پر غور کریں۔

(۱) ————— عدائق بخشش کے دو حصے ۱۳۲۵ھ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی حیات مبارکہ میں چھپے اور یہ تیسرا حصہ ۲۴ سال بعد ۱۳۴۲ھ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے وصال کے دو سال بعد مرتب ہوا۔ اور غالباً ۱۳۶۶ھ میں پہلی بار طبع ہوا۔

(۲) ————— مرتب رحمۃ اللہ علیہ کو اس تیسرے حصے میں مندرج کلام کیسے ملا۔ اس کے بارے میں وہ خود فرماتے ہیں۔

اسی واقعہ کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے المملفوظ حصہ چہارم ص ۱۷ پر بیان فرمایا ہے کہ :-

”جب مجمع ہوا کفار کا، مدینہ طیبہ پر کہ اسلام کا قلع قمع کر دیں غزوہ احزاب کا واقعہ ہے۔ رب عزوجل نے مدد فرمانا چاہی اپنے حبیب کی۔ شمالی ہوا کو حکم ہوا۔ جا اور کافروں کو نیست و نابود کرے اس نے کہا الخلائل لا یخرجن باللیل بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں فاعقمھا تو اللہ نے اس کو بانجھ کر دیا۔ اسی وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برستا“

اس پر قاری صاحب کے تین اعتراض ہیں۔

اول:۔۔۔۔۔ یہ کہ خدا کا حکم شمالی ہوا پر نہیں چلا۔  
دوم:۔۔۔۔۔ یہ کہ یہ دعویٰ کہ شمالی ہوا سے پانی نہیں برستا کس مستند حدیث سے ماخوذ ہے۔

سوم:۔۔۔۔۔ یہ کہ واقعات بکثرت شاہد ہیں کہ ہندوستان کے طول و عرض میں شمالی ہوا سے پانی برستا ہے۔ یہ اعلیٰ حضرت کا پہاڑ سے بڑا جھوٹ ہے۔

پہلے اعتراض کے جواب میں گزارش ہے کہ یہ آپ کا سر اسر بہتان ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ لکھا ہے۔ یا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے کلام سے یہ بات بطور لزوم ہی سہی نکلتی ہے۔ کہ شمالی ہوا پر اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں چلا۔ جو واقعات اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بیان فرمائے ہیں۔ ان سے ظاہر یہ ہے کہ شمالی ہوا نے حکم خداوندی کی تعمیل نہیں کی تعمیل حکم نہ کرنے اور حکم نہ چلنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مگر قرآن کریم کی تحریف لفظی و معنوی کے پرانے مجرموں سے اس کی کیرا شکایت ”حکم نہ چلنا حاکم کے عجز کی دلیل ہے۔ اور کسی سرکش کا تعمیل حکم نہ کرنا اور تمرد و نافرمانی کی سزا پانا عجز کی

دلیل نہیں۔ بلکہ حاکم کے قادر ہونے کی دلیل ہے۔ یہاں دوسری صورت ہے پہلی نہیں، مگر یہ مہتمم دیوبند کی حکمت عملی ہے کہ جو بات اس قادر قیوم کی قدرت کا ملکہ ذوالبطش الشدید ہونے پر دلیل تھی۔ الفاظ کے ہیر پھیر سے اسے اس کے عجز کی دلیل بنا دیا۔ ناظرین غور کریں۔

۱۔ اللہ عزوجل نے ابلیس لعین کو حکم دیا کہ حضرت آدم کو سجدہ کر اس نے سجدہ نہیں کیا۔ یہ شیطان کی سرکشی و نافرمانی ہے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ شیطان نے نافرمانی کی۔ یہ تعبیر غلط ہے کہ شیطان پر اللہ کا حکم نہیں چلا۔

۲۔ اللہ عزوجل نے جن و انس کو حکم دیا کہ ایمان لاؤ۔ اکثر نے نافرمانی کی۔ اس کی صحیح تعبیر یہی ہے کہ اکثر نے نافرمانی کی۔ یہ تعبیر غلط ہے کہ اللہ عزوجل کا حکم نہیں چلا۔

۳۔ اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اوامر شرعیہ کی پابندی کرو۔ نواہی سے بچو۔ اکثر نے نافرمانی کی اس کی صحیح تعبیر یہی ہے کہ اکثر نے نافرمانی کی۔ یہ تعبیر غلط ہے کہ اللہ عزوجل کا حکم نہیں چلا۔ اسی طرح بادشہال کو اللہ عزوجل کا حکم ہوا کہ کافروں کو نیست و نابود کر اس نے نافرمانی کی۔ اس کی بھی صحیح تعبیر یہی ہے کہ اس نے تعمیل حکم نہیں کی نافرمانی کی۔ اس کو بدل کر یوں کہنا کہ اس سے یہ لازم آیا کہ اللہ عزوجل کا حکم بادشہال پر نہیں چلا۔ دنیا نے صحافت کا بدترین جرم ہے۔

## مہتمم دیوبند کا اللہ عزوجل کو عاجز ماننا

مہتمم صاحب اگر کسی نافرمان سرکش کے حکم خداوندی نہ ماننے کا یہ مطلب ہے کہ اس پر اللہ عزوجل کا حکم نہیں چلا جو یقیناً اللہ عزوجل کے عاجز ہونے کے مرادف ہے۔ تو لازم ہے کہ جب شیطان نے حکم ربانی کے باوجود حضرت

آدم کو سجدہ نہیں کیا تو یہ اللہ عزوجل کا عجز ہوا۔ اکثر جن وانس نے حکم الہی کے باوجود ایمان قبول نہیں کیا۔ تو ہر ہر کافر کی تعداد کے برابر اللہ عزوجل کا عجز ہوا۔ اگر مسلمانوں نے حکم خداوندی کے باوجود اوامر کی پابندی نہیں کی تو اہی سے اجتناب نہیں کیا تو عاصیوں کی گنتی کے برابر اللہ عزوجل کا عجز ہوا۔ بلکہ نظر دنیوی سے دیکھتے تو اللہ عزوجل کے عجز کی گنتی مجال غادی ہوگی۔ جتنے ایمان کے افراد ہیں ان افراد میں جس کو ایک کافر نے نہیں مانا اتنے عدد صرف ایک کافر سے متعلق عجز ہوا۔ مثلاً فرعون نے خدا کو نہیں مانا۔ یہ ایک ہوا۔ اپنے کو خدا کہلایا یہ دو ہوا۔ حضرت موسیٰ کو رسول نہیں مانا۔ یہ تین ہوا۔ تو رات کو خدا کی کتاب نہیں مانا یہ چار ہوا۔ فرشتوں کو نہیں مانا۔ فرشتوں کی تعداد کے برابر الگ الگ عجز ہوا۔

بولئے مہتم صاحب آپ کی تشریح پر خدا کے عجز کی کوئی گنتی ہو سکتی ہے؟ اور لطف یہ کہ اللہ عزوجل کا یہ عجز قرآن و احادیث سے ثابت ہوگا۔ بولئے پھر کیا آپ تیار ہیں کہ یہ مان لیں کہ اللہ عزوجل جبار قہار، قادر مہیوم نہیں؟ عاجز و در ماندہ ہے مگر آپ لوگوں سے کیا مستبعد۔ جب کہ آپ لوگ کاذب ان چکے۔ سچ ہے۔ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ

## حیوانات و نباتات میں بھی مادہ معصیت ہے

اس اشتہار میں تو قاری صاحب گول کر گئے۔ مگر بویا وغیرہ کے مناظروں میں ان کے مشہور و معروف ملازم مبلغ دیوبند ارشاد صاحب نے یہ کہا تھا کہ۔

اللہ عزوجل کی نافرمانی کا مادہ صرف جن وانس میں ہے ان کے علاوہ اور کسی مخلوق میں نہیں ہے۔

اس کا جو جواب وہاں مناظر اہلسنت علامہ ارشد القادری نے دیا

تھا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ اس اشتہار میں ان مردودات کو نہیں لیا گیا مگر اس کا امکان ہے کہ کھسیانی ٹی کھبانوچے کے مصداق کبھی پھر اسے اچھالا جائے اس لئے اس کا بھی قلع قمع کر دیا جانا ضروری ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس ارشاد میں یہی افادہ فرمایا ہے کہ مادہ معصیت حیوانات، نباتات، جمادات میں بھی ہے۔ دو سطر اوپر ہے۔

”ان (حیوانات و نباتات، جمادات) میں مادہ معصیت بھی ہے ان کے لائق جو سزا ہوتی ہے وہ ان کو دی جاتی ہے۔ اہل کشف فرماتے ہیں۔ تمام جانور تسبیح کرتے ہیں۔ جب تسبیح چھوڑ دیتے ہیں اسی وقت ان کو موت آتی ہے ہر پتہ پتہ تسبیح کرتا ہے جس وقت تسبیح سے غفلت کرتا ہے اسی وقت درخت سے جدا ہو کر گر پڑتا ہے اسکے بعد وہ عبارت ہے۔ جب مجمع ہو اکفار کا۔ الخ

بادشہالی کی نافرمانی اور سزایابی کا واقعہ اسی کے استشہاد میں بیان فرمایا ہے۔ مزید ثبوت پیش ہے۔

بخاری میں ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر  
بقتل الوزغ وقال وكان ينفع على  
ابراہیم علیہ السلام  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ  
کے قتل کا حکم دیا اور فرمایا وہ ابراہیم علیہ  
السلام پر پھونکتا تھا۔

حضرت شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعة اللمعات میں گرگٹ ہی کے بارے میں دوسری حدیث یہ ذکر فرمائی۔

اگر بیت المقدس سوز و زرع بفتح کند  
غالباً آتش نمرود اور چلتے ہوئے بیت المقدس پر پھونک مارنا دیوبندیوں کے  
نزدیک سب سے بڑی عبادت ہوگی ؟

ابن راہویہ نے اپنی مسند میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے



روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 ما صید صید ولا عضدت عضاءاً  
 ولا قطعت وشجیة الا بقلة التسبیح  
 جو جانور بھی شکار ہوتا ہے جو درخت کا ٹما  
 جاتا ہے وہ تسبیح کی کمی کی وجہ سے۔  
 (تاریخ الخلفاء اشرفی ص ۹۲)

امام احمد کتاب الزہد میں میمون بن مهران سے راوی ہیں کہ حضرت  
 صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک چوڑے بازو والا مردہ کو آ  
 لایا گیا اسے دیکھ کر فرمایا۔

ما صید من صید ولا عضت من شجرة  
 الا ضیعت من التسبیح  
 کوئی شکار نہیں کیا جاتا اور کوئی درخت  
 کا ٹما نہیں جاتا مگر جب کہ تسبیح ضائع  
 کرے۔  
 (ایضاً ص ۳۱ اشرفی بکڈ پو)

تفسیر مدارک میں زیر آیت کریمہ۔

وَانْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَلَنْ يَكُنْ لَكَ تَعْمَقُونَ تَسْبِيحَهُمْ  
 امام سدی سے مروی ہے۔

قال عليه السلام ما اصطيد حوت  
 في البحر ولا طائر يطير الا بما يضيح  
 من التسبيح الله تعالى (ص ۱۲۱ ج ۱)  
 حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سمندر  
 میں کوئی مچھلی اور کوئی پرندہ شکار نہیں  
 ہوتا مگر اس سبب سے کہ وہ تسبیح ضائع کرتا ہے  
 اگر حیوانات و نباتات میں مادہ معصیت نہیں تو وہ جس تسبیح کے مامور ہیں  
 کیوں ترک کر کے سزا پاتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز نے اپنی تفسیر پارہ عم میں ناقل۔

از حضرت ابن عباس و عبد اللہ بن عمر رضی اللہ  
 عنہم مرفوعاً و موقوفاً و آیت آمد است  
 کہ در روز فصل و قضا بعد از آنکہ جانور  
 باہم قصاص گرفتہ خواہند فرمود کہ  
 حضرت ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہم سے مرفوعاً اور موقوفاً و آیت  
 آتی ہے۔ روز جزا بعد اس کے کہ  
 جانور آپس میں قصاص لے چکیں گے

خاک شوید۔

حکم ہو گا کہ خاک ہو جاؤ۔

اگر جانوروں نے کوئی گناہ نہیں کیا تو قصاص کیسا اور اگر گناہ کیا تھا تو ان میں مادہ معصیت موجود۔ احادیث و تفاسیر سے یہ بات ثابت ہے کہ جن انس کے علاوہ حیوانات وغیرہ بھی اللہ عزوجل کی نافرمانی کرتے ہیں اور اسکی منرا بھگتے ہیں۔ مگر دیوبندیوں کا ان احادیث کے علی الرغم یہ عقیدہ ہے کہ حیوانات وغیرہ اللہ عزوجل کی نافرمانی کر ہی نہیں سکتے اس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ جن و انس کے علاوہ بقیہ تمام مخلوقات دیوبندیوں کے عقیدے کے مطابق معصوم ہیں۔

قاری صاحب آپ بتائیے اس خصوص میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اور بتائیے کیا اب بھی آپ میں یہ عقیدہ ہے کہ ان نافرمان حیوانات و نباتات کی نافرمانی پر یہ کہہ دل کہ ان پر اللہ عزوجل کا حکم نہیں چلا۔؟  
دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اوپر روایت گزری ویرا عقیم کرد اللہ نے اسے بانجھ کر دیا۔ بانجھ کر دیا کا مطلب یہی ہے کہ اس سے پانی نہیں پاتا۔

تیسرے اعتراض کے جواب میں سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عداوت میں دیوبندی اتنے اندھے بہرے ہیں کہ انھیں کچھ سوچھانی نہیں دیتا۔

اے عقل کے دشمنو! یہ واقعہ عرب شریف کا ہے۔ عربوں سے پوچھ لو وہاں باد شامانی سے کبھی پانی نہیں برستا۔ ہندوستان پر عرب کو قیاس کرنا وہ مجتہدانہ قابلیت ہے جس پر ان کے بھائی غیر مقلدین بھی جھوم اٹھے ہوں گے۔

## تلبیس نمبر ۱۱

مہتمم دیوبند نے اس نمبر میں اہلسنت کے سر یہ الزام رکھا ہے کہ

اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے کہ۔

”اعلیٰ حضرت بریلوی کا درجہ صحابہ کرام سے زیادہ تھا۔“  
اس کے ثبوت میں لکھتے ہیں کہ وصایا کے ص ۲۲ پر جناب مولوی حسنین رضا  
خاں تحریر فرماتے ہیں۔

”کہ زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ  
ان کو (اعلیٰ حضرت کو) دیکھ کر صحابہ کرام کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔“  
اس کا جواب آج سے پچیس سال پہلے قہر خد اوندی میں دیا جا چکا  
ہے پھر العذاب الشدید پھر ”برق خد اوندی“ میں بیس سال پہلے چھپ چکا ہے  
مگر دیوبندی اس کے جواب سے آنکھ بند کر کے ابد فریبی گمراہ گردی کے لئے اسے  
اب بھی بار بار زبان پر لاتے رہتے ہیں، ہم یہاں برق خد اوندی کا جواب بعینہ  
نقل کرتے ہیں۔

”حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب سے دریافت کیا گیا تو  
انہوں نے فرمایا کہ یہ غلط چھپ گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ کاتب  
وہابی تھا جس کی وہابیت ظاہر ہونے پر اس کو نکال دیا گیا۔ اہم  
کاموں میں مصروفیت و مشغولیت کے سبب یہ رسالہ (وصایا شریف)  
بغیر تصحیح کے شائع ہو گیا۔ اصل عبارت یہ تھی۔

زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے  
سنا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع سنت کو  
دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف  
آگیا یعنی اعلیٰ حضرت جملہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے  
زہد و تقویٰ کا مکمل نمونہ اور منظر اتم تھے۔

اس عبارت کو اس وہابی کاتب نے تحریف کر کے یہ لکھ  
ڈالا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم

ہو گیا چونکہ میری غفلت و بے توجہی اس میں شامل ہے اس لئے مخالفین کا احسان مانتے ہوئے کہ انھوں نے اس عبارت پر مجھے مطلع کیا اپنی غفلت پر توبہ کرتا ہوں۔ وصایا شریف ص ۲۴ میں اس عبارت کو کاٹ کر عبارت مذکورہ بالا لکھ لیں۔

حضرت جی! اگر آپ کے حصہ میں شرم نہیں آتی ہے تو کسی سنگنی مانگ لیتے۔ چھتیس سال سے جب برابر اعلان ہو رہا ہے کہ یہ عبارت غلط تھی ہے۔ کاتب کی خیانت بے پھر بھی اس پر اعتراض کرنا۔ ایسا زبردست مکر و کید ہے جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

دیوبندیوں پر جب ان کی کفری عبارتوں پر ہر چار طرف سے دار و گیر شروع ہوئی تو انھوں نے تقیہ کر کے سنی بن کے ہماری کتابوں میں تحریف کی ایک منظم تحریک چلا رکھی ہے۔ دیوبندیوں کی دسیہ کاری کا یہی ایک واقعہ نہیں بیسوں واقعات ہو چکے ہیں۔ ناظرین ملاحظہ کریں۔

ایک رام پوری دیوبندی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی خدمت میں سنی بن کر آیا بعض مسائل کھوائے۔ نقل کے لئے فتاویٰ رضویہ کی جلد ہفتم عطا ہوئی اس میں ایک مسئلہ یہ تھا۔

”شریعت میں ثواب پہنچانا ہے۔ دوسرے دن ہو یا تیسرے دن۔ باقی یہ عین عربی ہے جب چاہیں کریں انھیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

اس تقیہ باز دیوبندی نے بن السطور جہالت سے ”کے بعد بدعت“ بڑھا دیا۔ قلمی فتاویٰ میں غیر قلم کا لکھا ہوا، سطر سے اوپر اب تک موجود ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۲۸۳)

پھر ہی محرف فتاویٰ رشیدیہ میں چھاپا گیا اس سے اندازہ کریں کہ اس سازش کی بنیاد کہاں تک ہے۔

۲۔ صدر الافاضل استاذ العلماء حضرت مولانا الحاج محمد نعیم الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تفسیر خزائن العرفان مع ترجمہ اعلیٰ حضرت تاج کمپنی لاہور نے چھاپا ہے۔ اس میں چوبیس جگہ وہابی کاتب نے تحریف کی۔ بطور نمونہ چند ملاحظہ کریں۔ سورہ ہود شریف کی آیت کریمہ مَا تَرَكُ الْاَبَشْرُا مِثْلَنَا کی تفسیر کی اصل عبارت یہ ہے۔

”اس گمراہی میں بہت سی امتیں مبتلا ہو کر اسلام سے محروم رہیں۔ اس امت میں بھی بہت سے بد نصیب سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہتے ہیں، اور ہم ساری کا خیال فاسد رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں گمراہی سے بچائے۔“

وہابی کاتب نے اسے یوں بدل دیا۔

”اس امت میں بھی بہت سے بد نصیب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کرتے اور قرآن و حدیث کے منکر ہیں۔“

۳۔ سورہ اسرار کی آیت کریمہ اُولَئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَسْتَعُوْنَ اِلَى رَبِّهِمْ اَلْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ کی تفسیر میں اصل عبارت یوں ہے۔

”اس سے معلوم ہوا کہ مقرب بندوں کو بارگاہ الہی میں وسیلہ بنانا جائز اور اللہ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔“

اسے وہابی کاتب نے یوں لکھا ہے۔

”مقرب بندوں کو بارگاہ الہی میں وسیلہ بنانا جائز نہیں۔“

اسی سورہ مبارکہ کی آیت مبارکہ قُلْ اَدْعُوا الَّذِيْنَ رَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَلَا يَمْلِكُوْنَ الْاٰیَةَ كَيْ تَفْسِرَ فِيْهَا۔

”جب تمہوں کو خدا مانتے ہو تو اس وقت انہیں پکارو وہ تمہاری مدد کریں گے۔“

یہودی صفت اس وہابی کاتب نے یہاں لکھ مارا۔

”جب مقرب لوگوں کو خدا مانتے ہو تو اس وقت انھیں پکارو“  
دیوبندی فقہ کا لم کی چیرہ دستیوں ایک طرف تو یہ ہیں دوسری طرف ان کے  
بڑے بڑے عمائد فرضی کتابوں سے فرضی عبارتیں گڑھ گڑھ کر اپنے عقیدے کی  
تائید میں پیش کرتے تھے چنانچہ پوری دیوبندی برادری کے شیخ الاسلام اور  
قاری صاحب کے مخصوص نوکر ٹانڈوی صاحب تک اس جعل و فریب میں ملوث  
ہیں۔

ٹانڈوی صاحب اپنے مشہور و معروف کافی نامہ میں، حفظ الایمان  
کی کفری عبارت کی تائید میں، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے جد طریقت حضور سیدنا  
حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کی فرضی کتاب خزینۃ الاولیاء کی یہ جعلی عبارت گڑھ لی۔  
”علم غیب صفت خاص ہے رب العزت کی جو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔“

(الشہاب الثاقب ص ۱۳۱)

اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے جد امجد مولانا رضا علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ  
علیہ کے نام سے دوسری کتاب ہدایۃ الاسلام مطبوعہ سیتا پور گڑھ کر اس کی  
یہ عبارت بنالی۔

”حضور سید العالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بواسطہ تھا“ ایضاً  
قاری صاحب اور جملہ دیوبندیو! اگر اپنے شیخ الاسلام کی بڑائی کا تمہیں یاس  
ہے تو لاؤ دکھاؤ حضور سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کون سی ایسی کتاب بنام  
خزینۃ الاولیاء ہے جس میں مذکورہ بالا عبارت ہے حضرت مولانا رضا علی صاحب  
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وہ کتاب بنام ہدایۃ الاسلام کہاں ہے جس میں شیخ ٹانڈوی  
کی ذکر کردہ عبارت درج ہے اور اگر تم نہیں دکھا سکتے اور میں دعویٰ سے  
کہتا ہوں کہ اگر تمہارے اگلے پھلے سب اکٹھے ہو جائیں پھر بھی کہیں نہیں دکھا  
سکتے۔ تو اقرار کرو کہ تمہارے مذہب کی بنیاد افتراء بہتان دجل و فریب

جعل واختلاق پر ہے۔

دیوبندیوں کے اقرار بہتان دسیسہ کاری کے وہ حقائق ہیں جو آفتاب سے زیادہ روشن ہیں تو پھر ایسی قوم سے کیا مستبعد کہ وہ اپنی برادری کے مشن کو کامیاب کرنے کے لئے اہلسنت کے اداروں میں گھس آئیں اور اہلسنت کی کتابوں میں تحریف کریں اس لئے مولانا حسین رضا خاں صاحب مدظلہ العالی کے اس بیان میں بھرپور صداقت ہے کہ مطبع حسنی میں وہابی کاتب تفتیہ کر کے ملازم ہو گیا اور اس نے وصایا شریف کی عبارت بدل دی۔

دیوبندیوں کے نزدیک گنگوہی افضل الصحابہ کے رتبہ پر فائز تھے

ہتمم دیوبند کے استاذ فرسٹ پیر محمود الحسن دیوبندی دیوبندیوں کے پیران پیر گنگوہی جی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وہ تھے صدیق اور فاروق پھر کہئے عجب کیا ہے

تہجد میں شہادت نے قدم بوسی کی گر ٹھکانی

صدیق افضل الصحابہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور فاروق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب خاص اس لئے اس شعر کا صریح مطلب یہ ہوا کہ دیوبندی کے عقیدے کے مطابق "گنگوہی" بیک وقت ابو بکر صدیق بھی تھے اور عمر فاروق بھی۔ اور یہ حضرات باتفاق اہل سنت تمام صحابہ سے افضل تو لازم ہے کہ دیوبندیوں کے نزدیک گنگوہی تمام صحابہ سے افضل اور حضرات شیخین کے ہم رتبہ تھے۔

گنگوہی جی منصبِ سالت پر فائز

حضرات شیخین کے مرتبہ ہی پر نہیں ان سے بدرجہا افضل انبیا کریم سے بھی اونچے منصبِ سالت پر گنگوہی جی اور ان کے رفیق جانی نانوتوی

جی براجمان تھے یہی شیخ الہند فرماتے ہیں۔

۷ شرک و بدعت سے کیا صاف رہ سنت کو  
پھر غلط کیا ہے کہ ہیں ناسخ ادیاں دونوں  
ناسخ ادیاں ہونا رسول کا خاصہ ہے گنگوہی اور نابو تو می کو ناسخ ادیاں  
کہہ کر درپردہ ان دونوں کی رسالت کا اعلان ہے اور رسول تمام انبیاء کرام  
سے افضل تو لازم کہ یہ دونوں جملہ صحابہ اور انبیاء کرام سے بھی افضل آتھے۔

گنگوہی جی کی حضرت عیسیٰ پر برتری

اسی میں یہی اہتم دیو بند کے فرسٹ پیر صاحب گنگوہی جی حضرت عیسیٰ  
علیہ السلام پر برتری کا اعلان بیانگ دہل یوں کر رہے ہیں۔

۷ مردوں کو زندہ کینا زندوں کو مرنے نہ دیا

اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا مشہور معجزہ مردوں کو زندہ کرنا تھا،  
مگر زندوں کو مرنے نہ دینا یہ ان کا اعجاز ثابت نہیں گنگوہی جی کو ان پر ایک مرتب  
آگے بڑھا کر یہ کہا جا رہا ہے کہ ہمارے گنگوہی مردے تو جلاتے ہی تھے زندوں  
کو مرنے بھی نہیں دیتے تھے آوازے ابن مریم تم بھی دیکھ لو۔

شیخ ٹانڈہ مقام محمدی پر محکم

یہ نہیں کہ صرف ان کا ایک ہی مولوی ایسا ہو این خانہ تمام آفتاب است  
شیخ ٹانڈہ کے بارے میں شیخ الاسلام نمبر میں ص ۱۲ پر ہے۔

۷ جلال عشق مصاف خودی جہاد و ستیز

حسین ماہفتام محمدی محکم

عشق کے جلال خودی کی جنگ جہاد اور لڑائی میں ہمارے حسین احمد مقام



محمدی پر خپستگی کے ساتھ قائم تھے۔  
 قاری صاحب بولنے ! مقام محمدی پر شیخ ٹانڈہ کو محکم بان کران کو تمام  
 صحابہ تمام انبیاء جملہ رسول سے افضل مانا کہ نہیں اور یہ خاتم النبیین کا انکار ہے  
 یا نہیں؟

## تھانوی صاحب کی نبوت اور دیوبندیوں کا نیا کلمہ

یہی نہیں کہ دیوبندی صرف زبانی اپنے مولویوں کی نبوت و رسالت کا اعلان  
 کرتے ہیں۔ ان کا کلمہ بھی پڑھتے ہیں۔ اٹھا کے دیکھ لو رسالہ الامداد بابت ماہ صفر  
 ۱۲۳۶ھ جس میں ایک دیوبندی نے اشرف علی رسول اللہ پڑھا۔ اللہم صل  
 علی سیدنا نبینا و مولا نا اشرف علی پڑھا خواب میں بھی اور بیداری میں بھی۔  
 جب تھانوی صاحب کو اس کی اطلاع دی تو انھوں نے یہ لکھا اس میں  
 تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع ہوتے ہو وہ متبع سنت ہے۔

## دیوبندی مولویوں کے لئے خدائی کا اثبات

گنگوہی جی رب العلیین ہیں منصب رسالت ہی پر بس نہیں ان کے ایک  
 چھوڑ دو دو مولوی خدا بھی تھے۔ لیجئے مرثیہ گنگوہی میں ہے۔  
 خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے  
 مرے مولیٰ مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی  
 مربی خلائق ہم معنی ہے رب العلیین کا۔ اور رب العلیین اللہ عزوجل کی صفت  
 خاصہ ہے تو ثابت ہوا کہ دیوبندی گنگوہی کو رب العلیین اور خدائے ہیں۔

## شیخ ٹانڈہ انسان کے بھیس میں خدا ہیں

شیخ الاسلام نمبر ۵۹ پر ہے۔

”تم نے کبھی خدا کو بھی اپنے گلی کوچوں میں چلتے پھرتے دکھا ہے؟ کبھی خدا کو بھی اس کے عرشِ عظمت و جلال کے نیچے فانی انسانوں سے فروتنی کرتے دیکھا ہے؟ تم کبھی تصور بھی کر سکتے کہ رب العلیین اپنی کبریائی پر پردہ ڈال کے تمہارے گھروں میں آکر رہے گا؟ تم سے ہم کلام ہوگا؟ تمہاری خدمتیں کرنے کا؟ نہیں ہرگز نہیں ایسا نہ کبھی ہوا ہے نہ کبھی ہوگا۔ تو پھر میں کیا دیوانہ ہوں مجذوب ہوں کہ بڑھانک رہا ہوں؟ نہیں بھائیو! یہ بات نہیں ہے، سٹری ہوں نہ سودانی۔ جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ ہے مگر سمجھ کا ذرا سا پھیر ہے۔ حقیقت و مجاز کا فرق ہے۔ تو پھر خدا بتاتا کہ جن آنکھوں نے گزی گاڑھے میں ملفوف اس بندے کو دیکھا ہے وہ کیوں نہ کہیں ہم نے خود اللہ بزرگ بزرگ کا جلوہ اپنی اس سرزمین پر دیکھا ہے۔“

ہندو غریب گلی گلی پکارتے پھرتے ہیں بھگوان کبھی ایک دن انسان بن کے دیکھ مگر ان کے ایشور نے ان کی پرارتھنا نہ سنی لیکن دیوبندیوں کو بن پرارتھنا اللہ بزرگ بزرگ حسین احمد کے روپ میں آگیا اسی کو کسی نے کہا ہے۔

بن مانگے موتی ملے، مانگے ملے نہ بھیک

شیخ ٹانڈہ کے لئے سجدہ

ٹانڈوی صاحب جب انسانی روپ میں دیوبندیوں کے عقیدے میں خدا تھے تو دیوبندیوں نے بلا دریغ انھیں سجدہ بھی کیا ہے۔ لیجئے شیخ الاسلام نمبر ۱۳۹ پر ہے۔

ان لوگوں نے حضرت (ٹانڈوی) کے رُبرو اپنی گردنوں پیشانیوں کو جھکا دیا وہ لوگ تائب ہوئے اور منہ کے بل سجدہ کرتے

وخصعوا لہ اعنائہم  
وجباہم تائبوا  
وللاذقان حبروا

سجدا ہوئے گر پڑے۔

بولیے ہتم صاحب یہ کون دھرم ہے۔

نہ تم صدے تمہیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے  
نہ کھلتے راز سرستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

## تلبیس نمبر ۱۲

اس نمبر میں قاری صاحب نے ہم اہل سنت پر یہ افترا کیا ہے کہ ہم یہ مانتے ہیں، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے پیر بھائی کی قبر میں روضہ انور کی خوشبو ہے اور یہ کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے سرور دو جہاں کی امامت کی ثبوت میں الملقوظ حصہ دوم ص ۱۲ کی یہ عبارت پیش کی ہے۔

”جب مولوی برکات احمد کا انتقال ہوا اور دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضہ انور کے قریب پائی تھی ان کے انتقال کے بعد مولوی سید احمد صاحب مرحوم، خواب میں زیارت حضور سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جاتے ہیں۔ عرض کی کہ یا رسول اللہ کہاں تشریف لے جاتے ہیں فرمایا کہ برکات احمد کی نماز جنازہ پڑھنے الحمد للہ یہ جنازہ مبارک کہیں نے پڑھائی۔“

ان دونوں افتراءات کی پردہ درمی علماء اہلسنت متعدد بار کرچکے ہیں۔

(۱) سب سے پہلے ۱۳۵۱ھ میں رنگون کے وہابیوں نے یہ افترا کیا

اس کا جواب اسی وقت صحیحہ رنگون برحزب بندگان شیطان ملعون میں دیا گیا۔

(۲) پھر یونی کے دیوبندیوں نے دہرایا اس کا رد جماعت رضا

مصطفیٰ کی جانب سے ۱۳۵۲ھ میں شائع ہوا۔

(۳) پھر بمبئی کے دیوبندیوں نے اچھالا اس کی ۱۳۵۵ھ میں

مبہنی کے سینوں نے دھجیاں بکھیر دیں۔ دیکھو قہر خداوندی۔  
 (۴) — پھر مبارک پور کے دیوبندیوں نے لوٹایا اس کا دندان شکن  
 جواب "العذاب الشدید" میں دیا گیا۔  
 (۵) — پھر بکھیر دی نے اپنے کچا چٹھامیں ذکر کیا جس کا قہر رد  
 "برق خداوندی" میں ہوا۔

اس کے علاوہ مناظروں میں اس پر دیوبندیوں کی پوری درگت جوہی ہے  
 وہ اس شمار سے باہر ہے۔ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ اہل سنت کے  
 جوابات کا رد کرتے۔ مگر آج تک کسی دیوبندی کو اس کی خیرات نہیں ہوئی اور  
 بے حیائی سے اسی مردود مطرود افتزار کو بار بار دہراتے رہتے ہیں اور یہی ہتم  
 دیوبندی نے کیا ہے، عزین کی طمانیت کے لئے پھر اس افتزار کا پردہ چاک  
 کرنا ضروری ہے۔

## حکیم برکات احمد صاحب سے متعلق عبارت کی توضیح

الملفوظ شریف کی اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حکیم برکات احمد صاحب  
 رحمۃ اللہ علیہ مقبول بارگاہ رسالت تھے۔ ان کے انتقال پر سرکار نے ان پر  
 کرم خاص فرمایا نماز جنازہ میں تشریف لائے اور قبر پر جلوہ فرمایا۔  
 مقبولان بارگاہ پر سرکار کے اس قسم کے کرم کی صدہا مثالیں، علماء و  
 مشائخ کے حالات میں موجود ہیں پھر اگر حکیم برکات احمد صاحب پر یہ کرم ہوا  
 تو دیوبندی کیوں چین بچیں ہیں۔

دیوبندی عقیدہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکر مٹی میں مل گئے

اصل بات یہ ہے کہ دیوبندیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ  
 علیہ وسلم مکر مٹی میں مل گئے جیسا کہ ان کے سید الطائفہ نے تقویۃ الایمان صفحہ

پر لکھا ہے۔

” میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں “

اب جب یہ سنتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی نماز کے گھر تشریف لائے کسی کے جنازہ پر کرم فرمایا کسی کی قبر پر رونق افروز ہوئے تو صحیحیہ چلانے لگتے ہیں کہ ہائے ہائے اس سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ہمارا عقیدہ فنا ہو جاتا ہے۔

## حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات حقیقی جسمانی

لیکن ہم اہل سنت کا چونکہ عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہ حیات حقیقی جسمانی دنیوی زندہ ہیں اور یہ قدرت رکھتے ہیں کہ جہاں چاہیں تشریف لے جائیں اس لئے ہمارے نزدیک نہ اس میں استبعاد ہے نہ ہمیں تحیر اور یہی تمام امت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

حضرت شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجمع البرکات میں فرماتے ہیں۔  
وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر احوال امت  
مطلع است بر مقربان و خاصان در گاہ  
خود مد و مفیض و حاضر و ناظر است۔  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کے احوال  
مطلع اور اپنے مقربان و خاصان در گاہ کے  
مدکار اور مفیض و حاضر و ناظر ہیں۔

سلوک اقرب السبل میں فرماتے ہیں۔

با چند اختلافات و کثرت مذاہب کہ در  
علماء امت است یک کس را دریں مسئلہ  
خلانے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
بہ حقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل  
دائم و باقی ست بر اعمال امت حاضر و ناظر  
و مرطابان حقیقت را و متوجہان آنحضرت  
با وجود ان اختلافات و کثرت مذاہب کے جو  
علماء امت میں ہیں کسی ایک شخص کا اس مسئلہ  
میں کوئی اختلاف نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم حقیقی حیات کے ساتھ بغیر شائبہ مجاز و  
توہم تاویل کے دائم اور باقی ہیں اور امت کے  
اعمال پر حاضر و ناظر اور حقیقت کے طلب کاروں

رامفیض و مربی

اور آنحضرت کی طرف توجہ کرنیوالوں کے لئے فیض  
رساں اور تربیت فرما ہیں۔

ملا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں۔

لا روحہ صلی اللہ علیہ وسلم  
حاضرۃ فی بیوت اہل الاسلام  
اس لئے کہ روح نبوی تمام مسلمانوں  
کے گھروں میں جلوہ فرما ہے۔

جب تمام امت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
حقیقی جسمانی حیات کے ساتھ زندہ اور باقی ہیں۔ حاضر ناظر ہیں تو پھر کسی برگزیدہ  
بارگاہ امتی کی قبر پر تشریف لانا جنازے میں شرکت فرمانا ہرگز ہجرت قابل  
اعتراض نہیں جو اعتراض کرے وہ جاہل فسادی اور ہٹ دھرم ہے۔

دیوبندیوں کے عقیدے میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مملوؤں کے باورچی ہیں

دیوبندیوں! تمہیں اپنے اس عقیدے کی بنا پر کہ حضور جان عالم صلی اللہ  
علیہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے حکیم برکات احمد صاحب مرحوم کی قبر پر تشریف  
لانا قابل اعتراض نظر آیا مگر اپنے پیرانہ پیر حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ  
علیہ کے گھر ان کے مہانوں کے کھانا پکانے کے لئے انا قابل اعتراض نہیں  
سو جھانی دیا۔ دیکھو تذکرۃ الرشید میں ہے۔

”ایک دن اعلیٰ حضرت (حاجی امداد اللہ) نے خواب دیکھا کہ آپ  
کی بھاوج آپ کے مہانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسول کریم صلی  
اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی بھاوج سے فرمایا کہ اٹھ تو اس  
قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہانوں کا کھانا پکانے اس کے مہمان عمار  
ہیں اس کے مہانوں کا کھانا میں پکاؤں گا اعلیٰ حضرت (حاجی صاحب)

کی اس مبارک خواب کی تعبیر حضرت امام ربانی محدث گنگوہی قدس سرہ  
سے شروع ہوئی۔ (تذکرۃ الرشید ص ۱۶۱ ج ۱)  
کیوں قاری صاحب کسی سنی مرتاض بزرگ کی قبر پر سرکار کا تشریف  
لانا تمہارے نزدیک محال ہے۔ مگر تمہارے مولویوں کا کھانا پکانے کے  
لئے بہ حیثیت باورچی تشریف لانا ایمان ہے۔ ؟

دیوبندیوں کا عقیدہ!  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیل میں

اخبار اجمیہ، شیخ الاسلام منبر میں ہے  
” ایک دفعہ حضرت (ٹانڈوی) جب جیل سے تشریف لائے تو  
فرمایا کہ کاش میں جیل ہی میں رہتا وہاں کوئی شب ایسی نہیں گزری  
جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نہ ہوئی ہو۔ (ص ۱۲ اک ۲)  
قبر پر تشریف آوری

قبر میں بکیرین کے سوال ما تقول فی شان هذا الرجل کی توجیہ  
میں حضرت شیخ فرماتے ہیں۔  
اما با حضرات شریف و درعیاں یا تو عیاناً ذات شریف جلوہ گر فرمائی جاسکی  
قاری صاحب آپ بہت بڑے دینی ادارے کے مہتمم بنتے ہیں اور علم  
دین کے نام پر لاکھوں کا چنڈہ جمع کرتے ہیں۔ بولنے اب کیا ارشاد ہے  
اگر حکیم برکات احمد صاحب کی قبر پر سرکار کی خوشبو محسوس کی گئی تو تعجب  
کیا ہے ؟

بارے میں کیا حکم ہے ؟  
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پیچھے آنے نہیں دیا بلکہ اس کی تحسین فرمائی بولنے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا فتویٰ ہے ؟

اس حدیث کے تحت حضرت ملا علی قاری مرقاہ میں فرماتے ہیں ۔  
فیہ دلیل علی جواز الاقتداء بالفضل  
بالمفضول اذا علم ارکان الصلوٰۃ  
(ج اول ص ۳۶۲)

اس میں اس پر دلیل ہے کہ افضل کو مفضول کی اقتدار کرنی جائز ہے اگر مفضول ارکان نماز جانتا ہے ۔

حضرت شیخ محقق دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں ۔  
ازین حدیث معلوم شد کہ حضرت سعید بن جبیر صلی اللہ  
علیہ وسلم بعض اصحاب اقتدار کردہ است  
مجموع آن دو بار است یک بار دیگر بانی کہ  
صدیق کرد در مثل ہیں واقعہ کہ بعد الرحمن بن  
عوف گزار دو اما آنکہ در مرض اخیر گزار د آبخا  
امام آنحضرت بود و ابو بکر مقتدی بود بولنے  
چنان کہ در محل خود تحقیق یافتہ است ۔  
(اشعۃ اللمعات ص ۲۵۹ ج ۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضور نے بعض صحابہ کی اقتدار کی اور یہ دو مرتبہ ہوا ایک بار ابو بکر صدیق کی اقتدار کی اسی قسم کے واقعہ میں جو عبدالرحمن پر گزارا لیکن مرخصا اخیر میں جو نماز ادا فرمائی ۔ اس وقت امام آنحضور ہی تھے اور ابو بکر آنحضور کے مقتدی تھے جیسا کہ اپنے محل میں محقق ہے ۔

مہتمم دیوبند حضرت ملا علی قاری اور حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہما کے بارے میں کیا فتویٰ دیں گے ؟ دیکھنا ہے ۔ رہ گئی یہ بات کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ کیوں فرمایا ۔ الحمد للہ یہ نماز جنازہ میں نے پڑھائی تھی ۔ یہ اظہار شکر ہے ۔ ایک مقبول بارگاہ بندہ متراض کی نماز جنازہ پڑھانے پر ۔ نہ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امام ہونے پر ۔



## ایں گناہیست کہ در شہر شمانیز کنند

الملفوظ کی اس عبارت پر چالیس برس سے مسلسل دیوبندی برادری چیخ اور چلا رہی ہے۔ مگر بھول گئی ہے کہ خود یہ بھی اسی جرم کے مرتکب ہیں۔ دیکھو تذکرہ خلیل۔ لکھا ہے۔

”شیخ سعید تکرونی کہتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور مجھ سے کسی نے کہا کہ یہ رسول اللہ ہیں اور ایک عالم ہندی خلیل احمد کا انتقال ہو گیا ہے ان کے جنازہ کی شرکت کے لئے تشریف لائے ہیں“ (ص ۳)

دیوبندیو! بولو جس نے بھی نیبیٹھی کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مقتدی ہوئے اور وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امام ہوا۔ الملفوظ کی اس عبارت پر برسہا برس سے ماتم کرتے کرتے تمہارے سینے پھٹ گئے۔ مگر اپنے اس من گڑھت خواب پر جوں تک نہیں رنگی اور لو دیکھو یہ الجمیغہ کا شیخ الاسلام نمبر ہے اس میں مذکور ہے۔

حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام گویا کسی شہر میں جامع مسجد کے قریب ایک حجرہ میں تشریف فرما ہیں۔ جامع مسجد کے قریب بوجہ جموعہ مصیلیوں کا مجمع بڑا ہے۔ مصیلیوں نے فقیر سے فرمائش کی کہ تم حضرت خلیل اللہ سے سفارش کرو کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام، مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا ارشاد فرمائیں۔ فقیر نے جرات کے عرض کیا کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا حکم فرمایا۔ مولانا مدنی نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ پڑھائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مولانا کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا فرمائی۔ فقیر بھی مقتدیوں

میں شامل تھا۔ (ک ۳ ص ۱۶۲)

مسلمان دیکھیں مجمع میں امام الاولین والاخرین کے جد کریم ابو الانبیاء حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جلوسہ فرما ہیں۔ مگر دیوبندیوں کو حضرت خلیل اللہ کے بجائے اپنے شیخ ٹانڈہ کو امام بنانے کا شوق ہے۔ کتنی بڑی بدتمیزی ہے۔ اور ٹانڈہ کے شیخ جی کی شیخی دیکھنے کہ بڑھ کر امام بھی بن جاتے ہیں اگر کسی امتی کا کسی نبی کی امامت کرنا لائق اعتراض ہے تو قاری صاحب بتائیں یہاں کیا ارشاد ہے؟ یہاں تصریح ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مولانا کی اقتدار میں نماز پڑھی۔ آدمی بڑا بنے تو کم از کم اتنا تو بنے الملقوظ کی عبارت میں تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدی ہونے کا شائبہ تک نہیں اس پر اتنا چنچنا چلانا شور مچانا گلے پھاڑنا اور یہاں حضرت خلیل اللہ کے مقتدی ہونے کی تصریح کے باوجود دم سادے رہنا ٹانڈوی معرفت کا شمار نہیں تو اور کیا ہے؟

مجھی سے سب یہ کہتے ہیں کہ رکھنی لگاہ اپنی  
کوئی ان سے نہیں کہتا نہ ٹکلو یوں عیاں ہو کر

## حیات النبی

الملفوظ حصہ سوم ص ۲۹ پر ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے۔ اس حیات پر احکام دنیویہ ہیں۔ ان کا ترکہ بانٹنا نہ جائیگا۔ ان کی ازواج سے نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں۔ بلکہ سید محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں۔ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں۔ وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔

آج سے تقریباً اکتالیس یا تیس سال پہلے پھر تحصیل محمد آباد گوہنہ ضلع اعظم گڑھ میں ٹانڈہ کے مشہور افسانہ گو بہتان طراز نور محمد ٹانڈوی نے یہ کہا تھا۔ جو دکھانے

کہ علامہ زرقانی نے یہ کہیں لکھا ہے تو ہر لفظ پر پانچ سو روپے انعام۔  
یہ نہاد م اس وقت بریلی شریف تھا بھیرہ کے اجاب نے مجھے لکھا میں نے زرقانی  
علی المواہب جلد سادس ص ۱۵۹ سے یہ عبارت نقل کر کے بھیج دی۔

نقل السبکی فی طبقاتہ عن ابن  
فورك انه عليه السلام حج في  
قبره على الحقيقة لا المجاز يصلي  
فيه باذان واقامة . قال  
ابن عقيل ويضاجع ازواجه  
ويستمع بهن اكمل من  
الدنيا وحلف على ذلك  
وهو ظاهر ولا مانع عنه .

سبکی نے اپنے طبقات میں ابن فورك سے نقل  
کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں حقیقی  
حیات کے ساتھ نہ کہ مجازی حیات کے ساتھ  
زندہ ہیں۔ اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا  
فرماتے ہیں۔ ابن عقیل نے کہا اور اپنی ازواج  
کے ساتھ ہم بستری فرماتے ہیں۔ اور دنیا میں جس  
طرح ان سے تمتع حاصل فرماتے تھے اس سے  
بڑھ کر تمتع حاصل فرماتے ہیں۔ ابن عقیل نے اس  
پر قسم کھائی اور یہ ظاہر ہے اس سے کوئی  
چیز مانع نہیں۔

بھیرہ کے اجاب نے یہ عبارت مقامی دیوبندیوں کو بھی دکھائی اور ٹانڈوی کے پاس بھی بھیجی  
سب کو سنا پ سو گنگو گیا۔ دیوبندیوں میں جیسا ہوتی تو خاموش رہتے لیکن انہیں جیسا کہاں برسوں  
خاموشی کے بعد اب نور محمد ٹانڈوی کے ساتھ بڑا ختمہ کچھ دیوبندی مولوی اس پر تین اعتراض  
کرتے ہیں۔ اول :- زرقانی میں ابن عقیل کا قول صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے  
ہے۔ اور اسلفوظ میں یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی قبور مطہرہ میں۔ الخ

دوم :- موت سے نکاح ختم ہو جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی باتفاق امت موت  
طاری ہوئی اگرچہ ایک آن کے لئے۔ پھر یہ بات کیسے درست ہوگی۔

سوم :- اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ مردہ قبر میں رہتے ہوئے بھی اپنی قبر کے ارد گرد  
بہت دور تک دیکھتا ہے۔ وہیں حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ  
عنہما کے بھی مزارات ہیں۔ یہ کتنی بڑی بے حیائی کی بات ہوگی۔

تیسرے پیرا گراف پر دیوبندی وہ پھکر بازیاں کرتے ہیں جنہیں سن کر انسانیت شرم  
سے پانی پانی ہو جاتی ہے۔ اب ناظرین ہر سوال کا ترتیب وار جواب سنیں۔  
جواب ۱۔ جب کوئی بات کسی صنف یا کسی نوع کے ایک فرد یا چند افراد کیلئے

ثابت ہو تو پوری صنف اور نوع کی طرف اسکی نسبت درست ہے جیسے فرمایا گیا "وخلق الانسان هلوًا" انسان بے صبر پیدا کیا گیا۔ اور فرمایا "وكان الانسان اكثر شئ جدلاً" انسان سب سے بڑا جھگڑا لہے ہے۔ کیا انسان کا ہر فرد بے صبر ہے؟ کیا انسان کا ہر فرد سب سے بڑا جھگڑا لہے ہے؟ اسی طرح اگرچہ ابن عقیل اور ابن نورک نے یہ بات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لکھی ہے تو اس کی اسناد انبیاء کرام کی صنف کی طرف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

جواب ۱۔ یہ صحیح ہے کہ موت سے عام مردوں کا نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ مگر انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ اگر وہ ان حضرات پر ایک آن کیلئے موت طاری ہوئی پھر بھی ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح ختم نہیں ہوا۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ انبیاء کرام کے وصال کے بعد انکی ازواج پر نہ عدت ہے اور نہ انہیں یہ جانے ہے کہ کسی اور کے ساتھ نکاح کریں۔

نیز اس کی دلیل ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے کہ فرمایا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کے بعد حجر و مبارکہ میں بغیر کسی خاص پردہ کے جاتی اور کہتی "انما هو زوجی" یہ تو میرے شوہر ہی ہیں بعد وصال زوجیت کا باقی رہنا اس کی دلیل ہے کہ وصال سے نکاح ختم نہیں ہوا۔ باقی رہا۔

یہ تو اپنے سنی بھائیوں کیلئے تھا۔ اب دیوبندیوں کو مزہ چکھانے کیلئے ان سے ایک سوال ہے۔ یہ صحیح ہے کہ موت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ تمام مومنوں کا نکاح ختم ہو جاتا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ جنت میں مسلمانوں کو ان کی بیویاں ملیں گی۔ جن سے وہ جنت میں بہتری کریں گے۔ اور کسی روایت میں کہیں مذکور نہیں ہے کہ جنت میں ان سے دوبارہ نکاح ہوگا۔ جنت میں بلا حدیذ نکاح اپنی بیویوں سے بہستری کرنا حرام ہے یا جائز؟ اور جائز ہے تو کیسے؟ جو تمہارا جواب ہوگا وہی ہمارا بھی جواب ہوگا۔

جواب ۲۔ برزخ اور آخرت کی باتوں کو دنیا کی باتوں پر قیاس کرنا جہالت ہی نہیں ضلالت ہے اور گمراہ گردی۔

یہ صحیح ہے کہ حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔ مگر حدیث میں یہ بھی ہے کہ مومن صالح کی قبر حد نظر تک وسیع کر دیتی ہے اسکے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کم از کم حد نظر تک وسیع ضرور ہوگی۔

مشکوٰۃ شریف باب اثبات عذاب القبر فصل ثانی میں برابر بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ويفسح لها فيها مذبصه حد نظر تک اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے۔

جب مزار اقدس حد نظر تک وسیع کر دی نہی تب وہاں پہلو میں نہ حضرت صدیق اکبر میں نہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ دیوبندیوں نے بہت سوخ سمجھ کر اپنے چچا زاد بھائی رافعیوں کو خوش کرنے کیلئے یہ اعتراض کیا ہے۔ جب اسکے جواب میں کہا جائے گا کہ مزار اقدس حد نظر تک وسیع کر دی گئی۔ تو اب پہلو میں نہ صدیق اکبر میں اور نہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ وہ تو مدینہ طیبہ سے بہت دور کسی جنگل میں ہوں گے۔ پھر یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حد نظر محدود نہیں۔ طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الله قد رفع لي الدنيا فانا انظر اليها والى ما هو كائن فيها الى يوم القيامة كأنها انظر الى كفي هذه

اللہ تعالیٰ نے دنیا میرے پیش نظر کر دی میں پوری دنیا کو اور دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے سب کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی ان تھیلی کو۔

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حد نظر پوری دنیا ہے تو لازم آیا کہ حضرات صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبریں دنیا میں رہی ہی نہیں۔ ناظرین حیرت میں ہوں گے گریز حیرت کی بات نہیں۔ عالم بزرخ اور آخرت کے احوال کو دنیا کے احوال پر قیاس کرنا ہی جتا ہے۔

### مسائل مستعمل کی بحث

فتاویٰ رضویہ جلد اول میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ اگر کوئی عورت حیض و نفاس کی حالت میں بے نیت قربت غسل

کرے تو غسارہ مستعمل نہیں۔ اس سے وضو جائز ہے۔ یہ مسئلہ فتاویٰ رضویہ میں تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ چارجنگہ مذکور ہے۔ ص ۲۶۳، ص ۲۶۴، ص ۲۵۶، ص ۵۵۷۔

دیوبندی پھر مباح اس مسئلہ پر اپنے مسخرہ پن کا ایسا مظاہرہ کرتے ہیں کہ اس سے لکھنؤ کے بھانڈ بھی شرابا جائیں جس سے دیوبندی مقررین کو یہ فائدہ ضرور حاصل ہوتا ہے کہ ان کی مانگ بڑھ جاتی ہے۔ اور جاہل دیوبندی ان کی اجرت بھی بڑھا دیتے ہیں۔ عوام جاہل سمجھ نہیں پاتے اور مزہ لیتے ہیں۔ آئیے ہم آپ کو بتاتے ہیں یہ مسئلہ فقہ کی ایک دو نہیں دسیوں کتابوں میں مذکور ہے، جن میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ خلاصہ خانیا، بحر الرائق، غنیہ، عالم گیری، روح المسائل، مجد واعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جہاں یہ مسئلہ ذکر فرمایا ہے وہیں خلاصہ اور خانیا کا

حوالہ بھی لکھ دیا ہے۔ اگر دیوبندیوں کے اندر ذرہ برابر حیا یا دیانت ہوتی تو اس کو اپنے تمسخر کا نشانہ بنانے سے پہلے حوالہ سے مطابقت کر لیتے اگر حوالہ صحیح نہ ہوتا تو جتنا چاہتے چلاتے۔ لیکن دیوبندی مولویوں نے اپنا یہ اصول بنا رکھا ہے کہ اپنے عوام کو خوش کرنے کے لئے اور ان سے زیادہ سے زیادہ فیس وصول کرنے کیلئے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے تحریر کردہ فرمودہ ایسے مسائل کو عوام میں پھیلاؤ کہ جاہل اس کو سمجھ نہ پائیں۔ اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے بھڑک جائیں خواہ اس میں خفیت ذبح ہو۔ مشائخ احناف کا استہزار ہوا نہیں اس کی کوئی پروا نہیں۔ ہم ناظرین کے اطمینان کے لئے خانہ کی عبارت نقل کئے دیتے ہیں۔

ولو وقعت الحائض بعد انقطاع الدم و  
لیس علی اعضائها نجاسة فہی كالرجل  
الجنب۔ فان وقعت قبل انقطاع الدم و  
لیس علی اعضائها نجاسة فہی كالرجل  
الطاهر اذا انغمس للتبرؤ كما انها لا تخرج  
عن الحيض بهذا لوقوع فلا يصير الماء مستملا  
(جلد اول ص ۹ علی هامش الہندیہ۔)

خون بند ہونے کے بعد حائض پانی میں گرے اور  
اسکے اعضاء پر نجاست نہیں تو وہ جنبی مرد کی طرح  
ہے۔ اور اگر خون بند ہونے سے پہلے ٹھنڈک حاصل  
کرنے کیلئے پانی میں گئی اور اسکے اعضاء پر نجاست  
نہیں تو یہ پاک مرد کے مثل ہے۔ کیونکہ اس وقت  
پانی میں جاتیگی وجہ سے حیض سے نہیں نکلے گی تو  
پانی مستعمل نہ ہوگا۔

ہو سکتا ہے جیسے ڈوبنے والا تنکے کا سہارا لیتا ہے کوئی دیوبندی مولوی یا اسے کراہیہ پر بلائے  
والے یہ کہیں کہ خانہ کی عبارت میں یہ شرط ہے۔ کہ حائض کے جسم پر نجاست نہ ہو۔ اور  
فتاویٰ رضویہ میں یہ شرط غائب ہے۔ اسکے جواب کیلئے غنیہ کی عبارت لکھتا ہوں۔ اس میں  
یہ شرط مذکور نہیں۔

لو وقعت الحائض ان كان بعد انقطاع  
الحيض۔ فہی كالجنب۔ وان قبل الانقطاع  
فكالطاهر

اگر حائض خون ختم ہونے کے بعد پانی میں جا تو یہ  
جنب کے مثل ہے۔ اور اگر خون ختم ہونے سے قبل  
جلنے تو پاک مرد کے مثل ہے۔

جس بنا پر غنیہ میں یہ شرط مذکور نہیں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بھی یہ قید ذکر نہیں  
فرمائی۔ بات یہ ہے کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ بحث یہ فرما رہے تھے کہ وہ  
کون سی صورتیں ہیں جن میں استعمال کرنے کے باوجود پانی مستعمل نہیں ہوتا۔

انہیں میں ایک صورت یہ بھی ہے کہ عورت ایام حیض میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے  
نہانے یا کسی برتن میں پانی ہو اس میں ہاتھ ڈال دے یا اس میں پورا جسم ڈبا دے۔

پانی مستعمل نہیں ہوا۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ اگر کسی کے بدن پر نجاست لگی ہو اور بدن کا وہ حصہ پانی میں چلا جائے تو وہ پانی ناپاک ہو جائے گا۔ علماء کا قاعدہ ہے کہ جو باتیں معلوم و مشہور ہوتی ہیں اور اس سے بحث بھی نہیں ہوتی ہے۔ تو اس سے صرف نظر کر کے صرف موضوع کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ یہی علامہ امیر الحاج نے کیا اور وہی مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا۔

اس مسئلہ کی توضیح یہ ہے کہ ماہ مستعمل وہ پانی ہے جس سے حدث دور ہوا ہو یا کیا گیا ہو۔ یا بہ نیت عبادت استعمال کیا گیا ہو۔ حائضہ اور نفاس والی عورت ایام حیض و نفاس میں لاکھ نہاتے پاک نہ ہوگی تو جب وہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے پانی میں گئی تو اس پانی سے نہ تو حدث دور ہوا اور نہ بہ نیت قربت اسے استعمال کیا گیا۔ اس لئے یہ پانی مستعمل نہیں ہوا۔ اصلی حالت پر طاہر و مطہر باقی رہا۔ لیکن فقہی دقائق کو سمجھنا سب کے بس کی بات نہیں۔ یہ بلکہ اسی کو دیا جاتا ہے جو اللہ عزوجل کا بندہ خاص ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے۔

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین۔ اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا فرماتا ہے۔

اللہ عزوجل کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے پھکڑ بازی کرنے والے اس سے محروم ہیں۔

بعض دیوبندی مقرر اس پر یہ کہتے ہیں جب خون آرہا ہے اور عورت پانی میں جائے گی تو حیض کا خون پانی میں ملے گا۔ جس سے یقیناً پانی ناپاک ہو جائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً عورت میں ان دنوں میں کرسف استعمال کرتی ہیں جس سے خون باہر نہیں آتا۔ اس لئے یہ ضروری نہیں کہ حائضہ جب پانی میں جائے تو اس کا خون بھی پانی میں جائے۔ ثانیاً یہ ضروری نہیں کہ حیض کے دنوں میں مسلسل خون آئے بلکہ ایام حیض میں خون گھنٹہ دو گھنٹہ نہیں چوبیس گھنٹے کبھی خون بند رہتا ہے۔ بلکہ فرض کیجئے ایک عورت کو عادت کے دنوں میں ایک گھنٹہ خون آیا پھر ستر گھنٹے تک نہیں آیا اس کے بعد آگیا تو بھی ستر گھنٹہ یا کل بہتر گھنٹے ایام حیض کے مانے جائیں گے۔ اس سلسلے میں فقہ کی چھوٹی چھوٹی کتابوں میں یہ مذکور ہے۔

الطہر المتخلل بین الدمین و دخنوں کے درمیان جو طہر ہے وہ بھی دم

کے حکم میں ہے۔

لیکن بات وہی ہے کہ دیوبندی علم دین سے محروم ہیں۔  
عزیز اسعد وارث حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب زید مجدہم مفتی جامعہ  
اشرفیہ مبارک پور نے اس پر یہ اضافہ فرمایا ہے

حائضہ کے اس مسئلے کو لے کر پوری دیوبندی برادری مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ  
کو گندہ ذہن اور غلیظ آدمی بتاتی پھرتی ہے۔ اب آئیے دیوبندی برادری کے امام  
اہلسنت مولوی عبدالشکور کاکوروی اپنی کتاب ”علم الفقہ“ میں لکھتے ہیں۔

”حائضہ یا وہ عورت جس کو بچہ پیدا ہونے کے بعد خون آتا ہے یعنی نفاس  
والی عورت) خون بند ہونے سے پہلے اگر نہائے اور جسم اس کا پاک ہو تو یہ پانی  
مستعمل نہیں۔ اور وضو و غسل اس سے درست ہے۔“ (صفحہ ۱)

ندائے عرفات کے شاخسانہ نویس اور پوری دیوبندی برادری بتائے کہ ان کے  
یہ امام گندہ ذہن غلیظ آدمی ہوئے یا نہیں۔

کیوں نہیں بولتے صبح کے طور

کیا شفق نے کھلا دیئے سینڈر

دیوبندی شریعت | اب ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے دیوبندی مکتب  
فکر کے صرف دو مسئلے ذکر کئے جاتے ہیں۔

بہشتی زیور حصہ دوم ص ۱۰ پر ہے۔  
اگر ہاتھ میں کوئی نجس چیز لگی تھی اس کو کسی نے زبان سے تین دفعہ چاٹ  
لیا تو بھی پاک ہو جائے گا۔

اب کوئی دیوبندی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہاتھ کی تخصیص نہیں جسم کے کسی بھی حصہ میں نجاس  
لگی ہو تو زبان سے چاٹ لینے سے پاک ہو جائے گا۔ اسی طرح نجس چیز اپنے عموم کے اعتبار  
سے پیشاب یا نجانہ کو بھی شامل ہے۔ اب دیوبندیوں کو مبارک ہو تمہارے  
حکیم الامت نے طہارت کا بڑا آسان طریقہ بتا دیا پیشاب کرو تو اپنی بیگم سے کہو کہ پیشاب  
کا مقام تین مرتبہ چوس لے تو پاک ہو جائے گا۔ یا نجانہ کر کے اپنی بیگم سے گذارش کریں  
کہ تین مرتبہ چاٹ لو طہارت ہو جائے گی، نہ ٹوٹے کی ضرورت نہ پانی کی حاجت۔  
دیوبندیو! طہارت کا کتنا عمدہ طریقہ ہے۔

لے اضافہ طبع دہم ۱۹۹۹ء



تذکرۃ النخیل ص ۹۶ و ص ۹۷ پر تبلیغی جماعت کے بانی مولوی  
دوسرا مسئلہ | ایسا کی نانی سب دیوبندیوں کی امی کے بارے میں ہے۔

”مرض الموت میں تین سال کامل صاحب فراش رہیں۔۔۔ جس  
مریض کو تین سال مرض اسہال میں اس طرح گزریں کہ کروٹ بدلتا بھی  
دسوار ہوا۔ اس کے متعلق یہ خیال بے موقع نہ تھا کہ بستر کی بدبو دھوبی کے  
یہاں بھی نہ جائے گی۔۔۔ مگر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ غسل کے لئے  
چار پانی سے اتارنے پر پوڑے نکالے گئے جو نیچے رکھ دیئے جاتے تھے  
تو ان میں بدبو کی جگہ خوشبو اور ایسی نرالی خوشبو پھوٹی تھی کہ ایک دوسرے کو  
سونگھاتا اور ہر مرد عورت تعجب کرتا تھا۔ چنانچہ بغیر دھلانے ان کو تبرک بنا  
کر رکھ لیا گیا۔“

اس پر ایک واقعہ یاد آگیا۔ ایک بار ایک بھنگی بھولے سے لکھنؤ اصغر علی محمد علی کے  
عطر کے کارخانہ میں چلا گیا۔ جاتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ کارخانے والوں نے اس کو  
ہوش میں لانے کے لئے عطر خانا اول نمبر، اس کی ناک میں ٹپکایا۔ اور عرق گلاب اور کیوڑہ  
منہ پر چھڑکا۔ مگر اس کی حالت اور غیر ہوتی گئی اتنے میں ایک بوڑھا بھنگی آگیا اس نے  
کارخانہ والوں کو ڈانٹا۔ ہاں، ہاں کیا کر رہے ہو مر جائے گا اس کی دوا میں جانتا ہوں۔  
وہ سڑک پر گیا اور کہیں سے کتے کا سوکھا، مو ایا خانہ لایا اس کو ہتھیلی پر رکھ کر انگوٹھے  
سے خوب ملا۔ جسے کھیننی کھانے والے سرتی ملتے ہیں جب وہ خوب باریک، ہو گیا تو اس  
بے ہوش بھنگی کی ناک میں ڈالا اسکے اثر سے وہ بھنگی ہوش میں آگیا۔ یہی حال  
دیوبندیوں کا ہے۔۔۔ ایک بڑھیا کے پاخانہ میں لاجواب خوشبو محسوس ہوتی یہ  
اپنے اپنے ذوق کی بات ہے۔

اور خاص بات یہ ہے کہ پاخانہ بہر حال ناپاک ہے، پاخانہ سے لتھڑے ہوئے۔  
پوڑے کو تبرک بنا کر رکھا۔۔۔ یہ ہے دیوبندی شریعت وہ جس کا چاہیں پاخانہ پاک  
بنادیں۔ پاک ہی نہیں تبرک بنادیں۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# بابِ دَوْمِ

(دیوبندیوں کی تاویلات کی حقیقت)



# ابتداء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَوْفَا بِالْعَهْدِ وَالسَّلَامُ عَلٰی جَبِيْبِهَا الْبَرِّ صَاحِبَةِ الْجَمْعِیْنِ

یہ سب کو معلوم ہے کہ وہابی مذہب کی بنیاد ہندوستان میں مولوی اسماعیل دہلوی نے رکھی اور تقویۃ الایمان لکھ کر اس میں وہابی عقائد کی بنیادی باتیں تحریر کر دیں جس کا رد اسی عہد میں علمائے اہل سنت نے بڑے شد و مد سے کیا۔ تقویۃ الایمان کے رد میں اسماعیل دہلوی کے معاصر علمائے اہلسنت نے متعدد کتابیں لکھیں جس کی فہرست تحقیق الفتویٰ کے آخر میں موجود ہے جس کے نتیجے میں وہابیت قریب قریب ختم ہو چکی تھی۔ دلی میں مولوی نذیر حسین سورج گڈھی مونگیری نے دورۂ حدیث کے بہانے اپنے گرد طلبہ کی بھینٹا کٹھا کر لی۔ اپنے اسباق میں وہ وہابیت کے ساتھ غیر مقلدیت کا بھی زہر گھول کر پلایا کرتے تھے۔

چونکہ دلی اس عہد میں اہم علماء کا مرکز تھا۔ بکثرت مدارس تھے جن میں منتخب روزگار علماء درس دیا کرتے تھے اسلئے پورے ہندوستان سے تحصیل علم کا شوق رکھنے والے دلی پہنچتے تھے۔ مگر کسی مدرسہ میں صرف حدیث پڑھانے کا التزام نہ تھا۔ میاں نذیر حسین صاحب نے صرف حدیث پڑھانے کا شغل شروع کیا۔ احادیث کی کشش طلبہ کو ان کے یہاں پہنچا دیتی تھی جس سے وہ فائدہ اٹھا کر وہابیت اور غیر مقلدیت کی خفیہ تعلیم دیتے رہتے جس کے نتیجے میں بہت سے سنی حنفی گھرانوں کے بچے میاں نذیر حسین صاحب مذکور کی تعلیم کے اثر سے وہابی غیر مقلد ہو گئے۔

مگر یہ کام بہت خفیہ خفیہ ہوتا تھا۔ اس کا اثر فوری طور پر عوام تک نہیں پہنچتا۔ جب میاں صاحب کے غیر مقلد مولوی اپنے اپنے وطن گئے یا اپنے دوسرے ٹھکانوں پر گئے تو انہوں نے وہابیت غیر مقلدیت پھیلائی شروع کی جس کے نتیجے میں ہندستان کے مختلف علاقوں میں غیر مقلدیت کا زہر پھیل گیا۔ غیر مقلدین کے کئی مدرسے قائم ہو گئے۔ دوسری طرف ۱۲۸۳ھ میں جب دارالعلوم دیوبند قائم ہوا تو وہابیت دیوبندیت کا بادلہ اوڑھ کر سامنے آئی۔ مولوی قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہم دارالعلوم دیوبند کی آڑ میں خفیت کا بادلہ اوڑھ کر وہابیت پھیلاتے رہے۔ اور پانی عقائد کی نشر و اشاعت میں دیوبند کے فارغین ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ ابتداءً دیوبند کی اشاعت نجی مجلسوں میں خفیہ خفیہ کرتے رہے۔ وہابیت کی تائید میں فتوے دیتے رہے۔ چھوٹے موٹے رسائل لکھتے رہے جس پر علمائے اہل سنت نے دیوبندیوں کا سخت رد زبانی بھی، تحریری بھی فرمایا۔

چونکہ اس کے قبل دینی تعلیم کے لئے کوئی ایسا مدرسہ نہ تھا جہاں سارے علوم کی تعلیم باقاعدگی کے ساتھ دی جاتی جہاں طلبہ کے قیام و طعام کا بندوبست ہوتا۔ دلی میں طلبہ کا یہ حال تھا کہ کوئی ان کا پرسان حال نہ ہوتا پھر ایک کتاب صبح کو کسی کے یہاں ہوتی دوسری کتاب شام کو کہیں اور ہوتی۔ استاذ کا موڈ آیا تو پڑھایا اور موڈ نہیں آیا تو رخصت کر دیا۔ انگریزوں کا جب دلی پر قبضہ ہو گیا تو انہوں نے عربک کالج قائم کیا جس میں باقاعدہ نظم و ضبط کے ساتھ درس نظامی کی تعلیم ہونے لگی۔ اس کالج میں قاسم نانوتوی صاحب نے بھی کچھ دن تک پڑھلے۔ اسی کالج کے پڑھے ہوئے دیوبند کے حقیقی بانیوں میں مولوی فضل الرحمن، مولوی ذوالفقار علی چشتی ہیں جو مدت العمر گورنمنٹ کے ملازم اور نیشنل خوار رہے اور اسی کالج کے پڑھے ہوئے مولوی محمد یعقوب نانوتوی بھی ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس بھی رہ چکے ہیں۔ مولوی فضل الرحمن اور مولوی ذوالفقار علی نے عربک کالج کے نظم و ضبط کے مطابق دیوبند میں دارالعلوم قائم کیا۔ دیوبند چونکہ دلی سے قریب تھا اور علمائے

دیوبند کی وہابیت ظاہر بھی نہیں ہوئی تھی اس لئے دلی سے طلبہ کی فوج دیوبند پہنچنے لگی انہوں نے دیکھا کہ دلی کی یہ نسبت یہاں آسائش بھی اور ایک ہی جگہ رہ کر اطمینان سے پڑھنا بھی ہے تو ان کا مزاج جو عہد دیوبند کی طرف ہو گیا۔

دیوبند جانے والے طلبہ بھی کے سبھی سنی صحیح العقیدہ ہوتے اور دیوبند کے مدرسین کو سنی صحیح العقیدہ سمجھ کر دیوبند پڑھنے جاتے اور دیوبند کے چالاک وہابی مدرسین کی تعلیم و تلقین سے اکثر وہابی ہو کر نکلتے۔ جب دیوبندی مذہب کے بانیوں نے دیکھ لیا کہ ہماری ہمنوا ایک فوج تیار ہو چکی ہے تو ان لوگوں نے اپنے وہابی عقائد کی بنیادی کتابیں لکھیں۔ تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان وغیرہ لکھ کر چھاپیں، جس پر جگہ جگہ علمائے اہلسنت نے ان لوگوں کا رد کیا، کتابیں لکھیں مناظرے کئے، لیکن یہ سیلاب نہیں تھا۔

جب مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ منصب ارشاد و ہدایت پر جلوہ گر ہوئے تو انہوں نے وہابیوں خصوصاً دیوبندیوں کی بیخ کنی میں پوری توانائی صرف کی جس کے اثر سے پورے ہندوستان میں دیوبندیت تنگی ہو گئی۔ اگر دیوبندیوں میں دین ہوتا اور خود ان کو اس کا یقین ہوتا کہ ہمارا مذہب سچا ہے تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی کتابوں کا جواب دیتے۔ ناظرین کو حیرت ہوگی کہ قریب قریب پانچ سو کتابیں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی رد وہابیہ میں ہیں مگر کسی ایک کتاب کا بھی جواب کسی ایک دیوبندی سے آج تک نہیں ہو سکا۔

مگر عوام میں اپنا بھرم رکھنے کے لئے اب وہ یہ کر رہے ہیں کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی کتابوں سے ایسے مسائل چھانٹ چھانٹ کر اچھالتے ہیں جس پر ناواقف عوام بھڑک جائیں اگرچہ وہ مسائل خود دیوبندیوں کی کتابوں میں بھی مذکور ہیں۔ دیوبندی اکابر خود اس کو لکھ چکے ہیں اور فقہ حنفی کی کتابوں میں ان کی تصریح موجود ہے۔ مثلاً دیوبندیوں کے امام مولوی عبدالشکور کاکوروی اپنی کتاب علم الفقہ میں لکھتے ہیں۔

”حائضہ یا وہ عورت جس کو بچہ پیدا ہونے کے بعد خون آتا ہے  
(یعنی نفاس والی عورت) خون بند ہونے سے پہلے اگر نہلے اور جسم  
اس کا پاک ہو تو یہ پانی مستعمل نہیں اور وضو و غسل اس سے درست  
(جلد اول ص ۹)

علاوہ ازیں یہ سلسلہ فقہ حنفی کی دسیوں بنیادی کتابوں میں مذکور ہے مثلاً خلاصہ  
خانہ، غنیہ، کبیری، صبغری، بدائع صنائع، درمختار وغیرہ۔  
لیکن اسی مسئلہ کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ میں لکھ دیا تو برہما  
برس سے دیوبندی مولوی اس کا نسخہ کر رہے ہیں۔

ماہواری رسالوں میں چھاپ رہے ہیں۔ ان سب باتوں سے ان کا مقصود صرف یہ  
ہے کہ عوام کو ان فروعی مسائل میں الجھائیں اور مسئلہ تکفیر کی طرف ان کی توجہ نہ ہو  
چونکہ جامعہ اشرفیہ کا تعلق پوری دنیا کے مسلمانوں سے ہے اس لئے جگہ جگہ سے  
اس سلسلہ میں سوالات ہمیشہ آتے رہتے ہیں اس لئے میں نے ضروری جانا کہ ان سب  
مسائل پر بقدر ضرورت روشنی ڈال دی جائے۔ باوجود عدیم الفرستی کے میں نے  
عزیز مولانا مفتی محمد نسیم سلمہ کے تعاون سے لکھنا شروع کیا۔ پھر معلوم ہوا کہ جناب مولانا  
مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم کے پاس دکن سے بھی کبھی اس سلسلہ میں کچھ  
سوالات آئے تھے اور انہوں نے ان کے بہت مدلل مفصل مسکت جوابات لکھے  
تھے۔

قصہ یہ ہوا کہ صوبہ کرناٹک کے مشہور شہر شیوگہ سے دیوبندیوں کا ایک ہفت  
روزہ اخبار ”ندائے عرفات“ کے نام سے نکلتا ہے اور مورد دیوں کا ایک ”صد آسمان“  
کے نام سے۔ ان اخبارات میں مستقل عنوان ”شاخسانہ چھتیلہ“ جو مستقل طور پر  
مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر اقرار، بہتان، لعن طعن کرنے کے لئے مخصوص  
ہے۔

ندائے عرفات مورخہ ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰ کے چند اقتباسات



جناب مولانا ثناء اللہ صاحب صدر المدرسین مدرسہ رضویہ زینت العلوم جامع مسجد  
 موڈگیر اضلع چک منگلورا اور مدرسہ ہذا کے اراکین نے جناب مولانا مفتی محمد نظام الدین  
 صاحب زید مجدہم کے پاس بھیجے تھے جس کے جواب میں انہوں نے بڑی عرق ریزی  
 سے پورا رسالہ تحریر کر دیا تھا لیکن وہ کسی وجہ سے اب تک چھپ نہیں سکا جب  
 مجھے اس کا علم ہوا تو جن شبہات کے جوابات میں لکھوا چکا تھا وہیں رک گیا اور جن  
 کے جوابات لکھوا نہیں پایا تھا ان کو اس کے لئے مفتی صاحب موصوف کے تحریر کردہ  
 جوابات کو اس کتاب میں شامل کر دیا۔

میری دعا ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے  
 اور طفیل مسلمانان اہل سنت کو اس سے نفع دے اور وہابیوں کے شرور و فتن سے  
 محفوظ رکھے اور عزیز موصوف جناب مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب زید  
 مجدہم کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی صحت، قوت، علم، فضل کو مزید درمزید  
 فرمائے۔ آمین

محمد شریف الحق امجدی

خادم افتار جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

یکم شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۱ نومبر ۱۹۹۸ء



ہیں جو خود ان کے بڑے بوڑھوں کے خلاف ہوتی ہے۔ آئیے ہم بانی دیوبندیت جناب گنگوہی صاحب کی تصریح دکھائیں کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ عرب میں کفر و شرک پھیلے گا ایک حدیث ہے۔ ان الشیطان قد یئس ان یعبدا المصلون فی جزیرۃ العرب: شیطان اس سے مایوس ہو گیا کہ نمازی اسے جزیرۃ العرب میں پوجیں۔ اور شکوۃ ہی میں ایک دوسری حدیث ہے کہ فرمایا۔

لا تقوم الساعة حتی تضرب الیات نساء دوس حول ذی الخلصۃ وذو الخلصۃ طاعیۃ دوس التي کا نوایعبدون فی الجاہلیۃ۔ ص ۲۸

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک دوس کی عورتیں ذوالخلصہ کے گرد ناچ نہ لیں گی ذوالخلصہ قبیلہ دوس کا بت تھا جسے وہ جاہلیت میں پوجتے تھے۔

نظاہر ان دونوں حدیثوں میں تعارض تھا، بانی دیوبندیت گنگوہی صاحب سے سوال ہوا کہ اس کی توجیہ کیا ہے انہوں نے فرمایا۔

”شیطان نے جو قوت اسلام اور رسوخ مسلمین دیکھا تو مایوس ہو گیا کہ مسلمان ہرگز شرک نہ کریں گے بلکہ اس سے یاس ہوئی مصلین یعنی مسلمین سے نہ کہ کفار سے دیکھو حضرت ابلیغ البلفار کے کلام کو کہ مسلمانوں سے یاس شیطانی فرمائی نہ وجود شرک سے اور شیطان کی بقا توقع کفار میں باقی رکھی، اول تو ظاہر ہے کہ یاس کو عدم الوقوع لازم نہیں تو کیا ضرور ہے کہ شیطان کی یاس کو عدم الشرک لازم ہو۔ کمال قوت دیکھ کر مایوس ہوا مگر انجام وہ قوت نہ رہے رفتہ رفتہ وہ نوبت پہنچے کہ فقط کلمہ بھی باپ دادا کے سنے سنائے پڑھیں کوئی نہ جانے کہ کیا چیز ہے۔ جب سائل نے قوت اسلام اور وضوح دلائل اسکے دیکھے تو پوچھا کہ بعد آپ کے ایسا ہی حال رہے گا مثل یہودی اور نصرانی کے آپ کی امت اجابت میں شرک ہو جائے گا تو حضرت نے فرمایا کہ شرک خلی تو نہ ہوگا البتہ سختی آجاوے گا اور جو شخص مرتد ہوا اجابت کی





بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

گو یا مانگیں پھیلا کر چلنے والے اس کا لے جیستی کو دیکھ رہا ہوں جو کبے

کے ایک ایک تپھر کو اکھاڑے گا (جلد اول ص ۱۲)

نسابعاً۔ غالباً یہ جیستی بھی وہابی ہوگا جو وہابی مذہب کے مطابق تثنائے مسلمان ہوگا۔ ان ابجاث سے ہٹ کر ہم کو یہ تحقیق کرنا ہے کہ نجدیوں کے عقائد کیا ہیں؟ دیوبندی جماعت کے شیخ الاسلام ٹانڈوی صاحب اپنے مشہور گالی نامے ”الشہاب الثاقب“ میں لکھتے ہیں

”صاحبو! محمد بن عبدالوہاب چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسد رکھتا تھا اہل سنت و الجماعت سے قتل و قتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیال کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھتا رہا ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حریم کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائی۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا۔ اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا۔ اور بے۔ اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ قوم نصاریٰ سے نہ قوم مجوس سے نہ ہنود سے۔ غرض کہ وجوہات مذکورۃ الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے اور بیشک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہئے کہ وہ لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر رنج و عداوت نہیں رکھتے کہ جتنی وہابیت سے

رکتے ہیں۔ ص ۲۳

دیوبندیوں! اپنے شیخ الاسلام کے ارشادات عالیہ بغور سنو انہوں نے ابن عبد الوہاب نجدی کے بارے میں کیا کیا لکھا ہے۔ وہ خیالات باطلہ رکھتا تھا، عقائد فاسدہ رکھتا تھا۔ اہل سنت و جماعت کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا تھا۔ ان کے اموال کو مال غنیمت جانتا تھا۔ اہل حجاز خصوصاً اہل حرمین کو اس نے تکلیف شاقہ پہنچائی جس کی تاب نہ لا کر بہت سے لوگوں کو مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ سلف صالحین اور ان کے متبعین کی شان میں گستاخ تھا وہ بالجر لوگوں کو اپنے مذہب میں لانے کی کوشش کرتا تھا۔ اس نے ہزاروں مسلمانوں کو شہید کرایا اہل عرب اس سے اتنا بغض رکھتے ہیں کہ اتنا بغض نہ یہود سے رکھتے ہیں نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔

اب چند سوالات پیدا ہو گئے ہیں کہ ابن عبد الوہاب نجدی جو عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس کی رو سے وہ کافر تھا یا مسلمان؟ دیوبندی شیخ الاسلام صاحب نے تصریح کی ہے کہ وہ مسلمانوں کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا تھا۔ اس سے لازم کہ مسلمانوں کے قتل کو حلال جانتا تھا۔ اور اس پر اجماع ہے کہ مسلمان کے قتل کو حلال جاننا کفر ہے، جب کہ وہ مسلمان باغی، ڈاکو، قاتل نہ ہو، بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے۔

سبب المسلم فسوق وقتالہ  
کفر۔ (بخاری ص ۱۱، مسلم ص ۵ ج ۱)

اس کی شرح میں تمام علمائے بالاتفاق یہ لکھا کہ اگر مسلمان کے قتال کو حلال جان کر قتال کیا تو کافر ہے۔ علامہ نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں۔

اما قتالہ بغیر حق فلا یکفر بہ عند  
اہل الحق کفرًا یخرج بہ عن الملۃ الا اذا  
استحلہ (ص ۵ ج اول)

مسلمان سے بغیر حق کے قتال کرنے والے کو کافر نہیں کہا جائے گا مگر یہ کہ جب اسے حلال جانے۔

اب دیوبندی سوچیں کہ ان کے شیخ الاسلام کے ارشاد سے ثابت ہو گیا کہ نجدی کافر ہیں۔ مگر مزید اور آگے سینے، اسی میں ہے۔

”محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم اور تمام مسلمانانِ دینارِ شرک اور کافر ہیں ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال و جائز بلکہ واجب ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں (غیر مقلد) نے اس کے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔“ (الشہاب الثاقب ص ۴۵)

اس پر تو امت کا اجماع ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہنا تو بڑی بات ہے کسی ایک مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر، اور یہ خود حدیث میں مذکور ہے بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ایما امری قال لایحیہ کافر فقد باء بہما۔  
احدہما ان کان کما قال والا رجعت علیہ۔  
جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے تو ان دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی اگر جسے کہا وہ حقیقتہً کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پلٹے گا۔ (بخاری ص ۲۹ ج ۲ مسلم ص ۵۷ ج ۱)

جب ایک مسلمان کو کافر کہنے والا کافر ہے تو سارے جہان کے مسلمانوں کو کافر کہنے والا نجدی تھوک کے حساب سے کافر ہے۔  
دیوبندیوں کے یہی مایہ ناز بزرگ لکھتے ہیں۔

”شانِ نبوت و حضرت رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو نماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زبان تبلیغ کی مانگتے ہیں۔“ (الشہاب الثاقب ص ۴۷)

اب مسلمان سوچیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نہایت گستاخی کرنے والے بھی اگر مسلمان ہیں تو پھر دنیا میں کافر کون ہو گا؟ معمولی پڑھا لکھا مسلمان



بھی جانتا ہے کہ کسی نبی کی شان میں معمولی گستاخی کرنے والا یقیناً قطعاً کافر و مرتد ہے۔ لیکن چونکہ وہابیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرنا کوئی جرم نہیں کیونکہ ان کے مذہب میں یہ جرم ہوتا تو خود گستاخی نہ کرتے اسلئے سارے وہابی شان نبوت و رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے نہایت گستاخ نجدیوں کو مسلمان مانتے ہیں۔ مسلمان ہی نہیں اپنی تقریروں میں تو ان کو اللہ عزوجل کا محبوب مانتے ہیں۔

ثامناً \_\_\_\_\_ آپ لوگ کہتے ہو کہ حریم طیبین پر کافروں کی حکومت نہیں ہوگی آپ لوگوں کے اس کہنے سے لازم آیا کہ ہم اہل سنت و جماعت حق پر ہیں۔ اسلئے کہ ترکیوں کی حکومت حریم طیبین پر تقریباً ڈھائی سو سال تک رہی اور ترکی عقیدے اور عمل میں ہمارے ساتھ ہیں جس کی دلیل حسام الحرمین اور الدولۃ المکیۃ کے علاوہ انوار ساطعہ اور تقدیس الوکیل عن توہین الخلیل والرشید پر اس وقت کے دونوں حرم کے چاروں مذہب کے مفتیان کرام اور چاروں مصلوں کے ائمہ اور دوسرے علمائے کرام کی تصدیقات ہیں اور سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ وہابیوں کے تینوں فرقوں کے مذہب میں مزارات پر گنبد بنانا حرام و گناہ ہے لیکن ترکیوں نے جنت البقیع اور جنت المعلیٰ میں اہم حضرات کے مزارات پر گنبد بنوائے تھے جسے نجدیوں نے ڈھا دیا اور ترکی لوگ بہت دھوم دھام سے میلاد شریف کرتے تھے اور مولد انبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر سال پابندی سے ۱۲ ربیع الاول شریف شاہانہ اہتمام کے ساتھ میلاد شریف ہوتا تھا جس کا تذکرہ شاہ ولی اللہ صاحب نے فیوض حرمین میں بھی کیا ہے انہوں نے لکھا ہے۔

”۱۲ ربیع الاول شریف کی رات میں اس مقدس مکان میں جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے مجلس میلاد شریف منعقد ہوئی۔ میں اس میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آسمان سے انوار اتر رہے ہیں۔ میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ انوار فرشتوں کے تھے۔“

ترکی بزرگان دین کے تصرف کے قائل تھے اور ان سے بوقت حاجت استعانت کرتے تھے اور آج بھی ترکی وہابیوں نجدیوں کا شد و مد کے ساتھ رد کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ لوگ کتابیں چھاپ کر مفت پوری دنیا میں بانٹتے ہیں اس لئے وہابیوں دیوبندیوں کے عقیدے کے مطابق ترک بھی مشرک تھے مگر جب کہ وہابیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حرمین طیبین پر کافروں مشرکوں کی حکومت نہیں ہوگی لیکن جبکہ حرمین طیبین پر ترکیوں کی ڈھائی سو سال تک حکومت رہی تو ثابت ہوا کہ ترکی کافر اور مشرک نہیں تھے۔ اسی سے ثابت ہو گیا کہ مزارات پر قبہ بنوانا بزرگان دین سے استعانت کرنا میلاد اور قیام کرنا فاتحہ اور عرس کرنا نہ شرک ہے نہ کفر، نہ بدعت ہے نہ حرام بلکہ جائز و مستحسن ہے۔

اب آئیے چند غیر جانبدارانہ شہادہتیں نجدیوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں مولانا ابوالحسن زید صاحب فاروقی دہلوی مقامات خیر میں لکھتے ہیں۔

”حجاز مقدس پر پنج نجدیوں کے تصرف کا تیسرا سال تھا ان لوگوں میں نہ علم ہے اور نہ تہذیب، محمد بن عبد الوہاب کو یہ لوگ مانتے ہیں جو کچھ اس نے کہا ہے وہ بمنزلہ منزل من اللہ ہے۔ اس کی علیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام عالم کے مسلمان مشرک ہیں اور ان کا قتل جائز ہے نجدیوں نے حجاز مقدس کے مقامات مقدسہ اور مزارات مبارکہ کی جو توہین کی یقیناً وہ شیطانی عمل ہے۔ وہ مبارک مقام جہاں محبوب رب العلیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہوئی تھی اور جہاں خیراں والدہ بارون نے ۱۶ھ میں مسجد شریف بنوائی تھی کوڑا ڈالنے کی جگہ بنائی گئی۔“

نجدیوں کے فتنے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا ہے۔ صحیح بخاری شریف میں یہ حدیث شریف ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت  
قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اے اللہ ہمارے شام میں برکت دے اے اللہ  
ہمارے یمن میں برکت دے، کچھ لوگوں نے  
عرض کیا یا رسول اللہ اور ہمارے نجد میں،  
میں گمان کرتا ہوں کہ تیسری مرتبہ میں فرمایا  
وہاں زلزلے اور فتنے ہیں وہاں سے شیطان  
کے ساتھی نکلیں گے۔

اللهم بارك لنا في شامنا، اللهم  
بارك لنا في يمننا، قالوا يا رسول الله  
وفي نجدنا فاظنه قال في الثالثة  
هنا لك الزلازل والفتن وبها  
يطلع قرن الشيطان  
(مقامات خیر ص ۷۶)

تاسعاً \_\_\_\_\_ اگر اب بھی اطمینان نہ ہو تو اب اخیر میں علمائے دیوبند نجدیوں  
کے بارے میں اخیر فیصلہ سنئے مولوی خلیل احمد انیسٹھی نے لکھا۔

” ہمارے نزدیک ان (نجدیوں) کا حکم وہی ہے جو صاحب درمختار نے  
فرمایا ہے۔ اور خوارج ایک جماعت ہے شوکت والی جنہوں نے امام پر  
چڑھائی کی تھی۔ تاویل سے ان کا حکم باغیوں کا ہے۔ اور علامہ شامی نے  
اس کے حاشیہ میں فرمایا ہے۔ جیسا کہ ہمارے زمانے میں عبدالوہاب کے  
تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہوئے اپنے  
کو ضلی مذہب بتاتے تھے مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں  
اور جو ان کے عقیدے کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بنا پر انہوں  
نے اہلسنت اور علمائے اہلسنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا یہاں تک کہ  
اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی۔“ (المہند ص ۱۵)

اس کتاب پر اس وقت کے تقریباً تمام علمائے دیوبند کی تصدیقات ہیں۔  
مثلاً تھانوی صاحب، مولوی محمود الحسن، مفتی عزیز الرحمن، مفتی کفایت اللہ وغیرہ وغیرہ  
دیکھنے صاف تصریح ہے کہ نجدیوں کا حکم وہی ہے جو خوارج کا ہے اور ہمارے جیوں کے  
گمراہ بددین ہونے پر اہلسنت کا اتفاق ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ دیوبندی علماء  
کا اس پر اتفاق ہے کہ نجدی اہلسنت سے خارج ضال منسل گمراہ بددین ہیں۔  
دیوبندیو! اہلسنت کی نہیں سنتے نہیں مانتے تو اپنی جماعت کے اجماعی فیصلے پر تو ایمان

# نوشیرواں عادل نہیں تھا

الملفوظ حصہ چہارم ص ۵ میں ہے۔

عرض :- نوشیرواں کو عادل کہہ سکتے ہیں یا نہیں ؟  
 ارشاد :- نہیں۔ اگر اس کے احکام کو حق جان کر کہے کفر ہے ورنہ حرام۔  
 اس پر دیوبندی برادری میں بڑی کھلسلی ہے۔ بیچاروں کو اس کا بہت دکھا  
 ہے کہ ان کے ایک چھیتے بادشاہ کو عادل کہنے سے منع کر دیا بیچارے کہتے ہیں  
 کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ولدت فی زمن الملك العادل میں عادل بادشاہ کے زمانے میں پیدا ہوا

کٹک کے مناظرے میں دیوبندی مناظرے سے جب پوچھا گیا کہ یہ حدیث کہاں  
 ہے تو اس نے بہت چہک کر بوستاں کے حاشیہ کا حوالہ دیا جب کتاب منگا کر  
 دیکھی گئی تو وہ حاشیہ بھی کسی دیوبندی کا تھا۔ دیوبندی مناظر کو ذرا بھی شرم نہ آتی کہ  
 اپنے مدعا کے ثبوت میں ایک دیوبندی کا قول پیش کیا یہ بالکل ایسے ہی ہوا کہ  
 جیسے کوئی ہندو کہے کہ رام چندر جی ایشور کے اوتار تھے اور جب اس سے کوئی دلیل  
 مانگی گئی تو اس نے کہا رامائن میں ہی لکھا ہے۔

ناظرین توجہ سے سنیں یہ حدیث موضوع باطل کسی ایرانی کی من گھڑت ہے۔  
 حضرت ملا علی قاری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں۔

قال السخاوی لا اصل له قال الزرکشی  
 کذب باطل وقال السیوطی قال البیہقی  
 فی شعب الایمان تکلم شیخنا ابو عبد اللہ  
 سینجاوی نے کہا اسکی کوئی اصل نہیں زرکشی  
 نے کہا کذب باطل ہے سیوطی نے کہا کہ  
 یہ سنی نے شعب الایمان میں فرمایا کہ ہمارا

شیخ ابو عبد اللہ حافظ نے اسکے باطل ہونے کو بیان فرمایا جو بعض جاہل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میں بادشاہ عادل کے زمانے میں پیدا ہوا یعنی نوشیرواں۔

المحافظ بطلان ما یرویہ  
بعض الجہلاء عن نبینا صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولدت فی  
زمن الملك العادل یعنی نوشیروان  
(ص ۹)

علامہ ابو طاہر فتنی مجمع بحار الانوار کے تکرار میں لکھتے ہیں۔  
اس کی کوئی اصل نہیں جو شخص اللہ کے حکم کے خلاف حکم کرے اس کو عادل کہنا جائز نہیں۔  
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت میں فرماتے ہیں۔  
محدثین کے نزدیک صحیح نہیں اور مشرک کا وصف عدل کے ساتھ کیسے درست ہو گا حالانکہ شرک ظلم عظیم ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک شرک ضرور ظلم عظیم ہے لوگ کہتے ہیں کہ مراد عدل سے اس جگہ رعایا کی سیاست اور داد ستانی ہے اور فریاد کی ہے کہ اہل عرف اس کو عدل کہتے ہیں لیکن عادل کا لفظ سید الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی زبان پر جاری ہونا بعید ہے۔

لا اصل له ولا یجوز ان یسی من یحکو  
بغیر حکم اللہ عادلًا (ص ۱۹ ج ۱۱)  
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت میں فرماتے ہیں۔  
محدثین میں صحیح نیست و چون درست باشد وصف مشرک بعد از حال آنکہ شرک ظلم عظیم است قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ وہی گویند کہ مراد بعدل اس جا سیاست رعیت و داد ستانی و فریاد رسی است کہ اہل عرف آل را عدل می خوانند اما جریان اسم عادل بر زبان سید انبیاء (صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ بعید است۔

(جلد دوم ص ۲۲)

ناظرین دیکھیں محدثین فرما رہے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں یہ جھوٹ باطل ہے صحابہ فرما رہے ہیں کہ نوشیرواں مجوسی مشرک کو عادل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیسے کہہ سکتے ہیں جب کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ شرک ظلم عظیم ہے مگر دیوبندی ان سب تہترکات سے آنکھیں بند کر کے گلستاں کے اپنے مذہب کے ایک تہستی پر اعتماد کر کے اس کو حدیث کہہ کر اپنا ہا سہا بھرم کھور رہے ہیں۔ بلکہ منظر دستیق

اسے حدیث کہہ کر اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا رہے ہیں جیسا کہ ابھی حدیث گزری کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنائے بلکہ ایک حدیث میں اس سے واضح تر ہے کہ فرمایا

من يكذب علي ما لراقل فليتبوا  
جس نے میری طرف منسوب کر کے وہ بات  
مقعدا من النار  
کہی جو میں نے نہیں کہی ہے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم  
بنائے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ ولادت فی زمن الملك العادل حدیث نہیں تو اس علم کے بعد جو شخص اسے حدیث کہے وہ یقیناً اس وعید کا مستحق ہے۔ اخیر میں ہم ایک بہت بڑے دیوبندی بزرگ دیوبندی ہی نہیں غیر مقلد بزرگ بھی جو بہ یک وقت دیوبندی بھی تھے اور غیر مقلد بھی تھے۔ اور دیوبندی حکیم الامت تھانوی صاحب کے مرید بھی تھے یعنی سلیمان ندوی صاحب کی تحقیق پیش کرتے ہیں شاید دیوبندیت اور غیر مقلدیت کے مجمع البحرین کی بات و ہابی برادری مان لے۔ لکھتے ہیں۔

ایرانیوں میں اس (نو شیرواں) کی عدل پروری اب تک مشہور ہے مگر اس کو یہ مبارک لقب اپنے عزیزوں اور افسروں اور ہزاروں بے گناہوں کے قتل کی بدولت ملا۔ (سیرۃ ابنی ج ۲ ص ۱۶۲)

ہزاروں بے گناہوں کے قتل کا نام عدل مجوسی لغت کے ساتھ ساتھ دیوبندی لغت میں ہو سکتا ہے مگر دنیا کی کسی لغت میں نہیں ہو سکتا۔ دیوبندیو! تمہیں کچھ شرم نہیں آتی، ایسے ظالم کو عادل کہتے ہو اور عادل نہ کہنے پر فساد مچلتے ہو۔

# دھن کے پاؤں دھونے کا مسئلہ

فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۲۵۵ پر ہے۔  
دھن کو بیاہ کر لائیں تو مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر پانی مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے۔

دیوبندی اس کو بیان کر کے زندگی بھر کے سیکھے ہوئے سارے کتب دکھا ڈالتے ہیں۔ اور اکابر علمائے اہلسنت کا نام لے لے کر چیخ چیخ کر چیلنج کرتے ہیں کہ لاؤ دکھاؤ یہ کہاں ہے۔ اور یہ بھی مسخرہ پن کرتے ہیں کہ جب اس پانی سے برکت ہوتی ہے تو رضا خانی اسے تبرک کے طور پر اپنے گھروں میں لے جائیں نہیں۔

چونکہ فتاویٰ رضویہ میں حوالہ نہیں دیوبندی یہ جانتے تھے کہ عامہ کتب میں یہ ہے نہیں کوئی حوالہ کہاں سے نکلے گا۔ یہ بات ایک حد تک صحیح بھی تھی کیونکہ جس کتاب میں یہ مذکور ہے وہ نایاب تھی کہیں ملتی نہ تھی لیکن ماضی قریب میں استنبول میں شائع ہوئی اور اس کے کچھ نسخے ہندوستان میں بھی آئے۔ دیوبندیو! تم بھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پڑھو اور اپنے مولویوں کی جہالت اور خیانت پر ماتم کرو۔

امامین جلیلین محمد بن ابی بکر امام زادہ اور یعقوب بن سید علی "شرعۃ الاسلام" اور اس کی شرح "مفاتیح الجنان" میں لکھتے ہیں۔

من السنۃ ان یغسل الزوج رجلہا و سنت ہے کہ شوہر دھن کے پاؤں کو دھو و  
یرش ذالک الماء فی ذویا البیت یدخل اور اس پانی کو گھر کے کونوں میں چھڑک دے  
من ذالک الماء بركة ص ۲۲ اس سے برکت آئے گی۔

فتاویٰ رضویہ میں صرف یہ تھا کہ یہ مستحب ہے اور ان دونوں کتابوں میں اسے

سنت کہا گیا ہے۔

دیوبندیو! اپنے کسی دارالافتار سے پوچھو سنت کا تمسخر کرنے والے کا کیا حکم ہے یقین رکھو اگر زید و عمرو کے نام سے سوال کرو گے تو دیوبندی دارالافتار سے بھی وہی جواب آئے گا جو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے دیوبندیوں کے بارے دیا ہے۔

دیوبندیت ایسی بیماری ہے کہ اس کا علاج، علاج بالمثل کے سوا کچھ بھی نہیں قرآن حکیم پڑھو اینٹھتے رہیں گے، حدیث پاک سناؤ منہ لبورتے رہیں گے ہاں اگر ان کے کسی حضرت جی کا ارشاد سناؤ تو گھر میں گھس جائیں گے۔

تھانوی جی کا ایک نسخہ | دیوبندی امت کے حکیم جی تھانوی صاحب ہشتی زیور حصہ ہفتم میں لکھتے ہیں۔

” اگر کسی کو نظر لگ جائے جس پر شبہ ہو کہ اس کی نظر لگی ہے اس کا منہ اور دونوں ہاتھ کبھی سمیت اور دونوں پاؤں اور دونوں زانوں استنجا کا موقع پیشاب یا فانیہ کا مقام کو دھلوا کر پانی جمع کر کے اس شخص کے سر پر ڈالو تب کو نظر لگی ہے اس کو شفا ہو جائے گی“

انصاف پسند حضرات غور کریں کہ ”شرعتہ الاسلام اور مفاتیح الجنان“ میں تو صرف یہ تھا دھن کے دونوں پاؤں دھوئیں گھر کے کونوں پر چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے۔ اس پر دیوبندی اپنا سارا کرب دکھاتے ہیں اور یہاں یہ ہے کہ صرف پاؤں ہی نہیں اس کے پیشاب کا مقام بھی دھوئیں اس کے پانخانے کا مقام بھی دھوئیں مریض کے سر پر ڈالیں اس کو شفا ہو جائے گی۔ اگر یہ بات ہماری کسی کتاب میں ہوتی تو دیوبندی نقال خوب خوب چک پھیریاں کرتے کرتے دکھاتے جب دین نہیں، دیانت نہیں خدا کا خوف نہیں، رسول سے شرم نہیں، آخرت کے لواغذے کا اندیشہ نہیں تو پھر ڈر کا ہے کا۔ دیوبندیو! جب یہ پیشاب پانخانے کا دھوون آب شفا ہے تو تم اس کو گھروں میں لے جا کر رکھو، پیو پلاؤ، تقسیم کرو۔



**دوسرا نسخہ** | اعمال قرآنی میں دیوبندی برادری کے انہیں حکیم جی نے  
امساک کے لئے یعنی عورت کے ساتھ دیر تک ہمبستری  
کرنے کے لئے یہ عمل لکھا ہے۔

”انگور کی پتی پر آیتہ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ یُمِیْسُ السَّمٰوٰتِ الْاٰیۃ لَکَھِ کَر

رَانَ پَر بَانَ دَھِیْنَ“

جس پتی یا کاغذ پر آیتہ کریمہ لکھی ہو اس کا چھونا جُنُب تُو جُنُب ہے بے وضو کو بھی  
جائز نہیں۔ جب کہ ہمبستری سے وضو بھی ٹوٹے گا اور غسل واجب ہو گا۔ کتنی عمدہ دیوبندی  
تعلیم ہے۔ کہ لذت نفسانی کے لئے جی بھر کر قرآن مجید کی بے حرمتی کا سبق دیا جا رہا ہے۔

## غوث وقت کی نشان میں گستاخی

ابریز شریف ص ۲۱ پر عارف باللہ حضرت سید احمد سجلماسی قدس سرہ نے اپنا  
یہ واقعہ لکھا ہے۔

میں نے ایک رات اپنی دونوں بیویوں کو ایک خواب گاہ میں اکٹھا کیا ان میں  
سے ہر ایک کچھونے پر تنہا سوئی اور میں ایک کچھونے پر تنہا سویا۔ اور گھر میں  
ایک کچھونا خالی رہ گیا جس پر کوئی نہیں سویا۔ میں نے یہ گمان کر کے کہ دوسری  
بیوی سو رہی ہے ایک بیوی سے ہمبستری کرنی۔ تھوڑی دیر سونے کے بعد یہ  
گمان کر کے کہ پہلی بیوی سو گئی ہے دوسری سے بھی ہمبستری کی۔ اس کے بعد  
جب میں حضرت شیخ عبدالعزیز زوباغ قدس سرہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔  
میں اکثر ان کی زیارت کو جاتا تھا اگرچہ وہ کتنی ہی دور ہوں، ایک دن جب میں حاضر ہوا  
تو مجھ سے تفریح فرمانے لگے یہاں تک کہ فرمایا تم لوگ کیا کہتے ہو اس کے بارے  
میں کہ دو عورتوں کو ایک مکان میں جمع کرنا اور دونوں سے وطی کرنا کیسا ہے؟

میں سمجھ گیا کہ انہوں نے مجھ سے جو سرزد ہوا ہے اس کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں  
میں نے عرض کیا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا۔۔۔ تو فرمایا۔۔۔ چوتھے پھونے پر  
کون سویا تھا؟ میں نے عرض کیا سیدی میں نے گمان کیا تھا کہ دونوں سو رہی ہیں  
فرمایا پہلی سوئی تھی اور نہ دوسری۔۔۔ علاوہ ازیں یہ مناسب نہیں۔ اگرچہ  
دونوں سو رہی ہوں۔۔۔ میں نے عرض کیا یا سیدی یہی مذہب ہے اور میں  
اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔

اس واقعہ کو اختصار کے ساتھ الملفوظ حصہ دوم میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس پر  
دیوبندی انتہائی پھوٹپن کے ساتھ تنقید کرتے ہیں لیکن بے جا سبب علم نہیں  
جانتے کہ یہ واقعہ علی حضرت قدس سرہ کا گڑھا ہوا نہیں بلکہ تصوف کی انتہائی معتبر  
کتاب ابریز میں لکھا ہوا ہے اس واقعہ پر دیوبندی یا کوئی اور اعتراض کرے تو حقیقت  
میں اس کا اعتراض عارف باللہ حضرت سید احمد سجلماسی اور غوث وقت حضرت سیدنا  
عبد العزیز دباغ پر ہوگا۔ اب دیوبندی جتنا چاہیں اس پر پھکڑ بازی کریں۔  
الملفوظ میں یہ ہے کہ جب حضرت سید احمد سجلماسی نے پوچھا کہ حضور کو کس  
طرح علم ہوا، فرمایا جہاں وہ سو رہی تھیں کوئی اور پلنگ بھی تھا عرض کیا ہاں ایک  
پلنگ خالی تھا۔۔۔ فرمایا اس پر میں تھا۔

چونکہ بعینہ ہی الفاظ ابریز شریف میں نہیں اس لئے جس طرح ڈوبتے ہوئے  
کو تنکے کا سہارا کافی ہوتا ہے، دیوبندی اس پر بہت اچھلتے کودتے ہیں لیکن یہ بھی  
ان کی جہالت یا شرارت ہے۔ یہ مضمون عبارت کے رد و بدل کے ساتھ ابریز شریف  
میں موجود ہے۔ حضرت سید احمد سجلماسی کے اس پوچھنے پر کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا حضرت  
سیدنا نے فرمایا۔ ”من نام علی الفراش الرابع“ چوتھے پھونے پر کون سویا تھا؟ یہ  
استفہام تقریری ہے۔ اس کا حاصل یہی کلمات ہیں کہ اس چوتھے فراش پر میں سویا تھا۔  
ورنہ سوال و جواب میں مطابقت نہ ہوگی، وہ پوچھ رہے ہیں حضور کو کیسے معلوم ہوا اس  
کا جواب اسی وقت بنے گا کہ ”من نام علی الفراش الرابع“ سے مراد یہ ہو کہ اس

خالی چوتھے پھونے پر میں سویا تھا۔

ہر شخص جانتا ہے کہ واقعات کے بیان کرنے میں الفاظ کا رد و بدل عام طور پر رائج ہے۔ اگر میں اس کی نظیر میں علمائے دیوبند کی کتابوں سے پیش کروں تو کتاب طویل ہو جائے گی۔

ناظرین کے اطمینان کے لئے ابریز شریف ہی سے اس قسم کا ایک اور واقعہ نقل کر دیتا ہوں۔ شیخ عبدالرحمن کہتے ہیں — میں شیخ کی زیارت کے لئے گیا جب بیٹھ گیا تو دریافت فرمایا۔ تو نے اتوار کی رات میں کیا کیا۔ میں نے عرض کیا یا سیدی میں نے کیا کیا؟ فرمایا تو اپنی بیوی سے جماع کر رہا تھا۔ اور اپنے بچے کو بچھونے پر بٹھا رکھا تھا — کیا تو نے یہ نہیں جانا کہ میں تیرے ساتھ موجود تھا۔ ص ۲۷

اب دیوبندی بولیں کیا کہتے ہیں یہاں صاف تصریح ہے کہ میں تمہارے ساتھ موجود تھا۔ ناظرین کے خلیجان کو دور کرنے کے لئے عرض ہے کہ باطنی طور پر کسی ذات کا ہمارے پوشیدہ احوال کو دیکھنا عیب نہیں — کیا اللہ عز و جل ہمارے ہر ظاہر و پوشیدہ اعمال و افعال کو نہیں دیکھتا؟ کیا اللہ تعالیٰ کا دیکھنا بے حیائی ہے؟ باطنی امور کو ظاہری امور پر قیاس کرنا جہالت بھی ہے شرارت بھی ہے اور گمراہی کا ذریعہ بھی۔

دیوبندیوں کے پیرانِ پیر کی کرامت

مگر میں جانتا ہوں کہ دیوبندی اب بھی خاموش نہیں رہیں

گے — اس لئے ضروری ہے کہ ان کے علاج کے لئے ان کے نہاں خانہ خاص کا ایک راز فاش کر دوں۔ جس کا تعلق بانی دیوبندیت گنگوہی صاحب اور ان کے پیر جی حاجی امداد اللہ صاحب سے ہے۔

ارواحِ ثلاثہ ص ۲۹ پر ہے۔

”ایک دفعہ حضرت گنگوہی جوش میں تھے — فرمایا — کہ

تین سال کامل حضرت ابدال کا چہرہ میرے قلب میں رہا اور میں نے  
ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔“

اب دیوبندی بتائیں کہ جن تین سالوں میں جناب حاجی ابدال صاحب کا  
چہرہ گنگوہی صاحب کے قلب میں رہا ان تین سالوں میں جب جب گنگوہی صاحب  
نے اپنی بیوی یا اپنے رفیق جانی نا تو تو ی صاحب سے ہم بستری کی حاجی صاحب  
ٹکڑ ٹکڑ دیکھتے رہے یا نہیں؟ صرف ٹکڑ ٹکڑ دیکھتے ہی نہیں رہے بلکہ جب گنگوہی صاحب  
کے قلب میں گھسے رہے تو ہم بستری کی لذت سے بھی لطف اندوز ہوتے رہے۔  
سبحان اللہ! دیوبندی مذہب کتنا مزیدار ہے کہ ہم بستری کرے مرید اور لطف اندوز  
ہو مرید کے ساتھ پر بھی۔

دیوبندیو! اگر تم کے منافق نہیں آخرت کی پریش پر ایمان ہے تو بولو حضرت  
شیخ احمد جلماسی قدس سرہ کے واقعہ میں تصریح ہے کہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ ان کے  
شیخ یہاں تشریف فرما ہیں۔ اس پر دیوبندیوں نے آسمان سر پر اٹھایا، لیکن  
گنگوہی صاحب کو معلوم تھا کہ میرے پیڑھی میرے دل میں ہیں اور میری ہر حرکت  
کو ٹکڑ ٹکڑ دیکھ رہے ہیں۔ پھر بھی گنگوہی بیوی سے ہم بستری کرتے ہیں اور کبھی اپنے رفیق  
جانی نا تو تو ی صاحب سے کبھی خواب میں کبھی بیداری میں بولو کیا کہتے ہو۔؟

یہاں مزے کی بات یہ ہے کہ گنگوہی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے  
یعنی حضرت ابدال سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔ اس کا صاف صریح مطلب یہ  
ہے کہ اگر بیوی سے ہم بستری کرنی چاہی تو پوچھا۔ حضور! بیوی سے ہم بستری کروں کہ  
نہیں؟ اپنے رفیق جانی نا تو تو ی صاحب سے ہم بستری کرنی چاہی تو پوچھا۔ جب  
حضرت ابدال نے بیوی سے ہم بستری کی اجازت دی تو بیوی سے ہم بستری کی۔ اور  
جب اپنے رفیق جانی نا تو تو ی صاحب سے ہم بستری کرنے کی اجازت دی تو نا تو تو ی  
صاحب سے ہم بستری کرنے کی اجازت دی، تو نا تو تو ی صاحب کے ساتھ ہم بستری  
کی۔

دیوبندیو! پیر ہو تو ایسا کہ مرد کے ساتھ بھی ہم بستری کرنے کی اجازت دے  
غالباً دیوبندی مذہب میں راہ سلوک طے کرنے کا یہ بھی کوئی طریقہ ہے۔

دیوبندیو! خفامت ہو کہ میں نے یہ لکھ دیا کہ گنگوہی صاحب اپنے رفیق جانی  
ناو تو می کے ساتھ ہم بستری کرتے تھے۔ یہ خود تمہاری کتابوں میں، تمہارے ان  
بزرگوں کے حالات میں لکھا ہے۔ اٹھا کر دیکھو تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص ۲۸ اور  
ارواح ثلاثہ ص ۲۸۲ ان دونوں کتابوں کی اصل عبارت حصہ اول میں زیر عنوان۔

”دیوبندی برادری کی اشاعت فاحشہ“ میں مذکور ہے۔“

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات ناظرین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔  
جو خود حدیث شریف میں ہے بخاری کتاب الحیض، کتاب الانبیاء، کتاب القدر میں  
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الله تبارك وتعالى وكل  
بالرحم ملكاً يقول يا رب نطفة  
يا رب علقه يا رب مضغه فاذا  
اراد الله ان يقضى خلقه قال  
هل ذکرام انثى شقی ام سعید  
فما الرزق فما الاجل قال  
فیکتب فی بطن امها  
جلد اول ص ۲۷ جلد دوم ص ۹۷

اللہ تعالیٰ نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا  
ہے وہ کہتا ہے اے پروردگار نطفہ ہے اے  
پروردگار پتہ خون ہے اے پروردگار گوشت  
کا تو تھڑا ہے جب اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمادیتا  
ہے اس کی پیدائش کا تو فرشتہ پوچھتا ہے  
مرد ہے یا عورت؟ بد بخت ہے یا نیک  
بخت؟ اسکی کتنی روزی ہے؟ کتنی عمر ہے  
یہ سب لکھ لیا جاتا ہے اور بچہ ماں کے پیٹ  
میں رہتا ہے۔

کتاب الانبیاء کی روایت میں یہ ہے۔

وکل فی الرحم ملکاً  
اس سے ظاہر ہے کہ فرشتہ رحم میں داخل ہوتا ہے بلکہ کئی بن زکریا بن ابی زائدہ  
عن الاعمش کی روایت میں یہ لفظ ہے۔

اذا استقرت النطفة في الرحم

اخذها الملك بكفه وقال اي رب

اذكر او انثى (فتح الباري ج ۱ ص ۴۴)

جب نطفہ رحم میں ٹھہر جاتا ہے فرشتہ

اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر پوچھتا ہے لے

رب یہ مرد ہے یا عورت ؟

دیوبندیو! تمہارے مذہب کے مطابق کتنی بڑی بے حیائی کی بات ہے کہ فرشتہ

رحم میں جا کر یا کم از کم عورت کی بچہ دانی میں ہاتھ ڈال کر نطفے کو ہاتھ میں لیتا ہے کیا

شوہر کے علاوہ کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ بچے دانی کے اندر جانا یا اس میں ہاتھ ڈالنا تو

بڑی بات ہے اس کو دیکھ بھی سکتا ہے۔ بولو دیوبندیو! کیا جواب ہے۔ اسکے علاوہ

قرآن مجید کی متعدد آیتوں اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ہر انسان کے ساتھ کچھ

فرشتے ہمیشہ رہتے ہیں ان میں کرانا کا تبین ان کے نامہ اعمال لکھتے ہیں اور کچھ فرشتے

انسان کی حفاظت پر مامور ہیں۔ فتح الباری اور عینی میں ہے کہ یہ کبھی انسان سے

جدا نہیں ہوتے۔ اب بتاؤ جب انسان اپنی اہلیہ سے ہمبستری کرتا ہے فرشتے

موجود ہیں دیکھ رہے ہیں۔ دیوبندی بتائیں کہ یہ بے حیائی ہے یا نہیں ؟

دیوبندیوں کو جانے دیجئے انصاف پسند ناظرین سے ہماری درخواست

ہے کہ عالم غیب کی باتوں کو عالم شہادت کی باتوں پر قیاس کرنا ہی دیوبندیوں کی گمراہی

ہے اگر عالم غیب کی باتوں کو عالم شہادت پر قیاس کریں گے تو جینا دو بھر سو جائے

گا۔ غور کیجئے ہر مسلمان جانتا ہے کہ ہمارے ساتھ کرانا کا تبین ہیں وہ ہمارے سامنے

احوال و افعال کو دیکھتے اور سنتے ہیں ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے سب

اعمال و افعال کو دیکھتا ہے پھر بھی انسان اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے حقوق

زوجیت ادا کرتا ہے اور یہاں علامہ سید احمد سہلہ سی اور حضرت مولانا عبد الرحمن

کو اس کا شائبہ بھی نہ تھا کہ حضرت عبد العزیز ذباغ قدس سرہ ہمارے کمرے میں

موجود ہیں۔ اس پر دیوبندی اتنا طوفان اٹھاتے ہیں اب ان سے کوئی پوچھے

کہ اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے اور کرانا کا تبین کے موجود ہونے کو کیا کہتے ہیں۔

# اولیائے کرام سے استعانت کا راز

ابریز شریف ص ۱۷۳ میں ہے۔

عارف باللہ حافظ الحدیث علامہ سید احمد سجدی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے مرشد سید عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ عوام اللہ عزوجل سے اپنی حاجتیں نہیں طلب کرتے بلکہ اولیائے کرام مثلاً شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے حاجتیں طلب کرتے ہیں تو حضرت شیخ نے یہ جواب ارشاد فرمایا۔

ولو توجہت ذات الظلمانية  
الیہ تعالیٰ بجمیع عروقہا  
وبکل جوارہا وسئلته  
امراً ومنعہا ولحربطلعہا  
علی سر القدر فی المنع فریما  
وقع لہا وسواس فی وجود الحق  
سبحانہ فتقع فی ما ہوا دہی  
وامر من عدم قضاء حاجتہا  
فکان من المصلحتہ ما فعلہ اہل  
الدیوان من ربط عقول الناس  
بعباد اللہ الصالحین لانہ اذا  
ظلماتی ذات (عوام) اگر اللہ تعالیٰ کی طرف  
پوسے طور پر متوجہ ہوں اور اس سے کچھ  
مانگیں اور اللہ تعالیٰ اسے نہ دے اور نہ  
دینے میں جو راز ہے اس پر مطلع نہ کرے  
تو بسا اوقات اسے حق سبحانہ کے وجود میں  
وسوسہ پیدا ہو جائے گا جس کی وجہ سے وہ  
حاجت پوری نہ ہونے سے بڑی مصیبت  
میں مبتلا ہو جائیگی۔ اس لئے مصلحت یہ تھی  
کہ جو اہل دیوان نے کیا کہ لوگوں کی عقلوں  
کو اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ وابستہ  
کر دیا اس لئے کہ جب انہیں کسی کے ولی

وقع لہم وسواس فی کونہم اولیاء ہونے کے بارے میں وسوسہ نہ جائے  
 فان ذالک لایضوہم یہ ان کے ایمان کو مضر نہیں۔  
 اسی مضمون کو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنی کتاب فقہ شہنشاہ میں  
 اپنے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

حضرت علامہ سچلما سی رحمۃ اللہ علیہ کتاب ابریز میں اپنے شیخ حضرت  
 سیدنا عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں۔

حضرات اولیاء نے ان کو قصداً ادھر لگایا ہے کہ دعا میں مراد ملنی  
 نہ ملنی دونوں پہلو ہیں۔ عوام مراد نہ ملنے کی حکمتوں پر مطلع نہیں کئے جاتے  
 کہ اگر بالکل خالص عزوجل ہی سے مانگتے پھر مراد ملتی نہ دیکھتے تو  
 احتمال تھا کہ خدا کے وجود ہی سے منکر ہو جاتے اس لئے اولیاء نے ان  
 کے دلوں کو اپنی طرف پھیر لیا کہ اب اگر مراد نہ ملنے پر بے اعتقادی کا  
 وسوسہ آیا بھی، اس ولی کی نسبت آئے گا جس سے مدد چاہی تھی اس میں  
 ایمان تو سلامت رہے گا۔ (ص ۲۹-۵۰)

دیوبندی حساد و عظیمین اس صاف ستھری واضح بات کو مسخ کر کے یہ کہتے ہیں  
 کہ اعلیٰ حضرت نے یہ لکھ دیا کہ اللہ عزوجل سے مانگنے میں گمراہی کا اندیشہ ہے۔ اور اولیاء  
 کرام سے مانگنے میں یہ اندیشہ نہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے شروع ہی میں لکھا  
 ہے کہ۔

حضرت علامہ سچلما سی رحمۃ اللہ علیہ کتاب ابریز میں اپنے شیخ حضرت سیدنا  
 عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں۔ (ص ۲۹)

ایسی صورت میں اس پر جو تیر و نشتر برسانا تھا وہ غوث وقت حضور سیدنا  
 شیخ عبدالعزیز زو باغ قدس سرہ پر برساتے۔ ان پر لعن طعن کرتے۔ اعلیٰ حضرت  
 قدس سرہ صرف ناقل ہیں۔ انہیں کچھ نہ کہنا صرف اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو نشانہ



ملامت بنانا یہ باطنی خباثت کے ساتھ ساتھ شرارت بھی ہے۔ پھر اگر انہیں اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر سب و شتم کا شوق تھا تو اسے پورا کر لیتے لیکن ہمت تھی تو وہی جلد حضرت شیخ عبدالعزیز زوباع قدس سرہ کو بھی کہتے کہیں یا نہ کہیں جب بات حضرت شیخ عبدالعزیز زوباع کی ہے تو اس پر سارا لعن طعن حقیقت میں انہیں پر پڑے گا۔ لیکن دیوبندیوں سے کوئی مستعجب نہیں ان کے مذہب کی بنیاد ہی انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی اہانت اور ان پر سب و شتم پر ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کسی بات پر لعن طعن کرنے سے پہلے سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے کہ یہ بات صحیح ہے یا غلط واقعہ کے مطابق ہے یا خلاف واقعہ۔

عوام کا لانا عام کی عادت ہے کہ اگر ان کی مراد پوری نہیں ہوتی تو اللہ عزوجل کی جناب میں جو جی میں آتا ہے بکنے لگتے ہیں۔ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ جو دعائیں مانگ رہے ہیں ان کے حق میں مفید ہے یا مضر۔ اللہ عزوجل خوب جانتا ہے بندے پر مہربانی کی بنا پر اس کی ایسی دعا قبول نہیں کرتا جو بندے کے لئے مضر ہے۔ بندہ اس راز کو نہیں جانتا اس پر ناراض ہو جاتا ہے۔

حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے گلستاں میں یہ حکایت لکھی ہے کہ میرے ایک دوست کے اولاد نہیں تھی میں جب سفر سے واپس ہوا تو وہ صاحب اولاد ہو چکے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا یہ کیسے ہوا تو انہوں نے بتایا کہ مجھے ایک صنہ نے بتایا کہ فلاں درخت کے نیچے جا کر دعا کرو۔ وہاں جو دعا کی جاتی ہے قبول ہوتی ہے۔ میں نے اس درخت کے نیچے جا کر دعا کی اللہ عزوجل نے میری دعا قبول فرمائی اور یہ بیٹا ہوا۔ حضرت شیخ سعدی لکھتے ہیں کہ اس لڑکے نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ وہ کون سا درخت ہے تو میں وہاں جا کر یہ دعائیں مانگتا کہ اے اللہ میرے باپ کو موت دیدے۔ ناظرین خود سوچیں کہ اس شخص کے حق میں دعا قبول ہونا کتنا مضر تھا۔ یہ بات شروع ہی سے چلدا رہی ہے۔

حدیث میں ہے کہ بدو اسلام قبول کرتے، اسلام قبول کرنے کے بعد اگر اسکی بیوی کے پٹا ہوتا اور اونٹنی کو اونٹنی، تو کھتا دین بہت اچھا ہے۔ اور اگر اس کے برعکس ہوتا تو کھتا دین بہت برا ہے۔

عوام کا حال یہ ہے کہ اگر کسی پیر سے مرید ہوئے اور ان کا روبرو ترقی کرنے لگا تو پھر کیا کہنا پیر صاحب کی ولایت میں اس کو کوئی شبہ نہیں رہتا اور اگر مرید ہونے کے بعد کاروبار خراب ہو گیا تو ساری ولایت حتم۔  
اگر کسی شخص کی دکان پر کوئی عالم یا شیخ بیٹھ گیا اور اس دن اس کی خوب بکری ہوئی تو یہ عالم اور پیرونی ہو گیا۔ اور اگر اس دن بکری کم ہو گئی تو وہ عالم اور شیخ منحوس ہو گیا۔

اس ماحول میں اگر کسی کم ظرف نے اللہ عزوجل سے کچھ مانگا اور بار بار مانگا اور نہیں ملا تو اس کا خطرہ ہے کہ اپنی کم ظرفی سے وہ اللہ کے وجود کا منکر ہو جائے ایسی صورت میں اس کا ایمان کہاں باقی رہا۔ اور اگر کسی ولی سے مانگا اور مراد پوری نہیں ہوئی تو زیادہ سے زیادہ وہ اس ولی کی ولایت کا منکر ہو گا۔ بہر حال یہ بات طے ہے کہ کسی ولی کی ولایت سے انکار کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔

میں تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ اتنی صاف ستھری بات دیوبندیوں کے ذہن میں نہیں آتی ہوگی جب کہ عام سمجھدار آدمی اس کو سمجھتا ہے۔ مگر اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے عوام کو برگشتہ کرنے کے لئے اس صاف ستھری بات کو اس رنگ میں پیش کرتے ہیں کہ کم عقل لوگ ابھج جائیں۔

## ایک دیوبندی عبادت

اب تک جو کچھ ہم نے لکھا یہ جو اب آں  
غزل تھا اب ہم اپنے ان خاص ہر بانوں

کی خدمت میں ایک بہت لذیذ تحفہ پیش کرتے ہیں جو ان کے مذہب کی خاص بر لطف عبادت ہے ایسی عبادت جس میں شروع سے اخیر تک لذت ہی لذت ہے۔ ناظرین خصوصاً دیوبندی بہت غور سے پڑھیں۔ دیوبندی جماعت کے

شیخ الاسلام جناب شبیر احمد صاحب عثمانی نے اپنے شیخ الہند مولوی محمود حسن صاحب کے ترجمے پر جو تفسیر لکھی ہے اس میں سورہ نسا کی آیت کریمہ **لَنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ** کے تحت لکھا ہے۔

سو فعل زنا میں آنکھ کا حصہ تو دیکھنا ہے اور زبان کا حصہ یہ ہے کہ اس سے وہ باتیں کی جائیں جو فعل زنا کی مقدمات اور اسباب ہوں اور نفس کا حصہ یہ ہے کہ زنا کی تمنا اور اس کی خواہش کرے۔ لیکن فعل زنا کا ترتب اور اس کا بطلان دراصل فرج یعنی شرمگاہ پر موقوف ہے۔ یعنی اگر فرج سے زنا کا صدور ہو گیا تو آنکھ، زبان، دل سب کا زانی ہونا مستحق ہو گیا اور اگر باوجود تحصیل جملہ اسباب و ذرائع صرف فعل فرج کا تحقق نہیں ہوا بلکہ زنا سے توبہ واجتناب نصیب ہو گیا تو اب تمام وسائل زنا جو کہ فی نفسہ مباح تھے فقط زنا کی تبعیت کی باعث گناہ قرار دیتے گئے تھے وہ سب کے سب لائق مغفرت ہو گئے یعنی ان کا زنا ہونا باطل ہو گیا۔ اور گویا اس کا قلب ماہیت ہو کر بجائے زنا عبادت بن گئی۔ کیونکہ فی نفسہ تو وہ افعال نہ معصیت تھے نہ عبادت بلکہ مباح تھے سب اس وجہ سے کہ زنا کے لئے وسیلہ بنتے تھے معصیت میں داخل ہو گئے جب زنا کے لئے وسیلہ نہ رہے بلکہ زنا ہی بوجہ اجتناب معدوم ہو چکا تو اب ان وسائل کا زنا کے ذیل میں شمار ہونا اور ان کو معصیت قرار دینا انصاف کے صریح مخالف ہے۔

دیوبندیو! تمہارے شیخ التفسیر صاحب نے کتنی عمدہ مزے دار عبادت ایجاد کر دی ہے۔ طوائف کے کوٹھے پر چلے جاؤ اسے خوب دیکھو اس سے خوب باتیں کرو، ہنسی مذاق کرو، مول بھاؤ کرو اور رات بھر کرتے رہو مگر زنا نہ کرو تو یہ چیزیں عبادت ہو گئیں، زندگی کے کوٹھے پر جانا عبادت تنہائی میں اس کے ساتھ اکتھے رہنا عبادت، ہنسی مذاق کرنا عبادت، مول بھاؤ

کرنا عبادت۔ اس سے چھڑ خانی کرنا عبادت۔  
 پھر رنڈی ہی کی تخصیص نہیں اگر کسی مشتہاۃ لڑکے کے ساتھ ہی معاملہ ہو  
 اور دخول نہ ہو تو سب عبادت۔

غالباً اسی عبادت کو ادا کرنے کے لئے گنگوہ کی بھری خانقاہ میں اپنے رفیق  
 جانی نا تو می صاحب کو چار پائی پرچت لٹا کر گنگوہی جی انکی چھاتی پر ہاتھ رکھا کرتے تھے۔  
 رہ گئی بیچ میں توبہ کی بات تو اولاً توبہ سے گناہ معاف تو ہو جاتے ہیں مگر عبادت نہیں  
 ہوتے، ثانیاً اپنے شیخ التفسیر کی تحقیق غور سے پڑھو، انہوں نے صاف تصریح  
 کی ہے:-

کیونکہ فی نفسہ وہ افعال نہ معصیت تھے نہ عبادت بلکہ مباح تھے۔  
 اور جب مباح تھے معصیت نہیں تھے تو ان سے توبہ کیسی اس سے ظاہر ہے  
 کہ توبہ کا ذکر دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ غالباً مدار طبقہ اس لئے دیوبندی ہوتا ہے کہ چلو  
 رات بھر رنڈی کے کوٹھے پر رہیں گے اسے جی بھر کر دیکھیں گے سنسی مذاق کریں گے  
 شہوانی باتیں کریں گے چھڑ خانی کریں گے پوری رات عبادت میں بسر ہوگی اور  
 رنڈی کے کوٹھے پر ہوتے ہوئے عابد شب زندہ دار کہلا میں گے۔

## مولوی اسمعیل دہلوی کی تکفیر کا مسئلہ

- مولوی اسمعیل دہلوی کی تکفیر کے سلسلہ میں وہابیوں کے دو شبہات ہیں۔  
 اول یہ کہ مجدد اعظم قدس سرہ نے ”الکوکتہ الشہابیۃ“ میں لکھا  
 یہاں انبیاء و ملائکہ و قیامت و جنت و نار و غیرہ تمام ایمانیات  
 کے ماننے سے صاف انکار کیا یہ کفر بھی صدہا کفریات کا مجموعہ ہے۔ ص ۱۵
- وہابی صاحبو! تمہارے پیشوا نے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 کی جناب میں کیسی صریح گستاخی کی۔ ص ۱۲
- مگر اس مدعی اسلام بلکہ مدعی امامت کا کلیجہ چیر کر دیکھئے کہ اس نے کس  
 جگہ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت بے دھڑک یہ صریح سب  
 و دشنام کے لفظ لکھ دیئے۔ ص ۲۷
- اور انصاف کیجئے! تو اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں  
 وہابیوں کا پہلا شبہہ یہ ہے کہ جب مولوی اسمعیل دہلوی نے ایسا کفر کیا جو  
 صدہا کفریات کا مجموعہ ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں صریح  
 گستاخی کی۔ ان کی جناب میں بے دھڑک سب و دشنام کے لفظ لکھ دیئے  
 جس میں کسی تاویل کی جگہ نہیں۔ تو پھر مولوی اسمعیل کی تکفیر سے کف لسان کیوں  
 فرمایا۔ ”الکوکتہ الشہابیۃ“ کے اخیر میں لکھا۔

” ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار (یعنی کافر کہنے) سے  
 کف لسان (یعنی زبان روکنا) ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب۔ اور سل

السیوف الہندیہ میں فرمایا ہے۔  
 حکم فقہی متعلق بکلمات سبھی تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں بے حد  
 برکتیں ہمارے علماء کرام پر کہ یہ کچھ دیکھتے اس طائفے کے پیر سے سچے  
 مسلمانوں کو نسبت حکم کفر و شرک سنتے ہیں باایں ہمہ نہ شدت غضب  
 دامن اشیاطان کے ہاتھ سے چھڑاتی ہے۔ نہ قوت انتقام حرکت میں آتی  
 ہے اور اب تک ہی تحقیق فرما رہے ہیں کہ لزوم التزام میں فرق ہے۔  
 اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات اور قائل کو کافر مان لینا اور بات — ہم  
 احتیاط برتیں گے۔ جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر  
 جاری کرتے ڈریں گے۔ سبحان السبوح میں فرمایا۔

ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کفر سے منع فرمایا ہے۔ جب تک وہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے  
 اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محل باقی نہ رہے۔  
 جواب سے پہلے ہم ناظرین کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت  
 قدس سرہ نے مولوی اسماعیل دہلوی پر جو الزامات لگائے ہیں وہ اپنی جگہ صحیح ہیں  
 مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب ”تقویۃ الایمان“ کے صفحہ پر لکھا اوروں کو ماننا  
 محض جہط ہے۔ — پھر ص ۱۲ اور ص ۱۵ پر تفصیل سے یوں لکھا۔

”یعنی جتنے پیغمبر آئے سوائے اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو  
 مانیں اور اس کے سوا کسی کو نہ مانیں۔“

ناظرین خود فیصلہ کریں کہ جب وہ صاف صاف لکھ رہے ہیں کہ اللہ کے سوا  
 کسی کو نہ مانیں اوروں کو ماننا محض جہط ہے۔ اس کا صاف صریح مطلب یہ ہوا کہ نہ  
 رسولوں کو مانیں نہ انبیاء کو مانیں، نہ فرشتوں کو مانیں، نہ قیامت کو مانیں، نہ جنت و  
 دوزخ کو مانیں کیا یہ صدا کفریات کا مجموعہ نہیں۔

انہیں مولوی اسماعیل دہلوی نے صراطِ مستقیم میں صاف صاف لکھا۔



اور ہم اہل سنت کا مقصود نہ عوام کو اکٹھن میں ڈالنا ہے نہ فساد پھیلانا ہے بلکہ ناواقف عوام کو مطمئن کرنا اور فساد کو نچ و بن سے اکھاڑ پھینکنا ہے اسلئے ہم چند مختصر باتیں لکھ دیتے ہیں۔ ویسے دیوبندیوں کے اس شبہہ کا جواب علمائے اہل سنت بارہا تحریر فرما چکے ہیں۔ "الموت الاحمر" "العذاب الشدید" وغیرہ میں اس کی پوری تفصیل درج ہے۔

ہم انہیں کتابوں کے چند اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔ اس کے لئے چند تشریحی نوٹ ذہن نشین کر لیں۔

صریح کی دو قسمیں ہیں صریح متبیین اور صریح متعین۔ اہل ایسا کلام جس کا ظاہر معنی کفر ہے اور اس کی کوئی تاویل قریب نہیں۔ اگرچہ تاویل بعید ہو۔ اس کو صریح متبیین کہتے ہیں۔ تقریباً ہم کے لئے کلمات کفر سے ہٹ کر کے اسکی مثال لفظ طلاق ہے۔ نکاح ختم کرنے کے معنی میں یہ صریح ہے کہ یہی اس کا ظاہر معنی ہے۔ جب بیوی کی طرف نسبت کرنے بولتے ہیں تو اس سے ہر شخص ہی سمجھتا ہے۔ لیکن اس کا دوسرا معنی بندش کھولنا بھی ہے۔ اور یہ بھی مستعمل ہے۔ لیکن یہ معنی بعید ہے اگرچہ لغوی ہے حتیٰ کہ اس کے مراد ہونے کیلئے قرینہ کی ضرورت ہے۔

فقہاء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ لفظ طلاق سے بلا نیت طلاق پڑ جائے گی بلکہ اگر بولنے والا کہے کہ میری نیت کی نہ تھی جب بھی حکم یہی ہوگا کہ طلاق پڑ گئی۔ ہدایہ میں ہے۔

الطلاق ضربان صریح و کناہیۃ فالصریح انت طائق  
لا یفتقر الی النیۃ لانہ صریح فیہ لغلبۃ الاستعمال ولونوی  
الطلاق عن وثاق لمریدین فی القضاء لانہ خلاف الظاہر  
ویدین فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ لانہ نوبی ما یحتملہ  
طلاق کی دو قسمیں ہیں صریح اور کناہیہ۔ صریح جیسے انت طائق



— اور یہ نیت کا محتاج نہیں۔ اس لئے کہ وہ غلبہ استعمال کی وجہ سے طلاق کے معنی میں صریح ہے۔ اور اگر قائل کہے کہ میں نے بندش کھولنے کی نیت کی تھی تو اس کا اعتبار نہیں اس لئے کہ وہ خلاف ظاہر ہے۔ — ہاں فی ما بینہ و بین اللہ معتبر ہے اس لئے کہ اس نے اس معنی کی نیت کی جس کا لفظ احتمال رکھتا ہے۔ اسی کے تحت فتح القدر میں ہے۔

ما غلب استعمالہ فی معنی بحيث يتبادر حقيقة أو مجازاً صریح فان لم يستعمل فی غیرہ فاوئی بالصراحة لفظ جس معنی میں غالب استعمال ہو وہ صریح ہے اس حیثیت سے کہ اس لفظ سے ذہن اس معنی کی طرف سبقت کرتا ہے خواہ وہ معنی عقیقی ہو یا مجازی اور اگر دوسرے معنی میں مستعمل نہ ہو تو بدرجہ اولیٰ صریح ہے۔ چند سطر کے بعد ہے۔

والغلبۃ فی مفہومها الاستعمال فی الغیر وتکلیلاً غلبہ استعمال کے مفہوم میں داخل ہے کہ دوسرے معنی میں بھی قلیل استعمال ہوتا ہو "محتملہ" کے تحت عنایہ میں ہے۔

إذا الطلاق من الاطلاق يستعمل فی الابل والوثاق اسلئے کہ لفظ طلاق اونٹ کھولنے اور بندش کھولنے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ صریح بول کر کبھی یہ مراد لیتے ہیں کہ اسکا ظاہر معنی یہ ہے اگرچہ اس کا کوئی اور خفی معنی ہو اور لفظ طلاق اسی قسم سے ہے کہ اس کا ظاہر معنی طلاق شرعی ہے لیکن بندش کھولنے کے معنی میں بھی مستعمل ہے (جو خفی ہے)۔ اس لئے یہ پہلے معنی میں ظاہر ہے کیونکہ جب طلاق بولا جاتا ہے تو ذہن طلاق شرعی کی طرف منتقل ہوتا ہے اور دوسرا معنی مراد لینے کے لئے قرینہ کی حاجت ہوتی ہے اس لئے لفظ طلاق سے بلا نیت طلاق پڑ جاتی ہے بلکہ اگر شوہر کہے کہ میری نیت

طلاق کی نہیں تھی۔ جب بھی پڑ جائے گی اسی کو صریح متبیین کہتے ہیں۔  
 نیز ان عبارتوں سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ صریح کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اس میں  
 دوسرے معنی کا قطعاً احتمال نہ ہو۔ جیسا کہ امام ابن ہمام نے فرمایا فان لم  
 يستعمل في غيرة فاولى بالصراحة اگر وہ لفظ دوسرے معنی میں استعمال نہ  
 کیا جائے تو بدرجہ اولیٰ صریح ہے۔ اس کو صریح متبیین کہتے ہیں۔

اسی قبیل سے وہ کفری کلام ہے جس کا معنی کفر ہی ہو ظاہر معنی بھی کفر ہو اور خفی  
 معنی بھی کفر ہو۔ نہ اس میں تاویل قریب کی گنجائش ہو نہ بعید کی۔ جیسے یہ کہنا کہ اللہ  
 موجود نہیں۔ اس سے کلام کی دو قسمیں ثابت ہو گئیں۔ صریح متبیین، صریح متعین۔

جمہور فقہار کرام ایسے کلام جو کفری معنی میں صریح متبیین ہو قابل  
 کو کافر کہتے ہیں۔ کتب فقہ میں سیکڑوں کلمات ایسے مذکور ہیں جو کفری معنی  
 میں صریح متبیین ہیں اور فقہاء ان کے قابل کو کافر کہتے ہیں۔ البحر الرائق، عالمگیری  
 وغیرہ میں ایسے کلمات مذکور ہیں۔

الاعلام بقواطع الاسلام میں ہے۔

ہم لفظ صریح کے مدلول پر عمل کریں گے  
 اور کہیں گے کہ تم نے جب یہ لفظ کہا اور  
 تاویل نہیں کی تو کافر ہو گیا۔ اگرچہ تو نے اس  
 کا قصد نہ کیا ہو کیونکہ ظاہر معنی کے لحاظ سے  
 کفر کا حکم کرتے ہیں اور تیرے قصد اور علم  
 قصد پر احکام باطنی کا تعلق ہے۔ اس لئے  
 لفظ اگر چند معانی کا احتمال رکھے تو اگر  
 بعض میں زیادہ ظاہر ہو تو اس پر عمل کیا  
 جائے گا یوں ہی اگر سب برابر ہوں اور کسی  
 ایک کے لئے کوئی مرجح ہو تو بھی اسی پر

علمنا بما دل عليه لفظ صریحاً  
 وقلنا انت حيث اطلقت  
 هذا اللفظ ولم تؤلف انت كافراً  
 وان كنت لم تقصد ذلك لاننا  
 نحكم بالكفر باعتبار الظاهر  
 وقصدك وعدمه انما ترتبط  
 به الاحكام باعتبار الباطن  
 فاللفظ اذا كان محتماً  
 لسان كان في بعضها اظهر عمل  
 عليه وكذا استوت ووجد

لاحدھا مرجح بل ارادۃ و عمل کریں گے۔ ارادہ اور عدم ارادہ  
عدمہا لا شغل لنا بہا سے ہیں مطلب نہیں۔

صاف صاف فرمایا ہم لفظ کے معنی صریح پر عمل کرتے ہیں ہم ظاہر معنی کے لحاظ  
سے کافر کہتے ہیں۔ جب لفظ چند معنی کا احتمال رکھے اور ایک معنی زیادہ ظاہر ہو تو  
ہم لفظ کو اسی پر محمول کرتے ہیں۔ اگر کفری معنی زیادہ ظاہر ہو اور قائل سے تاویل  
منقول نہ ہو تو ہم اس کے کافر ہونے کا حکم دیتے ہیں اس کی چھان بین نہیں کرتے۔  
اس ارشاد کی روشنی میں دہلوی صاحب کے چند اقوال کفریہ بطور نمونہ جو او  
نقل کئے ہیں ان کو ناظرین دیکھیں اور خود فیصلہ کریں کہ ان کا مدلول ظاہر کفر ہے یا  
نہیں؟ ہر منصف کو ماننا پڑے گا کہ دہلوی صاحب کے ان اقوال کا ظاہر مدلول  
صریح کفر ہے گستاخی ہے۔ اس لئے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا یہ فرمانا کہ  
اس پر کفر لازم ہے جماہیر فقہار و اصحاب فتویٰ کی تصریحات کے بموجب یہ مرتد  
ہے کافر ہے بلاشبہ حق و صحیح ہے۔

لیکن محققین فقہار و متکلمین فرماتے  
ہیں کہ اگر قائل کی نیت معلوم نہیں

محققین فقہار و متکلمین کا مذہب

اور کلام میں کسی تاویل کی گنجائش ہے اگرچہ وہ بعید ہو ہم اسے کافر کہنے سے زبان  
روکیں گے جس کا حاصل یہ نکلا کہ یہ حضرات صریح متبیین پر کفر نہیں فرماتے ہاں اگر  
صریح متبیین ہو تو یہ بھی کافر کہتے ہیں۔  
البحر الرائق میں ہے۔

خلاصہ وغیرہ میں ہے جب کسی مسئلے میں  
متعدد وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ  
تکفیر سے روکتی ہو تو مفتی پر واجب ہے  
کہ اسی وجہ کا اعتبار کرے جو تکفیر سے منع  
کرتی ہو مسلمان کے ساتھ حسن ظن کی بنا۔

وفي الخلاصة وغيرها اذا كان  
في المسئلة وجوه توجب التكفير  
ووجه واحد يمنع التكفير فعلى  
المفتي أن يميل الى الوجه الذي يمنع  
التكفير تحسیناً للظن بالمسلم

الا اذا صرح باعادة موجب  
الكفر فلا ينفعه التاويل حينئذ  
وفي التارخانية لا يكفر بالمحتمل  
(جلد خامس ص ۱۲۲)

پر جب کہ کفری معنی کے مراد ہونے کی صورت  
ہو تو اسے تاویل نفع نہ دے گی۔ اور  
تتارخانیہ میں ہے محل پر تکفیر نہیں کی جائے  
گی۔

اسی بنا پر علامہ ابن نجیم نے ان الفاظ کفر کو نقل کرنے کے بعد جن پر فقہائے  
قائل کو کافر کہا تھا فرماتے ہیں۔

فاكثر الفاظ التكفير المذكورة لا يفتى  
بالتكفير بها ولقد الزمت نفسي ان لا  
افتى بشي منها (البحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۵)

تکفیر کے اکثر الفاظ جو مذکور ہوئے ان کے  
قائل کو کافر ہونے کا فتویٰ دیا جائے اور  
میں نے اپنے اوپر یہی لازم کر لیا ہے۔

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ بحر الرائق میں مذکورہ کلمات کفر پر علماء نے قائل  
کی تکفیر کی لیکن علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ ان  
کفریہ کلمات کے قائل کو کافر نہیں کہوں گا آخر اس کی وجہ کیلئے، مجدد اعظم علی  
حضرت قدس سرہ پر چمک چمک کر اعتراض کرنے والے دیوبندیوں میں بہت سے  
تو اس کو بتائیں لیکن میں جانتا ہوں کہ پوری دیوبندی برادری مرتے مرجائے گی  
اس کو نہیں بتائے گی۔ بتا دیں تو خود ان کے قلم سے ان کے منہ سے انکا اعتراض  
ببائے منشور ہو جائے گا لیکن ناظرین کی آنکھیں دور کرنے کے لئے ہم بتائے دیتے  
ہیں۔

بات وہی ہے کہ اکثر یہ کلمات کفر صریح متبیین ہیں لیکن ان کا ظاہر معنی کفر ہے  
ان میں کسی تاویل قریب کی گنجائش نہیں اگرچہ تاویل بعید ہو سکتی ہے اس لئے جمہور  
فقہاء ان کلمات کے قائل کو کافر کہتے ہیں لیکن علامہ ابن نجیم کا مختار محققین فقہاء  
کا مذہب ہے کہ جب تک کلمہ کفر صریح متبیین نہ ہو تکفیر سے کف لسان کرتے ہیں  
اگر کسی کلام میں تاویل بعید کی گنجائش ہو تو تکفیر سے احتیاط برتیں گے۔ مجدد  
اعظم علی حضرت قدس سرہ نے اپنے اس قول میں اس کو واضح بھی فرما دیا ہے

کہتے ہیں۔

” اس فرقہ متفرقہ یعنی وہابیہ اسماعیلیہ اور اس کے امام نافر جام پر جزا قطعاً یقیناً اجماعاً بوجہ کثیرہ کفر لازم اور بلاشبہ جماہیر فقہار کرام و اصحاب فتویٰ اکابر اعلام کی تصریحات و اضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر ہیں“ ص ۵۷

جماہیر فقہار کرام و اصحاب فتویٰ کی قید سے واضح ہے کہ یہ حکم جمہور فقہا کی روش پر ہے کہ وہ صریح متبیین بر قائل کو کافر کہتے ہیں جیسا کہ عامۃ کتب فقہہ میں مذکور اکثر کلمات کفر پر فقہار کرام نے تکفیر فرمائی مگر محققین متکلمین نے کف لسان فرمایا۔ یہ بات ایسی نہیں کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے واضح نہ فرمائی ہو۔ ”الکو کبۃ الشہابیۃ“ ”سل السیوف الہندیۃ“ میں نہایت وضاحت سے بیان فرما دیا ہے۔ سل السیوف الہندیۃ میں ہے۔

” لزوم و التزام میں فرق ہے اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات اور قائل کو کافر مان لینا اور بات ہم احتیاط بریں گے جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے۔“ ص ۲۲

سبحان السبوح میں تحریر فرمایا۔

امام الطائفہ (اسماعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا، ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جنتک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محل بھی باقی نہ ہے۔ ص ۲۸

ناظرین ضعیف سے ضعیف احتمال اور محل پر غور کریں یہ صاف اس بات کی تصریح ہے کہ تکفیر سے کف لسان اس بنا پر ہے کہ اس کے کلمات میں تاویل بعید کی گنجائش ہے۔ اس کا حاصل یہی نکلا کہ محققین فقہار اور جمہور متکلمین کے مذہب کی بنا پر تکفیر سے زبان روکی۔ اسی تقریر سے دیوبندیوں کا یہ مغالطہ بھی رد ہو گیا کہ

وہ کہتے ہیں کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے الکوٰۃ الشہابیہ میں دہلوی کے کفریات کے بارے میں یہ لکھا۔

”دیوبانی صہا جو! تمہارے پیشوانے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں کیسی صریح گستاخی کی؟“ ص ۲۲

”اس نے کس جگر سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بے دھڑک یہ صریح سب و دشنام کے لفظ لکھ دیئے؟“ ص ۲۵

انصاف کیجئے اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں۔

الکوٰۃ الشہابیہ، سل السیوف الہندیہ کفر فقہی کے بیان میں ہے۔ اسلئے

ان میں جو شرعی اصطلاحی الفاظ آئے ہیں ان میں وہی معنی مراد ہوں گے جو فقہار کی اصطلاح ہے۔ فقہار جب صریح بولتے ہیں تو ان کی مراد صریح متبیین ہوتی ہے اور جب یہ فرماتے ہیں کہ اس میں تاویل کی گنجائش ہے یا تاویل کی گنجائش نہیں تو ان کی مراد تاویل قریب ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جب ان کے نزدیک تاویل بعید معتبر نہیں تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اس لئے الکوٰۃ الشہابیہ، سل السیوف الہندیہ میں جہاں لفظ صریح آیا ہے۔ اس سے مراد صریح متبیین ہوتا ہے اور جہاں فرمایا کہ تاویل کی گنجائش نہیں اس سے مراد تاویل قریب ہے اور ہر شخص کو معلوم ہے کہ تاویل قریب کی گنجائش نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تاویل بعید نہ ہو۔

متکلمین کے نزدیک جب تاویل بعید بھی معتبر ہے تو اگر وہ یہ فرمائیں کہ اس کلام میں تاویل کی گنجائش ہے تو ان کی مراد تاویل قریب بھی ہو سکتی ہے۔ اور تاویل بعید بھی۔ اور جب یہ فرمائیں کہ تاویل کی گنجائش نہیں تو ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ نہ قریب کی گنجائش نہ بعید کی۔

اب بات واضح ہو گئی کہ الکوٰۃ الشہابیہ اور سل السیوف الہندیہ میں چونکہ جمہور فقہار کی روش پر کلام تھا۔ جب فرمایا کہ اس میں تاویل کی گنجائش نہیں اس سے

مراد یہ ہے کہ تاویل قریب کی گنجائش نہیں اور اخیر میں متکلمین کے مذہب کے مطابق جب اپنا فیصلہ سنایا کہ جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے۔ یہاں مراد تاویل بعید ہے۔ لفظ ضعیف سا ضعیف اس کی نشاندہی کر رہا ہے اس لئے ان ارشادات میں نہ کوئی تضاد ہے اور نہ کوئی تناقض بانی دیوبندیت گنگوہی صاحب نے بھی تصریح کی ہے کہ بعض مسرتے محدثین کے نزدیک کافر ہیں اور متکلمین کے نزدیک کافر نہیں صرف فاسق ہیں۔ تذکرۃ الرشید میں ان کا قول منقول ہے کہ۔

”کہا ہاں اہل ہوا رکا خدشہ رہا سو یا بطور محدثین ان کو کافر کہو یا بطور متکلمین فاسق“ (حصہ اول ص ۱۶)

**دوسرا شبہہ** | صلح کلی تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کے مصنفین کو کفر سے بچانے کے لئے اس کا بہت زوروں سے پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اسٹاذ الاساتذہ فضل حق خیر آبادی اور ان کے معاصر علمائے اہلسنت نے اسمعیل دہلوی کی قطعی یقینی حتمی تکفیر کی یہاں تک حکم دیا کہ جو اس کے ان کفریات پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ کہے خود کافر ہے۔ ”تحقیق الفتویٰ“ اور ”سیف الجبار“ وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

لیکن مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مولوی اسمعیل دہلوی کی تکفیر سے کف لسان فرمایا ہے اس کے باوجود اہل سنت ان دونوں بزرگوں کو اپنا امام اور مقتدی تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ اگر علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو حق پر مانتے ہیں۔ تو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو کافر مانتے۔ اسی طرح مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور ان کے معاصر علمائے اہل سنت حتیٰ کہ علمائے حرمین طیبین نے نانوتوی، گنگوہی، آبیٹھی، تمھانوی صاحبان کو اگر کافر کہا اور وہ بھی اس تفصیل کے ساتھ کہ جو ان کے کفریات پر مطلع ہو کر انھیں کافر نہ جانے تو خود بھی کافر ہے پھر کوئی ان کی تکفیر سے کف لسان کرے تو وہ

کافر نہ ہوگا جیسے علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے معاصر علماء نے اسماعیل دہلوی کو اسی تفصیل کے ساتھ کافر کہا مگر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کی تکفیر سے کف لسان فرمایا پھر بھی سب اہلسنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو اپنا امام اور پیشوا تسلیم کرتے ہیں اور علامہ فضل حق رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کو بھی۔

## ازالہ شبہہ

یہ صلح کلیوں کا ایک مغالطہ عامہ اور وہ ہے چونکہ عوام تو عوام علماء تک مسئلہ تکفیر کے سلسلہ میں پیچیدگیوں سے

واقف نہیں اس لئے انہیں میں پڑ جاتے ہیں۔ اللہ عزوجل رحم فرمائے کہ اس مغالطہ نے ہزاروں آدمیوں کو گمراہ کر دیا۔ اس لئے ناظرین پورے طور سے متوجہ ہو کر حاضر دماغی سے میری گزارشات کو پڑھیں۔

اس مغالطہ پر سب سے پہلی گزارش یہ ہے کہ اگر تیسے تسلیم کر لیا جائے تو لازم کہ پھر کسی کو کافر نہ کہا جائے۔ اگرچہ وہ صریح سے صریح کفر کے اس لئے کہ کسی کفر بکنے والے کو اگر کسی مفتی نے کافر کہا تو وہ یہی مغالطہ پیش کر دے گا کہ ٹھیک ہے آپ کافر کہتے ہیں۔ مگر میں کافر نہیں کہتا جیسے علامہ فضل حق خیر آبادی نے اسماعیل دہلوی کو کافر کہا اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے کافر نہیں کہا۔ اور دونوں مقتدا مثلاً قادیانیوں کا حامی کہے کہ آپ لوگ قادیانیوں کو کافر کہتے ہیں۔ میں کافر نہیں کہتا مثال میں یہی بات ذکر کر دے۔

منکرین حدیث چکرالویوں کا کوئی وظیفہ خوار یہ کہے آپ کافر کہتے ہو کہ وہیں نہیں کہتا اور نظیر میں وہی مذکورہ بالا بات پیش کر دے۔

تو یہ صلح کلی لوگ بتائیں کہ اس کا کیا جواب ہوگا اگر صلح کلی اس کا جواب دے دیں تو ہم کو پھر کچھ کہنے کی حاجت نہیں رہے گی۔ انھیں کے جواب سے ہم دیوبندی کے اقاہم اربعہ کا قطعی حتمی کافر ہونا ثابت کر دیں گے اسماعیل دہلوی کی تکفیر میں اختلاف کے باوجود۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ کوئی صلح کلی اس گتھی کو سلجھانے کی ہمت



نہیں کرے گا۔ کیوں کہ اس گفتھی کو سلجھانا حقیقت میں اپنے گلے میں پھانسی کا پھندہ ڈالنا ہے۔

سنجیدہ متین سمجھدار طبقہ کو اتنے ہی سے اطمینان ہو جانا چاہئے اور جسے اطمینان نہ ہو بتائے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ روح اور مادہ قدیم ہیں اسے ایک شخص کافر کہتا ہے اور دوسرا شخص کافر نہیں کہتا۔ ایک شخص کہتا ہے کہ قیامت نہیں آئے گی اسے ایک شخص کافر کہتا ہے اور دوسرا کافر نہیں کہتا۔ ایک شخص کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ معبود نہیں اسے ایک کافر کہتا ہے دوسرا کافر نہیں کہتا۔ کیا دونوں صحیح کہہ رہے ہیں؟ ظاہر ہے کہ ان میں سے ایک صحیح کہہ رہا ہے۔ دوسرا غلط کہہ رہا ہے مگر مغالطہ عامۃ الورد مذکورہ کی بنا پر صلح کلیوں کو ماننا پڑے گا کہ دونوں صحیح ہیں۔ پھر امان اٹھ جائے گا۔ جس کا جو جی چاہے بکے کوئی ان سے باز پرس نہیں کر سکتا۔ سارا دین سارا مذہب برباد۔ امان غائب خدا ترسوں کو چھٹی بل گئی وہ جو چاہیں کہیں ناظرین حیرت میں ہوں گے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ ناظرین اپنی حیرت دور کرنا چاہتے ہیں تو صلح کلیوں سے مندرجہ ذیل استفتار کر لیں اور ان سے کسی طرح جواب حاصل کر لیں۔ اگر کوئی صلح کلی ان سوالات کے جوابات دے دیکھا تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے جواب سے میں بتا دوں گا کہ مولوی اسماعیل دہلوی اور ان اتانیم اربعہ کے کفریات میں کیا فرق ہے۔

ازید نے کہا کہ کوئی کافر جہنم میں نہیں جائے گا اس پر ایک عالم سے استفتار ہوا انہوں نے فتویٰ دیا کہ زید کافر ہے کیونکہ اس نے ضروریات دین میں سے ایک دینی ضروری عقیدہ کا انکار کیا اس لئے کہ کافروں کا جہنم میں جانا ضروریات دین سے ہے قرآن مجید کی سیکڑوں آیتوں سے ثابت ہے۔ دوسرے عالم سے یہ سوال ہوا انہوں نے جواب دیا کہ زید کو کافر کہنے سے کف لسان کرنا چاہئے کیونکہ اس کے کلام میں تاویل کی گنجائش ہے ہو سکتا ہے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ قیامت کے دن سارے کافر مومن ہو جائیں

گے۔ جب وہ سب کچھ دیکھ لیں گے تو ایمان لانے کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہوگا۔ لیکن چونکہ معتبر ایمان بالیقین ہے قیامت کے دن کا ایمان معتبر نہ ہوگا۔ اس لئے جو دنیا میں کافر تھے جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ اور جہنم میں ڈالتے وقت کافر نہ ہوں گے مومن ہوں گے اس لئے اس تاویل کی بنا پر یہ کہنا صحیح ہے کہ کوئی کافر جہنم میں نہیں جائے گا۔ علاوہ ازیں ہو سکتا ہے اس کی مراد کافر سے کافر بالطاغوت ہو جیسا کہ فرمایا گیا۔

وَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ  
بِاللَّهِ . (البقرہ آیت ۱۷۶)

جو طاغوت کے ساتھ کفر کے اور اللہ پر ایمان لے آئے۔

۲۔ ایک شخص نے کہا کوئی مومن جنت میں نہیں جائے گا اس پر ایک عالم نے اس کی تکفیر کی۔ دوسرے نے کہا کہ میں کافر نہیں کہتا، ہو سکتا ہے اس کی مراد مومن بالطاغوت ہو بولے ان دونوں میں کس مفتی کا فتویٰ صحیح ہے؟ اگر دوسرے عالم کا فتویٰ صحیح ہے تو پہلے عالم کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جنہوں نے زید کو کافر کہا نیز کافر کو کافر کہنا ضروریات دین سے ہے۔ کافر کو کافر نہ ماننا کفر ہے تو پہلے مفتی کے فتوے کی رو سے دوسرے عالم کافر ہوتے ہیں کہ نہیں؟

۳۔ عمرو نے کہا کہ وڑوں معبود برحق ہیں عمرو سے مواخذہ کیا گیا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔ وَاللَّهُمَّ إِلَهُ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (البقرہ آیت ۱۶۳)۔ تمہارا معبود ایک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تم نے اس آیت کا انکار کیا اس لئے تم کافر ہو گئے عمرو نے جواب میں کہا کہ مجھے دارالعلوم دیوبند میں پڑھایا گیا ہے کہ تنوین کبھی تعظیم کے لئے آتی ہے اور لا، کبھی نفی کمال کے لئے آتا ہے۔ جیسے لافتی الاعلیٰ، لاسیف الاذوالفقار کوئی جو ان نہیں مگر علی۔ کوئی تلوار نہیں مگر ذوالفقار۔ اس کی روشنی میں "إِلَهُ وَاحِدٌ" میں "إِلَهُ" کی تنوین تعظیم کے لئے ہے اسی طرح

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ میں " لا " نفی کمال کے لئے ہے۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ بڑا معبود ایک ہے یہ اس کے منافی نہیں کہ چھوٹے چھوٹے کروڑوں معبود برحق ہوں مگر ایک مفتی نے عمر کی اس تاویل کو قبول نہیں کیا اسے رد کرتے ہوئے فتویٰ دیا کہ عمر و بلاشبہ کافر و مرتد ہے جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ مگر ایک دوسرے مفتی نے فتویٰ دیا کہ چونکہ عمر و تاویل کرتا ہے اس لئے وہ مسلمان ہے۔

ناظرین خود دیوبند کے دارالافتار میں سوال بھیج کر معلوم کر لیں کہ عمر و اور دوسرے مفتی کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ ہم چونکہ سمجھانے کے موڈ میں ہیں اس لئے ہم ناظرین سے یہی کہیں گے کہ اگر ہم کچھ کہیں تو بے جا یا سداہی پر محمول کیا جائے گا اس لئے ضروری یہ ہے کہ کوئی صلح کلی یا وہابی ان سوالوں کا جواب دے۔

لیکن ہمیں معلوم ہے کہ کوئی صلح کلی یا کوئی وہابی ان سوالوں کے جوابات متے دم تک نہیں دے گا کون اپنے ہاتھ سے ذبح ہونے کے لئے تیار ہوگا۔ ہم پہلے بتائے کہ مسئلہ تکفیر بہت نازک اور دقیق ہے عوام تو عوام بہت سے علمائے کرام اسے سمجھنے سے عاجز رہتے ہیں لیکن قیامت تک اللہ کے ایسے بندوں سے زمین خالی نہیں ہوگی جو مشکل سے مشکل مسائل کو حل کر سکیں۔

اقول وبالله التوفیق ✽ ہم نے پہلے شبہ کے جواب میں جو کچھ تحریر کیا ہے اس میں جو بھی غور کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ اس پر روشن ہو جائے گا کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے کلمات اور دیوبندیوں کے اقانیم اربعہ کے کلمات میں کیا فرق ہے؟ لیکن ہم ناظرین کی آسانی کے لئے اعادہ کئے دیتے ہیں۔ کلمات دو قسم کے ہیں ایک جو اپنے ظاہر معنی کے اعتبار سے کفر ہیں۔ مگر ان میں ایسے معنی کا بھی احتمال ہے جو کفر نہیں اور یہ احتمال صحیح ہو اگرچہ خفی و بعید ہو جیسے یہ جملہ کوئی کافر جہنم میں نہیں جائے گا اس کا ظاہر معنی کفر ہے اور

یہ معنی کفری میں صریح و متبیین ہے مگر اس کا بھی احتمال ہے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ چونکہ قیامت کے دن قیامت کے احوال و احوال دیکھ کر کوئی کافر نہیں رہے گا سب مسلمان ہو جائیں گے۔ ایسے کلمات کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر معلوم ہو کہ قائل کی مراد معنی کفری ہے تو وہ بلاشبہ قطعاً یقیناً کافر ہے۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ قائل کی مراد وہ معنی بعید ہے جو کفر نہیں تو وہ مسلمان ہے۔ اور اگر یہ معلوم نہیں کہ قائل کی مراد کیا ہے؟ تو اس کے بارے میں سکوت کیا جائے گا یہی محققین فقہاء اور متکلمین کا مذہب ہے جو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مختار ہے۔

لیکن جمہور فقہاء ایسے کلمات کے قائل کو بھی کافر کہتے ہیں منخ الروض میں ہے۔  
 عدم التکفیر مذہب المتکلمین و عدم تکفیر ایسے کلمات میں متکلمین کا مذہب ہے  
 التکفیر مذہب الفقہاء فلا یتحدہ اور تکفیر فقہاء کا مذہب ہے اسلئے نقیضین کا قائل  
 القائل بالنقیضین فلا یحدہ اور۔ شخص واحد نہیں تو کوئی خرابی نہیں۔

دوسرے وہ کلمات جس کے ایک معنی ہوں یا چند اور سب کفری ہیں ان میں نہ تاویل قریب کی گنجائش ہے نہ بعید کی جیسے یہ کہنا کہ اللہ عزوجل معبود نہیں ایسے کلمات کے قائل کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ وہ ضرور بالضرور حتماً جزماً کافر ہے ایسا کہ جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔

مولوی اسماعیل دہلوی کے کلمات قسم اول سے ہیں اور دیوبندیوں کے اقامت اربعہ کے کلمات قسم ثانی سے، جو کفری معنی میں متعین ہیں ان کا کوئی معنی خفی سے خفی بعید سے بعید ایسا نہیں جو کفر نہ ہو جس پر قائلین اور ان کے ہمنواؤں کی توجیہات اور علمائے اہل سنت کے رد شاہد عدل ہیں۔

دیوبندی تاویل کی حقیقت

بسط البنان میں تھانوی صاحب نے حفظ الایمان کی عبارت کی اور

دوسری کتابوں میں دوسرے دیوبندی مولویوں نے ان کفری عبارات کی جو

توجیہیں کی ہیں وہ تاویل نہیں عبارت کی تغیر اور تبدیل ہے جس کی پوری تفصیل  
 وقعات السنان اور الموت الاحمر وغیرہ میں مذکور ہے۔ ان کتابوں کے چھپے ہوئے  
 ایک صدی کے قریب قریب ہو رہی ہے۔ مگر کسی دیوبندی سے ان کا جواب نہ  
 ہو سکا۔ یہ کتابیں تھانوی صاحب کے پاس بذریعہ حبسٹری بھیج گئیں مگر دم سادھ  
 گئے۔ پھر میں نے دس سال پہلے ان سب ابجاث کا خلاصہ منصفانہ جائزہ میں لکھ  
 کر شائع کر دیا مگر ابھی تک صدائے برخواست۔

ہم ناظرین کے اطمینان کے لئے صرف حفظ الایمان کی عبارت پر تھوڑا سا  
 کلام کئے دیتے ہیں۔ حفظ الایمان کی اصل عبارت یہ ہے۔

” پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید  
 صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے  
 یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو حضور ہی کی کیا تخصیص ہے  
 ایسا علم غیب تو زید و عمرو و بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات بہائم  
 کے لئے بھی حاصل ہے۔“

اس عبارت میں تھانوی صاحب نے اس علم غیب کی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو حاصل ہے دو قسمیں کی ہیں۔ کل علوم غیبیہ اور بعض علوم غیبیہ۔ کل علوم غیبیہ کے  
 لئے بعد میں لکھا کہ اس کا حصول عقلاً و نقلاً باطل ہے۔ رہ گئے بعض علوم غیبیہ اس  
 کے بارے میں لکھا۔

اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب زید و عمرو و بکر بلکہ ہر  
 صبی (بچے) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم (چوپایوں) کے  
 لئے بھی حاصل ہے۔

اس میں بلاشبہ یقیناً حتماً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے حضور اقدس  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو بچوں یا گلوں جانوروں اور چوپایوں کے علم ایسا کہنا  
 بلاشبہ توہین ہے۔ اس عبارت کی توجیہ میں تھانوی صاحب کے خون گرم

جامی مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگی تو ضیح البیان میں لکھتے ہیں۔

”عبارت متنازیعہ میں لفظ ”ایسا“ بمعنی اس قدر و اتنا ہے پھر تشبیہ کیسی۔ نہ اس میں تشبیہ ہے نہ توہین“ ص ۱۳

اس کا حاصل یہ نکلا کہ اگر لفظ ”ایسا“ تشبیہ کے لئے ہوتا تو ضرور توہین ہوتی مگر چونکہ اس عبارت میں لفظ ”ایسا“ تشبیہ کے لئے نہیں اتنا اور اس قدر کے معنی میں ہے اس لئے توہین نہیں۔ اب آئیے اس عبارت کے بارے میں بھنگی صاحب سے بھی بھاری بھر کم شخصیت کی تو جہہ سنئے، دیوبندی برادری کے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد ٹانڈوی اپنے مشہور گالی نامے ”الشہاب الثاقبہ میں لکھتے ہیں

”حضرت مولینا (تھانوی) اس عبارت میں لفظ ”ایسا“ فرما ہے میں لفظ ”اتنا“ تو نہیں فرما رہے ہیں اگر لفظ ”اتنا“ ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اوروں کے علم کے برابر کر دیا لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے“

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر اس عبارت میں بجائے ایسا کے اتنا ہوتا تو لازم آتا تھا کہ تھانوی صاحب نے معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو ہر کس و کس پتھوں، پاگلوں، جانوروں چوپایوں گدھوں نچروں سوروں کے برابر کر دیا۔ اور یہ یقیناً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ اگر اس عبارت میں بجائے لفظ ایسا کے لفظ ”اتنا“ ہوتا تو اس میں ضرور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی مگر اس عبارت میں لفظ اتنا نہیں ایسا ہے جو کلمہ تشبیہ ہے اب ناظرین ملاحظہ کریں بھنگی صاحب نے کہا کہ اگر ”ایسا“ کلمہ تشبیہ ہوتا تو اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی اس لئے کہ لازم آتا تھا تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو خسیس زدیل چیزوں سے تشبیہ دی ہے۔ اور ٹانڈوی صاحب فرما رہے ہیں کہ ”ایسا“ کلمہ تشبیہ ہے تو بھنگی اور ٹانڈوی صاحب کا اس پر اجماع مولف ہو گیا کہ اس عبارت میں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

اور ٹانڈوی صاحب فرما رہے ہیں کہ اگر اس عبارت میں بجائے ”ایسا“ کے ”اتنا“ ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی۔ اور در بھنگی صاحب فرما رہے ہیں کہ اس عبارت میں لفظ ایسا اتنا اور اس قدر کے معنی میں ہے تو پھر در بھنگی اور ٹانڈوی صاحب کا اجماع مؤلف ہو گیا کہ اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

اقول ہوا المستعان :- یہ دیوبندی مولویوں کی چالاکی ہے کہ عوام کو لفظ ”ایسا“ کے بھول بھلیوں میں پھنسا کر بہکانا چاہتے ہیں۔

ہر عاقل منصف سوچے کہ اس عبارت میں لفظ ایسا کو تشبیہ کے لئے مانا تو بھی توہین ہے کیونکہ لازم آئے گا کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و ناکس بچوں و پاگلوں جانوروں و چوپایوں گدھوں کتوں سوروں کے علم کے تشبیہ دی ہے یہ بلاشبہ توہین ہے جس سے کوئی عاقل انکار نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اگر لفظ ایسا کو اتنا اور اس قدر کے معنی میں مانیں تو لازم آئے گا کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و ناکس بچوں و پاگلوں جانوروں و چوپایوں گدھوں کتوں سوروں کھٹملوں کے علم کے برابر کر دیا اس میں یقیناً حتماً قطعاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

ثابت ہو گیا کہ حفظ الایمان کی عبارت کفری معنی میں متعین ہے اس کی جو بھی توجیہ کی جائے وہ کفر ہی ہوگی۔ اس میں تاویل قریب تو دور کی بات ہے تاویل بعید کی بھی گنجائش نہیں۔ اور تھانوی صاحب نے خود جو کچھ لکھا ہے اور ان کے حامیوں نے جو کچھ کہا ہے وہ یا تو اس عبارت کی تاویل نہیں تغیر و تبدیل ہے۔ یا پھر وہ بھی کفر ہے جیسا کہ ہم نے ٹانڈوی صاحب اور در بھنگی صاحب کی توجیہ سے ثابت کر دیا۔

## ایک اور توجیہ کی حقیقت

مسلل مناظروں میں زک اٹھانے

کے بعد پوری پارٹی سر جوڑ کر اب ایک

نی توجیہ کرنے لگی ہے۔ کہ اس عبارت میں ”ایسا“ کا اشارہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی طرف نہیں بلکہ مطلق بعض کی طرف ہے۔

اس پر دو گزارش ہے پہلی یہ کہ اگر ”ایسا“ کا اشارہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاک نہ ہوتا مطلق بعض ہوتا تو ٹانڈوی صاحب کا یہ کہنا کیسے درست ہوتا؟

”اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ

حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کے برابر کر دیا۔“

ٹانڈوی صاحب کا یہ فرمانا اسی وقت درست ہوگا جب کہ لفظ ایسا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاک مراد ہو۔

نیز درہنگی صاحب نے لکھا۔

عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ ”ایسا“ بمعنی اس قدر و اتنا ہے

پھر تشبیہ کیسی؟ نہ اس میں تشبیہ ہے نہ توہین۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر اس عبارت میں لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہوتا تو اس میں توہین ہوتی اگر لفظ ایسا کا اشارہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی طرف نہ ہوتا تو اسے تشبیہ کے لئے ماننے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کیسے ہوتی؟

واضح ہو کہ ٹانڈوی صاحب اور درہنگی صاحب کی حیثیت عربی دیوبندی برادری

میں بہت بڑی ہے۔ اول دیوبندی جماعت کے شیخ الاسلام اور مدرسہ دیوبند کے

شیخ الحدیث اور جمعیتہ علماء ہند کے صدر تھے اور درہنگی صاحب مدرسہ دیوبند

کے ناظم تعلیمات اور تھانوی صاحب کے وکیل تھے۔ جب دیوبندی جماعت کے

دو بھاری بھر کم گواہوں سے ثابت کہ حفظ الایمان کی عبارت میں لفظ ایسا کا اشارہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی طرف ہے۔ ان کے مقابل دیوبندی

اطفال الموالی کی باتوں کا کیا اعتبار؟



دوسری گزارش یہ ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں مطلق بعض مذکور ہی نہیں کہ اسکی طرف اشارہ ہو تھا نوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی دو قسمیں کی ہیں۔ کل علوم غیبیہ اور بعض۔ مقسم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاک ہے کل علوم غیبیہ اور بعض اس کے اقسام ہیں، مقسم کا اقسام پر صدق لازم ورنہ قسم، قسم نہ رہے گی اسے ہر مبتدی بھی جانتا ہے جب حفظ الایمان کی عبارت میں مطلق بعض مذکور نہیں تو مطلق بعض کو "ایسا" کا مشاراً لیمہ ٹھہرانا ہوائی فائر ہے۔ ہاں عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جمل بعض علوم غیب مذکور ہے۔ "ایسا" سے اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اور ایسا سے وہی مراد ہے اس لئے عبارت میں یقیناً حتماً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ اور یہ عبارت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین میں متعین۔ نہ اس میں تاویل قریب کی گنجائش ہے نہ تاویل بعید کی۔ اسی لئے علمائے حل و حرم عرب و عجم ہند و سندھ نے باتفاق فرمایا کہ اس عبارت کے لکھنے والے مولوی اشرف علی تھانوی اہانت رسول کرنے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں۔ ایسے کہ جو ان کے کفر پر مطلع ہو کر ان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر۔

اور یہی حال تخذیر انکس اور براہین قاطعہ کی عبارتوں کا بھی ہے کہ وہ دونوں بھی کفری معنی میں متعین ہیں ان میں تاویل بعید کی بھی گنجائش نہیں جس کو میں نے منصفاً جائزہ میں دلائل قاہرہ سے ثابت کیا ہے اس لئے اسمعیل دہلوی کی تکفیر سے کف لسان کا بہانہ بنا کر ان اقاہم اربعہ کی تکفیر سے کف لسان کرنا اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔

اب ایک سوال یہ رہ جاتا ہے کہ استاذ الاساتذہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے معاصر علمائے اہلسنت نے اسمعیل دہلوی کی قطعی تکفیر کی اور فرمایا کہ جو شخص اس کے کفریات پر مطلع ہو کر اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اور اس کے کفریات میں کوئی تاویل مسموع نہیں اس کے دو جوابات ہیں

اول یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت علامہ خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مختار جمہور فقہاً کا مذہب ہو کہ وہ صریح بتین پر تکفیر کرتے ہیں اور یہ جو فرمایا کہ تاویل کی اس میں گنجائش نہیں اس سے مراد تاویل قریب ہو اور ہم پہلے تفصیل سے بتائے کہ کسی کلام میں تاویل قریب کا نہ ہونا اس کے منافی نہیں کہ تاویل بعید بھی نہ ہو۔ اور مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مختار مذہب متکلمین ہے کہ جب قائل کی مراد معلوم نہ ہو تو وہ صریح بتین پر تکفیر نہیں کرتے کلام میں جب تک ضعیف سے ضعیف احتمال باقی ہو تو کف لسان کرتے ہیں۔ اب کوئی تعارض نہیں۔ منخ الروض کی عبارت پہلے گزر چکی ہے۔

عدم التکفیر مذہب المتکلمین (ایسے کلمات میں تکفیر نہ کرنا) متکلمین کا مذہب  
 والتکفیر مذہب الفقہاء ہے اور تکفیر فقہار کا مذہب اس لئے کوئی  
 فلا محذور خرابی نہیں۔

روح — ایک مفتی کے سامنے ایک قول پیش ہوا — اور یہ  
 مفتی واقعی مفتی ہے صحیح العقیدہ بھی ہے، خدا ترس بھی ہے، دیندار بھی ہے، ذہین  
 و فطین بھی ہے، اس کی طبیعت اخاذ اور اس کا ذہن وقاد بھی ہے اس نے اس کلمہ  
 میں حتی الوسع پورا پورا غور و خوض کیا اسے اس کلمہ میں کوئی اسلامی کا پہلو نہیں ملا اس  
 کو اس میں تاویل قریب تو قریب بعید تاویل بھی سمجھ میں نہیں آئی۔ جس کی بنا پر اس  
 نے اس کلمہ کو اپنی صوابدید کے مطابق کفری معنی میں متعین جانا ایسی صورت میں اس مفتی  
 پر فرض ہے کہ وہ یہ فتویٰ دے کہ اس کلمہ کا قائل کافر ہے ایسا کہ جو اس کے کفر پر مطلع  
 ہو کر اسے کافر نہ مانے وہ بھی کافر۔

لیکن وہی قول کسی اور مفتی کے سامنے پیش ہوا اس مفتی کو اس کلام میں کوئی تاویل  
 سمجھ میں آئی اور قائل کی نیت معلوم نہیں تو اسے یہ حق ہے کہ احتیاطاً اس کے قائل  
 کی تکفیر سے کف لسان کرے۔ اور اس سلسلہ میں خود میرے ساتھ متعدد واقعات  
 پیش آئے۔

اول۔ ایک مقرر نے اپنی تقریر میں کہا کہ کبھی کبھی سچ بولنا کفر ہوتا ہے اور جھوٹ بولنا عبادت۔ اس پر مفتی صاحبان سے استفہار ہوا بہت سے مفتیان کرام نے قائل کو کافر کہا۔ مجھ سے بھی سوال ہوا میں نے جواب دیا کہ قائل کافر نہیں قطعاً یقینی ہے کہ اللہ عزوجل ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز میں سور اور بندر بھی داخل ہیں مگر علماء نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کو خالق القردة و الخنازیر کہنا کفر ہے ایک ظالم ایک بے گناہ کو قتل کرنے کے لئے دوڑا رہا ہے مظلوم ایک شخص کے گھر میں گھس گیا پیچھے پیچھے ظالم بھی آیا اس نے مالک مکان سے پوچھا کہ فلاں شخص تمہارے مکان میں تو نہیں چھپا ہے۔ علماء نے فرمایا کہ مالک مکان پر واجب ہے کہ کہے کہ نہیں، میرے مکان میں نہیں چھپا ہے وہ اس طرف بھاگ گیا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر جھوٹ ہے اور اسے یہی کہنا واجب اور ہر واجب عبادت تو ثابت ہو گیا کہ کبھی کبھی جھوٹ بولنا عبادت ہوتا ہے۔

شامی میں ہے۔

کسی بے گناہ کو دیکھا کہ وہ ایسے ظالم سے جانا بچانے کے لئے چھپا ہوا ہے جو اسے قتل کرنا چاہتا ہے یا اسے ایذا پہنچانا چاہتا ہے تو یہاں جھوٹ بولنا واجب ہے۔

لورای معصوما اختفی من ظالم  
یرید قتلہ او ایذاء  
فالكذب هنا واجب  
(ص ۲۴۲ جلد خامس)

دوم۔ اسی طرح ایک مقرر نے اپنی تقریر میں کہا کہ قیامت کے دن عام لوگ اللہ تعالیٰ کے یہاں حساب دینے جائیں گے اور انبیاء کرام اور اولیاء عظام اللہ تعالیٰ سے حساب لینے جائیں گے۔

ایک بہت مشہور، معتد، مستند، محقق مفتی صاحب سے سوال ہوا تو انہوں نے حکم فرمایا کہ اس کا قائل کافر ہے۔ پھر یہی سوال میرے یہاں پیش ہوا میں نے جواب میں لکھا کہ عرف عام میں حساب لینے کا ایک معنی مزدوری لینے کا بھی آتا ہے مزدور بولتے ہیں کہ ہم حساب لینے جارہے ہیں، ہمارا حساب وصول ہو گیا اس



ہوتا۔

بخاری وغیرہ میں ہے کہ حضرت سعید بن معلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پکارا وہ کچھ دیر کے بعد حاضر ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیر سے حاضری کا سبب پوچھا، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا اس لئے حاضری میں تاخیر ہوئی۔ فرمایا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا؟

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ (انفال آیت ۲۴)  
 اے ایمان والو! اللہ ورسول کے بلائے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کیلئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔ (بخاری جلد ثانی ص ۶۶۹)

دوسری حدیث میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بھی ایسا ہی وارد ہے۔ ناظرین ان تینوں واقعات کو بغور پڑھیں اور ان کی روشنی میں میرے معروضات پر غور کریں۔

مولوی اسماعیل دہلوی کے کلمات کفریہ استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے معاصر علماء کرام کی خدمت میں پیش ہونے ہو سکتا ہے کہ بااں جلالت شان و ذکات و فطانت ان حضرات کو ان کلمات میں کوئی تاویل سمجھ میں نہیں آئی نہ قریب، نہ بعید، ان حضرات کی نظر میں اس کے کلمات کفریہ صریح متعین نظر آئے جن کی بنا پر ان حضرات نے اسماعیل دہلوی کی قطعی تکفیر فرمائی۔

لیکن جب وہ کلمات مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے علم میں آئے تو بمصدق "فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ" ان میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو اسلام کا پہلو سمجھ میں آیا اگرچہ وہ بعید ہو، ضعیف ہو، اس لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کف لسان فرمایا

ایسا بہت ہوتا ہے کہ بعض دفعہ بڑوں بڑوں کا ذہن ایک طرف منتقل

نہیں ہوتا مگر ان سے کم درجے کے دوسرے فرد کا ذہن اس طرف منتقل ہو جاتا ہے اس کی صدا مثالیں موجود ہیں۔ حضرت قتادہ بن عامر سدوسی اجلہ تابعین میں سے ہیں۔ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص تلمیذ ہیں کوفہ تشریف لائے تو ان کے پاس طالبین کی بھیڑ جمع ہو گئی حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابتدائی عہد تھا شہرت سن کر حضرت امام اعظم بھی حضرت قتادہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان سے دریافت فرمایا کہ جس چیوٹی نے سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شکر کو دیکھ کر یہ کہا تھا اے چیوٹیو! اپنی بلوں میں چلی جاؤ کہیں سلیمان علیہ السلام اور ان کا شکر تم کو کچل نہ ڈالے یہ چیوٹی نہ تھی یا مادہ؟ یہ سوال سن کر حضرت قتادہ کچھ دیر تک سوچتے رہے پھر فرمایا مجھے نہیں معلوم، آپ بتاؤ وہ چیوٹی نہ تھی یا مادہ؟ حضرت امام اعظم نے فرمایا مادہ تھی۔ حضرت قتادہ نے پوچھا کیسے معلوم ہوا تو حضرت امام نے فرمایا اللہ عزوجل نے اس کے لئے ٹونٹ کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ ارشاد ہے "قَالَتْ نَمْلَةٌ"

قاضی ابن ابی یسلی کوفی کے قاضی تھے اور بہت جاہ و جلال کے قاضی تھے جب سے قضاۃ اور حجوں کا سلسلہ شروع ہوا ہے اس وقت سے لے کر آج تک کے قاضیوں کے صف اول میں ان کا شمار ہوتا ہے ایک دفعہ ایسا ہوا کہ مجلس قضا سے اٹھ کر گھر جا رہے تھے راستے میں ایک عورت کا کسی سے جھگڑا ہو رہا تھا عورت نے اس شخص کو یا ابن الزانیہ کہہ دیا یعنی اے زانی اور زانیہ کے بیٹے قاضی صاحب نے حکم دیا کہ عورت کو پکڑ کر مجلس قضا میں لے چلو، یہ بھی واپس آئے اور سند قضا پر بیٹھے اور حکم دیا کہ عورت کو کھڑی کر کے قذف کی دہری سزا دی جائے یعنی ایک سو ساٹھ کوڑے مارے جائیں۔ جب امام اعظم کو اس کی اطلاع ملی تو فرمایا کہ ابن ابی یسلی نے اس میں چھ غلطیاں کی ہیں۔

۱۔ مجلس قضا سے باہر آنے کے بعد دوبارہ فوراً واپس آکر فیصلے کیلئے بیٹھے

- ۲- مسجد میں حد مارنے کا حکم دیا۔  
 ۳- عورت کو بٹھا کر حد مارنی چاہئے انہوں نے کھڑی کرا کے درے لگوائے۔  
 ۴- ایک ہی حد لازم تھی انہوں نے دو جاری کی۔  
 ۵- ایک ساتھ لگاتا رہا دو حدیں لگوائیں حالانکہ اگر کسی پر دو حد لازم بھی ہو تو ایک حد کے بعد ملزم کو چھوڑ دینا چاہئے جب اس کے زخم اچھے ہو جائیں تو دوسری حد لگانی چاہئے۔

۶- جسے عورت نے ابن الزائنین کہا تھا اس نے مطالبہ نہیں کیا تھا تو قاضی صاحب کو مقدمہ قائم کرنے کا حق نہ تھا۔  
 غرض کہ یہ کوئی نئی بات نہیں کہ کسی چیز کی طرف ایک بڑے کا ذہن نہیں گیا اور دوسرے کا چلا گیا اسی طرح یہاں بھی ہوا کہ علامہ فضل حق خیر آبادی وغیرہ کا ذہن اس ضعیف اور بعید احتمال کی طرف نہیں گیا اور مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ذہن مبارک اس طرف منتقل ہوا۔ ان حضرات نے اسمعیل دہلوی کے کفریات کو کفری معنی میں متعین جانا اور اسے قطعی طور پر کافر کہا مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تحقیق میں وہ صریح متعین تھا اس لئے کف لسان فرمایا۔

دیکھئے مولانا عبدالحی لکھنوی کو لے لیجئے ان کے جامع معقول و منقول ہونے میں کسی کو کلام نہیں مگر کتنے مسائل میں ان سے صریح غلطیاں ہوئیں ہیں مثلاً ان سے سوال ہوا کہ "ہدایت علی" نام رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ انہوں نے جواب کہ ایہام شرک کی وجہ سے یہ نام رکھنا جائز نہیں ہے۔ ہدایت علی کے دو معنی ہیں ارادة الطريق اور ایصال الی المطلوب، اور "علی" اسم نے عزوجل سے بھی ہے اور مولیٰ المسلمین امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی اسم گرامی ہے۔ اب احتمالات چار ہو گئے ہدایت سے مراد ارادة الطريق اور علی سے مراد باری عز اسمہ یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ہدایت سے مراد ایصال الی المطلوب اور علی سے مراد باری عز اسمہ تینوں احتمالات صحیح ہیں چوتھا احتمال یہ ہے کہ ہدایت سے مراد ایصال الی المطلوب

اور علیؑ سے مراد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اس صورت میں سائل نے اس کو اسمائے شرکیہ میں سے شمار کیا اور لکھا کہ جو نام اسمائے شرکیہ اور غیر شرکیہ میں داخل ہو اس سے احتراز واجب ہے۔

جناب مولانا عبدالحی صاحب نے سائل کی اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے حکم اس پر یہ لکھا کہ چونکہ لفظ ہدایت بھی مشترک ہے اور لفظ علی بھی مشترک ہے اس لئے ہدایت علی نام رکھنے میں امر ممنوع کا اشتباہ موجود ہے اور ایسے نام رکھنے سے احتراز لازم جس میں امر غیر مشروع کا ایہام ہو۔

(مجموع فتاویٰ عبدالحی جلد دوم ص ۲۵-۲۶)

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے سوال ہوا کہ ہدایت علی نام رکھنا جائز ہے یا ناجائز؟ جواب تحریر فرمایا ہدایت کا جواز ویسا ہی ظاہر و باہر جس میں اصلاً عدم جواز کی بو نہیں۔ ۱۲

مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے اس نام پر اعتراض دیکھا گیا اول کلام میں تو صرف خلاف اولیٰ ٹھہرایا تھا آخر کلام میں ناجائز و گناہ قرار دے دیا حالانکہ یہ محض غلط ہے اس پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے انیس ایرادات فرمائی ہیں جو احکام شریعت میں مفصل مذکور ہیں۔ جن میں دو تحریر کر دیتا ہوں۔ مولانا نے محض اپنے اس زعم پر کہ اس میں معنی شرک کا احتمال ہے۔ اسے ایہام شرک قرار دے کر ناجائز لکھ دیا، حالانکہ محض احتمال اور چیز ہے اور ایہام اور شئی دیگر محض احتمال سے کوئی کلمہ ناجائز نہیں ہوتا ہاں ایہام سے ضرور عدم جواز کا باعث فرماتے ہیں۔

ممنوع ایہام ہے نہ مجرد احتمال ولو ضعیفاً وبعیداً ایہام و احتمال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایہام میں تبادر و درکار ہے۔ ذہن اس معنی ممنوع کی طرف سبقت کرے۔ نہ یہ کہ شقوق محتملہ عقلیہ میں کوئی شق معنی ممنوع کے بھی نکل سکے



تلیخص میں ہے۔

الایہام ان یطلق لفظہ معنیان  
قرب وبعید ویراد بہ  
البعید  
ایہام یہ ہے کہ کوئی ایسا لفظ بولا جائے  
جس کے دو معنی ہوں قریب اور بعید اور معنی  
بعید مراد لیا جائے۔

علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف کتاب التعریفات میں فرماتے ہیں۔  
الایہام ویقال لہ التخیل ایضاً  
ان یدکر لفظہ معنیان قریب  
وغریب فاذا سمعہ الانسان  
سبق الی فہمہ القریب ومراد  
المتکلم غریب  
ایہام ہی کو تخیل بھی کہا جاتا ہے وہ یہ ہے  
کہ کوئی ایسا لفظ ذکر کیا جائے جس کے دو  
معنی ہوں قریب اور غریب جب اس کو کوئی انسان  
سنے تو اس کا ذہن قریب کی طرف سبقت کرے  
اور متکلم کی مراد معنی غریب ہو۔

بجز احتمال اگر موجب منع ہو تو عالم میں کم کوئی کلام منع و طعن سے خالی رہے  
گا۔ نماز میں وتعالیٰ جَدک تو شاید آپ بھی پڑھتے ہوں گے۔ ”جد“ کے دوسرے  
مشہور و معروف بلکہ مشہور تر معنی یہاں کیسے صریح شدید کفر ہیں۔ عجب کہ اتنے بڑے  
کفر کا ایہام جان کر اسے حرام نہ مانا۔ تو یہ بات وہی ہے کہ ایہام میں تبادر و سبقت  
واقربیت درکار ہے۔ وہی ممنوع ہے نہ مجرد احتمال۔  
دوسرا ایراد یہ فرمایا جو بہت دلچسپ ہے۔

سائل نے اپنی جہالت سے صرف عبد اللہ میں شرک سے سوال کیا  
تھا حضرت مجیب نے اپنی نبالت سے وغیرہ بھی بڑھا دیا تاکہ اپنے نام نامی کو  
ایہام شرک سے بچالیں مگر جناب کی دلیل سلامت ہے تو اس ایہام سے  
سلامت بخیر ہے۔ عبد الحئی میں دو جز ہیں اور دونوں کے دو دو معنی ایک  
عبد مقابل الہ دوسرا مقابل آقا۔ قَالَ تَعَالَى

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامِي مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ  
مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ  
اپنے نیک غلاموں اور باندیوں کا نکاح  
کرو۔

دیکھو حق سبحانہ نے ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرمایا۔ یونہی ایک "حی" اسم الہی کہ حیات ذاتیہ ازلیہ ابدیہ واجبہ سے مشعر اور دوسرا "من" تو وزید و عمرو سب پر صادق جس سے آیت کریمہ "تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ" وغیرہا منظر اب اگر عبد معنی اول اور حی معنی دوم لیجئے قطعاً شرک ہے۔

وہی چار صورتیں ہیں اور وہی ایک صورت پر شرک موجود عبد الحی ایہام شرک سے کیونکہ محفوظ۔ اس سے بھی احتراز لازم تھا یعنی ہی تقریب مولوی عبدالحی صاحب کے نام میں بھی جاری ہوگی ملاحظہ ہو کہ یہ تشبیق و تدقیق کہاں تک پہنچی۔

اقول! عبدالحی عبدالحلیم ہی کی تخصیص نہیں مسلمانوں کے اکثر نام اسی زد پر ہیں مثلاً عبداعلی، عبدالحلیم، عبدالرشید، عبدالسمیع، عبدالبصیر، عبدالحفیظ، عبدالعزیز، عبدالرحیم، عبدالکریم، عبدالرؤف وغیرہ یہ سب اسماء مولینا عبدالحی صاحب کے اس فتویٰ کی رو سے موہم شرک ہونے کی وجہ سے ناجائز ٹھہریں گے۔ مجھے بتانا ہی ہے کہ اس کی صداہ نظیر میں موجود ہیں کہ بڑوں بڑوں کا ذہن ایک بات کی طرف نہیں گیا لیکن دو سکرنار کا ذہن اس طرف گیا۔ اسی طرح اسمعیل دہلوی کے کفریہ کلمات میں اس ضعیف اور بیداجتہال کی طرف اگر استاذالاساتذہ علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا ذہن نہیں گیا اور انہوں نے اپنی دانست میں ان کلمات کو کفری معنی میں متعین جانا اور قائل کو قطعی یقینی کافر کہا مگر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ذہن مبارک کسی ضعیف بعید ایسے پہلو کی طرف منتقل ہوا جس کی بنا پر کف لسان فرمایا تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ | اگر کوئی یہ کہے کہ جیسے استاذالاساتذہ علامہ فضل حق خیرآبادی اور ان کے معاصر علمائے اہلسنت کو اسمعیل دہلوی کی کفریات میں کوئی تاویل سمجھ میں نہیں آئی جس کی بنا پر انہوں نے اسمعیل دہلوی کی قطعی تکفیر کی۔ مگر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو ان کلمات میں

تاویل نظر آگئی جس کی بنا پر انہوں نے مولوی اسماعیل دہلوی کے بارے میں کف لسان کیا۔

اسی طرح اس کا امکان ہے کہ اساطین دیوبند کے کلمات کفریہ میں آئندہ کسی صاحب کو کوئی تاویل سمجھ میں آجائے جس کی بنا پر وہ کف لسان کرے اس پر دو گذارشیں ہیں۔

**اول :-** محض اس احتمال پر کہ شاید آئندہ کسی صاحب کو ان میں کوئی تاویل سمجھ میں آجائے قائل کو کافر نہ کہنا کسی طرح جائز نہیں ورنہ وہی خرابی لازم آئے گی کہ پھر کسی کلمہ کفر کے بکنے والے کو کافر کہنا درست نہ ہوگا۔ اب نہ قادیانیوں کو کافر کہنا درست ہوگا نہ چکرالویوں کو اسلئے کہ سب کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ شاید آئندہ ان کے کفریات کی کوئی تاویل نکل آئے۔ بنا کار اس پر ہے کہ جس نعتی کے سامنے مسئلہ پیش ہے اسے از خود یا کسی کے بتانے سے اس کلمہ میں کوئی تاویل ملی یا نہیں اگر نہیں ملی تو اس پر فرض ہے کہ قائل کو کافر ہونے کا فتویٰ دے اس تو ہم پر کہ شاید آئندہ کوئی صاحب کوئی تاویل نکالیں تکفیر سے کف لسان کرنا خدانامہ ترسوں کو کفریات بکنے پر جبری کرنا ہے۔

**دوم :-** دوسری خاص بات یہ ہے کہ علمائے دیوبند کو یہ احتمال اس وقت مفید ہوتا اگر انہوں نے اپنی عبارتوں کی توجیہ میں کچھ کہا نہ ہوتا۔ ان سب نے اپنی اپنی عبارتوں کی توجیہ کی ہیں۔ جن میں سے کچھ ایسی ہیں جن کا ان عبارتوں کو کوئی لگاؤ نہیں اور خود ان کی تصریحات کی معارض ہیں یا پھر وہ توجیہات کفریہ ہیں جس کی نظیر حفظ الایمان کی عبارت کی توجیہ میں گذری۔

پہلی کی مثال تحذیر الناس کی عبارت میں یہ کہنا ہے کہ مانو تو می صاحب کی مراد یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی صرف آخری نبی نہیں بلکہ آخری نبی اور خاتم بالذات دونوں کے ہیں۔

یہ توجیہ خود تحذیر الناس ص ۱۱ اور ص ۲ کی عبارتیں رد کر رہی ہیں جن میں

صاف صاف لکھا ہوا ہے۔

بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ ص ۱۲  
بلکہ بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

یہ بالکل یذہبی بات ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا بعد میں کسی نبی کا پیدا ہونا آخری نبی ہونے کے منافی ہے۔ اب اگر خاتم النبیین کا معنی نانو تووی صاحب کے نزدیک آخری نبی ہونا بھی ہوتا تو وہ کیسے لکھتے کہ پھر بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے اور اس سے خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

ص ۱۲ اور ص ۲ کی یہ دونوں عبارتیں کہ نانو تووی صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر الانبیاء نہیں مانتے اور خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین تسلیم نہیں کرتے اسلئے مذکورہ بالا توجیہ خود نانو تووی صاحب کی تصریح سے باطل ہے۔

**توضیح مزید** جو کلام کئی معنی کا احتمال رکھتا ہو بعض کفر ہو اور بعض کفر نہ ہو ایسے کلام کا کہنے والا اس وقت کفر سے بچے گا جب کہ وہ بتائے کہ میری مراد وہ معنی ہے جو کفر نہیں اور اس معنی کا اس کلام میں احتمال بھی ہو معنی اس کلام کا وہ معنی صحیح ہو اور اگر قائل نے اپنی مراد ایسے معنی کو بتایا جو خود کفر ہو یا اس معنی کی گنجائش اس کلام میں قطعاً نہ ہو تو قائل یقیناً حتماً کافر ہے کسی دوسرے کی تاویل صحیح اس کو کفر سے نہیں بچا سکتی۔ درمختار وغیرہ میں ہے۔

اذا كان في المسئلة وجوه توجب الكفر وواحد يمنع فعلی المفتی الميل لما يمنع ثمر لونیته ذلك فسلو والا لم ينفعه حمل

جب مسئلے میں چند وجہیں ہوں تو مفتی پر وہاں ہے کہ اس معنی پر حکم لگائے جو کفر نہیں۔ اب اگر قائل کی مراد وہی معنی ہے تو وہ مسلمان ہے ورنہ مفتی کا اس معنی پر حمل کرنا قائل کو نفع

المفتی علی خلیفہ نہ دے گا۔

اس قسم کا واقعہ مجھ پر گذر چکا ہے ایک صاحب نے اپنی تقریر میں کہا قرآن مجید اللہ کی بنائی ہوئی کتاب ہے۔ اس پر ایک عالم نے انہیں ٹوکا تو انہوں نے کہا قرآن اگر اللہ کی بنائی ہوئی کتاب نہیں تو کس کی بنائی ہوئی ہے؟ ان عالم نے فرمایا کسی کی بنائی ہوئی نہیں عقائد میں تصریح ہے۔ القرآن کلام اللہ غیر مخلوق معاملہ حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش ہوا۔ حضرت مفتی اعظم ہند نے مقرر صاحب سے فرمایا کہ آپ کو توبہ کرنی چاہئے۔ انہوں نے توبہ کر لیا۔

پھر سال دو سال کے بعد مقرر صاحب نے فرمایا کہ میری مراد کلام لفظی تھی۔ اس پر ایک مفتی صاحب نے مقرر صاحب سے کہا اگر وہی آپ کی مراد یہ تھی تو جب حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو توبہ کرنے کا حکم دیا تھا اس وقت آپ بتاتے اس وقت آپ نے نہیں بتایا اور چپ چاپ توبہ کر لیا تو ثابت ہو گیا کہ آپ کی مراد یہ نہیں تھی بعد میں آپ نے سوچ کر نکالا ہے اس لئے یہ مفید نہیں۔

جہاں یہ نکالا اب جب کہ ان کفری عبارتوں کے قائلین نے ان عبارتوں کی جو توجیہات و تاویلات کیں وہ ان عبارتوں کے منافی و معارض ہیں۔ ان کا ان عبارتوں سے کوئی تعلق نہیں خود انہیں کتابوں کی دوسری عبارتیں اسے رد کر رہی ہیں لہذا وہ تاویلات کفری معنی میں متعین ہیں۔ تو اب جب کہ ان کو جہاں جانا تھا جا چکے اب کسی کا ان عبارتوں کی کوئی تاویل صحیح نکالنا ان کو مفید نہیں ہو سکتا۔ ان کو مفید اس وقت ہوتا جب یہ ثابت ہوتا کہ ان کی نیت یہ معنی صحیح تھی لیکن انہوں نے اپنی مراد یہ معنی نہیں بتایا بلکہ ان عبارتوں سے متعلق ان ملی بے جوڑ باتیں لکھیں اور کہیں اس لئے وہ کفر سے نہیں بچ سکتے یہ اخیر کی گفتگو اس تقدیر پر تھی کہ ان کفری عبارتوں کی کوئی صحیح تاویل کوئی صاحب نکال سکیں مگر ہمیں یقین ہے کہ قیامت تک کوئی صاحب ان عبارتوں کی کوئی ضعیف سی ضعیف بعید سے بعید ایسی تاویل نہیں نکال سکتے جو ان کو کفر سے بچا سکے۔



# باب سوم

(سُنی دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ)





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## ابتدائیہ

عام طور سے لوگ یہی جانتے ہیں کہ ”سنی دیوبندی“ اختلاف چند امور کے ہذا از و عدم جواز تک محدود ہے۔ لیکن حقیقت حال کیا ہے، اس کا اعتراف خود دیوبندی جماعت کے نقیبوں کو بھی ہے۔ مولوی منظور سنبھلی کی کتاب فیصلہ کن مناظرہ وابتدائیہ ہے:

شاید بہت سے لوگ ناواقفی سے یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ میلاد و قیام، عرس و قوالی، فاتحہ و تیجہ، دسواں و بیسواں، چالیسواں و ہجرت وغیرہ رسوم کے جائز و ناجائز اور بدعت و غیر بدعت ہونے کے بارے میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں جو نظریاتی اختلاف ہے یہی دراصل ”دیوبندی اور بریلوی اختلاف“ ہے۔ مگر یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ اصل اختلاف کیلئے یہ دونوں فریق کو تسلیم ہے کہ وہ تقویۃ الایمان، صراطِ مستقیم، قنایہ رشیدیہ، تخییر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کی عبارات اور تکیب باری کا فتویٰ ہے۔ ان میں چار اخیر کے سبب اہم ہیں۔ ان پر علماء اہل سنت کے یہ اعتراضات ہیں کہ ان میں ضروریات دین کا انکار اور اللہ عزوجل اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صریح اور شدید توہین ہے۔ اپنے قائدین کی صفائی میں دیوبندی افراد نے حتی الوسع پوری کوشش کی، مگر وہ صفائی میں قطعاً ناکام رہے جس کی تفصیل وقعات السنان، ادخال السنان، الموت الاحمر، العصبوب السنیہ، رواد مناظرہ اوری

روداد مناظرہ بریلی میں دیکھی جاسکتی ہے۔ مگر اخیر دور میں مولوی سنبھلی صاحب نے اپنے متقدّمین کی ساری تاویلات اور توجیہات کو سامنے رکھ کر ایک رسالہ ”فیصلہ کن مناظرہ“ لکھا ہے جس کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ یہ حسام الحرمین کا رد ہے۔ اگرچہ اس میں جو کچھ توجیہ و تاویل ہے ان سب کے مکمل مفصل جوابات مذکورہ بالا کتابوں میں موجود ہیں۔ انصاف و دیانت کا تقاضا تو یہ تھا کہ اپنے متقدّمین کی باتوں کو نقل کرنے کے ساتھ ساتھ علماء اہل سنت نے اس کے جو، جو، جوابات دیئے تھے ان کے جواب اب جواب دیتے۔ انھوں نے یہ خیال کر کے کہ سب کو اس کی کیا خبر صرف اپنے متقدّمین کی باتوں کو اپنے الفاظ میں اس طرح پیش کیا ہے گویا انھیں کی تحقیق انیق ہے۔

ادھر کچھ دنوں سے تبلیغی جماعت کی سرگرمیوں سے پورے ملک میں پھر ایک طوفان برپا ہے۔ اگر کچھ سکون ہوتا ہے تو پھر تبلیغی جماعت اسے اٹھا دیتی ہے جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے:

فاذا قیل انقضت تمارت یصبح  
الرجل مؤمنا ویسی کافرا۔  
(مشکوٰۃ ص ۶۴ بحوالہ ابوداؤد)

کبھی کبھی بظاہر دب جائے گا کہ کہا جائیگا  
ختم ہو گیا پھر پہلے سے زیادہ بھڑک اٹھے گا  
صبح کو انسان مومن ہوگا اور شام کو کافر۔

اس لیے میں نے ضروری جانا کہ ان خطرناک کتابوں کے صحیح خدو خال نیک نیتی، انصاف، دیانت، متانت و سنجیدگی کے ساتھ عوام المسلمین کی خدمات عالیہ میں پیش کر دیا جائے۔ اور سنبھلی صاحب اور ان کے دو سکرٹریزوں نے ان عبارات کی توجیہ و تاویل میں جو کچھ کہا ہے اور حسام الحرمین پر جو کچھ چڑا چھالی ہے، اس کی قلعی بھی کھول دی جائے۔

اپنی کتاب کے مقدمہ میں سنبھلی صاحب نے جو تعلیقات، بالائے انبیا کی ہیں مثلاً گھیر گھیر کے مناظرے اور مناظروں میں اپنی فتح وغیرہ کی ڈینگیں ماری ہیں، میں نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا ہے۔ ان کا یہ رسالہ ان کی زندگی بھر کی کدو کاوش کا کاثرہ ہے جس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے اکابر کی صفائی میں زندگی کے کسی لمحے میں

اس سے زائد کچھ نہ کہہ سکے ہوں گے۔ مجھے حق الیقین ہے کہ ان کی بوری زندگی کی تحقیق انیق پیم ہمارے ان گزارشات کو جو اس رسالے میں درج ہیں جو بھی خدا ترس انصاف پسند پڑھے گا وہ خود فیصلہ کرے گا کہ سنبھالی صاحب کی ان تعلیموں اور بالائے انہوں کی حقیقت کیا ہے۔ و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد۔

محمد شریف الحق امجدی  
 خادم الافکار والجماعة الاشرافیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ (یونی)  
 شب جمعہ - ۲۹ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ  
 ۱۱ نومبر ۱۹۸۸ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَانْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِیْنَ ط  
وَرَبَّنَا الرَّحْمٰنِ الْمُسْتَعٰنُ عَلٰی مَا یَصِفُوْنَ ط

## اکابر دیوبند کی خدمات

**پہلا کارنامہ** ۱۲۳۰ھ میں جب کہ مسلمانوں کا ہزار سالہ جاہ و جلال چراغِ سحری بن چکا تھا۔ جب کہ مانگر نیر اپنی طاقت اور اپنی عیاری سے اس کاری سے لے کر دتی تک باخود مختار مالک بن چکا تھا۔ شاہ جہاں اور اورنگ زیب کا وارث انگریزوں کا وظیفہ خوار بن چکا تھا۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ دین و ملت بچانے کے لیے نہیں تو عزت و آبرو کی زندگی گزارنے کے لیے ہندوستان کے مسلمان متفق و متحد ہو کر اپنی بچی بچی تو انائیوں کو اکٹھا کر کے انگریز عفریت سے نجات حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کرتے۔ مگر اس کے برعکس دیوبندی جماعت کے امام الطائفہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے آباء و اجداد کے اثر و رسوخ سے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی نیت سے تقویۃ الایمان لکھی۔ ارواحِ ثلاثہ میں خود ان کا بیان مرقوم ہے ”میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد دکھی ہو گیا ہے۔ مثلاً ان امور کو جو شرکِ خفی تھے شرکِ جلی لکھ دیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے سورش ضرور ہوگی۔ گو اس سے سورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ ص ۵۱

اس کتاب میں اور اپنی دوسری کتابوں میں انھوں نے انبیاءِ کرامؑ، اولیاءِ عظام

کی توہین کی۔ سارے جہان کے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہا وہ بھی معمولی نہیں بلکہ ابو جہل کے برابر۔ اس کے مندرجات کی اجمالی فہرست ملاحظہ کریں۔

● ایک حدیث کا ترجمہ یہ کیا۔ پھر اللہ آپ ایسی ایک باؤ (ہوا) بھیجے گا کہ سب اچھے بندے کہ جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا مر جاویں گے اور وہی لوگ رہ جائیں گے کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں۔ اس کے بعد اپنی طرف سے لکھا:

سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔ یعنی بھیج چکا اللہ ایسی باؤ جس سے وہ سب اچھے بندے جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان تھا مر گئے۔ اور اب کوئی مسلمان باقی نہ رہا۔

خدا کے تعالیٰ جھوٹ بیل سکتا ہے (رسالہ یکروزہ ص ۱۲۵)

اللہ تعالیٰ کو غیب کا علم ہر وقت نہیں رہتا بلکہ جب چاہتا ہے غیب کی بات دریافت کر لیتا ہے (ماخوذ از تقویۃ الایمان ص ۱۲)

ہر مخلوق بڑا ہویا چھوٹا (نبی ہویا ولی) وہ اللہ کی شان کے آگے چارے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۹)

اپنی اولاد کا نام عبد الغنی، عبد الرسول، علی بخش، نبی بخش، پیر بخش، غلام محی الدین غلام معین الدین رکھنا شرک ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۲)

سب انبیاء اور اولیاء اللہ کے سامنے ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۲)

رسول اللہ کو (غیب کی) کیا خبر؟ (تقویۃ الایمان ص ۱۲)

رسول خدا کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۲)

رسول خدا کر منیٰ میں مل گئے ہیں۔ (ماخوذ از تقویۃ الایمان ص ۱۲)

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۲)

رسول اللہ کا خیال نماز میں لانا اپنے بل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے

سے بدرجہا بدتر ہے۔ (صراطِ مستقیم)

اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۳)

اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے (تقویۃ الایمان ص ۱۳)

اولیاء و انبیاء و امام زادہ، پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۳)

ان عبارتوں سے مولوی اسمعیل صاحب کی توقع سو فیصدی پوری ہوئی۔

تقویۃ الایمان کے شائع ہوتے ہی دہلی میں آگ لگ گئی۔ اس وقت کے تمام اکابر حتیٰ کہ مولوی اسمعیل صاحب کے ابناء، عم مولانا محمد موسیٰ اور مولانا مخصوص اللہ صاحبان نے بھی اس کا شدید رد کیا۔ مولانا محمد موسیٰ صاحب نے ”سوال و جواب اور حجۃ العمل فی ابطال الحیل“ اور مولانا مخصوص اللہ صاحب نے ”معید الایمان“ و ”تقویۃ الایمان“ لکھا۔ استاذ الحکماء و المتکلمین علامہ فضل حق خیر آبادی نے ”تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ“ اور امتناع نظر لکھا۔ اس وقت کے سارے علماء دہلی نے بالاتفاق مولوی اسمعیل صاحب کی تکفیر کی۔ تحقیق الفتویٰ میں مسند الوقت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

”اس (اسمعیل دہلوی) کا کلام بلاشبہ بارگاہِ الہی کے مقربین کے سردار، انبیاء، ملائکہ، اصفیاء، مشائخ اور اولیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہے اور استخفاف پر دلالت کرتا ہے۔“

اس بیہودہ کلام کا قائل از روئے شریعت کافر اور بے دین ہے اور ہرگز مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے ص ۲۳۶۔

اس فتویٰ کی تصدیق دہلی کے صنفِ اول کے سترہ علمائے کرام نے کی۔ جن میں حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کے دونوں صاحبزادے حضرت مولانا مخصوص اللہ صاحب اور حضرت مولانا محمد موسیٰ صاحب اور خاص بات یہ ہے کہ حضرت معنی

صدر الدین صاحب اور حضرت مولانا شاہ احمد سعید مجددی صاحب کی بھی تصدیق  
ہیں۔ ان میں حضرت مفتی صدر الدین صاحب گنگوہی اور نانوتوی دونوں صاحبان کے  
اور حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب مجددی گنگوہی صاحب کے استاذ ہیں۔ اور حضرت  
مولانا مخصوص اللہ صاحب ان دونوں کے استاذ الا استاذ ہیں۔ نانوتوی اور گنگوہی  
صاحبان نے حدیث شاہ عبدالغنی سے پڑھی ہے اور حضرت مولانا شاہ مخصوص اللہ  
شاہ عبدالغنی کے استاذ ہیں۔

ان حضرات اکابر نے اسمعیل دہلوی صاحب کا صرف تحریری ہی رد نہیں فرمایا بلکہ  
انہیں گھیر گھیر کر پکڑ پکڑ کر مناظرے کیے جس کے نتیجے میں جامع مسجد دہلی میں مولوی اسمعیل دہلوی  
اور ان کے دست راس مولوی عبدالحی کو سخت ذلت کا سامنا کرنا پڑا جس کے نتیجے میں دہلی  
میں اس وقت ان کی یہ تحریک بالکل ختم ہو گئی۔ اس میں ناکام ہونے کے بعد رسوائی کا  
داعیٰ مٹانے کے لیے مولوی اسمعیل صاحب مع حواریین حج کے لیے چلے گئے۔

**دوسرا کارنامہ** انگریز اگرچہ ہندوستان میں اپنے قدم مضبوطی سے جما چکا تھا اور  
اکثر حصہ پر قابض تھا۔ دلی کو اپنے حصار میں لے کر بے بس کر چکا تھا۔  
مگر پنجاب اور سرحد بھی اس کی دسترس سے باہر تھے۔ پنجاب میں سکھوں کی ایک مستحکم  
حکومت تھی۔ اور سرحد کے افغان اپنی فطری شجاعت اور جنگ جوشی کی بدولت آباد تھے۔  
انہیں زیر کرنے کے لیے انگریزوں نے مولوی اسمعیل دہلوی اور ان کے پیر سید احمد  
رائے بریلوی کی خدمات حاصل کیں۔ جب یہ لوگ حج سے واپس ہوئے تو اب تقویۃ الایمان  
کی دعوت کے بجائے سکھوں کے خلاف جہاد کی تحریک چلائی۔ انگریز نے اس تحریک کی  
کھلی چھٹی دے دی۔ وقتاً فوقتاً امداد بھی کی۔

دنیا آج بھی حیرت میں ہے کہ ایک نئی قائم شدہ حکومت میں وہ طبقہ جس سے سخت

۱۔ تذکرۃ الرشید اول ج ۳، ۳۲۔ ۲۔ ایضاً ص ۲۹، ۳۰ تفصیل کے لیے اعیانہ حق و تحریک  
بالاکوٹ کا مطالعہ کریں۔

تاج چھینا گیا، کھلے بند جہاد کی تحریک چلا رہا ہے اور حکومت خاموش تماشاخی بنی ہوئی ہے بلکہ اس تحریک کی حامی ہے۔ پیسے، فوج اور اسلحے جمع ہو رہے ہیں اور اسے کوئی باک نہیں۔ اگر انگریزوں کی ملی بھگت نہیں تھی تو پھر کیا بات تھی کہ کھلے بند مولوی اسماعیل صاحب نے بھرے مجمع میں کہا کہ انگریزوں سے لڑنا جائز نہیں بلکہ اگر کوئی انگریزوں پر حملہ کرے تو انگریزوں کی حمایت میں اس سے لڑنا فرض ہے۔

سکھوں کے خلاف جہاد کرنے والے حامیان دین کا لشکر تیار ہوا۔ اور سرحد روانہ ہوا۔ راستے میں انگریز افسران نے دعوتیں کیں۔ مگر دنیا حیرت میں پڑ گئی کہ ان مجاہدین نے سرحد جا کر سب سے پہلا جہاد — یار محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا۔ خدا کی مرضی کہ پیر و مرید دونوں مسلمان افغانوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔

**تیسرا کارنامہ** انگریزوں نے صرف اسی پر قناعت نہیں کی کہ ملک مسلمانوں کے قبضے سے لے لیا۔ بلکہ یورپ سے پادریوں کو بلا کر ہندوستانوں کو عیسائی بنانے کی بھی بھرپور جدوجہد کی۔ اور اس کے لیے طرح طرح کے دباؤ ڈالنے اور ظلم کرنے لگے۔ انگریزوں کے ان مظالم سے تنگ آ کر آخر کار انگریزوں کے پنجہ استبداد سے آزاد ہونے کے لیے رمضان ۱۲۴۲ھ / مئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ چھاؤنی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور جگہ جگہ انگریزوں کے خلاف جنگ شروع ہو گئی۔ اس وقت ویلنڈری مذہب کے بانیان نائٹوی صاحب اور گنگوہی صاحب کے انگریزوں کی حمایت میں ان آزادی کے طلب کاروں سے باقاعدہ جنگ کی۔ گنگوہی صاحب کے تذکرہ نگار عاشق الہی صاحب میرٹھی تذکرۃ الرشید میں لکھتے ہیں:

”ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم اور طبیب روحانی اعلیٰ حضرت حاجی صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوچھیوں سے مقابلہ ہو گیا۔ یہ نبرد آزما



دلیر جتنا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا اس لیے اٹل پہاڑ کی طرح پیر جا کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جاں نثاری کے لیے تیار ہو گیا۔ اللہ رے شجاعت و جوانمردی کہ جس نے ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلواریں لیے جم غفیر بند و فچیوں کے سامنے ایسے جھے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لیے ہیں۔ چنانچہ آپ پرفیریا ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ زہر نافع گولی کھا کر شہید ہوئے۔

اس عبارت میں "اپنی سرکار" سے انگریز اور باغیوں سے مجاہدین آزادی ہی مراد ہیں۔ اس پر انھیں تذکرہ نگار کے اسی کتاب میں اسی سلسلے میں لکھے ہوئے یہ کلمات دلیل ہیں۔

حضرت امام ربانی (گنگوہی) پر اپنی سرکار سے باغی ہونے کا الزام لگایا گیا۔ تباہ ہونے والی رعایا کی نحوست تقدیر نے جو کچھ بھی سمجھایا اس کا انھوں نے نتیجہ دیکھا جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انھوں نے کمپنی کے امن و عنایت کا زمانہ قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا۔ اور اپنی رحمدل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا۔ فوجیں باغی ہوئیں۔ حاکم نا فرمان نہیں۔ قتل و قتال کا ہند بازار کھولا اور جوانمردی کے غرہ میں اپنے سیروں پر کلہاڑیاں ماریں۔ رحمدل گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ یا کر باغیوں کی سرکوبی شروع کی۔ آپ حضرات (نانا توئی گنگوہی صاحب) مع متعلقین اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے۔ اور تازہ سیت خیر خواہ ہی ثابت رہے۔ میں (گنگوہی) جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار رہا ہوں۔ تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکانہ ہو گا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے۔ اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔

تذکرۃ الرشید اول ص ۷۰۔ ۷۱۔ ایضاً ص ۷۲۔ ۷۳۔ ایضاً ص ۷۴۔

ان انگریزوں کے وفاداروں، رضا کاروں اور ان جیسے دوسرے ویسے کاروں کی بدولت انگریزوں نے آزادی کے طلب کاروں کو کچل کر رکھ دیا۔ پھر جرم ضعیفی کی سزا میں ہزاروں بے گناہوں کو مرگ مناجات سے ہمکنار ہونا پڑا۔ جلا وطن ہونا پڑا۔ اپنے گناہ جائد الملک سے ہاتھ دھونا پڑا جس کے نتیجے میں پورے ملک میں شاطا چھا گیا۔ مگر انگریز جیسی چالاک قوم اس عارضی سٹاٹے پر مطمئن کیسے رہ سکتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ جو قوم ہزار سال ہندوستان پر حکومت کر چکی ہے وہ جب بھی موقع پائے گی تو اپنی میراث کی واپسی کے لیے سر بھگ میدان میں آ سکتی ہے تو اس نے مسلمانوں کو لڑا کر لینے ہی میں لچھے رہنے اور آپس میں ٹکر ٹکر کر پاش پاش ہونے کے لیے اپنے ترکش کا آخری تیز نکالا لیا۔ لڑاؤ اور حکومت کرو کے فارمولے پر عمل کرنے کے لیے اپنے ان وفاداروں کی خدمات حاصل کیں جنہوں نے شہسہ کے برسے وقت میں اپنے بھائیوں سے لڑ کر انگریزی سامراج کی بنیادوں میں اپنا پسینہ ہی نہیں خون بھی دیا تھا۔

۱۵ محرم ۱۲۸۲ھ ۱۳ اپریل ۱۸۸۶ء کو مولوی فضل الرحمن،

مولوی ذوالفقار علی اور حاجی عابد حسین نے دیوبند کی چھتہ مسجد میں مدرسہ عربی کی بنیاد ڈالی۔ ان میں پہلے صاحب مولوی شبیر احمد اور مفتی عزیز الرحمن مفتی دیوبند کے اور دوسرے صاحب مولوی محمود الحسن صدر مدرس مدرسہ دیوبند کے والد تھے۔ یہ دونوں بزرگ انگریزوں کے عربک کالج دہلی کے تعلیم یافتہ ہیں۔ فراغت کے بعد انگریزوں کے ملازم رہے۔ اس وقت پنشن پارہے تھے یہ حاجی عابد حسین تعویذ گنڈہ جھاڑ پھونک کرتے تھے جس کی وجہ سے قصہ اور ملحقات میں ان کا اچھا خاصا اثر تھا۔ حقیقت میں مدرسہ دیوبند کے لیے سونے کا انڈا دینے والی مڑھی یہی تھی۔

اس مدرسہ کے پہلے شیخ الحدیث مولوی محمد یعقوب نانوتوی ہیں جو دہلی عربک کالج کے مشہور مدرس مولوی ملوک العلی کے صاحبزادے اور شاگرد بھی ہیں۔ مدرسہ دیوبند سے پہلے گورنمنٹ برطانیہ کے ملازم ڈپٹی انسپکٹر تھے ڈیڑھ سو روپے ماہانہ تنخواہ پانے

۱۵ سوانح قاسمی دوم ص ۲۳۵

تھے۔ مگر یہ نوکری چھوڑ کر پھیس روپے پر مدرسہ دیوبند میں آگئے۔ یہ بزرگ تھا تو صاحب کے بھی استاذ ہیں۔

اس وقت نانوتوی صاحب میرٹھ کے مطبع مجتائی میں تصحیح کے لیے نوکری تھے۔ ان کو تدریس کے لیے دیوبند بلایا بھی گیا تو انکار کر دیا۔ مگر پھر تھوڑے ہی عرصے کے بعد رامانی انداز میں دیوبند پہنچ گئے اور اس مدرسہ پر بالکل قبضہ کر لیا۔ اور اب حال یہ ہے کہ مسلسل باتوں کو کوئی نہیں جانتا۔ نانوتوی صاحب کے نیاز مندوں کے دروغ مسلسل نے پوری دنیا کو یقین دلا دیا ہے کہ مدرسہ دیوبند کے بانی نانوتوی صاحب ہی ہیں۔ پہلے انکار پھر یک بیگ دیوبند جانے میں کیا راز سر بستہ تھا اسے کون جانے اتنی بات ظاہر ہے کہ عقائد، افکار، نظریات پھیلانے کے لیے بے تنخواہ پروپیگنڈسٹ مدارس دینیہ میں بڑی آسانی کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ دو سکر بغیر خنت کے اچھی طرح جیب گرم کرنے کی کنجی بھی ہے۔ اس کے چھ مہینے کے بعد اسی سال رجب میں سہارنپور میں ایک اور مدرسہ کی ابتدا ہوئی جس کا نام مظاہر العلوم رکھا گیا۔ علم دین کی نشر و اشاعت اور تعلیم و تعلم کے لیے مدرسہ قائم کرنا بہت اہم دینی خدمت ہے اس سے کسے انکار مگر دنیا حیرت زدہ رہ گئی جب مدرسہ کے قیام کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد انگریز بہادر نے مدرسہ سے اپنی خوشنودی اور رضا مندی کا سرٹیفکیٹ عطا فرما دیا۔

جب یہ مدرسہ جم گیا اور اس کی بدولت نانوتوی صاحب کی کچھ قدر و منزلت بڑھ گئی اور ان کی ہر بات کو حق ثابت کرنے والوں کی ایک فوج بھی تیار ہو گئی تو نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس

۱۰ نواری الباری اول ۲۱۹ - ۱۰ تذکرۃ العابدین ص ۱۰۳ - ۱۰ دیوبندیوں نے اس غلط بات کو اتنی مشہور کر دیا ہے کہ نانوتوی صاحب مدرسہ دیوبند کے بانی ہیں کہ اگر اب اس کے خلاف کچھ کہا جائے تو لوگ اسے جھوٹ سمجھیں گے حالانکہ صحیح یہ ہے کہ مدرسہ دیوبند کے بانی نانوتوی صاحب نہیں بلکہ مولوی فضل الرحمن وغیرہ ہیں۔ ۱۰ یہ مدرسہ خلاف سہ کار نہیں بلکہ موافق سہ کار محمد و معاون سہ کار اور ہمدردیان سہ کار ہے۔ روزنامہ نئی دنیا دہلی کا عظیم مدنی نمبر رپورٹ جان پامر کلارک ص ۳۳

لکھی جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری لائبریا ہونے کا انکار کیا تفصیل کے لیے اسی رسالے کے صفحہ ۸ کا مطالعہ کریں۔

## تجزیر الناس کے خلاف سورش

تجزیر الناس جہاں بھی پہنچی وہاں کے علماء نے اس سے نیراری ظاہر کی۔

اس کا زبانی بھی اور تحریری بھی رد کیا۔ تجزیہ الناس سے پوری امت نیرا رہی۔ اس کو تھانوی صاحب نے اپنے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

”جس وقت مولانا ناتوی صاحب نے تجزیہ الناس لکھی ہے کسی نے

ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی۔ بجز مولانا عبدالحی

کے یہ (الانصاف الیومیہ جلد چہارم صفحہ ۵۸ ملفوظ ۹۲۷)

ناتوی صاحب ایک ہار ریاست رام پور تشریف لے گئے۔ اس کا قلعہ ارواح ثلاثہ میں یوں لکھا ہے:

اپنے کو ایک ملازم کی حیثیت سے ظاہر کیا۔ اس لیے کہ خفیہ پہنچیں۔ جب

راپور پہنچے تو حضرت نے اپنا نام خورشید حسن (تاریخی نام لہ) بتایا اور

لکھا دیا۔ اور ایک نہایت ہی غیر معروف سرانے میں مقیم ہوئے۔ اس میں بھی

ایک لڑہ پھرت پر لیا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ تجزیہ الناس کے خلاف اہل

بدعات میں ایک شور برپا تھا۔ مولانا کی تکفیر تک ہو رہی تھی۔ حضرت کی عرض

اس اخفا سے یہی تھی کہ میرے علاوہ پہنچنے سے اس بارہ میں جھگڑے اور بحثیں

نہ کھڑی ہو جائیں۔ ص ۲۶۱

تھانوی صاحب ایک تجربہ کار گروہ سرحد شیدہ بزرگ تھے۔ انہوں نے تجزیہ الناس کے خلاف پورے ملک میں جو سورش تھی، اسے بہت بلکہ الفاظ میں یوں بیان کیا۔

لہ ناتوی صاحب کی پیدائش ۱۲۳۸ھ میں ہوئی ہے۔ اور خورشید حسن کے اعداد ۱۲۳۸ھ ہیں۔ پھر یہ تاریخی نام کیسے ہوا۔ فاعتبروا یا اولی الالباب۔

پورے ملک میں کسی نے موافقت نہیں کی۔ مگر اوج ثلاثہ کے سیدھے سادے،  
 دہریوں نے پوری بات کہہ دی۔ کہ ایک شور برپا تھا۔ مولانا کی تکفیر تک ہو رہی تھی۔  
 یہ دوسری بات ہے کہ اسے اہل بدعات کی طرف منسوب کیا۔ مگر تھا نوی صاحب نے پورے  
 ملک سے تعبیر کیا۔ اب اس کی دہری تو جیہہ ہو سکتی ہے یا تو یہ کہیے کہ پورا ملک اہل بدعات  
 تھا یا یہ کہیے کہ تحذیر الناس کے کفری مضمون کے خلاف کچھ کہنا ہی دیوبندی مذہب میں  
 بدعت ہے۔

وہ گئی مولانا عبدالحی کی موافقت تو پتہ نہیں کون مولانا عبدالحی ہیں اور کس کتاب  
 میں کیا موافقت کی ہے۔

تحذیر الناس پر مسلمانوں میں جو بے چینی تھی وہ ختم بھی نہ ہوئی تھی  
**براہین قاطعہ** کہ ۱۳۰۳ھ میں گنگوہی صاحب نے براہین قاطعہ لکھ کر اپنے  
 مرید انبیٹھی صاحب کے نام سے چھپوائی جس میں ان سارے معمولات کو جو اس وقت  
 پوری دنیا کے مسلمانوں میں رائج تھے۔ شرک، بدعت، حرام، گناہ کہا بلکہ یہاں تک  
 جرات کا مظاہرہ کیا کہ میلاد مبارک کو "کنہیا" کے جنم کے سانگ سے تشبیہ دی گئی۔ اور  
 فاتحہ کے وقت کھانے پر قرآن مجید کی آیات اور سورتیں پڑھ کر فاتحہ دینے کو دید پڑھ کہہ  
 دیا۔ اس سبوح و قدوس عزوجل کے لیے امکان کذب کا قول کیا حتیٰ کہ شیطان لعین  
 کے علم ناپاک کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ وسیع مانا تفصیل  
 کے لیے اس کتاب کے صلا لغایت صلا کا مطالعہ کریں۔

**براہین قاطعہ کے خلاف سورش** اس کتاب کے چھپتے ہی ایک عالم بے چینی  
 اور سورش پیدا ہو گئی۔ یہ کتاب چوں کہ

مولوی خلیل احمد انبیٹھی کے نام سے چھپی تھی وہ اس وقت پنجاب ریاست بھاو پور میں ملازم  
 تھے اور تھیہ کیے ہوئے سنٹی بنے تھے اور اسی وجہ سے بھاو پور ریاست کے مدرسے

۱۔ براہین قاطعہ ص ۱۵۲ ۲۔ ایضاً ص ۹ ۳۔ ایضاً ص ۲۱ ۴۔ ایضاً ص ۵۵ مقدمہ تقدیس الوکیل ص

میں مدرس بھی بنائے گئے تھے اور اسی وجہ سے حضرت مولانا غلام دستگیر تصوری رحمۃ اللہ علیہ کے دوستوں میں بھی تھے۔ جب براہین قاطعہ کی اطلاع مولانا غلام دستگیر صاحب کو ہوئی تو انھوں نے بھاڑپور جا کر انبیٹھی صاحب کو سمجھایا مگر وہ نہ ملے جس کے نتیجے میں اسی براہین قاطعہ کے گمراہ کن مضامین پر وہیں بھاڑپور ہی میں نواب بھاڑپور محمد صادق عباسی کی نگرانی میں حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب اور انبیٹھی صاحب کے درمیان سوال و جواب میں تحریری مناظرہ ہوا جو تقدیس الوکیل عن توہین المرشد و الخلیل میں چھپ چکا ہے۔

اس مناظرے میں انبیٹھی صاحب کو شکست فاش ہوئی۔ مناظرے کے حکم شیخ المشائخ مولانا شاہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فیصلہ دیا: یہ یعنی خلیل احمد انبیٹھی وغیرہ وہابی ہیں اور اہل سنت سے خارج ہیں یہ جس کے نتیجے میں انبیٹھی صاحب کو ریاست سے نکال دیا گیا۔

اس تاریخی مناظرے میں دیوبندی ہار گئے۔ حکم نے ان کے خلاف فیصلہ دیا، ریاست سے نکال دیئے گئے مگر دیوبند اور سہارنپور کے مدارس سے جو رنگ روٹ تیار ہوتے رہے وہ بہر حال دیوبندی اعتقادات اور نظریات کی اشاعت کرتے رہے جس کے نتیجے میں ملک کی فضا معتدل ہونے کے بجائے اور مسموم ہوتی گئی۔

**وقوع کذب فتویٰ** | ابھی تحذیر الناس اور براہین قاطعہ کے ذریعہ لگائی ہوئی آگ بھڑک ہی زہی تھی کہ دیوبندی مذہب کے قطب الارشاد

مولوی رشید احمد گنگوہی نے یہ فتویٰ دے دیا کہ اللہ کے لئے "وقوع کذب" کے معنی درست ہو گئے اس کے قائل کو تفصیل و تفسیق سے مامون رکھنا چاہیے۔ وہ اہل سنت سے خارج نہیں۔ اسے کوئی سخت کلمہ بھی نہیں کہنا چاہیے۔

اس فتویٰ پر پورے ملک میں کہرام مچ گیا۔ میرٹھ، بمبئی، پٹنہ، احمد آباد، گجرات

تہ تقدیس الوکیل ص ۱۱۱

سے اس کا رد چھپا مگر ان پتھر کے دلوں پر کوئی اثر نہ ہوا اور مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ لڑانے بھڑانے کی مہم میں کوئی کمی نہیں آئی۔

**حفظ الایمان** | ان بھڑکتے ہوئے شعلوں میں کوئی کمی نہ ہو پائی تھی کہ اس مذہب کے حکیم الامت دیوبند کے مدرسہ کے فارغ التحصیل مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان لکھ کر مسلمانوں کے ماحول کو آتش نشاں بنا دیا اور اب شرق و غرب میں آگ پھیل گئی۔ پورا ملک اس کی لپیٹ میں آ گیا۔ ہر طبقے کے علماء نے اس کا رد لکھا۔ مگر دیوبندی مدارس کے فارغین نے اپنے اساتذہ کے وقار کو بچانے کے لیے وہ سب کیا جس کی مشاقتی دیوبندی مدارس میں ان کو کرانی لگی تھی۔

ان تفصیلات سے ظاہر ہو گیا کہ وہابی دیوبندی مذہب کی بنیاد مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے ۱۲۳۳ھ میں رکھی اور اسی وقت سے جہاں جہاں یہ فتنہ پہنچا وہاں کے علماء نے اس کا بھرپور رد کیا۔ علماء دہلی، بدایوں، رامپور، ممبئی، پٹنہ، کلکتہ، احمد آباد، سلہٹ وغیرہ کے رد و ہابیہ کے رسائل آج بھی ملتے ہیں حتیٰ کہ دیوبندی مذہب کے بانیوں کے پیر بھائی اور پڑوسیوں نے بھی ان کا رد کیا۔ حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب بیدل رامپور، حضرت مولانا احمد حسن کانپوری بھی جناب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے مرید ہیں۔ بلکہ علماء پنجاب و پشاور نے بھی پوری قوت سے اس کا مقابلہ کیا۔ جس کے ثبوت میں تقدیس الوکیل عن توہین الرشید و التخلیل موجود ہے

**پانچواں کارنامہ** | پورے ملک کے علمائے اہل سنت کی کوششوں سے دیوبندیوں کو دم توڑنے لگی تھی کہ دفعۃً مدرسہ دیوبند کے صدر مدرس مولوی محمود الحسن صاحب کانگریس میں شریک ہو کر اپنے آپ کو شیخ الہند بنا کر پیش کیا۔ کانگریسیوں کو اپنی طاقت بڑھانے کے لیے ضرورت تھی کہ کچھ مقدس صورتیں بھی ہمارے گود میں آجائیں۔ انھوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور شیخ الہند بنا کر پورے ملک کا دورہ کرایا۔

۱۲۲ | اسی کتاب کا مکمل لغایت صفحہ

اس سے دیوبندی جماعت کو یہ فائدہ ہوا کہ پورے ملک میں مدرسہ دیوبند کا تعارف ہو گیا اور عوام کی بہت بڑی بھڑی سمجھنے لگی کہ یہ مدرسہ واقعی ایک دینی ادارہ ہے۔ اور اس طرح مدرسہ دیوبند میں طلبہ کی بھڑدن بدن بڑھتی گئی اور دیوبندیت پھیلانے کے لیے زیادہ سے زیادہ رنگرٹ خود بخود پیدا ہوتے گئے۔

## مجددِ اعظمِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ

پورے ملک کا یہ ماحول تھا۔ اس ماحول میں مجددِ اعظمِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ہوش سنبھالا اور مستند ارشاد و ہدایت پر متمکن ہوئے اور اپنی فرستادہ بصیرت سے دیکھ لیا کہ اسلام کی بنیادی قدروں میں تحریف کرنے والوں میں سب سے زیادہ خطرناک اور مہلک دیوبندی ہیں۔ شیعہ سنی الگ تھے، وہابیت کی دوسری شاخ غیر معتدیت اپنی ایجاد کردہ نئی نماز کے طریقوں سے پہچانی جاتی تھی مگر دیوبندی اپنے کو حنفی نہ صرف حنفی بلکہ حنفی قادری نقشبندی سہروردی ظاہر کرتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ میلاد، قیام، فاتحہ وغیرہ سبھی اہل سنت کے مراسم بھی ادا کر لیتے۔ انیسویں صاحب کا بھاؤ پور میں اور تھانوی صاحب کا پور میں ابتدائی دور اسی طرح گزرا۔ اس لیے ان کا پہچانا بہت مشکل ہے اور حال یہ ہے کہ انبیاء کرام اولیاء عظام کی شانِ اقدس میں جتنی صریح اور کھلم کھلا توہین انھوں نے کی ہے کسی نے بھی نہیں کی۔

اس لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یوں توہر باطل فرقے کا رد فرمایا مگر سب سے زیادہ توجہ دیوبندی فرقے کی طرف مبذول فرمائی۔ خداداد علمی تبحر اور ذہانت و فطانت

۱۔ تقدیس الکیل ص ۹۔ ۲۔ تذکرۃ الرشید جلد اول ص ۱۱۸۔



سے ان کے باطل نظریات کے خلاف عمر بھر نبرد آزار ہے۔ اصولی، فروعی تمام مختلف فیہ مسائل پر ایسی فیصلہ کن اباحت تحریر فرمائیں کہ نہ تو موافق کے لیے زیادتی کی گنجائش باقی رہی اور نہ مخالف کے لیے کسی جیلہ و بہانہ کی جگہ۔ قرآن مجید کی آیات، احادیث، اقوال سلف و خلف سے اپنے عقائد و اعمال کو ایسا مبرہن اور دہشتناک عقائد و اعمال کو باطل ثابت فرمادیا کہ ان کی تردید سے پوری برادری آج تک عاجز ہے اور قیامت تک عاجز رہے گی۔

## حسامُ الحَرَمین

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ۱۳۲۰ھ م ۱۹۰۲ء میں المعتمد المستند تصنیف فرمائی۔ جسے حضرت مولانا قاضی عبدالوحید صاحب رئیس بیٹنہ نے اسکی متن المعتمد المنتقد کے ساتھ ۱۳۲۱ھ م ۱۹۰۳ء میں چھپوایا۔ المعتمد المستند میں گنگوہی، نانوتوی، انبٹھی، تھانوی صاحبان کی تحذیر الناس تکذیب باری عز اسمہ کے فتویٰ اور براہین قاطعہ، حفظ الایمان کی کفری عبارتوں کی بنا پر قطعی تکفیر مذکور ہے۔

اس کی اطلاع ان میں جو لوگ زندہ تھے انھیں ہوئی بھی مگر ان لوگوں نے اپنی صفائی نہیں دی۔ نہ اس کی کوئی تاویل کی نہ توجیہ کی جس کا اعتراف ان لوگوں کے ترجمان اعظم سنبھلی صاحب کو بھی ہے۔ ان کتابوں کی یہ عبارتیں کفری معنی میں ایسی واضح اور غیر مبہم ہیں کہ اس کا انکار کرنا آفتاب کے وجود سے انکار کے مترادف ہے۔ وہی وجہ ہے کہ پانچ سال تک نہ ان میں سے کسی کو کچھ بولنے کی گنجائش ملی نہ ان کے تلامذہ کو نہ خلفاء کو۔

۱۹ فیصلہ کن مناظرہ ص ۱۹

۱۳۲۴ھ میں بلا کسی سابقہ ارادے اور قصد کے یک بیک باطنی کشش کی بناء پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ حج و زیارت کے لیے گئے۔

تو اسی فتویٰ کی تائید و تقویت کے لیے المعتمد المستند کا وہ حصہ جس میں ان لوگوں کی نام بنام تکفیر تھی، علماء و خرمین طبیبین کی خدمات عالیہ میں پیش فرمایا۔ اور دونوں حرم کے اجلہ علماء کرام مقتیان عظام خطباء ذوی الاکرام مدرسین ذوی الفخام نے اس کی دھومی دھامی تصدیق فرمائی۔ اور سب نے نا تو ذوی، گنگوہی، انبیٹھی، اتھانوی صاحبان کے بارے میں یہ فتویٰ دیا کہ یہ لوگ ضروریات دین کے ہتکار اور نشان الوہیت و رسالت میں مرتج گستاخی کرنے کی وجہ سے دین سے خارج کا فر تہ ہیں۔

حج و زیارت سے واپسی کے بعد ان تمام تصدیقات کو "حسام الحرمین" کے نام سے چھپوا دیا۔ دیوبندی پہلے ہی کہیں منہ دکھانے کے لائق نہیں تھے اب جبکہ اللہ کے گھر اور اس کے حبیب کے در سے بھی ان کے بارے میں وہی حکم آ گیا جو ۱۲۴۲ھ سے ہندوستان کے ہر طبقہ کے علماء دیتے آئے تھے، تو انھیں کہیں پناہ نظر نہ آئی۔ اس لیے انھوں نے یہ پروپیگنڈہ کرنا شروع کیا کہ علماء و خرمین طبیبین چونکہ آردو نہیں جانتے تھے اور اعلیٰ حضرت نے حد درجہ ان کی خوشامد اور چاہلوسی کی اس لیے وہ دھوکے میں آ گئے اور فتویٰ تکفیر کی تصدیق کر دی۔

**اس کا جواب** | اولاً ان علماء میں شیخ الدلائل استاذ العلماء مولانا عبدالحق مہاجر کی تفسیر اکلیل کے مصنف بھی ہیں۔ یہ ضلع الہ آباد قصبہ نارہ کے باشندے تھے۔ یہ تو آردو جانتے تھے۔ گنگوہی صاحب کے سوانح نگار عاشق الہی میرٹھی کے بقول گنگوہی صاحب کو بھی جانتے تھے انھوں نے کیسے تصدیق کر دی؟ حسام الحرمین میں ان کی تصدیق پانچویں ہے۔ ثانیاً۔ اس سال مکہ معظمہ میں انبیٹھی صاحب اور کچھ ریاست کے وزراء بھی موجود تھے۔ اس کی انھیں اطلاع بھی ملی اور

۱۰ تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۹۲

اپنی صفائی کی کوشش بھی کی۔ مگر علماء مکہ نے قبول نہیں فرمایا۔

جب رئیس العلماء مولانا صالح کمال، علی پاشا (شریف مکہ) کے دربار میں دولت مکہ سنائے تشریف لے گئے تو اسی اثناء میں آپ نے شریف علی پاشا سے خلیل احمد انبیٹھی کے عقائد باطلہ اور ان کی کتاب براہین قاطعہ کا بھی ذکر کر دیا تھا۔ خلیل احمد انبیٹھی کو خبر ہوئی تو آپ کے پاس کچھ اشرفیاں نذرانہ لے کر پہنچے اور عرض کی کہ حضرت! آپ مجھ پر کیوں ناراض ہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کیا تم خلیل احمد ہو؟ بولے جی ہاں میرا نام خلیل احمد ہے۔ آپ نے فرمایا تجھ پر افسوس تو نے براہین قاطعہ میں وہ شنیع باتیں کیسے لکھیں۔ میں تو تجھے (تقدیس الوکیل میں) زبدیق لکھ چکا ہوں۔ اس سے پہلے مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری لاہوری کتاب "تقدیس الوکیل عن توہین المرشید واخلیل لکھ کر علماء مکہ سے تقریظیں لے چکے تھے۔ اس کتاب پر مولانا صالح کمال کی بھی تقریظ ہے۔ اس میں آپ نے خلیل احمد انبیٹھی اور رشید احمد گنگوہی کو زبدیق لکھا ہے۔

مولوی انبیٹھی صاحب نے مولانا صالح کمال سے کہا کہ حضرت جو باتیں میری طرف منسوب کی گئی ہیں وہ میری کتاب میں نہیں ہیں، لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے۔ آپ نے فرمایا تمہاری کتاب چھپ کر شائع ہو چکی ہے، وہ میرے پاس بھی موجود ہے جب خلیل احمد نے دیکھا اب بھانڈا پھوٹنے والا ہے تو بول پڑے کہ کیا حضرت کفر سے تو بہ نہیں ہوتی۔ حضرت مولانا نے جواب دیا ہوتی ہے۔ پھر آپ نے چاہا کہ کسی مترجم کو بلائیں اور انبیٹھی صاحب کو براہین قاطعہ دکھا کر ان کلمات باطلہ کا اقرار کر لیں مگر انبیٹھی صاحب رات ہی میں جڑو بھاگ گئے بلکہ

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

① علماء مکہ معظمہ انبیٹھی اور گنگوہی صاحبان کی براہین قاطعہ سے بہت پہلے سے واقف تھے نیز اس سے بھی واقف تھے کہ اس کتاب میں ان لوگوں نے

کفریات و ضلالات لکھے ہیں۔ اس کا ذریعہ امام المناظرین مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی تقدیس الوکیل عن توہین الرشید و الخلیل ہے جو بھادوپور کے تحریری مناظرہ کی روداد ہے۔ ۱۳۰۶ھ میں جب مولانا موصوف حج و زیارت کے لیے گئے تو اس کا عربی میں ترجمہ کر کے علماء حرمین کی خدمات عالیہ میں پیش کیا۔ اس وقت سے علماء حرمین طبین ان لوگوں اور ان کے عقائد باطلہ سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی اس حاضری سے سترہ سال پہلے سے واقف تھے۔

② علماء حرمین طبین براہین قاطعہ کی کفری و گمراہ کن عبارتوں کی بنا پر سترہ سال پہلے ہی اس کے مؤلف اور مصدق کو زندیق لکھ چکے تھے۔

③ براہین قاطعہ ان حضرات کے پاس موجود تھی۔

④ ان حضرات نے چاہا کہ انہیں صبا جب کے رُو در رُو ان کے کفریات و ضلالات کو پیش کر کے انھیں قائل کر کے توبہ کرائی جائے۔

⑤ اس وقت تک انہیں صاحب کے پاس براہین قاطعہ کی کفری عبارتوں کی کوئی ایسی تاویل و توجیہ ذہن میں نہ تھی جسے پیش کر کے وہ اپنی صفائی دے سکتے تھے۔

⑥ مکہ معظمہ میں ان حضرات کے علم میں ایسے مترجم تھے کہ اردو کا عربی میں ترجمہ کر سکتے تھے اگر انھیں حسام البحرین کے مضامین کے بارے میں کوئی شبہہ ہوتا تو ان مترجمین سے ترجمہ کرا کے تحقیق کر سکتے تھے۔ مگر چونکہ تحقیق کے تمام مراحل سترہ سال پہلے طے ہو چکے تھے اس لیے اس کی ضرورت ہی نہ تھی۔

ثالثاً۔ کسی کے کافر ہونے کا فتویٰ ایسا ہلکا نہیں کہ یہ اجلہ علماء کرام بلا تحقیق صرف کسی کی خوشامد چا پوسی سے متاثر ہو کر کسی کے کافر ہونے کا فتویٰ دے دیں گے۔ کسی کی نام بنام تکفیر تو بہت اہم مسئلہ ہے۔ بلکہ باب اقتار کا سب سے اہم مسئلہ ہے۔ ان حضرات کا حال تو یہ معلوم ہے کہ کسی ظنی فرعی مسئلہ میں اگر انھیں اتفاق نہ ہوتا تو تصدیق نہ فرماتے بلکہ برملا انکار فرمادیتے جس کی نظیر الدولۃ المکیہ کی تصدیق ہے۔

مدینہ طیبہ میں مفتی شافعیہ علامہ احمد برزنجی نے صرف اس وجہ سے اس کی تصدیق نہیں کی کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قیام قیامت کا علم ثابت کیا گیا تھا۔ اور علامہ برزنجی اس سے متفق نہ تھے۔ حالانکہ یہ مسئلہ ظنی ہے۔ اثبات یا نفی کسی صورت میں تفسیق بھی نہیں۔ مگر حسام الحرمین کی تصدیق انھوں نے بھی فرمائی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان علماء دیوبند کی تکفیر سے ان کو بالکل تفاق تھا۔

دیوبندی مذہب کے شیخ الاسلام ٹانڈوی صاحب نے ان کی تصدیق کو بے اثر کرنے کے لیے لکھا ہے:

چنانچہ مفتی صاحب دام ظلہ نے حسام الحرمین پر جو تقریظ لکھی تھی اس پر سے اپنا نام مٹا دیا۔ اور بہت سخت دست ان کو کہا۔ مگر دوسرے دن مجد و صاحب نے اپنے صاحبزادے کو مفتی صاحب کے مکان پر بھیجا اور بہت کچھ عاجزی وغیرہ کرنے کے بعد مفتی صاحب نے پھر اپنی تقریظ پر اپنی مہر کر دی اور فرمایا کہ چونکہ میں نے اپنی تقریظ میں شرط لگا دی ہے اس لیے تم کو میری تحریر پر کوئی نفع نہ دیوے گی! الشہاب صاحب صاحب شہاب ثاقب کے اس بیان میں کتنی صداقت ہے اسے معلوم کرنے کے لیے اور شہاب ثاقب کا مطالعہ کیجیے۔ مجھے صرف اتنی گزارش کرنی ہے کہ جو بزرگ اتنا محتاط ہو کہ ایک ظنی فرعی مسئلہ میں اختلاف کی وجہ سے الدولۃ الملکیہ کی تصدیق نہ کرے اس کے بارے میں یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ جب اسے یقین ہو گیا تھا کہ چاروں اس الزام سے بری ہیں جو حسام الحرمین میں ان پر لگائے گئے ہیں ان کی تکفیر پر کیسے دستخط اور مہر کر دے گا اگرچہ مشروط ہی طریقے سے۔ بلکہ اگر ذرا بھی شہرہ ہوتا تو کبھی بھی تصدیق نہ فرماتے۔

حقیقت یہ ہے کہ صاحب شہاب ثاقب نے حسام الحرمین پر تقریظ کے جرم میں حضرت مفتی شافعیہ سے انتقام لیا ہے کہ ان کا حال یہ تھا کہ عاجزی اور خوشامد سے جو چاہوں ان سے لکھواؤ۔ حالانکہ ان کے کردار کی مضبوطی الدولۃ الملکیہ پر تقریظ نہ لکھنے

سے ظاہر ہے کہ جو شخص اتنا بلند ہو کر ایک ظنی فرعی مسئلہ میں خوشامد عاجزی چاہے پوسے سے متاثر نہ ہوا وہ تکفیر کے مسئلہ میں کیسے راضی ہو جائے گا۔

رہ گئی شرط تو قبلہ ذرا سوچ سمجھ کر بات کیجئے وہ ہمیں کیسے مضر جبکہ آپ کے بزرگوں کی کتابوں میں وہ عبارتیں موجود ہیں جن پر تکفیر ہے۔ چلیے یہاں تو شرط کی آڑ لے لی مگر ان ہی مفتی شافعیہ نے اسی اپنی تقریظ میں اعلیٰ حضرت کو جو یہ لکھا اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔ لکھتے ہیں:

اے علامہ کامل ماہر مشہور و معروف صاحب تحقیق و تدقیق و تزیین عالم اہل سنت و جماعت جناب شیخ احمد رضا خاں بربلیوی اللہ ان کی توفیق اور بلندی ہمیشہ قائم رکھے میں آپ کی کتاب المعتمد المستند کے خلاصہ پر واقعہ ہوا۔ میں نے اسے اتقان و انتقاد کے اعلیٰ درجہ پر پایا۔ اس کے ذریعہ آپ نے مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیز دور کی اور اس میں آپ نے اللہ اور اس کے رسول اور اللہ دین کی خیر خواہی کی۔ اور اس میں آپ نے براہین حقہ صحیحہ سے مدعی کو ثابت کیا ہے۔ اور اس میں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تعمیل کی ہے کہ دین خیر خواہی ہے۔ آپ کی تحریر اگرچہ مدح و تعظیم شنائے جمیل سے بے نیاز ہے مگر مجھے پسند آیا کہ اس کی جولان گاہ میں اس کا ساتھ دوں اور اس کے روشن بیان کے میدان میں بعض

انی قد وقت ایہا العلامة النخیری۔  
والعلم الشہیر ذوالتحقیق والتحریر۔  
والتدقیق والتخبیر عالم اہل السنۃ  
والجماعہ۔ جناب الشیخ احمد رضا  
خان البریلوی۔ ادام اللہ توفیقہ  
وارتفاعہ علی خلاصۃ من کتابک  
المسمی بالمعتمد المستند فوجدتہا  
علی اکمل الدرجات من حیث  
الاتقان والمنتقد۔ وقد انزلت بہا  
الاذی عن طریق المسلمین نصحت  
فیہا اللہ ورسولہ ولامتۃ الدین۔  
وانتبت فیہا براہین الحق الصحیحۃ  
وامثلت فیہا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم  
الدین النصیحۃ: فہی وان کان  
غنیۃ عن الاطراء والتبجیل والثناء  
الجمیل لکنی احببت ان اجاریہا فی  
سہا تھا واجلوا عن بعض الوجوہ

فی مضمار تبیانہا۔ لکی اشمارک  
صاحبہا فیما استوجب من المحظ  
الجمیل والاجر الجزیل عند اللہ و  
الثواب الجزیل۔

اور وجوہ ظاہر کروں تاکہ مصنف نے اس اپنے  
حصے میں جو اس نے اپنے لیے واجب کر لیا  
اور اس اجر اور عمدہ ثواب میں جو اللہ عز و  
جل کے حضور ذخیرہ ہے شریک ہو جائوں۔

(حسام البحرین مترجم ص ۳۱۶، ۷)

اس عبارت سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے:

① علامہ سید احمد برزنجی کے نزدیک مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ علامہ  
نحیر یعنی حاذق ماہر صاحب عقل سمجھ دار ہیں۔ صاحب تحقیق متقن توفیق اور لائق تعظیم  
اہل سنت و جماعت کے عالم شیخ ہیں۔

② المتعمد المستند  
مسلمانوں کے راستے سے موذی کو ہٹانے والی ہے۔ اس میں اللہ  
اور رسول اور ائمہ دین کی خیر خواہی ہے اور اس کے دلائل حق اور  
صحیح ہیں۔ یہ کتاب حسد، عناد، بغض و عداوت، حب جاہ و ریاست کے لیے نہیں لکھی گئی  
ہے بلکہ خیر خواہی کی نیت سے لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب ایسی کامل، اکمل، عمدہ ہے کہ تعریف  
توصیف سے بے نیاز ہے۔

③ اس کتاب کے مصنف اس کتاب کے لکھنے کی وجہ سے اجر جمیل اور ثواب عظیم کے  
حقدار ہیں۔

④ اس کتاب کی تائید کرنے والا بھی اجر جمیل اور ثواب عظیم کا مستحق ہے۔

⑤ اس کتاب کی تصنیف پر مصنف کو یہ دعا دی۔ اللہ عز و جل ہمیشہ ان کو توفیق خیر  
دیتا رہے اور ان کے درجوں کو بلند کرتا رہے۔

کیا کسی سے ناراض ہونے والا، کسی کو سخت دست کہنے والا اس قسم کے مدحیہ  
اور دعائیہ کلمات لکھتا ہے۔ کیا یہ تحریر چا پلوسی، عاجزی، منت و سماجت کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔  
ان علامہ برزنجی صاحب کا حال تو یہ ہے کہ انھوں نے بہت مسوٹ مفصل، مدلل  
تقریظ لکھی اور فرمایا اسے مستقل رسالہ کر کے چھاپیے گا چنانچہ ان کی خواہش کی تکمیل

لے الملفوظ دوم ص ۳۱۶

کی گئی۔ ان کی تقریظ کا نام تاریخی الکلم العلیہ مفتی الشافعیہ رکھا گیا۔

رابعاً۔ اب آئیے مدینہ طیبہ یہاں صاحب الشہاب الثاقب دیوبندیوں کے شیخ الاسلام پہلے ہی سے اپنی نجی مصالحتوں کے حصول کے لیے موجود تھے اور جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے کہ میں نے مناظرہ کے لیے جیلنج بھی دیا۔ لکھتے ہیں:

اگر حقیقتاً اعلانِ حق مقصود تھا تو ہم نے جب مجدد صاحب سے ان امورِ اربعہ میں گفتگو طلب کی تھی تو کیوں فرار کیا تھا اور کیوں کہا تھا کہ اپنے استادوں کو بلاؤ۔ تم ہمارے قرین نہیں ہو۔ الشہاب الثاقب ص ۹۶۔ بالفاظِ دگر ص ۳۲۔

صاحب شہاب ثاقب کے اس ارشاد سے یہ معلوم ہوا کہ انھیں اس کا بھوکا تھا کہ ہمارے اکابر کی تکفیر کے فتویٰ پر علماء مدینہ طیبہ تصدیق فرما رہے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ تکفیر کے وجوہ چار ہیں بھی تو آپ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے گفتگو کرنی چاہی اور وہ بھی ان امورِ اربعہ میں۔

اب گزارش ہے کہ آپ بہت پہلے سے مدینہ طیبہ میں مخصوص ڈیوٹی پر متعین تھے اور بقول خود مسجد نبوی میں درس حدیث دیتے تھے تو لازم کہ آپ کے تعلقات علماء مدینہ طیبہ سے یقیناً تھے اور پھر آپ نے اپنے اکابر کی صفائی میں جی جان سے کوشش کی ہوگی، مگر آپ کامیاب نہ ہو سکے اور ایک پردیسی جو چند روز کے لیے حاضر ہوا تھا وہ غالب آیا۔ اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ علماء مدینہ طیبہ نے طرفین کے بیانات سن کر الزام اور صفائی پر مطلع ہو کر پوری تحقیق کے بعد آپ کے اکابر کی تکفیر کا فتویٰ دیا۔ صاحب شہاب ثاقب نے تو اپنی جماعت میں اپنی بڑائی جتانے کے لیے یہ تعلی کی تھی مگر یہی خود ان کی باتوں کو رد کر گئی کہ پہلے لکھا ہے کہ انتہائی عاجزی اور تعظیم و تکریم سے متاثر ہو کر علماء حرمین طیبین نے ان کی حمایت کر دی۔ عدد شود سبب خیر گرفتار خواہد۔ حاصل کلام یہ کہ علماء حرمین طیبین نے ان اساطین دیوبندیت کی تکفیر اچانے اور نادانی میں نہیں کی ہے بلکہ پوری تحقیق اور اطمینان کے بعد کی ہے۔ بلکہ ان میں سے بہت سے حضرات ان دیوبندی بزرگوں کے کفری اقوال پر بہت پہلے سے مطلع تھے



اور انھوں نے جو بھی فتویٰ دیا ہے کما حقہ تحقیق کے بعد دیا ہے۔

## المہندا

نا تو توئی، گنگوہی، ابیٹھی اور تھانوی صاحبان کی وہ عبارتیں جو اس رسالہ کا موضوع ہیں ایسی صریح اور واضح کفر ہیں جو مسلمان بھی انھیں عصبیت بے جا اور حمیت جاہلیہ کے جذبے سے خالی ہو کر دیکھے گا، پکاراٹھے گا کہ یہ ضرور، ضرور کفر ہیں مگر جب مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ان عبارتوں پر فتویٰ کفر دیا تو مسلمانوں کا اذعان اطمینان کی منزل تک پہنچ گیا۔ اور جب علماء حرمین طیبین نے اس کی تصدیق فرمادی تو واضح ہو گیا کہ ان اکابر دیوبند کا کفر اجماعی ہے۔ اسی وجہ سے جب حمام الحرمین شائع ہوئی تو دیوبندی علماء کہیں منہ دکھانے کے لائق نہ رہے۔ اس کا اعتراف دے دے الفاظ میں خود دیوبندی مبلغین کو بھی ہے سنبھلی صاحب رقم طراز ہیں:

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولوی احمد رضا خاں کی اس چال نے ہندوستانی مسلمانوں میں ایک طوفانی فتنہ کھڑا کر دیا۔ اور شاید ہزاروں یا لاکھوں سادہ دل بندے جو مولوی احمد رضا خاں صاحب کے فتوے بازی سے بالکل متاثر نہ تھے، علماء حرمین کے نام سے اس فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ فیصلہ کن ص ۱۹

اللہ عزوجل اور اس کے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی اور توہین پر پردہ ڈالنے کے لیے ابیٹھی صاحب نے یہ چال چلی کہ خود ہی ۲۶ سوالات بنائے اور خود ہی ان کے جوابات لکھے اور پھر خود اپنے علماء سے تصدیقیں کرائیں اور حرمین طیبین میں ادھر ادھر سے آکر رہنے والے کچھ آقا قیوں سے تصدیقات کرائیں اور اسے المہندا کے نام سے چھاپ کر یہ ظاہر کر دیا کہ علماء حرمین ہمارے ساتھ ہیں۔ اصل حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لیے ظاہر یہ کیا کہ یہ چھبیس سوالات مدینہ طیبہ کے علماء کی طرف سے تحقیق حال کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ چنانچہ المہندا کی تمہید میں ہے۔

خال صاحب کی اس مجرمانہ کارروائی کی خبر بعض علماء مدینہ کو ہوئی تب ان حضرات نے چھبیس سوالات حضرات علماء دیوبند کی خدمت مبارک میں بھیجے کہ آپ کا ان میں کیا خیال ہے۔ اس کو صاف صاف لکھنے تاکہ حق و باطل واضح ہو جائے۔ چنانچہ فخر العلماء و المتکلمین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور نے ان کے جوابات لکھ کر الخ ص ۵۴

المہند کی پوری حقیقت واقعہ معلوم کرنے کے لئے صدر الافاضل سندھ لائبریری حضرت علامہ شاہ نعیم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مراد آبادی کے رسالہ مبارک "التحقیقات" لدفع التلبیسات" کا اور امام المناظرین عمدة المتکلمین شیربیشہ اہل سنت حضرت علامہ شاہ ابوالفتح حسنت علی خاں صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کے رسالہ مقدسہ رادۃ المہند کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ المہند حقیقت میں دیوبندی مذہب کی جڑوں کو کھوکھلی کر گئی ہے۔ اور یہ غیر شعوری طور پر حسام الحرمین کی تصدیق ہے۔ ہم صرف چند باتیں عرض کیے دیتے ہیں۔

(۱) اگر واقعی یہ چھبیس سوالات علماء مدینہ میں سے کسی عالم نے کیے تھے تو ان کا نام ظاہر کرنے میں کیا چیز مانع تھی جب کہ حالات کا تقاضا یہ تھا کہ ان کا نام ضرور ظاہر کیا جاتا تو ان لوگوں کے حق میں حد درجہ مفید ہوتا۔ سائل کا نام ظاہر نہ کرنا کسی راز درون خانہ کی غمازی کر رہا ہے۔

(۲) جن چند علماء حرمین کی تصدیقات چھاپی ہیں تو پوری بعینہ نہیں چھاپی ہیں بلکہ ان کا خلاصہ چھاپا ہے اور اکثر تو نام ہی پر اکتفا کیا گیا ہے چنانچہ المہند کے صفحہ پر ہے:

یہ مکہ مکرمہ زادہ ائمہ شرقاً و عظیماء کے علماء کی تصدیقات کا خلاصہ ہے

علامہ تصادق علماء مدینہ زادہ ائمہ شرقاً و عظیماء

هذه خلاصة التصديقات لسادة العلماء بمكة المكرمة

اور صفحہ پر ہے

آخر پوری تصدیقات یا تصادق لفظ بہ لفظ شائع نہ کرنا اور خلاصہ پر اقتصار کرنا کسی اہم بنیادی مقصد ہی کے لیے ہے۔ یہ بہت ہی غور طلب اور دور رس نتائج کا حامل ہے۔

(۲) مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اور علماء اہل سنت نے کفر کا فتویٰ تحذیر الناس اور براہین قاطعہ اور حفظ الایمان اور گنگوہی صاحب کے دستخطی مہری فتویٰ پر دیا ہے۔ ان سوالوں کے جواب میں ان کتابوں کی عبارتیں کیوں نہیں لکھی گئیں۔ المعتمد المستند اور حسام الحرمین کی تصنیف بلکہ اشاعت اول کے وقت تک المہند کا وجود ہی نہ تھا۔ المہند میں جو عبارتیں درج ہیں ان پر کس نے کفر کا فتویٰ دیا تھا کہ اسے لکھ کر مکہ معظمہ مدینہ طیبہ میں بسنے والے خدا فاقروں سے تصدیق کرائی بلکہ علماء حرمین طیبین ہی سے کرائی تو اس سے کیسے ثابت ہو گیا کہ تحذیر الناس براہین قاطعہ، حفظ الایمان اور گنگوہی صاحب کا تکذیب باری والافتویٰ کفر نہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابٹھی صاحب اور اس وقت کے سارے دیوبندی پیشواؤں کو اس کا یقین تھا کہ تحذیر الناس وغیرہ کی یہ عبارتیں ضرور بالضرور کفر ہیں۔ اگر بعینہ وہی عبارتیں لکھی جائیں گی تو وہی فتویٰ آئے گا جو حسام الحرمین میں آچکا ہے۔ یہی یقین و اذعان اس کا باعث ہوا کہ ان کتابوں کی اصل عبارت کا ترجمہ نہیں لکھا۔ یہ ہے نظارہ ارشاد ربانی کا کہ فرمایا:

وَبِحَدِّوَا بَهَاوَا سَتَيَقْنَتُهَا  
 أَنْفُسُهُمْ ظَلَمًا وَعُلُوًّا (نمل)

ظلم اور تعلیٰ کی وجہ سے وہ نہ مانے (ضد پر اڑے رہے) حالانکہ ان کے دل مان چکے تھے۔

المہند بھی جھپی ہوئی ہے اور حسام الحرمین بھی جس کا دل چاہے حسام الحرمین میں ان کتابوں کی عبارتوں کا ترجمہ ہے اسے ان کتابوں سے ملا لے پھر المہند دیکھے آپ کو اس میں وہ عبارتیں نہیں ہیں جیسی ہیں۔ ع

صلواتے عام ہے یا ران نکتہ داں کے لیے

## دیکھو اسے جو دیدہٴ عبرت نگاہ ہو

ابھی تک اکابر دیوبند کی ان عبارتوں پر کلام تھا جن پر اکابر علماء حرمین پھر ہندوپاک کے ۲۶۸ علماء نے کفر کا فتویٰ دیا مگر علماء دیوبند اسے تسلیم نہیں کرتے۔ اب آئیے ہم آپ کو دیوبندی مذہب کے بانیوں کی ایسی عبارتیں دکھائیں جن کا کفر ہونا خود علماء دیوبند کو تسلیم ہو چکا ہے۔

۱۔ اسماعیل دہلوی صاحب کفر | تقویۃ الایمان کے مصنف مولوی اسماعیل صاحب دہلوی نے اپنی مشہور کتاب

ایضاح الحق میں لکھا ہے:

اشعر زحل کا زمان و مکان اور جہت سے  
منزہ ماننا اور اس کی رویت بلا جہت  
مخازات کے ثابت کرنا بدعات حقیقیہ سے  
ہے اگر ایسے عقیدہ والا اس کو عقائد  
دینیہ سے شمار کرنے۔

تشریحہ او تعالیٰ از زمان و مکان و جہت  
و اثبات رویت بلا جہت و مخازات از  
قبیل بدعات حقیقیہ است اگر صاحب  
آن اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد  
دینیہ می شمارد۔

اس پر ایک استفتاء مرتب کر کے دہلوی صاحب کے نیاز مندوں کی خدمت  
میں پیش کیا گیا۔ یہ سوال و جواب درج ذیل ہیں:

سوال: کیا ارشاد ہے علماء دین کا اس شخص کے بارے میں جو کہے کہ اللہ تعالیٰ کو زمان  
مکان سے پاک اور اس کا دیدار بے جہت حق جانتا بدعت ہے۔

جوابات: — یہ شخص عقائد اہل سنت سے جاہل اور بے بہرہ اور وہ مقولہ کفر ہے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد (گنگوہی) الجواب صحیح۔ اشرف علی (تھانوی)

لے رسالہ "دیوبندی مولویوں کا ایمان"

عفی عنہ۔

حق تعالیٰ کو زمان و مکان سے منزہ ماننا عقیدہ اہل ایمان ہے۔ اس کا انکار  
الحاد و زندقہ ہے۔ اور دیدار حق تعالیٰ آخرت میں بے کیف و بے جہت ہوگا  
مخالف اس عقیدہ کا بددین و ملحد ہے۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ  
دیوبند۔ الجواب صحیح۔ بندہ محمود حسن عفی عنہ مدرس اول دیوبند۔  
وہ ہرگز اہل سنت سے نہیں۔ حررہ المسکین عبد الحق۔ الجواب  
صحیح۔ محمد حسن مدرس دوم مدرسہ شاہی مراد آباد

۲۔ نا تو توئی صاحب کفر | قصائد قاسمی ص ۱ پر ایک شعر ہے

جو چھو بھی دیوے سگ کوچہ تیرا اس کی لعش  
تو پھر تو خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار  
اس شعر کے بارے میں متعدد دیوبندی اکابر سے استفتاء کیا گیا تو ان کے

مندرجہ ذیل جوابات موصول ہوئے۔ مع سوال و جواب ملاحظہ کریں:  
سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک میلاد خواں  
نے محفل مولود میں مندرجہ ذیل شعر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت

میں پڑھا ہے

جو چھو بھی دیوے سگ کوچہ ترا سکی لعش  
تو پھر تو خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار  
الجواب: — یہ شعر پڑھنا حرام و کفر ہے۔ اگر یہ سمجھ کر پڑھے کہ اس

کا اعتقاد اور پڑھنا کفر ہے تب تو اس کا ایمان باقی نہ رہا اور اگر یہ علم نہ  
ہو کہ اس کا پڑھنا اور اعتقاد کفر ہے تو یہ شخص فاسق اور سخت گنہگار  
ہے۔ اس کو تمام قدر اس حرکت سے روکنا شرعاً لازم ہے۔

(احمد حسن ۱۵ شوال ۱۳۶۹ھ سنہ ۱۹۴۹ء)

لہ لطائف دیوبند

۲۷ اس شعر کا مفہوم کفر ہے، لکھنے والا اور عقیدہ سے پڑھنے والا خارج از ایمان ہے۔ ایسے صریح الفاظ میں تاویل کی گنجائش نہیں۔ (ظہور الدین سنہجلی)

۲۸ کسی یہودہ اور جاہل آدمی کا شعر ہے۔ بیوقوف اور یہودہ لوگ ہی ایسے مضمون سے محظوظ ہوتے ہیں۔ اگر یہ اس کا عقیدہ ہے تو کفر ہے۔ دیندار آدمی کو اس کے سننے سے بھی احتیاط کرنا چاہیے۔ (سعید احمد سنہجلی)

۲۹ اس شعر کا نعت میں لکھنا اور پڑھنا دونوں کفر ہے۔ (وارث علی عفی عنہ سنہجلی)

۳۰ یمنوں حضرات دام ظہم العالی کے جوابات کی میں بالکل موافقت کرتا ہوں۔ (محمد ابراہیم عفی عنہ مدرسۃ الشرع سنہجلی)

۳۱ شاعر مذکور اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف میں شاعر نے کہا ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ شاعر شرعی اصول سے واقف نہیں ہے۔ شعر میں حد درجہ کا غلو ہے جو اسلامی اصول کے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ شاعر کا فراس وجہ سے نہیں ہو سکتا کہ اس شعر کا پہلا مصرع شرط ہے جو معنی میں اگر کے ہے اور محال چیز کو فرض کر رکھا ہے۔ شرط کا وجود محال ہے اس لیے دوسرا مصرع جو بطور جزا کے ہے اس کا مرتب ہونا بھی محال ہے مگر شعر نعت رسول میں بہت گراہوار کیک ہے۔ ایسے غلو سے شاعر کو بچنا فرض اور ضروری ہے۔ ایسے اشعار سے آپ کی تعظیم نہیں ہوتی بلکہ توہین کا پہلو نمایاں ہوجاتا ہے۔ ایسے اشعار مولود میں پڑھنا نہیں چاہیے۔ (واللہ اعلم۔ مکتبہ سید مہدی حسن صدر مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۲ جمادی الاول ۱۳۸۰ھ)

۳۲۔ تا تو تو ی صاحب کا کفر (۳) تا تو تو ی صاحب کے کتابچہ تصنیف العقائد ص ۲۵ پر ہے بالجملہ علی العموم کذب کو منافی

شان نبوت بایں معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں خالی غلطی سے نہیں۔

اس پر دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ ملاحظہ کریں۔

فتویٰ ۳۱۳۔ الجواب۔ انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں ان کو مرتکب معاصی

سمجھنا (العیاذ باللہ) اہل سنت و الجماعت کا عقیدہ نہیں۔ اس کی وہ تحریر خطرناک بھی ہے اور عام مسلمانوں کو ایسی تحریرات کا پڑھنا جائز بھی نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔ سید احمد علی سعید۔ نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ جواب صحیح ہے۔ ایسے عقیدہ والا کافر ہے جب تک وہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح نہ کر لے اس سے قطع تعلق کریں۔ مسعود احمد عفی اللہ عنہ۔ مہر دارالافتاء دیوبند۔ الہند۔ تجلی دیوبند ص ۱ ماہ اپریل ۱۹۵۶ء۔ دعوت دہلی ۱۲ جنوری ۱۹۵۶ء

۴۔ قاری طیب کا کفر | قاری طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے ایک کتاب لکھی تھی اسلام اور مغرب کی تہذیب

اس کتاب کے بعض اقتباسات لکھ کر کسی نے دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی مہدی حسن صاحب کے پاس استفتاء کیا تھا۔ یہ استفتاء اور اس کا جواب ہدیہ ناظرین ہے۔ سوال — کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ اگر کوئی عالم دین فارسلنا الیہا روحنا فتمثل لہا بشر اسویا کی تشریح میں اور اس سے درج ذیل نتائج اخذ کرتے ہوئے اس طرح لکھے:

اقتباس ۱۔ یہ دعویٰ خلیل یا وجدان محض کی حد سے گزر کر ایک شرعی دعویٰ کی حیثیت میں آجاتا ہے کہ مریم عذراء کے سامنے جس شبیہ مبارک اور بشر سوی نے نمایاں ہو کر پھونک مار دی وہ شبیہ محمدی تھی اس ثابت شدہ دعویٰ سے بین طور پر خود بخود کھل جاتا ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس شبیہ مبارک کے سامنے بمنزلہ زوجہ کے تھیں جب کہ اس کے تصرف سے حاملہ ہوئیں۔

اقتباس ۲۔ پس حضرت مسیح کی ابنیت کے دعویٰ کا ایک ہم بھی ہیں مگر ابن اللہ مان کر نہیں بلکہ ابن احمد کہہ کر خواہ وہ ابنیت مثالی ہو۔

اقتباس ۳۔ حضور تو بنی اسمعیل میں پیدا ہو کر کل انبیاء کے خاتم قرار پائے عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں پیدا ہو کر اسرائیلی انبیاء کے خاتم کیے گئے جس میں ختم نبوت کے منصب میں ایک گونہ مشابہت پیدا ہوئی۔ انولدا سر لابیہ۔

اقتباس ۳۔ بہر حال اگر خاتمیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کو حضور سے  
کامل مشابہت دی گئی تھی تو اطلاق خاتمیت میں بھی مخصوص مشابہت اور مناسبت دینی  
گئی جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو بارگاہِ محمدی سے خلاقاً و خلقاً ورتباً  
و مقاماً ایسی ہی مناسبت ہے جیسی کہ ایک چیز کے دو شریکوں میں یا باپ بیٹوں میں ہونی  
چاہیے۔ براہ کرم مندرجہ بالا اقتباسات کے متعلق قرآن و حدیث کی روشنی میں دیکھتے  
ہوئے اس کی صحت و عدم صحت ظاہر کر کے بتائیں کہ ایسا شرعی دعویٰ کرنے والا اہل  
سنت و جماعت کے نزدیک کیسا ہے۔

### الجواب

جو اقتباسات سوال میں نقل کیے ہیں اس کا قائل قرآن عزیز کی آیات میں  
تحریف کر رہا ہے بلکہ درپردہ آیات کی تکذیب اور انکار کر رہا ہے۔ جملہ مفسرین  
نے تفاسیر میں تشریح کی کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے جو مریم علیہا السلام کی طرف بھیجے  
گئے تھے۔ وہ شبیہ محمدی نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے کبھی یہ نہ  
سمجھا کہ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہا کن  
فیكون۔ کلمۃ القاہالی مریم وروح منہ۔ فارسلنا الیہا روحنا فتمثل لہا بشر سویا  
(الی قولہ تعالیٰ) فقال انما انا رسول ربک لا ھب لك غلاما ذکيا۔ قال ربک ھو  
علی ہین و لنجعلہ ایتا للناس (الی احزاب آیہ) ماکان محمد ایا احد من حکم  
ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔ کے قائل تھے اور اس پر اجماع امت ہے کہ وہ  
فرشتہ تھا جو حضرت مریم کو خوش خبری سنانے آیا تھا۔ شخص مذکور بلکہ وہ بے دین ہے عیسائیت  
قادیانیت کی روح اس کے جسم میں سرایت کیے ہوئے ہے اور اس ضمن میں عیسائیت کے عقیدہ  
عیسیٰ ابن اللہ کو صحیح ثابت کرنا چاہتا ہے جس کی تردید علی رؤوس الاشہاد قرآن عزیز  
نے کی ہے نیز لا تطرونی كما اطرت النصارى عیسیٰ ابن مریم (الحدیث) بہ بانگ  
وہل شخص مذکور کی تردید کرتی ہے۔ بحاصل یہ اقتباسات قرآن و حدیث اور جملہ مفسرین اور  
اجماع امت کے خلاف ہیں مسلمانوں کو ہرگز اس طرف کان نہ لگانا چاہیے بلکہ ایسے عقیدہ



والے کا بائیکاٹ کرنا چاہیے۔ جب تک توبہ نہ کر لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بسید مہدی حسن مفتی  
دارالعلوم دیوبند۔ سہ روزہ دعوتِ دہلی۔ بابت ۲۲، دسمبر ۱۹۶۲ء۔

ناظرین! اگر دنیا سے انصاف اٹھ نہیں گیا ہے تو انصاف ہی کا واسطہ دے کر  
علماء دیوبند کے معتقدین کو دعوتِ فکر دے رہا ہوں کہ آخر یہ سب کیا ہے۔ وہ ان فتاویٰ  
کو بغور پڑھیں۔ اس میں خود جماعتِ دیوبند کے ذمہ دار مفتیوں نے مولوی اسماعیل دہلوی  
کو اور نانوتوی صاحب کو کافر، فاسق، خارج از ایمان، بیہودہ، جاہل آدمی لکھا اور قاری  
طیب صاحب کو قرآن کا محرف، آیات کا مذبذب منکر کہا بلکہ ملحد، بے دین اور ایسا  
شخص بتایا جس کے جسم میں عیسائیت اور قادیانیت کی روح سرایت کیے ہوئے ہے۔  
نانوتوی صاحب اور قاری طیب صاحب کے بارے میں تو یہ بھی لکھا کہ ان سے قطع تعلق  
اور بائیکاٹ کرنا چاہیے۔

علمائے اہل سنت پر تو آپ کا یہ الزام ہے کہ حسد اور زمام آوری کے لیے ان پر  
کفر کا فتویٰ دیا ہے مگر اپنے مولویوں کے بارے میں سوچو کہ آخر انھوں نے ایسا فتویٰ  
کیوں دیا اور اگر ان فتاویٰ پر پوری تنقید سننا چاہتے ہو تو ماہنامہ تجلی بابت ماہ اپریل  
۱۹۵۶ء اور ماہنامہ تجلی دیوبند خاص نمبر مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء کا مطالعہ کرو۔ خاص  
بات یہ ہے کہ یہ فتاویٰ اسی وقت تک کے لیے تھے جب تک قائلین کے نام نہیں معلوم تھے  
اور نام معلوم ہونے کے بعد سارے فتاویٰ بدل گئے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مفتیان  
دیوبند کے اعتقاد کا مدار قرآن و حدیث نہیں بلکہ ان کے اکابر ہیں۔

اس ماحول میں ہمیں یقین کامل ہے کہ اگر ابتداءً تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان  
کی وہ عبارتیں جو ہمارے اس رسالے کا موضوع ہیں، خود دیوبندی مفتیوں کے یہاں  
بھی گئی ہوتیں اور نام ظاہر نہ کیا گیا ہوتا تو وہی فتویٰ آتا جو حسام الحقین میں مذکور ہے۔  
ان واقعات سے تو یہ بات ظاہر ہوگئی کہ دیوبندی جماعت کے اکابر جانے یا انجانے طور  
پر ایسی باتیں لکھ گئے ہیں جو خود انھیں کے ذمہ دار افراد کے نزدیک کفر ہے یا پھر یوں کہیں  
کہ علماء دیوبند کفر اور ایمان میں تمیز نہیں رکھتے۔

## رازِ درون خانہ

یہاں تک پہنچنے کے بعد ایک بہت اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان لوگوں نے ایسا کیوں کیا؟

جو لوگ اسلام کی تاریخ سے واقف ہیں انھیں اس کا جواب دینا کچھ مشکل نہیں۔ اسلام کی روز افزوں ترقی کو دیکھ کر اسے تباہ و برباد کرنے والوں کا ایک مسلسل طبقہ عہد صحابہ ہی سے چلا آ رہا ہے بلکہ عہد رسالت ہی سے۔ جو اپنے کو سچا پکا مخلص اللہ والا مسلمان ظاہر کر کے مسلمانوں میں گھل مل کر طرح طرح کی دیسہ کاری ریشہ دوانی کر کے مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی کوشش کرتا رہا ہے۔

عبداللہ بن سبا کا حال کون نہیں جانتا کہ یہوی ہوتے ہوئے مسلمان بن کر وہ کیسے کیسے ہنگامے برپا کرتا رہا۔ خوارج نے عمر بچھرا سدا اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو چین نہیں لینے دیا۔ روافض کی ذرنا بعد قرن نسلا بعد نسل ریشہ دوانیوں نے کتنی بار مسلمانوں کو موت و زیست کی کش مکش میں مبتلا کر دیا ہے۔ تا تاریخوں کے ہاتھوں بغداد کی بربادی اور نادر شاہ درانی کے ہاتھوں دہلی کا قتل عام کون نہیں جانتا۔ میر جعفر، میر صادق کی غداری کے قصے سمجھی کو معلوم ہیں۔ انگریز ہندوستانی حکمرانوں کی باہمی حقپیش اور ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ہندوستان کا بالک ضرور بن گیا، مگر یہ چالاک جانتا تھا کہ ہندوستانیوں میں اگر کبھی غلامی کی ذلت کا احساس پیدا ہوا تو ہمارا ہندوستان میں ٹکنا محال ہو جائے گا۔ اس لیے اسے ضرورت تھی کہ ہندوستانی خصوصاً مسلمان چین سے بیٹھنے نہ پائیں۔ کہ انھیں غلامی کی ذلت کا احساس ہو اس کے لیے انگریز نے دو طرفہ کوشش کی۔ ایک یہ کہ ہندو مسلمان آپس میں لڑیں۔ دوسرے یہ کہ مسلمان بھی متحد رہ نہ پائیں۔ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہیں۔ اس کے لیے بہت ذہین ہوشیار آدمیوں کی ضرورت تھی۔ ہندوؤں کو مسلمانوں سے کیسے اور کس کے ذریعہ لڑایا۔ اس وقت اس سے بحث نہیں مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی مہم کی مختصر داستان یہ ہے۔ پہلے

گزر چکا کہ مولوی اسمعیل دہلوی نے مسلمانوں کو لڑانے کی نیت سے تقویۃ الایمان لکھی ان کو خود اعتراف ہے۔

گو اس سے سورشس ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے بلکہ مولوی اسمعیل دہلوی کی یہ توقع پوری ہوئی۔ اس سے مسلمانوں میں لڑائی جھگڑا، قتال خونریزی ہوئی اور اب تک ہو رہی ہے۔ مسلمانوں کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ گھر گھر اختلاف پیدا ہوا۔ بھائی بھائی کا دشمن ہو گیا اور ہو رہا ہے۔ رہ گئی یہ توقع کہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ اس خیال ست و محال ست و جنوں۔ آئیے اسی جماعت کے ایک محقق کی رائے سنئے۔ مولوی احمد رضا بجنوری دیوبندی لکھتے ہیں:

افسوس ہے کہ اس کتاب تقویۃ الایمان جس کی وجہ سے مسلمانان ہند و پاک جن کی تعداد میں کروڑوں سے زیادہ ہے اور تقریباً نوے فی صد فی المسلسلہ ہیں دو گروہوں میں بٹ گئے ہیں۔ ایسے اختلافات کی نظیر دنیا نے اسلام کے کسی خطے میں بھی ایک امام ایک مسلک کے ماننے والوں میں موجود نہیں ہے۔ انگریزوں نے تقویۃ الایمان مفت تقسیم کی۔

اب مسلمان اپنے سینے پر پتھر کی سل رکھ کر کہیں۔ تقویۃ الایمان کو انگریزوں نے مفت تقسیم کیا۔ ڈاکٹر قمر النساء ایم۔ اے نے عربی میں ایک بہت ہی حقیقی کتاب العلامہ فضل حق الخیر آبادی، لکھی ہے جس پر عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن نے انھیں ڈاکٹریٹ کا ڈیپلوما دیا ہے۔ اس کتاب کو مکتبہ قادریہ لاہور نے بہت اہتمام اور آفتاب سے چھاپا ہے۔ اس کے ص ۸، ۷، ۸ پر ہے:

تقویۃ الایمان پہلی بار (کلکتہ) رائل ایشیاٹک سوسائٹی نے چھاپی اور پروفیسر محمد شجاع الدین صدر شعبہ تاریخ، دیال سنگھ کالج لاہور نے

شاع کتاب تقویۃ الایمان اولامن  
رائل ایشیاٹک سوسائٹی (ROYAL  
ASIATIC SOCIETY) وقد اعترف

البروفیسر محمد شجاع الدین  
(المتوفی ۱۹۶۵ء) رئیس قسم التاريخ  
بکلیتہ دیال سنگھ بلاہو

فی مکتوبہ الی البروفیسر خالد  
البنزی بلاہو ان الانجلیزین  
قد ورتوا کتاب تقویۃ الایمان  
بغیر ثمن. (سیف الجبار ص ۱۸، ۱۹)  
بحوالہ الجریڈ تبصرہ لاہور.

یولیو ۱۹۶۵ ص ۶

اپنے ایک خط میں جو انھوں نے لاہور  
پروفیسر خالد بنزی کو لکھا تھا یہ اعتراف کیا  
ہے کہ انگریزوں نے تقویۃ الایمان مفت  
تقسیم کی۔

رائل ایشیاٹک سوسائٹی انگریزوں کا خاص ادارہ ہے۔ اب ہر دیندار خدا تمہیں  
کو سوچنا یہ ہے کہ جو کتاب دیوبندی مذہب کے قطب الارشاد گنگوہی صاحب کے فتویٰ  
کے مطابق عین اسلام ہے، اسے پہلی بار چھاپنے کی سعادت بھی انگریزوں کے حصے میں  
آئی اور اسے بلا قیمت مفت تقسیم کرنے کی بھی۔ آخر تقویۃ الایمان اور انگریزوں کی  
رشتہ تھا۔ وہ انگریز جو اس وقت جب کہ وہ پورے ہندوستانوں کو تھلٹ پرست  
بنانے کے لیے پوری قوت صرف کیے تھا "توحید خالص سے لبریز کتاب چھاپ کر  
مفت تقسیم کر رہا ہے، پھر ذرا یہ بھی ملاحظہ فرمائیں، کتاب لکھی گئی دہلی میں اور چھپ رہی  
ہے کلکتہ میں اور چھاپ رہا ہے انگریزوں کا ادارہ۔

تقویۃ الایمان لندن میں چھپی | دیوبندیوں کا عین اسلام اور توحید خالص

اس کا انگریزی ترجمہ لندن میں شائع کیا۔ سر سید احمد خاں لکھتے ہیں:  
جن چودہ کتابوں کا ذکر ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے ان  
میں ساتویں کتاب تقویۃ الایمان ہے۔ چنانچہ اس کتاب کا انگریزی  
ترجمہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن) کے رسالہ (ج ۱۳، ۱۸۵۲ء)

میں چھپا۔ لہ  
 قدر دانی کی اس سے بڑی اور کیلہ مثال ہو سکتی ہے کہ تشریح کے داعی ردِ شرک کی  
 سب سے اعلیٰ کتاب کا انگریزی ترجمہ حکومتی سطح پر چھاپ رہے ہیں۔ ص  
 بسوخت عقل زحیرت کہ اس چہ بوالعجبی است  
 اور آگے پڑھیے۔ اسی تقویۃ الایمان کے مصنف مولوی اسماعیل دہلوی نے کلکتہ کے ایک  
 مجمع عام میں علانیہ یہ فتویٰ دیا :

ایسی بے رو، ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد درست نہیں“  
 (سوانح احمدی ص ۵۷) بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر  
 فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آئینہ نہ آنے دیں۔  
 (حیات طیبہ ص ۲۹۱)

اب ہر شخص کی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ تقویۃ الایمان کی اتنی پذیرائی انگریزوں نے کیوں  
 کی۔ یہ ان کے انتہائی مخلص جاں نثار کی تصنیف ہے، جو انگریزوں کی حکومت کو بے رو ریا  
 غیر متعصب سرکار علی رؤس الاشہاد کہہ رہا ہے۔ اور صاف صاف فتویٰ دے دیا —  
 کہ انگریزوں سے ”جہاد“ درست نہیں۔ بلکہ اگر کوئی انگریزوں پر حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر  
 فرض ہے کہ انگریزوں کی حفاظت کریں ان پر سے دفاع کریں — اس فتویٰ میں کوئی کٹا  
 لفظ خاص توجہ کا مستحق ہے۔ یہ لفظ بتا رہا ہے کہ انگریزوں پر کوئی مسلمان بھی حملہ آور  
 ہو تو اس سے بھی ہندوستان کے مسلمان کو لڑنا فرض ہے۔ اسی فرض کی ادائیگی تھی کہ  
 گنگوہی اور نانوتوی صاحبان مشہور کے مجاہدین آزادی سے لڑے جیسا کہ گزر چکا۔

## انگریزوں کا پلان

مولانا ابوالحسن زید فاروقی نے اپنی کتاب مولانا محمد اسماعیل اور تقویۃ الایمان

لہ مقالات سرسید (مجلس ترقی ادب لاہور جلد ۹ ص ۱۷۸)

میں لکھتا ہے:

۱۸۷۰ء واٹس ہاؤس لندن میں کانفرنس منعقد ہوئی جس میں کمیشن مذکور کے نمائندگان کے علاوہ ہندوستان میں متعین مشن کے یادری بھی دعوت خاص پر شریک ہوئے تھے جس میں دونوں نے علیحدہ علیحدہ رپورٹ پیش کی۔ جو کہ دی ایریوٹل آف برٹش ایمپائر ان انڈیا کے ناکس شائع کیا گئی جس کے دو اہم اقتباس پیش کیے جاتے ہیں۔

رپورٹ سربراہ کمیشن سر ویم ہنٹر مسلمانوں کا مذہب عقیدہ

یہ ہے کہ وہ کسی غیر ملکی کے زیر سایہ نہیں رہ سکتے۔ اور ان کے لیے غیر ملکی حکومت کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہے۔ جہاد کے اس تصور سے مسلمانوں میں جوش اور ولولہ ہے۔ اور جہاد کے لیے ہر لمحہ تیار ہیں۔ ان کی یہ کیفیت کسی وقت بھی انھیں حکومت کے خلاف ابھار سکتی ہے۔

رپورٹ یادری صاحبان یہاں کے باشندوں کی ایک

بہت بڑی اکثریت پیری مریدی کے رجحانات کی حامل ہے، اگر اس وقت ہم کسی ایسے غدار کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جائیں جو ظلی نبوت کا دعویٰ کرنے کو تیار ہو جائے تو اس کے حلقہ نبوت میں ہزاروں لوگ جوق درجوق شامل ہو جائیں گے لیکن مسلمانوں میں اس قسم کے دعویٰ کے لئے کسی کو تیار کرنا ہی بنیادی کام ہے۔ یہ کام ہو جائے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کے زیر سایہ پروان چڑھایا جاسکتا ہے ہم اس سے پہلے برصغیر کی تمام حکومتوں کو غدار تلاش کرنے کی حکمت عملی سے شکست دے چکے ہیں۔ وہ مرحلہ اور تھا۔ اس وقت فوجی نقطہ نظر سے غداروں کی تلاش کی گئی تھی لیکن اب جبکہ ہم برصغیر کے چپے چپے پر حکمراں ہو چکے ہیں۔ اور ہر طرف امن و امان

بھی بحال ہو گیا ہے تو ان حالات میں کسی ایسے منصوبے پر عمل کرنا چاہیے

جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو۔  
دونوں رپورٹوں کو پڑھیے۔ رپورٹ تو سنہ ۱۸۷۶ء میں دی گئی ہے۔ مگر یہی رپورٹ انگریزوں کے اس فارمولا کا آئینہ ہے جس پر عمل کر کے وہ برصغیر کی تمام مسلمان حکومتوں کو تباہ و برباد کر کے سب کا مالک بن بیٹھا تھا۔ اسی فارمولا کے مطابق مسلمانوں کے عزم جہاد کا رخ اپنے سے پھر کر سکھوں کی طرف کرنے کے لیے اسمعیل دہلوی کو سکھوں کے خلاف جہاد کا وعظ کہنے پر آمادہ کیا تھا۔ اسی فارمولا کے مطابق اکابر دیوبند نے اپنے نبی ہونے کی تمہید شروع کر دی تھی۔ اور امت کی نبض ٹوٹنے لگے تھے۔ نانو تو ی صاحب کا خاتم النبیین کے نئے معنی کی ایجاد اور تھانوی صاحب کے مرید باصفا کا ان کا کلمہ پڑھنا، اسی کے پیش خمیہ تھے۔ مگر یہ لوگ نبض ہی ٹوٹتے رہ گئے، قادیانی دجال سبقت کر گیا۔

اٹھارھویں صدی عیسوی میں برطانیہ نے ایک

## ایک جاسوس کی ڈائری

بہت ہی چالاک ذہین جاسوس ملا داد اسلامیہ میں بھیجا جس کا نام — ہمفرے — تھا۔ اس نے اسلامی ممالک میں گھوم کر مسلمانوں کے ہر طبقے میں، علماء و مشائخ کی خانقاہوں اور مدارس میں رہ کر ایک تحفیہ یادداشت مرتب کی۔ اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کی ترکیبیں بھی لکھیں۔ اس اہم ڈائری کا ترجمہ پاکستان میں چھپ چکا ہے۔ اس کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔  
پہلے اس نے اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ مسلمانوں میں یہ دیوانگی آئی ہے جس سے ہے کہ مسکرا مسکرا کر جان دیتے ہیں مگر پیٹھ نہیں دکھاتے۔ ان کی قوت کے خزانوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

(۱) پیغمبر اسلام (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اہل بیت اور علماء اور صحابہ کی زیارت گاہوں کی تعظیم اور ان مقامات اور اجتماع کو مرکز قرار دینا۔ ۱۵

۱۵ ہمفرے کے اعترافات مطبوعہ لاہور ص ۹۸





## دہلے عربک کالج

اسی فارمولے پر عمل کرنے کے لئے پہلے انگریزوں نے دہلی میں عربک کالج قائم کیا جس نے ایک دوہینیں متعدد اعلیٰ درجے کے بڑے نامی گرامی و قوادرا انگریزوں کو دیئے جنہوں نے اپنی مایہ ناز خدمات کی بدولت بڑے بڑے خطابات اور عہدے حاصل کئے۔ اسی عربک کالج کے متعلم اور تربیت یافتہ نانو تو ی صاحب بھی ہیں۔ اور اسی شہرہ آفاق کالج کے پڑھے ہوئے دیوبند مدرسہ کے بانی مولوی فضل الرحمن اور مولوی ذوالفقار بھی ہیں جو گورنمنٹ کے مدت العمر تلامذہ اور نیشن خوار رہے۔ اتنی بات ذہن میں رکھنے کے بعد آگے بڑھئے۔

۱۸۶۷ء میں دیوبند کا مدرسہ قائم ہوا۔ اس کو ابھی پورے نو سال بھی نہ ہوئے تھے کہ ۱۸۷۵ء میں انگریزی حکومت اس مدرسہ کو تسلیم دیتی ہے۔

”یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار مدد و معاون سرکار

اور ہمدردیان سرکار ہے۔“

ناظرین ملاحظہ کریں۔ انگریزوں کے حاکم اعلیٰ لفٹیننٹ گورنر بہادر کا نامندہ مدرسہ دیوبند کے بارے میں یہ رپورٹ دیتا ہے۔ (۱) یہ سرکار کے خلاف نہیں (۲) اسی پر بس نہیں۔ کتاب ہے۔ بلکہ سرکار کے موافق ہے (۳) اتنا ہی نہیں بلکہ سرکار کا مدد و معاون، مددگار، ہمدرد ہے۔ کیا وفاداری اور سعادت مندی کی اس سے بھی بڑی اور کوئی سند ہو سکتی ہے۔ اللہ اللہ دین کی ترویج و اشاعت کے لئے جو کارخانہ قائم ہے وہ اسلام کے دشمنوں کا مدد و معاون، ہمدرد ہے۔ کیا امریکہ کا مشہور زمانہ مسکرسی، آئی، اے، بھی اس ترقی کے دور میں اس کا ہمدوش ہو سکا ہے۔؟

۱۵ روزنامہ نئی دنیا کا عظیم مدنی نمبر ص ۳۳ کالم دو۔ رپورٹ جان پامر کلارک فرستادہ لفٹیننٹ ملک مغربی و شمالی۔

# انگریزوں کے وظائف

شاید یہ لادہ ہمیشہ لادہ ہی رہ جاتا۔ مگر اللہ عزوجل کو منظور تھا کہ یہ فاش ہو جائے اس لئے اس کے اسباب پیدا فرمادئے۔

مولوی شبیر احمد اور مولوی حسین احمد میں دیرینہ عداوت تھی جس کے نتیجہ میں شبیر احمد صاحب کو دیوبند چھوڑ کر ڈابھیل میں ٹھکانا بنانا پڑا۔ مولوی حسین احمد سو فیصدی کانگریسی جمیعتہ العلماء کے مالک تھے۔ شبیر احمد صاحب نے اس کے بالمقابل جمیعتہ علماء اسلام بنائی۔ اول الذکر کانگریسی کی آلہ کار تھی اور ثانی الذکر مسلم لیگ کی۔ جمیعتہ العلماء ہند کے اس وقت کے ناظم مولوی حفظ الرحمن سیوہاروی کی کوشش سے شبیر احمد صاحب کے مکان پر کانگریسی جمیعتہ العلماء کے ممتاز افراد حتیٰ کہ اس کے صدر حسین احمد صاحب بھی گئے اور اس وقت کے حالات پر باہمی گفتگو ہوئی۔ جو مکالمۃ الصدقین کے نام سے چھپ گئی ہے۔ اس میں حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی نے انکشاف فرمایا کہ کلکتہ میں جمیعتہ علماء اسلام حکومت کی مالی امداد اور اس کے ایما سے قائم ہوئی ہے۔ صحت مولانا حفظ الرحمن صاحب نے کہا کہ یہ اس قدر یقینی دوا بیت ہے کہ اگر آپ اطمینان فرمانا چاہیں تو ہم اطمینان کرا سکتے ہیں۔

سیوہاروی صاحب نے مزید کہا

کہ مولانا ایسا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداء حکومت برطانیہ کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا۔ پھر بند ہو گیا۔

اس کے جواب میں شبیر احمد صاحب نے اس سنسنی خیز راز سے پردہ ہٹایا جس نے علماء دیوبند کے باطنی کیریکٹر کو دنیا میں بے نقاب کر دیا۔ کہتے ہیں:

دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے  
 اور آپ کے مسلم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے  
 ہوئے سنا گیا ہے کہ۔ ان کو چھ سو روپے ماہوار حکومت کی جانب  
 سے دیئے جاتے تھے۔ اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ۔ مگر مولانا  
 تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہیں تھا کہ روپیہ حکومت دیتی ہے  
 مگر حکومت ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ ان کو اس کا تشہرہ بھی نہ گزرتا  
 تھا۔ اب اسی طرح اگر حکومت مجھے یا کسی شخص کو استعمال کرے مگر  
 اس کو یہ علم نہ ہو کہ اسے استعمال کیا جا رہا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ شرعاً  
 اس میں ماخوذ نہیں ہو سکتا۔ ص ۱۰

یہاں قابل غور دو باتیں ہیں۔ حفظ الرحمن صاحب نے شبیر احمد صاحب کی جمیعت علماء  
 اسلام کے بارے میں کہا۔ کہ یہ حکومت یعنی انگریزوں کے ایما اور اس کی امداد سے قائم  
 ہوئی ہے، نیز تبلیغی جماعت کے بانی کے بارے میں بتایا کہ انھیں بھی انگریزوں سے  
 ابتداء میں کچھ روپے ملتے تھے۔ اور گنگوہی صاحب کے ہم نام ایک حاجی صاحب  
 کے مقدس ہاتھوں سے۔ اس کی شبیر احمد صاحب نے کوئی تردید نہیں کی بلکہ صفائی  
 میں یہ کہا کہ یہ کوئی نئی، اور قابل اعتراض بات نہیں، ہمارے بزرگوں کی سنت ہے۔  
 دیکھئے ہمارے اور آپ کے مشترک بزرگ تھانوی صاحب کو بھی انگریز روپے دیتے  
 تھے۔ اس کی حفظ الرحمن صاحب کوئی تردید نہیں کر سکے۔ تو ثابت کہ دونوں باتیں  
 صحیح ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ تبلیغی جماعت اور تھانوی صاحب کو انگریز بہادر  
 کس خوشی اور کس صلے میں روپے دیتے تھے۔ اس موقع پر ناظرین یہ بھی ذہن میں  
 رکھیں کہ تھانوی صاحب کے بھائی ”اکبر علی“ صاحب گورنمنٹ برطانیہ کے  
 سی، آئی، ڈی محکمے کے اعلیٰ افسر تھے۔

# نانوتوی اور گنگوہی کے زمانہ طالب علمی کا پلان

دیوبندیوں کے حکیم الامت تھانوی جیسے مقبر راوی قصص الاکابر میں لکھتے ہیں:

یہ نانوتوی اور گنگوہی حضرات جب دلی میں پڑھتے تھے تو آپس میں

ایک دوسرے سے مزاحا، کہتے۔ کہ میاں کیا بات ہے؟ کہ ہم ان

بڑھوں دانستادوں سے کسی بات میں کم نہیں۔ بلکہ ہمارا علم تازہ ہے

اور ان بڑھوں کا علم پرانا ہو گیا۔ پھر ہم ذہین بھی ان سے زیادہ ہیں مگر

پھر بھی ان کی قدر ہے۔ ہماری نہیں۔ ان کے سامنے ہم کو کوئی پوچھتا

ہی نہیں۔ یہ کیا بات ہے؟ دوسرے صاحب کہتے۔ کہ میاں ذرا ان

بڑھوں کو کھسکنے (مرنے) تو دو بس پھر تو ہم ہوں گے اور تم ہو گے۔

(الہادی جمادی الثانی ۱۲۵۰ھ۔ از سوانح قاسمی جلد اول ص ۲۲۴)

یہ بات یاد رکھئے کہ سوانح قاسمی جناب قاری طیب صاحب کی تصحیح و تصویب کے بعد

انھیں کے اہتمام سے چھپی ہے۔ اس روایت سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

(۱) نانوتوی اور گنگوہی صاحبان میں حسد کا مادہ وافر مقدار میں تھا۔ کہ اپنے اساتذہ سے بھی حسد رکھتے تھے۔

(۲) مزاح میں حد درجہ تعلق تھی اور خود ستائی بھی۔ کہ اپنے آپ کو طالب علمی کے زمانے میں اپنے اساتذہ سے بڑا عالم اور ذہین جانتے تھے۔

(۳) بزرگوں، اساتذہ کی شان میں بے ادب و گستاخ تھے۔ کہ انھیں بڑھوں سے تعبیر کیا۔

(۴) اپنے اساتذہ کی موت کا انتظار کر رہے تھے۔

(۵) طالب علمی ہی کے زمانے میں ایسے پلان بنایا تھا۔ کہ اپنے زمانے میں بس ہم اور تم ہوں گے۔

اور جب یہ بڑھے کھسک گئے تو اپنے اس پلان پر عمل درآمد شروع کر دیا۔ اسکی داستان

ان کے سوانح نگاروں کی زبانی سنئے۔ مناظر احسن گیلانی نے لکھا۔

(۱) اس کا مطلب یہ ہوا کہ نظر یہ عدم تعقید کے امام الائمہ اس وقت جوان تھے۔ جبکہ دیوبندی تحریک کے بانی (نانوتوی صاحب) ابھی بارہ ساڑھے بارہ برس کی عمر سے متجاوز نہ ہوئے تھے۔ (سوانح قاسمی اول ص ۲۱۹)

قاری طیب صاحب نے لکھا:-

حقیقی سوانح عمری یہ ہے کہ انھوں (نانوتوی صاحب) نے اپنے علم لدنی اور وہی علوم سے جس حکمت کی بنیاد ڈالی وہ کیا ہے کن اصولوں پر مبنی ہے۔ دارالعلوم کی اس معنوی اور علمی تاسیس میں جو کام ہوا وہ یقیناً بلا شرکت غیر کے تھا۔ جس کا نام دیوبندیت ہے۔

دخاتہ سوانح قاسمی چوتھی جلد کی تمہید۔ ص ۱۴۶، ۱۴۷

ان دونوں عبارتوں کا صریح مطلب یہ ہوا کہ نانوتوی صاحب ایک نئی تحریک کے بانی ہیں اور انھوں نے ایک نئی حکمت کی بنیاد ڈالی ہے۔ یہ تحریک دیوبندی تحریک اور یہ حکمت دیوبندیت ہے۔ بانی ہونا بنیاد ڈالنا اسی وقت صحیح ہوگا جبکہ وہ پہلے سے نہ ہو۔

(۲) اسی وجہ سے دیوبندیت کے ان بانیوں کے بہت بڑے نقیب مولوی زکریا نے ہدایت کی ہے۔ ہمارے اکابر حضرت گنگوہی، حضرت نانوتوی نے۔ جو دین قائم کیا تھا۔ اس کو مضبوطی سے تھام لو۔ اب قائم و رشید پیدا ہونے سے رہے۔ بس ان کی اتباع میں لگ جاؤ۔

(صحبتے با اولیاء ص ۱۲۶)

دین قائم کرنے کا جملہ بتا رہا ہے۔ کہ جو دین ان لوگوں نے قائم کیا وہ پہلے سے قائم نہ تھا جس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ نانوتوی اور گنگوہی صاحبان نے ایک نیا دین قائم کیا اسی لئے گنگوہی صاحب نے فرمایا:

(۳) سن لو! حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے۔ اور بقسم

کہتا ہوں کہ میں کچھ بھی نہیں مگر اس زمانہ میں ہدایت و نجات موقوف ہے  
میرے اتباع پر۔ (مذکرۃ الرشید دوم ص ۱۷)

اخیر میں ہم تمام مسلمانوں کے سامنے مذکورہ بالا حوالجات کی روشنی میں یہ چند سوالات  
کر کے اپنے اصل مقصد کو پیش کرتے ہیں۔

(۱) آخر اسمعیل دہلوی صاحب انگریزوں پر کیوں اتنے زیادہ ہر زبان تھے کہ یہ قوی  
دیا کہ اگر کوئی انگریزوں سے لڑے تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس سے لڑیں۔

(۲) تثلیث پھیلانے کے لئے پورا زور صرف کرنے والے انگریزوں کو تقویت الایمان میں  
کیا بات اپنے مطلب کی ملی کہ انھوں نے سب سے پہلے اسے چھپوایا۔ اور اسکا انگریزی  
ترجمہ بھی شائع کیا؟

(۳) اگر مدرسہ دیوبند انگریزوں کی اعانت اور ایما سے نہیں قائم ہوا تو تعینٹ بہاد  
کے نمائندے نے کیوں اسے یہ سراپا اختیار سندوی کہ یہ مدرسہ موافق سرکار بلکہ  
مدد و معاون سرکار و ہمدردیان سرکار ہے۔

(۴) اگر دیوبندی اکابر انگریزوں کے آلہ کار نہیں تھے تو ان کو اگر انقدر وظائف کیوں  
دیئے جاتے تھے۔ اگر تبلیغی جماعت انگریزوں کا کچھ کام نہیں کرتی تھی تو اسے  
انگریزوں نے کیوں روپے دیئے۔

(۵) اگر دیوبندیت (دیوبندی مناسب) اسلام سے ہٹ کر کوئی اور مذہب نہیں  
تو اس کی بنیاد ڈالنے والے اس کے بانی اس کے قائم کرنے والے نانو تو ہی اور  
گنگوہی صاحبان کیسے ہوئے۔ اور پھر حق گنگوہی صاحب کی زبان میں اور  
ہدایت و نجات ان کی اتباع میں کیوں منحصر ہے؟

ان سوالوں کے جواب صرف یہ ہیں۔ پادریوں کی رپورٹ کے مطابق انگریزوں  
کو وہ افراد مل گئے جو مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی خدمت بحسن و خوبی انجام دینے لگے  
اور اسی مقصد کے لئے دارالعلوم دیوبند قائم ہوا۔ اور وہاں سے مسلمانوں کو لڑانے  
والے سو راپورے ملک میں پھیلتے گئے۔ اور اسی مقصد کے لئے خصوصیت کے تمیز انسان

براہین قاطعہ اور حفظ الایمان لکھی گئیں۔ جس کا نتیجہ ہے کہ آج مسلمانوں کی شاید ہی کوئی ایسی خوش قسمت بستی ہو جہاں اختلاف و نفاق اور جھگڑا لڑائی نہ ہو۔ دیوبند آپس میں لڑنے والوں کا وہ اڈہ ہے کہ جہاں انھیں مقابلے پر اہلسنت نہیں ملتے تو اپنے ہی میں خونخوار درندوں کی طرح لڑتے ہیں جس کی نظیر دارالعلوم کے جشن صد سالہ کے بعد کے لرزہ بر اندام کرنے والے معرکے مسلمانان ہند کے یادداشت میں محفوظ ہیں۔

اب آئیے نانوتوی اور گنگوہی صاحبان نے۔ اپنے طالب علمی کے زمانے میں اپنے طے کر وہ منصوبہ پر۔ کہ ان بڑھوں کو ذرا کھسکنے تو دوپھر ہیں اور تم ہوں گے۔ عمل کرنے کے لئے جو نیا دین بنام دیوبندیت قائم کیا۔ اس کے دستور اساسی۔ تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کا منصفانہ جائزہ لیں۔

تحذیر الناس میں نانوتوی صاحب نے۔ خاتم النبیین کے متواتر قطعی لفظی اجماعی معنی یعنی آخر الانبیاء ہونے کا انکار کر کے صاف صاف لکھ دیا کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یا بعد میں اور کوئی نبی پیدا ہو تو بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے، خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

گنگوہی صاحب نے براہین قاطعہ میں لکھا۔ شیطان کے علم کی وسعت (زیادتی) نص و قرآن و حدیث سے ثابت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسعت (زیادتی) علم کی کوئی نص قطعی نہیں۔ حضور کے لئے وسعت علم ماننا شرک ہے۔ گنگوہی صاحب نے اپنے ایک فتویٰ میں لکھ دیا۔ وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے۔ یعنی خدا جھوٹ بول چکا۔ جس کا ایسا عقیدہ ہو وہ کافر فاسق تو دور ہے اہل سنت و جماعت سے خارج بھی نہیں بلکہ اسے کوئی سخت کلمہ بھی نہیں کہنا چاہئے۔ تھا نوی ضا نے حفظ الایمان میں لکھا۔ کہ حضور ایسا علم تو ہر زید و عمرو و بکر بلکہ ہر صبی و محنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ تکاد السموات یتفطرون و تتشقق الارض و تخرج الجبال هذا۔ قریبی کہ آسمان ٹوٹ پڑیں زمین پھٹ پڑے، پہاڑ ڈھ جائیں۔ اس اجمال کے بعد تفصیل کا مطالعہ کریں۔

# نانوتوی صاحب کی کفری عبارات

مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند اپنی کتاب تحذیر الناس میں لکھتے ہیں :  
 اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ وقت نہ ہو۔  
 سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ  
 انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ  
 تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر  
 صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام  
 مدح قرار نہ دیجئے تو المبتدئ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔  
 مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اسمیں ایک تو  
 خدا کی جانب زیادہ کوئی کا وہم ہے۔

آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت  
 وغیرہ اوصاف میں جنکو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر  
 لہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کے ساتھ صلعم - ص - ۴ وغیرہ مہمل الفاظ لکھا منع  
 ہیں ہمیں یہ حکم ہے کہ اس موقع پر درود شریف لکھیں نہ کہ مہمل الفاظ جنکے کوئی معنی نہیں۔ اسی طرح کچھ  
 لوگ صحابہ کرام کے ناموں کے اوپر رضیاء وغیرہ لکھتے ہیں یہ بھی ممنوع ہے۔ علامہ سید احمد طحاوی حاشیہ  
 در مختار میں فرماتے ہیں یكوه الرمز بالصلوة والترضى بالكتابة بل یکتب کله بحالہ درود  
 اور ترضی لکھنے میں دفر مکر وہ ہے بلکہ یہ پورا کا پورا لکھا جائیگا۔ امام نووی نے شرح مسلم میں فرمایا ومن  
 اعقل هذا حرم خیرا عظیما وفوت فضلا جیسا جو اس سے فاضل ہوا اجر عظیم سے محروم رہا  
 اور بڑے فضل سے۔ لہذا فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۸۷ لہذا فتاویٰ افریقیہ ص ۲۶



کیا اولوں کو ذکر نہ کیا۔

دوسرے رسول اللہ صلعم کی جانب نقصانِ قدر کا احتمال۔ کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں۔ اعبار نہ ہو تو تار یخوں کو دیکھ لیجئے۔

باقی یہ احتمال کہ یہ دینِ آخری دین تھا۔ اس لئے سید باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے۔ جو کل کو جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے۔  
البتہ فی حد ذاتہ قابلِ لحاظ ہے۔

پر جملہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم اور جملہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین میں کیا تناسب تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستردک منہ اور دوسرے کو استرداک قرار دیا۔

اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں اگر سید باب مذکور منظوری تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں موقعے تھے۔  
بلکہ بنائے خاتمت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سید باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے ۴۴۳

## خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین کا انکار

ہم نے تحذیر الناس کی اس موقع کی عبارت پوری تہماہ لفظ بلفظ نقل کر دی۔ ناظرین اسے بغور پڑھیں۔ چونکہ عبارت بہت گنگناک اور پیچیدہ ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ ایک بار پڑھنے سے نہ سمجھ میں آئے تو بار بار پڑھیں اور عربی الفاظ کے ترجمے کسی لغت کی کتاب میں دیکھ لیں۔ ہم نے کوئی تشریح اس لئے نہیں کی کہ ہو سکتا ہے نانو توئی صفا کے کسی نیاز مند کو یہ کہنے کی گنجائش مل جائے چونکہ تحذیر الناس کی عبارت کا مطلب غلط بتایا ہے اس لئے اس کے معنی کفری ہو گئے ہیں۔

نانو توئی صاحب نے اس عبارت میں بڑے شد و مد، زور و شور سے یہ ثابت کیا ہے

کہ۔ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین نہیں۔ اور نہ یہ معنی کسی طرح بن سکتے ہیں۔

خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین ہونے کو انھوں نے سترہ طریقوں سے باطل کیا ہے  
اول۔ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونا، نا سمجھ عوام کا خیال ہے۔ واضح ہو کہ یہاں  
اس عبارت میں۔ عوام۔ کے مقابلے میں اہل فہم ہوتے ہیں۔ جس سے متعین ہے  
کہ عوام سے مراد نا سمجھ لوگ ہیں۔

دوم۔ اسے خیال بتایا۔ عقیدہ نہیں۔ خیال کے معنی وہم، گمان، رائے کے ہیں۔ اب اسکا  
مطلب یہ ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی عقیدہ نہیں جو قطعی یقینی، غیر متزلزل ہوتا  
ہے۔ بلکہ عوام کا لالعام کی رائے ہے۔ جو انھوں نے از خود قائم کر لی ہے۔ ترجمہ و احادیث و  
اقوال سلف سے ثابت نہیں۔

سوم۔ آخری نبی ہونے کو مقام مدح میں یعنی تعریف کے موقع پر ذکر کرنا صحیح نہیں۔ اور  
یہ آیت کریمہ مقام مدح میں ہے۔ اس لئے اس آیت میں خاتم النبیین آخری نبی کے معنی میں  
نہیں۔ اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ آخر الانبیاء ہونے میں کوئی مدح نہیں، کچھ  
فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

چہارم۔ اس آیت کو مقام مدح نہ مانیں۔ اور خاتم النبیین کو اوصاف مدح میں یہ  
نہ مانیں۔ تو خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہونا درست ہو سکتا ہے۔ مگر چونکہ یہ آیت مقام  
مدح ہے اور خاتم النبیین وصف مدح ہے۔ اس لئے اس آیت میں خاتم النبیین کا معنی آخر  
نبی ہونا درست نہیں۔

پنجم۔ اگر خاتم النبیین کے معنی آخری نبی مراد لیں گے تو خدا کے یہودہ گو، لغو گو ہونے کا وہم  
ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آخری نبی ہونا یہودہ، لغو و وصف ہے جس میں کچھ بھی فضیلت نہیں  
نہ بالذات نہ بالعرض۔

ششم۔ آخری نبی ہونا۔ قد و قامت وغیرہ ایسے اوصاف میں ہے جنہیں فضائل میں کچھ  
دخل نہیں۔ اس کا صاف صاف بالکل واضح غیر مبہم یہ معنی ہوا کہ آخر الانبیاء ہونے میں  
کچھ فضیلت نہیں۔ نہ بالذات نہ بالعرض۔

ہفتم :- اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقصان قدر کا احتمال لازم آئے گا یعنی یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ کم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آخری نبی ہونا ناقص و صفا ہے جس میں کچھ فضیلت نہیں۔ نہ بالذات نہ بالعرض۔

ہشتم :- آخری نبی ہونا ایسے ویسے یعنی معمولی درجے کے لوگوں کے اوصاف کی طرح ہو اس کا بھی حاصل یہی ہے کہ آخری نبی ہونے میں کچھ فضیلت نہیں۔ نہ بالذات نہ بالعرض۔ ہنم :- اگر خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین لیں گے۔ تو اس آیت کے پہلے والے جملے اور اس میں تناسب نہ رہیگا۔

دہم :- ایک کا دوسرے پر عطف درست نہ ہوگا۔

یازدہم :- ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو مستدرک بنا کر صحیح نہ ہوگا۔

دوازدہم :- اللہ کے کلام معجز نظام میں بے ربطی بے ارتباطی لازم آئے گی۔

سیزدہم :- نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے اتباع کو روکنے کے لئے۔ اس آیت میں خاتم النبیین نہیں فرمایا گیا، اگر یہ روکنا مقصود ہوتا تو ضرور خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہوتے مگر یہ روکنا اس سے مقصود نہیں۔ اس لئے اس آیت میں خاتم النبیین کے آخر النبیین معنی نہیں۔

چہار دہم :- اس کا یہ موقع نہیں اس کے بیسیوں اور موقع تھے۔

پانچ دہم :- آخری نبی ہونے پر بنا خاتمیت نہیں۔ کسی اور بات پر ہے۔

خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں اس پر نا تو توی صاحب نے ابتداء ہی میں اس کے

مسلل پندرہ دلائل قائم کر دیے ہیں مگر ان جیسے نکتہ رس، وثیقہ آفریں، محقق، مدقق

کا شہب قلم اسی پر قناعت نہیں کرتا بلکہ بڑھ کر اور جولانی دکھاتا ہے صک پر ہے :

سوا سی طور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمائیے

یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی

موصوف بوصف نبوت بالعرض۔ اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے یہ

آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔“

اب بات بالکل صاف ہو گئی، اور اس کا بھی فیصلہ ہو گیا کہ جب خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں، تو آخر اس کے کیا معنی ہیں۔ اور جب یہ بنا، خاتمیت نہیں تو اور کیا ہے۔ نانو تووی صاحب نے اپنی اعلیٰ فیاضی کا ثبوت دیتے ہوئے وہ بھی بتا دیا کہ خاتم النبیین کے معنی نبی بالذات کے ہیں اور بنا، خاتمیت بالذات نبی ہونے پر ہے۔ شائستہ وہم :- مگر اس وقت نانو تووی صاحب کا بجز فیض پوری طغیانی پر ہے۔ تحقیقات و تدقیقات کے موتی پر موتی لٹاتے ہوئے ص ۱۲ پر رقمطراز ہیں:

غرض اختتام اگر باس معنی تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا، بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا ہوتا رہتا ہے۔“

ہم قدم :- اور جب دریائے سخاوت کی موجیں اوزند و تیز ہوئیں تو ص ۲ پر یہ درنا یا اب عطا فرمایا،

”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے“

یہ کل سترہ وجوہ ہوئے جن سے نانو تووی صاحب نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کیا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین نہیں بلکہ نبی بالذات کے ہیں نیز یہ بھی واضح کر دیا کہ نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا کسی طرح لازم بھی نہیں۔ اولاً نانو تووی صاحب جیسا بیدار مغز ماہر مناظر اگر نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا لازم مانتا تو حاکم پر یہ نہیں لکھتا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

ثانیاً۔ نیز ص ۲ پر یہ نہ لکھتا،

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم کوئی نبی پیدا ہو تو، پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔“

ظاہر ہے کہ۔ اگر واقعی خاتمیت ذاتی کو زمانی لازم ہوتی تو حضور کے زمانے میں کسی نبی کے ہونے سے آپ کا خاتم ہونا ختم ہو جاتا۔ اور آپ کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت محمدی رخصت ہو جاتی۔

اس لئے کہ ہر ادنیٰ اسی عقل رکھنے والے پر یہ بات واضح ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا اس بات کے منافی ہے کہ حضور کے عہد مبارک یا بعد میں کوئی نیا نبی کہیں بھی پیدا ہو۔ اور نانو توئی صاحب جب یہ تصریح کر رہے ہیں کہ آپ کے زمانے میں یا آپ کے بعد کسی جدید نبی ہونے کے باوجود آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا۔ آپ کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا، تو ثابت کہ وہ نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا لازم نہیں مانتے۔ اس لئے کہ جو چیز لازم کے منافی ہے وہ ملزوم کے بھی ضرور منافی ہے۔ تو جو خاتمیت زمانی کے منافی وہ خاتمیت ذاتی کے بھی ضرور منافی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضور اقدس کے زمانے میں یا بعد میں کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی ضرور ختم ہو جائے گی۔ اور جب یہ ختم تو اس کا ملزوم خاتمیت ذاتی بھی ختم۔ تو جب صورت مذکورہ میں خاتمیت ذاتی اور زمانی دونوں ختم تو یہ کہنا باطل ہو جاتا ہے کہ۔ آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا۔ خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔

تالیثاً۔ نانو توئی صاحب ابتدائی میں چودہ وجوہ سے یہ ثابت کر آئے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء ہونا باطل ہے اور بطلان لازم بطلان ملزوم کو مستلزم ہے۔ تو اگر ان کے عقیدے کے خلاف کوئی صاحب خاتمیت ذاتی کو زمانی لازم مانتا تو لازم آئیگا کہ خاتمیت ذاتی بھی باطل۔ اب نہ ذاتی رہی نہ زمانی۔

رابعاً۔ نانو توئی صاحب کے نیاز مند ان پر ناسحق کی تہمت رکھتے ہیں، اس کا ہمارا پاس خود نانو توئی صاحب ہوتے۔ تو کیا علاج۔ نانو توئی صاحب نے خود لکھا۔

”ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمانی اور ربی سے عام  
لیجئے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا۔ پر ایک مراد ہو تو شایان شان  
محمدی خاتمیت ربی ہے نہ زمانی۔ تحذیر الناس ص ۵

اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ خاتمیت زمانی یعنی آخرالانبیاء ہونا۔  
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان نہیں۔ اور جب آخرالانبیاء ہونا شایان  
شان نہیں تو اسے لازم ماننے سے کیا فائدہ۔ بلکہ اے لازم آئیگا کہ حضور اقدس صلی اللہ  
علیہ وسلم کے شایان شان جو وصف نہیں اسے حضور کے لئے ثابت مانا۔ کیا اس میں خود  
بقول نانوتوی صاحب نقصان قدر کا احتمال اور اللہ عزوجل کی طرف یہ ہوا کہ بگو اس  
کا تو ہم نہیں۔ نیز اخیر کے اس جملے نے خاتمیت زمانی کا بالکل صفایا کر دیا کہ جب یہ  
شایان شان نہیں تو خاتمیت کو مطلق مانیں، خواہ اس میں عموم مجاز کا قول کریں۔ یہ  
جب شایان شان نہیں تو کسی طور سے مانیں۔ لغو اور بے فائدہ ہوگا۔ نیز اسی سے یہ بھی  
معلوم ہوا کہ ص ۳ پر بالذات کی قید صرف و اشتہ بکار آید کے طور پر ہے ورنہ یہ قید لغو ہے  
”شایان شان محمدی نہیں“ کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کچھ فضیلت نہیں۔ نہ بالذات نہ  
بالعرض۔

ثابت ہو گیا کہ نانوتوی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ جو تحذیر الناس کی ان عبارت  
سے ظاہر ہے۔ کہ خاتم النبیین کے معنی آخرالانبیاء نہیں۔ صرف نبی بالذات کے ہیں  
جسے آخرالانبیاء ہونا لازم بھی نہیں۔ اسی وجہ سے انھوں نے ص ۱۱، ص ۲ پر صاف لکھا  
بلا کسی ابہام کے لکھ دیا کہ۔

”اگر حضور کے زمانے میں کوئی اور نبی پیدا ہو جائے تو بھی آپ کا خاتم ہونا  
بدستور باقی رہتا ہے۔ بلکہ اگر بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے  
تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔“

## خاتم النبیین کا معنی و آخر الانبیاء ہے

اب جبکہ آپ نانو تو ہی صاحب کا عقیدہ معلوم کر چکے تو آئیے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور پوری امت کا قطعی یقینی، اجماعی عقیدہ ملاحظہ فرمائیے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اور تمام صحابہ کرام نے بلکہ پوری امت نے "خاتم النبیین" کا معنی صرف آخر الانبیاء بتایا۔ وہ بھی اس قید کیسیاتھ کہ اس میں نہ تو کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی۔ اگر کوئی کسی قسم کی تاویل یا کوئی تخصیص کرے تو کاؤ ہے۔ جس پر احادیث کریمہ اور ارشادات سلف و خلف نص جلی ہیں جسے اس کی لاء دیکھنی ہو وہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ "جزاء اللہ" بابائہ ختم النبوة" کا مطالعہ کرے جس میں ۱۳۱ احادیث اور ۳۰۰ ارشادات علماء یہ ثابت فرمایا ہے۔

کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ایسا قطعی یقینی معلوم و مشہور ہے کہ علماء تو علماء عوام بھی یہی جانتے ہیں۔ عوام سے لکھی پوچھو کہ خاتم النبیین کے معنی کیا ہیں تو وہ بھی بلا توقف بتاویں گے کہ "آخری نبی" اسی وجہ سے یہ ضروریات دین سے ہے۔

(۱) امام قاضی عیاض نے فرماتے ہیں:

لانه اخبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
انه خاتم النبیین لابنی بعدہ و  
اخبر عن اللہ تعالیٰ انه خاتم النبیین  
وانه ارسل كافة للناس - اجمعت  
الامة علی حمل هذا الکلام علی  
ظاہره وان مفہومہ المراد بہ  
دون تاویل ولا تخصیص ولا شک  
بی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ دو خاتم النبیین  
ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ خبر دی کہ  
اللہ عزوجل نے انھیں خاتم النبیین بنایا اور پورا  
مخلوق کا رسول بنایا۔ تمام امت کا اس پر اجماع  
ہے کہ یہ کلام (خاتم النبیین) اپنے ظاہر معنی پر  
محمول ہے اور اس کا جو مفہوم ہے یعنی آخری  
نبی ہونا۔ یہی مراد ہے جس میں نہ کوئی تاویل ہے

تخصیص ہے۔ تو مذکورہ بالا لوگوں کے کافر ہونے میں ہرگز ہرگز کوئی شک نہیں

شفاق اس عبارت کو محمد شفیق صاحب مفتی دیوبند نے بھی اپنی کتاب ختم النبوة فی الآثار میں قاریانہوں کے خلاف بطور سند ذکر کیا ہے۔

(۲) حجة الاسلام امام غزالی کتاب الاقتصاد میں فرماتے ہیں:

اس میں شک نہیں کہ امت نے "خاتم النبیین" سے یہ سمجھا ہے کہ اسکا مہلوم یہ ہے کہ حضور کے بعد کبھی بھی نہ کوئی نبی ہوگا نہ رسول نیز یہ کہ انھیں نہ تو کوئی تاویل ہے نہ کوئی تخصیص مگر کوئی اس میں تاویل و تخصیص کرے تو وہ ہزیان کی قسم سے ہے اور اسے کافر کہنے سے کوئی مانع نہیں کیونکہ وہ قرآن کی اس نص کو جھٹلا رہا ہے جس کے بارے میں امت نے اجماع کیا ہے کہ نہ اس میں تاویل ہے نہ تخصیص۔

(۳) علامہ عبد الغنی نابلسی شرح الفوائد میں لکھتے ہیں:

یعنی فلاسفہ کا یہ قول کہ نبوت کسب سے مل سکتی ہے ایسا کھلا ہوا فاسد ہے جو محتاج بیان نہیں کیسے فاسد نہیں ہوگا جبکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضور کے بعد کسی نبی کا ہونا جائز ہے۔ اور اسے قرآن کے تفسیر بل لازم ہے اس لئے کہ قرآن نے اس پر نافرمانی ہے کہ حضور خاتم النبیین اور آخر المرسلین ہیں اور حدیث میں ہے کہ میں سب میں پہلا تھا

ثابت ہوا لہذا لطوایف کلمہ قطعاً

ان الامة فمقتد من بعد الفلقا انه

انہو عبدہ بنی بعدہ انتہ انتم انتم رسول بعدہ ابد او انه لیس فیہ تاویل ولا تخصیص ومن اولہ تخصیص کلامہ من انواع الہدیان لا ینع بتکفیرہ لانه مکذب بہذا النص الذی اجمعت الامة علی انه غیر مؤول ولا مخصوص۔

فساد مذہبہم غنی عن البیان

بمشاهدة العیان کیف وهو یؤدی الی تجویز بنی مع نبینا صلی اللہ علیہ وسلم او بعدہ وذلك یتلذذ تکذیب القرآن اذ قد نص علی انه خاتم النبیین و آخر المرسلین و فی السنۃ انا العاقب ولا نبی بعدی واجمعت الامة علی ابقاء هذا الکلام علی



ظاہرہ و ہذا احدی المسائل  
المشہورۃ کفرنا بہا الفلاسفۃ  
لعنہم اللہ تعالیٰ

ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور امت نے  
اس پر اجماع کیا ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر معنی پر  
باقی ہے اور یہ ان مسائل میں سے ایک ہے  
جس کی بنا پر ہم نے فلاسفہ کو کافر کہا ہے۔ اللہ  
ان پر لعنت فرمائے۔

(۱) ناظرین! غور کریں۔ ان تینوں عبارتوں سے ظاہر ہو گیا کہ پوری امت کا اس پر قطعی  
یقینی اجماع ہے کہ خاتم النبیین اور لابنی بعدی کے معنی صرف یہ ہیں کہ  
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی، آخری رسول ہیں۔ حضور کے  
زمانے میں یا حضور کے بعد کسی نبی ہونے کو جائز جاننے والا کافر ہے۔ خواہ وہ نبی  
بالعرض مانے یا ظلی بروزی بہر حال کافر ہے۔

(۲) حضور کے زمانے میں یا حضور کے بعد کوئی نبی جائز ماننا خاتمیت محمدی کے  
منافی ہے۔ اس کے معارض ہے۔ قرآن کی تکذیب ہے۔

(۳) لہذا یہ کہنا کہ اگر حضور کے زمانے میں یا حضور کے بعد کوئی اور نبی پیدا ہو تو آپ کا  
خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا قرآن کی تکذیب  
ہونے کی وجہ سے کفر ہے اور ایسا کہنے والا کافر۔

(۴) ان عبارتوں نے بتایا کہ امت کا اس پر بھی اجماع ہے کہ اسمیں نہ کسی تاویل کی گنجائش  
ہے نہ کسی تخصیص کی بلکہ کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کرنے والا کافر ہے۔ اسلئے  
یہ کہنا کہ خاتم النبیین کے معنی۔ نبی بالذات کے ہیں ضرور کفر اور ایسا کہنے والا  
ضرور کافر۔

## اس عبارت پر شرعی مواخذے

نانو تو ہی صاحب نے دیدہ و دانستہ بالقصد والادادہ تحدیر ان کی ان عبارتوں  
میں مندرجہ ذیل قطعی یقینی ایسے کفریات کا اذکار کیا جس میں کسی قسم کے شک کی ذرہ

برابر گنجائش نہیں۔ نہ تاویل قریب کی گنجائش ہے نہ تاویل بعید کی

(۱) قرآن مجید کے ارشاد "خاتم النبیین" کے معنی سب میں پھیلانے، آخری نبی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے، صحابہ کرام نے بتائے، پوری امت نے بتائے اور اس پر پوری امت نے قطعی یقینی اجماع کر لیا کہ نہ خاتم النبیین کے عروج یہی معنی ہیں وہ بھی اس تشریح کے ساتھ کہ اس میں کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کی ذرہ برابر گنجائش نہیں۔ اس کو نانو توی صاحب نے "عوام بمعنی ناسمجھ کا کا خیال بتایا۔"

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نافرہم عوام میں داخل کیا نیز صحابہ کرام اور پوری امت کو بھی۔

(۳) اس اعلیٰ درجے کے وصف مدح کو مقام مدح میں ذکر کے قابل ہونے سے انکار کیا اور اسے وصف مدح ماننے سے بھی انکار کیا۔

(۴) اسے زیادہ گونہ نہ ہی بہودہ گوئی، نغو گوئی کہا۔

(۵) اسے فضیلت سے بالکل خالی کہا۔

(۶) اسے ایسے دیسے گئے گزرے لوگوں کے احوال میں داخل کیا۔

(۷) اسے اللہ عزوجل کے کلام معجز نظام کے منافی کہا۔

(۸) اسے قرآن کے تناسب و ارتباط میں محل مان کر کہا۔ اس سے قرآن میں بے ربطی،

بے ارتباطی لازم آئے گی۔ نہ عطف و دست ہو گا نہ استدراک۔

(۹) اسے جھوٹے مدعیان نبوت کے جھوٹے دعویٰ نبوت کے سدباب کیلئے نہیں مانا۔ اس آیت مبارکہ کو اس کا موقع نہیں مانا۔

(۱۰) اسے بنا رخائیت ماننے سے انکار کیا۔ بنا رخائیت دوسری بات کو کہا۔

(۱۱) خاتم النبیین کے معنی اپنے جی سے یہ گڑھا کہ۔ آپ موصوف بوصف نبوت بالذات

ہیں اور سوائے آپ کے اور انبیاء موصوف بوصف نبوت بالعرض

(۱۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں جدید نبی پیدا ہونے کو خائیت

محمدی کے منافق نہ جانا۔

(۱۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی اہل ید نبی کے پیدا ہونے کو خاتمیت

محمدی کے معارض نہیں مانا۔

ناظرین سے سوال ہے۔ کیا اتنے کفریات کے ارتکاب کے باوجود بھی تحذیر الٹا  
کے مصنف نانوتوی صاحب مسلمان ہی رہے۔ اس کا فیصلہ آپ حضرات پر چھوڑتا ہوں۔

## شبہات اور ان کے جوابات

نانوتوی صاحب کے نیاز مندوں نے تحذیر الناس کی ان عبارات کی توجیہ میں  
ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے وقفے وقفے کے بدستاستا کر، دم بے بے کران کے کفر  
کو اٹھانے کی کوشش کی ہے مگر قریب قریب ایک صدی کی اٹھک کوششوں کے باوجود  
کوئی صاحب اس کی کوئی ایسی توجیہ نہ کر سکے جو ان عباراتوں کے کفریات کو اٹھا سکے۔  
توجیہ کے نام سے جو بھی کہا گیا وہ ان عباراتوں کی توجیہ نہیں۔ تحویل و تبدیل ہے تحریف  
ہے، اب ہم ان توجیہات کو پیش کر کے فیصلہ خود ناظرین کے حوالے کرتے ہیں۔

اول ص ۳۶ پر نانوتوی صاحب نے جو کچھ لکھا وہ اس بنیاد پر ہے کہ خاتم النبیین  
کے معنی صرف آخر الانبیاء لئے جائیں اور اگر آخر الانبیاء کے ساتھ ساتھ نبی بالذات بھی  
لئے جائیں تو وہ ایرادات نہیں۔ نانوتوی صاحب کے ارادت مندوں سے کچھ کہنا بیگاری ہے  
وہ تو سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے ان کے کلام کو تبدیل کر رہے ہیں البتہ ناظرین تو عہد کے  
ساتھ نہیں۔

اولاً قابل غور یہ بات ہے کہ نانوتوی صاحب نے ص ۳۶ پر آخری نبی ہونے کو  
اوصاف مدح سے نہیں جانا، عاف عاف لکھا

”ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو متقا

مدح قرار نہ دیکھے تو البتہ خاتمیت باعتبار آخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔“

نانوتوی صاحب کی اس تحقیق کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ خاتمیت زمانی اور نہ

مدح میں قطعاً نہیں آگے اور واضح کر دیا ہے۔

”خاتمت زمانی اور قدومت، شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جنہیں فضائل میں کچھ دخل نہیں، کوئی فرق نہیں۔ اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ خاتمت زمانی میں کوئی فضیلت نہیں۔

اب مذکورہ بالا توجیہ کے مطابق جب خاتم النبیین سے نبی بالذات ہونا مراد ہو اور آخر الانبیاء ہونا اسے لازم مان لیں تو آخر الانبیاء ہونا فضل و کمال اور اوصاف مدح میں سے کس طرح ہو جائیگا۔ یہ وہ لاینحل گتھی ہے جسے آج تک کوئی صاحب حل نہیں کر سکے اور نہ قیامت تک حل کر پائیں گے۔ اسی پر بس نہیں۔ اس کو بھی کوئی صاحب واضح کر دیں کہ خاتمت زمانی کو خاتمت ذاتی کے لئے لازم مان لینے سے وہ سولہ ایرادات کیسے اٹھ جائیں گے۔

ثانیاً۔ انو تو ی صاحب تو صاف صاف کہیں کہ یہ اس کا موقع نہیں۔ اسکے بیسہوں اور موقعے ہیں۔

ثالثاً۔ وہ انتہائی وضاحت سے لکھیں۔ ”بلکہ بنا بر خاتمت اور بات پر ہے۔“ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ خاتمت زمانی پر نہیں۔

رابعاً۔ اس بنا کو دو نہایت صفائی سے بیان کریں۔

”سوا سی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاتمت کو تصور فرمائیے کہ آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض“

اب یہ انو تو ی صاحب پر سراسر بہتان اور افتراء نہیں تو اور کیا ہے کہ وہ خاتم النبیین سے ختم زمانی اور ذاتی دونوں مراد لیتے ہیں۔ کسی مصنف کے سر بہتان باندھنا، اس کے قول کی تاویل یا توجیہ ہے یا تحریف و تبدیل۔

خامساً۔ اگر انو تو ی صاحب کے نیاز مند یہ کہیں کہ ہماری توجیہ کا مطلب یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی اپنی بالذات کے ہیں اور آخر الانبیاء اسے لازم ہے، تو عرض سے

کہ گزر چکا۔ پھر ص ۱۳ کی اس عبارت کی چوں کسی طرح نہیں سمجھتی۔ کہ لکھا  
 ” بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی بنی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا  
 بدستور باقی رہتا ہے“

اور اسی طرح ص ۲۸ کی اس عبارت کی بھی۔ کہ لکھا  
 ” اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم کوئی بنی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی  
 میں کچھ فرق نہ آئیگا“

کیا یہ اہل بدیہیات سے نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یا بعد میں  
 کسی بنی کا ہونا آخر الابدی ہونے کو باطل کر دیگا۔

سادتاً۔ اس لزوم کے بطلان کو ابتداء میں ص ۵۸ پر چار طریقے سے باطل کیا جا چکا ہے  
 اس میں ایک یہ بھی ہے کہ۔ پھر خاتمیت ذاتی بھی رخصت ہو جائے گی۔ مزید ایک اور  
 وجہ بھی سنئے۔ نانوتوی صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ نبوت کی طرح ایمان سے بھی حضور اقدس  
 صلی اللہ علیہ وسلم متصف بالذات ہیں۔ تحذیر الناس ص ۱۱۰۔ اب اگر یہ صحیح تسلیم کر لیا جائے  
 کہ اتصاف ذاتی کے لئے تاخر زمانی لازم ہے تو لازم آئے گا کہ جب طرح حضور اقدس صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے بعد کوئی بنی نہیں آئیگا۔ اسی طرح حضور کے بعد یا حضور کے زمانے میں کوئی  
 مومن ہی نہ ہو حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی مومن تھے  
 اور بعد میں بھی ہوئے، اور اب بھی ہیں تو ثابت کہ اتصاف ذاتی کے لئے تاخر زمانی  
 کے لزوم کا قول سراسر باطل۔

سابعاً۔ شفا شریف، الاقتصاد، اور شرح الفوائد کی عبارتیں گزریں جنہیں تصریح ہو  
 کہ۔ پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ خاتم النبیین۔ کے معنی صرف آخر الابدی ہوں اور  
 یہی مراد ہے۔ جو اس میں تاویل کرے یا تخصیص کرے یا دوسرا معنی بتائے وہ کافر ہے۔  
 جب آپ لوگوں کا دعویٰ یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی بنی بالذات ہے تو بتائیے کہ  
 ان ارشادات کی روشنی میں نانوتوی صاحب کیا ہوئے؟  
 نانوتوی صاحب کے کچھ نیاز مندوں نے کہا کہ

” حضرت مولانا نانوتوی مرحوم اور بعض دوسرے محققین کی تحقیق یہ ہے کہ  
اور ایک بہت بڑے کفش بردار نے لکھا  
” عام مفسرین اس صفت کے ہیں کہ مراد خاتمیت سے فقط خاتمیت زمانی ہے۔“  
(الشہاب، شاقب ص ۷)

اب ہمارے یہ سواں پختہ رس سے ہے کہ وہ محققین اور خواص مفسرین کون ہیں جنہوں نے  
یہ لکھا ہے کہ خاتمیت سے زمانی اور ذاتی پارٹی سب مراد ہیں۔ مگر آج تک کوئی نہ بتا سکا۔  
نہ نیامت تک بتا سکتا ہے اور نہ ہیگا کیسے۔ خود نانوتوی صاحب اسی تحذیر اناس  
کے ص ۲۶ پر اقرار کر چکے۔

” اگر بوجہ ہم استغاثی بڑوں کا ہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا  
نکتنان آگیا اور کسی نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہدی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان  
ہو گیا؟“ گاہ باشد کہ کو دک ناواں  
بغلفہ بر ہدف مذتیرے  
یہ نانوتوی صاحب پر گناہ ظلم ہے کہ وہ تو اسے اپنی ایجاد تائیں اور آپ انکے نیاز مند  
کفش بردار ہوتے ہوئے کہیں نہیں یہ پہلے کے بھی محققین کی تحقیق ہے۔  
کبھی ہوتا ہے نا سمجھ بچہ  
غلطی سے نشانے پر تیر مار دیتا ہے

## حسام اکرمین

حسام اکرمین میں تحذیر اناس کی اس طول طویل عبارت کے اختصار کا عربی ترجمہ  
کیا گیا تھا۔

اور فرض فی زمنہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم بل لو حدث بعدہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی  
جدیداً لم یخجل ذالک بجماعتہا  
وانما یتخیل العوام انہ صلی اللہ  
اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور  
کوئی بنی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا  
بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد  
زمانہ نبوی بھی کوئی بنی پیدا ہو تو بھی خاتمیت  
محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ عوام کے خیال

میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا باہم معنی ہے کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

تقالي عليه وسلم خاتم النبيين بمعنى  
اخرا النبيين مع انه لا فضل فيه  
اصلا عند اهل الفهم -

اس پر نانو تو ہی صاحب کے ایک کفش بردار بہت غضبناک ہوئے اور انتہائی غصے میں باپ دادا کی موروثی شرافت کا کل خزانہ خالی کر کے اسے دجل فریب اور اسکے جملہ مرادفات سے تعبیر کیا ہے۔ اس غیظ و غضب کی وجہ تین باتیں لکھی ہیں:

اول ص ۱۲ اور ص ۲۸ کی عبارت پہلے لکھیں اور ص ۳ کی بعد میں۔  
دوم ص ۱۲ اور ص ۲۸ کی عبارتوں کو آپس میں اس طرح خلط کر دیا ہے کہ ایک معلوم ہو رہی ہیں۔ بیچ میں ڈیڑھا تک نہیں لگایا۔  
سوم۔ تحذیر الناس میں تھا۔ بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ بالذات حذف کر کے یہ لکھ دیا۔ کچھ فضیلت نہیں۔

بندہ نواز غصہ تھوکتے۔ حقائق کا سامنا کیجئے۔ یہ تینوں عبارتیں تین  
**اول کا جواب** | مستقل کفر ہیں۔ ان کو علیحدہ علیحدہ لکھو تو کفر۔ کتاب کی ترتیب سے  
لکھو تو کفر اور ترتیب بدل کر لکھو تو کفر۔ یہ کہنا کہ  
”اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپکا  
خاتم ہونا بدستور رہتا ہے“

مستقل کفر ہے کیونکہ یہ بھی حضور اتمہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الایام ہونے کا انکار ہے  
اور یہ کہنا کہ۔

”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں  
کچھ فرق نہ آئیگا۔“

مستقل کفر کیونکہ یہ بھی آخر الایام ہونے کا انکار ہے  
اور یہ کہنا کہ

”عوام کے خیال میں آپ کا خاتم النبیین ہونا بمعنی آخر النبیین ہے۔ حالانکہ

اہل فہم کے نزدیک اس میں کچھ فضیلت نہیں۔“

یہ بھی مستقل کفر کیونکہ خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین ہونا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ درجے کے ان فضائل میں سے ہے۔ جن میں اور کوئی حضور کا شریک نہیں اور اللہ عزوجل نے اسے مقام مدح میں ذکر فرمایا۔ اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے کمالات میں بیان فرمایا۔ پوری امت عہد صحابہ سے لے کر آج تک اسے اعلیٰ درجے کی فضیلت جانتا اور مانتی ہے اور مدح کے طور پر ذکر کرتی ہے۔ چند مستقل چیزوں کی ترتیب کے بدلنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مثلاً نانو تو ہی صاحب کے نیاز مند ولید نے کہا

”عوام کا خیال ہے کہ اللہ عزوجل کے واحد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ

اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ اس میں کوئی

فضیلت نہیں۔ فضیلت یہ ہے کہ وہ معبود بالذات ہو۔“

اس معنی کے لحاظ سے اگر اللہ کے علاوہ چند اور معبود مان لئے جائیں تو اللہ کی وحدانیت میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ اس پر ایک مسلمان نے کہا۔ اے ولید تو کا فر مرتد ہو گیا۔ تو بہ کر کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو۔ ولید نہیں مانا۔ تو اس مسلمان نے استفتاء مرتب کیا۔ ولید نے یہ کہا ہے اگر اللہ کے علاوہ چند اور معبود مان لئے جائیں تو اللہ کی وحدانیت میں کچھ فرق نہ آئیگا وہ معبود بالذات ہے۔ یہ عوام کا خیال ہے کہ اللہ کے واحد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ اس میں کوئی فضیلت نہیں۔ ہر انصاف پسند بتائے، کیا یہ دجل ہے؟ فریب ہے؟ اس کو دجل و فریب وہی لکھے گا جو خود دجال فریب کا راہ ہوگا۔

نزاع ختم کرنے کے لئے کوئی صاحب ہمارے اس سوال کا جواب دیدیں۔

(۱) حسام الحرمین میں جو ترتیب مذکور ہے۔ اس میں اور تخریر الناس میں جو ترتیب ہے

اس سے معنی میں، مفہوم میں کیا فرق پڑا؟



(۲) حاسم الحرمین میں تحذیر الناس کا جو ترجمہ درج ہے وہ کفر ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر شکایت کا کیا حاصل کہ ترتیب بدل دی۔ اور اگر کفر ہے تو اقرار کر لیجئے۔ پھر قدرت خداوندی کا کرشمہ دیکھئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دو مختلف جگہ کی ایسی عبارتوں کو جن کے دوم کا جواب | معنی مختلف ہوں اس طرح ایک کرنا کہ معنی بدل جائیں ضرور وجہ ہے فریب ہے۔ مثلاً دو آیتیں ہیں

ان الامرار لفی نعیم ۵ وان الفجار لفی جحیم ۵ ان میں لفظی نعیم حذف کر کے پڑھا جائے تو صریح کفر ہے۔ کیونکہ پہلے معنی یہ تھے۔ بیشک نیک لوگ نعمت میں ہیں اور بیشک بدکار جہنم میں ہیں۔ اور اب معنی یہ ہوئے۔ بیشک نیک اور بد جہنم میں ہیں۔ لیکن اگر دو مختلف جگہ کی عبارتوں کو اس طرح کچھ حذف کر کے ملا دیا جائے کہ معنی میں کچھ تفاوت نہ ہو تو نہ وجہ ہے نہ فریب۔ بلکہ لمبی عبارت کے مختصر کرنے کا یہی طریقہ ہے مثلاً سورہ حج میں فرمایا۔ فالذین آمنوا و عملوا الصالحات فی جنات النعیم<sup>(۵)</sup> تو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ نعمت والے باغوں میں رہیں گے۔ اور سورہ ملک یہ ہے۔

ان الذین یحشون ربہم بالغیب اور جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے  
لہم مغفرة واجر کبیر (۱۲) ہیں انکے لئے مغفرت اور بھاری اجر ہے۔  
اب کوئی یہ کہتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے جو لوگ مومن اور صالح ہیں اور جو لوگ اللہ عزوجل سے ڈرتے رہتے ہیں ان سب کیلئے بخشش اور بھاری اجر ہے۔ تو کیا یہ کلمہ کفر ہے، ہرگز نہیں۔ کون دیندار اسے کلمہ کفر کہہ سکتا ہے۔ حالانکہ یہاں بھی بقول آپ کے پہلے کا مسند الیہ حذف کر کے صرف دوسری آیت کا مسند الیہ ذکر کیا گیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ قرآن مجید میں بالقصد اس قسم کی تبدیلی، تحریف لفظی ہے جو کفر ہے۔ مگر تحریف لفظی ہونا اور قرآن مجید میں اس کے بالقصد ارتکاب کا کفر ہونا اور بات ہے۔ اور مضمون کا کفر ہونا اور بات ہے۔ کیا تحذیر الناس بھی قرآن کی طرح منزل من اللہ ہے؟ کہ اسمیں بھی معنی باقی

رکھتے ہوئے لفظ کو بدلنا کفر ہے۔ چلئے اپنی بول چال کی مثال لے لیجئے۔  
 ولید نے کہا اگر اللہ عزوجل کے علاوہ ہزاروں معبود ہوں تو بھی اللہ کا وعدہ لا  
 شریک رہنا باقی رہتا ہے۔ اور اگر لات و ہیل، رام و کرشن خدا ہوں تو بھی وحدانیت  
 الہیہ میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ ولید کے ان دونوں شرکیہ اقوال کی حکایت عمر و نے یوں کی۔  
 ولید کہتا ہے۔ اگر اللہ کے علاوہ ہزاروں معبود ہوں۔ لات و ہیل، رام و کرشن خدا ہوں  
 تو بھی وحدانیت الہیہ میں کوئی فرق نہیں آئیگا، تو کون ایمان دار خدا ترس ہے جو اسے  
 خیانت، فریب اور دجل کہیگا۔

سیدھی بات ہے کہ جب دونوں جملوں میں بقول آپ کے مسند الیہ معنی متحد ہیں  
 صرف الفاظ بدلے ہوئے ہیں تو صرف ایک مسند الیہ کو ذکر کرنا نہ خیانت ہے نہ فریب  
 ہے۔ اس فرق کو آپ بھی بخوبی جانتے ہیں مگر تحذیر الناس کے کفری مضمون سے عوام کا  
 ذہن ہٹانے کے لئے بالقصد آپ نے یہ سب لکھا ہے۔

حسام الحرمین میں پہلی صورت نہیں دوسری ہے۔ اس لئے اسے دجل فریب کہنا  
 خود دجل فریب ہے۔ ناظرین ص ۱۴ اور ص ۲۵ کی عبارتوں کو بار بار پڑھ چکے ہیں پھر ایک  
 نظر ڈالیں ص ۱۴ کی عبارت یہ ہے

” بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی بنی ہو تو جب بھی آپ کا خاتم ہونا  
 بدستور باقی رہتا ہے۔“

اور ص ۲۵ کی عبارت یہ ہے

” اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی بنی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ  
 فرق نہ آئے گا۔“

حسام الحرمین میں دونوں صفحات کی ابتدائی عبارت کا خلاصہ بعینہ ہے۔ اور نہ اس پر

لہ تحذیر الناس ص ۱۴ اور ص ۲۵ دونوں کی عبارتیں جلد شرطیہ ہیں۔ ص ۱۴ پر جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا  
 ہے۔ اور ص ۲۵ پر پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ جزا ہے مگر سنبھلی صاحب نے اسے مسند الیہ بتایا ہے مگر اسکی  
 اس گرامی قدر شخصیت سے کیا شکایت جو بریلی کے مناظر میں تعلق بالماں کو تالیق بالماں لکھ چکا ہو۔

نانوتوی صاحب کے کسی نیاز مند کو اعتراض ہے البتہ تحذیر الناس کے بعد کے حصے کے الفاظ بدلے ہوئے ہیں مگر معنی دونوں کے ایک ہیں

۱۲ پر ہے۔ "آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے"

اور ۱۳ پر ہے۔ "خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔" یہ دونوں ہم معنی ہیں۔ اب خواہ یہ کہو کہ آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ خواہ یہ کہو۔ خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ مفہوم اور مطلب میں کوئی فرق نہیں۔ پھر اختصار کے لئے دو ہم معنی عبادتوں میں ایک کو ذکر کر دیا تو اس میں کیا نقص ہے۔

اس کو یوں ذہن نشین کیجئے کسی مجلس میں زید اور عمر و اخیر تک شریک رہے۔ پھر نے اس کو یوں بیان کیا۔ اس مجلس میں زید موجود رہا۔ اور عمر و بھی شریک رہا۔ پھر سے سنکر خالد نے کہیں یوں کہا۔ اس مجلس میں زید اور عمر و دونوں شریک رہے۔ بولئے کیا فرق پڑا کیا تحریف ہوئی۔ کیا تبدیلی ہوئی۔ کہ دجل و فریب ہو گیا۔

اس کو علی رنگ میں یوں سمجھئے۔ دو مختلف شرطوں کی جسز اگر متضاد ہوں جب تو ضروری ہے کہ ہر شرط کیساتھ اس کی جزا کو ذکر کیا جائے۔ ایک شرط کو حذف کر کے دوسری اس کی متضاد شرط کو دونوں کی جزا قرار دینا ضرور تحریف ہے۔ لیکن اگر دو مختلف شرطوں کی جسز اہم معنی ہوں تو اختصار کے موقع پر ان دونوں جزا میں سے صرف ایک کو ذکر کرنا نہ دجل ہے نہ فریب ہے، بلکہ اختصار کا الہی طریقہ ہے۔ یہی حسام الحرمین میں ہوا ہے۔ یہاں دونوں جسز۔ "آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے" اور خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا" ہم معنی ہیں۔ اگر اختصار کے لئے صرف دوسری ذکر کی اور پہلی چھوڑ دی تو نہ معنی میں تبدیلی ہوئی اور نہ کوئی دجل ہوا نہ فریب۔

اگر اب بھی نانوتوی صاحب کے نیاز مندوں کو اطمینان نہ ہو تو نوٹ کر س۔ تحذیر الناس

۱۲ پر جانشین ہے

"یعنی اگر بالفرض آپ کے زمانے میں یا بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی فرض کیا جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں فرق نہ آئیگا۔"

وہی بزرگ جو "حسام الحرمین" کے اختصار کو دیدہ دلیری، جلسازی کہہ رہے ہیں۔ خود اسی دیدہ دلیری اور جلسازی کا اذکار اسی رسالے میں کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو کہ یہ ایسی خاتمیت ہے کہ اگر فرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کو آتی ہو تب بھی آپ کی اس خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ (فیصل کن مناظرہ ص ۲۹)

ناظرین انصاف کریں۔ تحذیر الناس کے حاشیے اور آنجناب کی عبارتیں۔ حسام الحرمین نقل کردہ عبارت کی کاپی ٹوکاپی ہے۔ ان دونوں عبارتوں میں بھی ص ۱۲ اور ص ۲ کے پہلے فقروں کو توڑ پھوڑ کر ایک ہی فقرہ بنا ڈالا گیا ہے۔ اس طرح کہ پہلے فقرے کا مسند الیہ حذف کیا اور دوسرے ہی کے مسند الیہ کو پہلے کا بھی مسند الیہ بنا دیا۔ جس کے بعد کسی کو وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ مختلف جگہ کی عبارتیں ہیں۔

اگر بقول آپ کے حسام الحرمین میں دیدہ دلیری، جلسازی کی انتہا ہے۔ تو پھر تحذیر الناس کے حاشیے میں اور خود آپ نے بھی دیدہ دلیری اور جلسازی کی انتہا کر دی ہے۔

یہ کیا ہے۔ آپ کا شروع میں۔ یہ ایسی خاتمیت ہے۔ کا۔ اور پچ میں۔ اس۔ کا اضافہ تو اس سے کیا فائدہ۔ جب آپ کے خیال میں ص ۱۲ اور ص ۲ کی عبارتوں کے مسند کو اکٹھا کر کے صرف ص ۲ کے مسند الیہ کو دونوں کا مسند الیہ قرار دینا توڑ پھوڑ ہے تو وہ اب بھی موجود ہے۔ اس اضافے سے توڑ پھوڑ ختم ہوئی یا اور بڑھ گئی۔

تیسری وجہ | تیسرا یہ اعتراض ہے کہ تحذیر الناس ص ۲ کی عبارت اس طرح تھی۔  
"مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں"

مگر حسام الحرمین میں اس کا عربی ترجمہ یوں کیا گیا ہے "لا فضل فیہ اصلاً، اس میں کچھ فضیلت نہیں" ظاہر ہے کہ بلذات فضیلت کی نفی سے بالکلیہ فضیلت کی نفی نہیں ہوتی بلکہ بالعرض فضیلت کا اثبات ہوتا ہے۔ اس پر یہ صاحب بہت خفا ہیں۔ اسے نہایت

لہ یہ سارے کلمات طبیب جناب منظور سنبھلی صاحب کے ہیں جو انھوں نے مجدد اعظم علی حضرت قدس سرہ کیلئے استعمال کیے ہیں

افسوسناک خیانت قرار دیا ہے۔

اس پر گزارش ہے کہ یہ آپ کی غایت درجہ کی مہربانی ہے کہ آپ نے  
حسام الحرمین کی اس عبارت کو تحذیر الناس کی مذکورہ بالا عبارت کا

جواب

ترجمہ قرار دیا ہے، حالانکہ واقعہ یہ نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ

حسام الحرمین میں تحذیر الناس کی طولی طویل عبارت کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ لفظی  
ترجمہ نہیں ہے۔ ہم نے ابتداء میں تحذیر الناس کی پوری عبارت نقل کر دی ہے۔ ناظرین اسے  
دوبارہ پڑھ لیں۔ تحذیر الناس میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد ہو۔

”پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کہنا کیونکر صحیح  
ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس  
مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو  
سکتی ہے ص ۳“

اگر واقعی نالوتوی صاحب کے عقیدے کے مطابق آخری نبی ہونے میں کچھ بھی فضیلت  
ہوتی۔ بالذات نہ سہی بالعرض تو ان کا یہ کہنا کیسے صحیح ہوتا۔ کہ پھر مقام مدح میں خاتم النبیین  
کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مقام مدح میں جیسے وہ اوصاف ذکر کئے جاتے ہیں جو  
بالذات فضیلت ہیں۔ اسی طرح وہ اوصاف بھی مذکور ہوتے ہیں جو بالعرض فضیلت  
ہیں۔ جیسے نالوتوی صاحب کے نزدیک دیگر انبیاء کرام موصوف بوصف نبوت بالعرض  
ہیں۔ اور ان کی نبوت کو قرآن و احادیث میں مقام مدح میں ذکر فرمایا گیا۔ اسلئے ماننا پڑیگا  
کہ نالوتوی صاحب نے ”بالذات“ کی قید اسی دن کے لئے ذکر کی تھی۔ ورنہ وہ یہی بتانا  
چاہتے ہیں کہ آخری نبی ہونے میں قطعاً کوئی فضیلت نہیں نہ بالذات اور نہ بالعرض۔  
انہوں نے خود بعد میں بالکل واضح کر دیا ہے

”ہاں اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام“

مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔“

دیکھئے کیا صریح دونوں ک صاف صاف فیصلہ ہے کہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی، یعنی

خاتم البین کے معنی آخری بنی ہونا اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جبکہ اس وصف یعنی آخری بنی ہونے کو اوصاف مدح میں سے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیکھے دوسرے الفاظ میں اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ آخری بنی، وصف مدح نہیں۔ جس کا حاصل یہی ہوا کہ اس میں کچھ فضیلت نہیں۔ نہ بالذات نہ بالعرض۔ اگر اب بھی کچھ تردد ہے تو آگے بڑھئے۔ اس کے ایک سطر بعد ہے۔

”آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب سکونت وغیرہ اوصاف میں جنکو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے۔“

پہلی عبارت میں کچھ اچھ پیچ تھا تو اس عبارت نے اسے بھی ختم کر کے صاف صاف غیر مبہم الفاظ میں بتا دیا کہ آخری بنی ہونا ان اوصاف کی طرح ہے جنکو فضائل میں کچھ دخل نہیں۔

کوئی بھی دیانت دار مجھے بتائے کہ۔ فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ کا ترجمہ کیا خلاصہ۔ لا فضل فیہ اصلا کے سوا اور کیا ہوگا۔ نانو تو ی صاحب اپنے نیاز مند کی طرح نہیں تھے کہ اپنے دل کی بات چھپائے رکھتے۔ اور آگے بڑھنے لکھتے ہیں۔ ”دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نقصان قدر کا احتمال۔ کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں۔“

اس عبارت نے نہایت جرأت و صفائی کے ساتھ بتا دیا کہ آخری بنی ہونا کمال نہیں بلکہ ایسے۔ ایسے گئے گزرے لوگوں کے اس قسم کے احوال میں سے ہے جو کمال نہیں۔ اس عبارت کا بھی ما حاصل یہی ہوا کہ آخری بنی ہونے میں کچھ فضیلت نہیں۔ کمال نہ ہونا، فضیلت نہ ہونا، ایک ہی بات ہے۔

یہ بزرگ تو یہ سب لکھنے کے بعد حج کر کے اللہ والے ہو چکے ہیں۔ مگر نانو تو ی صاحب کے ہر نیاز مند سے میرا سوال ہے کہ کیا ان تینوں عبارتوں کے ہوتے ہوئے یہ کہنا واقعے کے

میں مطابق نہیں ہے کہ نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس ص ۳ پر یہ کہا ہے کہ۔ "آخری نبی ہونے میں کچھ فضیلت نہیں" اور ابتداءً بالذات کی قید صرف ایک ٹیٹ ہے جو صرف اس لئے کھڑی کی گئی ہے کہ وقت پر اس کی آڑ لیجائے۔

نیز یہ کہ ان تینوں عبارتوں کے ہوتے ہوئے۔ حسام الحرمین کی عبارت کو نہایت افسوسناک خیانت کہنا تحذیر الناس کے مفہوم کی تبدیل، تغیر اور تحویل نہیں تو اور کیا ہے؟

## درون خانہ اعتراف

ہر شخص جانتا ہے کہ مصنف اپنی مراد کا حق سمجھتا ہے۔ نانوتوی صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں اپنے ایک معتد خصوصاً کو لکھا ہے۔ "معنی خاتم النبیین در نظر ظاہر پرستان ہمیں باشد کہ زمانہ نبوی آخرت از زمانہ گذشتہ۔ باز نبی دیگر نخواہد آید۔ مگر فی دانی کہ این سخنے است کہ مدحی است در اوں نہ ذمے۔ (قاسم العلوم ص ۵۵ مکتوب اول بنام مولوی محمد فاضل)"

ترجمہ :- خاتم النبیین کا معنی اسطرحی نظروں کے نزدیک تو یہی ہے کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ انبیاء کے زمانے سے آخر کا ہے اور اب کوئی نبی نہیں آئیگا مگر آپ جانتے ہیں کہ یہ ایسی بات ہے کہ اسمیں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ تو کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی بُرائی۔

(الوار النجوم ترجمہ قاسم العلوم ص ۵۵)

ناظرین انصاف کریں۔ یہاں بات گھر کے اندر ہو رہی ہے تو اپنے معتد کے یہاں صاف صاف لکھ دیا کہ مدح است در اوں نہ ذمے۔ کہ اس میں نہ کوئی مدح ہے نہ کوئی ذمہ۔ یہاں بالذات کی قید اڑادی۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ تحذیر الناس میں بالذات کی قید صرف دھوکے کی ٹیٹ ہے۔ ان کا اصل عقیدہ یہی ہے کہ آخری نبی ہونے میں کوئی مدح کوئی فضیلت نہیں۔ اب بھی اگر نانوتوی صاحب کے نیاز مند اس پر مصر ہیں کہ "حسام الحرمین" میں بالذات کی قید نہ ذکر کرنا خیانت ہے تو انھیں کہنا پڑے گا کہ نانوتوی صاحب خود

اس خیانت کے مرتکب ہیں۔

تحدیر الناس میں نانوتوی صاحب نے خاتم البینین کا معنی آخری نبی بتانے والوں کو عوام، نادان، بے فہم کہا۔ مکتوب میں ظاہر پرست، سطحی نظر رکھنے والے جبکہ خاتم البینین کا صحیح معنی خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا، تابعین نے بتایا، حتیٰ کہ پوری امت نے بتایا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ، کل تابعین اور پوری امت، عوام کم فہم، نادان، ظاہر پرست سطحی نظر رکھنے والی ہے۔ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو عوام، کم فہم، ظاہر پرست کہنے کے باوجود نانوتوی صاحب کا ایمان سنا مت لہا؟ نانوتوی صاحب کے تمام نیاز مند شروع سے کہتے آ رہے ہیں کہ۔ نانوتوی صاحب تو اسی تحدیر الناس میں اور اپنے دوسرے کتابچوں میں یہ لکھ چکے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری انبیاء ہونے کا جو انکار کرے وہ کافر ہے پھر خود کیسے اس کا انکار کر سکتے ہیں۔

یہ کوئی لائیکل بات نہیں ہے۔ اس کی نظیر مرزا غلام احمد قادیانی ہے جس نے نانوتوی صاحب کی اس نکتہ سنجی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نبوت کا دعویٰ کیا۔ مگر وہ بھی یہی کہتا ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری انبیاء نہ مانے وہ کافر ہے کیا قادیانیوں کی اس تضاد بیانی سے مان لیا جائے کہ واقعی وہ ختم نبوت کے منکر نہیں۔

قادیانی و مجال نے اپنے کتابچے "بحث خاتم البینین" ص ۹ پر لکھا۔

## قادیانی دیوبندی اتحاد

• اگر یہی معنی جو ہم نے بیان کئے ہیں نہیں ہیں۔ اور خاتم البینین کا معنی نبیوں کا ختم کرنے والا ہے تو یہ نہ کوئی فضیلت کی بات ہے اور نہ کوئی کسی قسم کی خصوصیت، حضرت سرور کائنات کی ثابت ہوتی ہے کیونکہ آخری نبی ہونا کوئی خوبی کی بات نہیں۔ برخلاف اس کے جو معنی ہم نے پیش کئے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام



نبیوں پر ثابت ہے۔

اب ناظرین تحذیر الناس کی صۃ والی عبارت سے "قاویانی دجال" کی اس عبارت کا موازنہ کریں۔ سوائے لب و لہجہ کی پیچیدگی اور الفاظ کے اختلاف کے دونوں کے معنی ایک ہیں۔ اب فیصلہ آپ حضرات کو کرنا ہے۔ مذکورہ بالا عبارت لکھنے کی وجہ سے قاویانی دجال کیوں کافر ہے اور اسی کے ہم معنی عبارت لکھنے کے باوجود نانوتوی صاحب کیسے حجة الاسلام قاسم العلوم والخیرات کے منصب رفیع پر فائز رہے۔

قاویانی دجال کی مزید ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتا ہے۔  
 "آٹھویں شہادت اس زمانے کے مولانا مولوی قاسم نانوتوی محدث اعلیٰ دیوبند ضلع سہارنپور اپنی کتاب تحذیر الناس کے متعدد مقامات پر مثلاً صۃ ۲۸ پر فرماتے ہیں۔ بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی بنی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔" (خاتم البین صۃ ۷۶) ایک اور اس دجال کے امتی کی سنئے۔ لکھتا ہے۔

مولوی قاسم صاحب نانوتوی تحذیر الناس صۃ ۲۸ پر فرماتے ہیں۔ بلکہ بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی بنی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ پس آنحضرت کا خاتم البین ہونا اور آپ کی شریعت کا کامل ہونا کسی طرح سے بھی نطلی نبوت کے دروازوں کو بند نہیں کرتا بلکہ اس کے برعکس پورے طور سے کھول دیتا ہے۔

(تبلیغی ٹریکٹ ختم نبوت مطبوعہ قاویان صۃ ۱۵)

دیکھئے یہ سب کس خوشی سے تحذیر الناس کی عبارت اپنی تائید میں پیش کر رہے ہیں۔ کیا نانوتوی صاحب کے کسی کفش بردار کے پاس اس کا کوئی جواب ہے۔ وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التي اعدت للكافرين۔ ان کفریات کے باوجود نانوتوی صاحب کی طرح وہ بھی لکھتا ہے

"میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ

سنت جماعت کا عقیدہ ہے، ان سب کو مانتا ہوں جو قرآن و حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں۔ اور سیدنا مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ (مرزا غلام احمد کا اشتہار، مورخہ ۲ اکتوبر ۱۹۰۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۲ ص ۲۷۲) بقدر نصاب شہادت ایک اور اقرار سماعت فرمائیے:

ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہلسنت و جماعت کا مذہب ہے۔ اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف

اقرار کرتا ہوں۔ اس خانہ خداداد جامع مسجد دہلی میں کرتا ہوں۔ کہ

میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں۔ اور

جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور وارثہ اسلام سے خارج

سمجھتا ہوں۔" مرزا غلام احمد قادیانی کا تحریری بیان جو بتاریخ ۲۳ اکتوبر

جامع مسجد دہلی کے جلسہ عام میں دیا گیا ہے۔ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم ص ۲۷۲

اب نانو توئی صاحب کے نیاز مند بولیں۔ کیا ان بیانیوں سے قادیانی مسلمان ہو گیا۔ ختم نبوت کا کفر اٹھ گیا۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو نانو توئی صاحب کا کفر کیسے اٹھا۔ وجہ فرق بتائیں۔

تحدیر الناس کی عبارت آپ کے سامنے ہے۔ اس میں ص ۳ پر صاف صاف ہے

تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ یہ اوصاف مدعے

نہیں۔ اسے فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ یہ ایسے ویسے لوگوں کے گئے

گذرے احوال کی طرح ہے۔ ص ۳ پر ہے۔

کہ بنا رفاقت اس پر ہے۔ کہ آپ موصوف بوصف نبوت بالذات

ہیں۔ ص ۱۴ پر ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں ہی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے

ص ۲۸ پر ہے اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت عہدی میں

کچھ فرق نہ آئے گا۔

ان صریح غیر مبہم عبارتوں کے ہوتے ہوئے بھی کسی شبہ کی گنجائش ہے کہ نانوتوی صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الابدی ہونے کے منکر نہیں۔ رہ گیا دوسرا واقعہ پر اقرار یہ اس کفر کو اٹھا نہیں سکتا جب تک کہ اس کفر سے توبہ نہ کی جائے۔

## نانوتوی صاحب کے انکار ختم نبوت کی

### ایک اور شہادت

نانوتوی صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں اپنے معتد خصوصی کو دل کا راز یوں لکھا۔  
 وحی دانی کہ بعد از ارتفاع کلام ربانی  
 ازیں جہاں نانی آمدن قیامت تقدیر  
 یافتہ ورنہ بشر طبقائے عالم آن وقت  
 اگر بنی و گری آید، مضائقہ نبود  
 دقاسم العلوم۔ مکتوب اول بنام مولوی فاضل ص ۵۶  
 اور تم جانتے ہو کہ کلام ربانی (قرآن مجید) کے اس دار فانی سے اٹھ جانے کے بعد قیامت کا آنا مقدر ہو چکا ہے ورنہ بشر بقار عالم اس وقت اگر دوسرا بنی آجائے تو مضائقہ نہیں۔

یعنی جب قرآن مجید دنیا سے اٹھایا جائے اگر اس وقت فوراً قیامت نہ آئے تو دوسرا بنی آسکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ نانوتوی صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اس وقت تک خاتم النبیین جانتے ہیں جب تک قرآن مجید دنیا میں باقی رہے۔ اور جب اٹھایا جائے تو خاتم النبیین نہیں۔ اس کے بعد بھی دنیا باقی رہے تو دوسرا بنی آسکتا ہے کوئی مضائقہ نہیں۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ قرآن مجید دنیا سے اٹھاتے ہی فوراً بلا تاخیر قیامت آئے گی یا کچھ وقفے کے بعد۔ اگر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ قیامت کچھ وقفے کے بعد آئے گی تو اس وقفے میں بقول نانوتوی صاحب بنی آسکتا ہے۔ اس سلسلے میں ہم دیوبندیوں کے مسلم الثبوت حکیم الامت جناب تھانوی صاحب کی تحقیق ذکر کر رہے ہیں۔ ناظرین اسے پڑھیں اور سرد مضمین۔ مقبول بہشتی زیور حصہ ہفتم ص ۴۷ پر ہے۔

”جب سب مسلمان مرجائیں گے اس وقت کافر جیشیوں کا ساری دنیا میں عمل دخل ہوگا۔ قرآن شریف دلوں سے اور کاغذوں سے اٹھ جائے گا اور کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا۔ الی ان قال، اور اس وقت دنیا کو بڑی ترقی ہوگی۔ تین چار سال اسی حال سے گزریں گے کہ دفعۃً جمعہ کے دن محرم کی دسویں تاریخ صبح کے وقت سب لوگ اپنے اپنے کام میں لگے ہوں گے کہ صور پھونک دیا جائے گا۔“

نانو توئی صاحب نے اپنے معتمد خصوصی سے ایک راز نہانی کہا۔ کہ دنیا سے قرآن مجید کے اٹھ جانے کے بعد اگر دنیا باقی بچے گی تو دوسرا بی آسکتا ہے۔ تھانوی صاحب نے بتا دیا کہ دنیا سے قرآن مجید کے اٹھ جانے کے بعد بھی تین چار سال دنیا باقی رہے گی۔ نتیجہ ظاہر کہ ان تین چار سال میں دوسرا بی آسکتا ہے۔

کہاں گئے دیوبندیوں کے شیخ الاسلام ٹانڈوی صاحب اور مایہ ناز مناظرین چاند پوری اور سنبھلی صاحبان۔ اب بتائیں کہ آپ لوگوں نے تو یہ دعویٰ کیا تھا کہ نانو توئی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کو جائز مانے وہ کافر ہے۔ دیکھئے نانو توئی صاحب کو جس پر کمل اعتماد تھا کہ یہ راز نہاں فاش نہیں کرے گا اسے کیسے بتا دیا کہ میرا اصل عقیدہ یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء نہیں۔ حضور کے بعد کوئی نبی آجائے تو کوئی حرج نہیں۔ البتہ چونکہ اس وقت اس میں قرآن مجید مخل ہے۔ کوئی نبوت کا دعویٰ کرے گا تو لوگ قرآن کی آیت کریمہ خاتم النبیین سے اس کا جھوٹا ہونا ثابت کر دیں گے۔ بس قرآن کے اٹھنے کا انتظار کرو۔ جب قرآن اٹھ جائے گا تو نبی آسکتا ہے۔ مگر کوئی اسکا کچھ بگاڑ نہیں سکے گا۔ اس پر جو بندش تھی قرآن کیوں سے کھتی۔ جب قرآن ہی نہ ہوگا تو پھر بندش کیسی کیا کروں میں نے اس بندش کے توڑنے میں اپنی پوری ذہنی توانائی صرف کر دی مگر براہو احمد رضا خاں کا کہنا تھا کہ میری بندش کا ایک ایک تار پودا دھیرے دھیرے پھینک دیا۔

# انور شاہ کشمیری کی نانوتوی صاحب کی خلاف تحقیق

انور شاہ کشمیری صاحب کی حیثیت دیوبندی جماعت میں صرف ایک عالم کی نہیں  
 جمعیۃ العلماء کی ہے محدث، فقیہ، متکلم، ادیب وغیرہ وغیرہ سارے علوم و فنون کی ایک  
 لائبریری کی ہے۔ وہ نانوتوی صاحب کی اس توجیہ کا رد کر چکے ہیں کہ نبوت کی دو قسمیں ہیں  
 بالذات اور بالعرض۔ اور جب یہ تقسیم صحیح نہیں تو خاتم النبیین کا معنی نبی بالذات لینا باطل  
 اور پھر تحذیر الناس کی پوری عمارت زمین بوس۔

انور شاہ کشمیری صاحب اپنے رسالہ خاتم النبیین ص ۳۸ پر لکھتے ہیں:

|   |  |
|---|--|
| وارادة ما بالذات وما<br>بالعرض عرف فلسفة است<br>نه عرف قرآن مجید وحوار عرب<br>ونه لنظم قرآن راہچوگونہ ایما ودالات<br>براں پس اضاوہ استفادہ نبوت<br>زیادت است برقرآن بمحض اتباع<br>ہوئی۔ | یعنی ما بالذات اور ما بالعرض کا ارادہ<br>(جیسا کہ تحذیر الناس میں ہے) فلسفہ<br>کا عرف ہے قرآن مجید کا عرف یا<br>عرب کا محاورہ نہیں اور نہ لنظم قرآن<br>کا اسکی طرف کوئی اشارہ ہے۔ بس<br>اضاوہ استفادہ نبوت محض اتباع<br>ہوئی کیوجہ سے قرآن پر زیادتی ہے۔ |
|---|--|

یہی انور صاحب اسی مضمون کو اپنے ایک دوسرے رسالہ عقیدہ الاسلام میں ص ۲۵۶ پر لکھتے ہیں  
 واما الختم بمعنى انتہا وما بالعرض الى ما بالذات فلا يجوز ان يكون ظہر  
 هذه الآية لان هذا المعنى لا يعرفه الاهل المعقول والفلسفة والتنزيل  
 نازل على متفاهم لغة العرب لا على الذہنات المخرجة۔

دیکھئے یہ بھی نانوتوی صاحب کے بہت خاص نیاز مند ہیں۔ مگر تحذیر الناس نے جو  
 قرآن مجید کی تمام امت کیخلاف تفسیر بالرائے کی اسے رد کر رہے ہیں۔ صرف رد ہی نہیں  
 اسے اتباع ہوئی یعنی خواہش نفسانی کی پیروی میں قرآن مجید پر زیادتی قرار دے رہے ہیں

کیا دیوبندیوں کے نزدیک تمام امت کی قطعی، اجماعی تفسیر کنخلاف اتباع ہوئی سے  
 قرآن مجید پر زیادتی کرنے والا بھی مسلمان ہے؛ فاعتبروا یا اولی الابصار  
 غالباً انور صاحب کا یہی جرم وہ جرم نا بخشیدہ تھا جس کی سزا میں دارالعلوم دیوبند  
 چھوڑنا پڑا جس کو وہ بڑی حسرت و یاس سے کہہ کرتے تھے کہ ہم نے کلمہ حق کہا تو اسکی  
 وجہ سے یہاں ڈا بھیل میں آنا پڑا۔

نانوتوی صاحب کے نیاز مندوں کے بس میں جو سزا تھی وہ تو انھوں نے ان کے ہر  
 مخالف کو دیدی اور دے رہے ہیں اور آئندہ بھی دیں گے۔ مگر اس سے نہ تو تحذیر الناس  
 کی مذکورہ بالا عبارتیں ایمانی ہو جائیں گی اور نہ کفر اٹھ جائیگا۔ دار جزا دنیا نہیں آخرت ہے  
 وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

# گنگوہی اور نبی صاحبان کی مشترکہ کفری عبارت

جب دیوبندیوں نے میلاد، قیام، نیاز و فاتحہ، عرس کیخلاف پوری طاقت سے ہم چلائی اور اہلسنت کے معمولات کیخلاف متعدد فتاویٰ، کتابکے شائع کئے تو حضرت مولانا عبد السمیع صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی سنجیدگی اور متانت کے ساتھ دلائل و براہین سے ان معمولات کے ثبوت میں ایک مبسوط کتاب انوار ساطعہ لکھی۔ جس پر گنگوہی صاحب کو بہت طیش آیا اور انھوں نے اس کے رد میں براہین ساطعہ لکھی۔ اور اپنے مرید و خلیفہ خلیل احمد صاحب انبیہی کے نام سے چھپوائی۔ یہ کتاب گنگوہی صاحب ہی کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کے مورخ عاشق الہی میرٹھی نے اسے ان کی تصنیفات کی فہرست میں داخل کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

براہین قاطعہ۔۔۔ یہ انوار ساطعہ کا جواب اور رد بدعات و تحقیق سنت میں وہ لاثانی کتاب ہے جس کو حضرت کے کمالات علمیہ و عملیہ کا منظر کہیں تو بجا ہے، سنت کے عشق میں جو غصیا وہ انداز اور شان جلالی کا اظہار اس میں نظر آتا ہے دیگر تصانیف میں کم ہے۔

(تذکرۃ الرشید جلد ۲ صفحہ ۳۲۱)

رہ گیا ابتداء میں جو لکھا ہے کہ یہ کتاب حضرت امام ربانی کے حکم سے لکھی گئی ہے۔ اگر بیچارہ اتنا بھی نہ لکھتا تو کیا پوری جماعت کے اجتماعی جھوٹ کی دستاویز لکھ دیتا۔

علاوہ ازیں گنگوہی صاحب نے خود اقرار کیا ہے کہ اس کتاب مستطاب براہین قاطعہ کو اول سے آخر تک بغور دیکھا۔ الحق بندہ کے نزدیک یہ رد اور جواب کافی اور الزام حجت دانی ہے۔ (پشت براہین قاطعہ)

تو اس کتاب کے جملہ مضامین کی ذمہ داری گنگوہی صاحب پر بھی ضرور عائد۔ نیز یہ جب صراحتاً قبول ہے کہ ان کے حکم سے لکھی گئی ہے۔ تو بھی وہ اس کے ذمہ دار ہیں اسلئے یہ نظر احتصار ہمارا خطاب گنگوہی صاحب سے ہو گا۔ ماموریوں بھی آمر کے تابع ہوتا ہے برعکس اسلئے نہیں کیا کہ مامور کے تابع آمر نہیں ہوتا نیز بے ادبی بھی ہے۔

مولوی عبد الجبار عمر پوری دیوبندی نے لکھا تھا،

حضرت کی نسبت یہ اعتقاد کہ جہاں مولود شریف پڑھا جاتا ہے تشریف لاتے ہیں، شرک ہے۔ ہر جگہ موجود اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ سبحانہ نے اپنی صفت دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی، (انوار ساطعہ بالائے براہین قاطعہ ص ۵۲)

نانوتوی، گنگوہی، تھانوی صاحبان کے پیر بھائی مولانا عبد السمیع صاحب رام پوری رحمۃ اللہ علیہ نے۔ انوار ساطعہ میں اس کو دو طریقے سے رد فرمایا۔ ایک یہ کہ جہاں جہاں مولود شریف پڑھا جاتا ہے وہاں وہاں تشریف لانے کا مطلب ہر جگہ موجود ہونا کہاں ہے، دوسرے زمین میں ہر جگہ تشریف لیجانے کو اللہ عزوجل کا خاصہ جاننا باطل ہے۔ شرق سے غرب تک ہر روح کو حضرت عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام قبض کرتے ہیں، ہر مکان کو رات دن دیکھتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا ان کے آگے مثل چھوٹے سے خوان کے کردی ہے۔ یہ تو ایک فرشتہ مقرب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ قدرت دی ہے کہ وہ تان ہی آدم کے ساتھ رہتا ہے۔ حاصل یہ کہ جب مخلوق اور غیر اللہ کو یہ قدرت دی گئی ہے تو ہرگز یہ



خاصہ الوہیت نہیں۔ اور جب یہ خدا کی خاص صفت نہیں تو اگر رسول کیلئے کوئی اسے مانے تو ہرگز یہ شرک نہیں۔

اس رد کا گنگوہی صاحب نے کوئی جواب نہیں بن پڑا اور نہ قیامت تک کسی سے بن پڑے گا۔ گنگوہی صاحب نے اس رد کو استدلال ٹھہرایا یعنی یہ کہ مولانا عبدالمعین صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ موجود ہونے پر یہ دلیل دی ہے کہ۔ جب شیطان اور ملک الموت ہر جگہ موجود ہیں تو حضور ان دونوں سے افضل ہیں اسلئے وہ بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ حالانکہ مولانا موصوف پر یہ کھلا ہوا افتراء ہے۔ مولانا موصوف نے جناب عمر لودی پر نقص وارد فرمایا تھا۔ نہ کہ اپنے مدعا پر استدلال فرمایا تھا۔ مگر ان بزرگوں کی یہ عادت متواتر ہے کہ جہاں گاڑی پھنستی ہے اپنے حریف پر افتراء کرنے سے نہیں چوکتے بہر حال گنگوہی صاحب نے اس نقص کو استدلال ٹھہرا کر اس پر لکھا

الحاصل عتود کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے؟ کہ شیطان و ملک الموت کو یہ (د علم کی) وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے (دراہین قاطعہ ص ۵۵)

## اس پر ہمارے مواخذے

(۱) زمین کا علم محیط گنگوہی صاحب نے شیطان اور ملک الموت کیلئے نص یعنی قرآن و حدیث سے ثابت مانا پھر اسی علم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شرک بتایا۔ اور یہ شرک اسی وقت ہو گا جبکہ اسے باری عز اسمہ کی صفت خاصہ مانیں۔ اور جب اسے اللہ عزوجل کی صفت خاصہ مانیں گے تو شیطان اور ملک الموت کیلئے اسے ثابت ماننے، وہ بھی نص سے ثابت ماننے، کا مطلب یہ ہو گا کہ شیطان، و ملک الموت خدا کے شریک ہیں۔ اور گنگوہی صاحب نے ان دونوں کے لئے ثابت مانا تو لازم کہ

انہوں نے شیطان اور ملک الموت کو خدا کا شریک مانا۔ یہ اس عبارت کا ایک صریح کفر اور شرک ہوا۔ مسلمانوں کو بات بات پر شرک بنانے والے خود اسی گڑھے میں گرسنا چاہ کن را چاہ در پیش

(۲) پھر اس کفر و شرک کو نص یعنی قرآن و حدیث سے ثابت مانا۔ یہ دوسرا کفر ہوا۔

(۳) اخیر میں ہے

شیطان اور ملک الموت کو یہ (علم کی) وسعت نص سے ثابت ہوئی۔  
فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رو کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے؟

یعنی شیطان اور ملک الموت کے علم کی وسعت اور زیادتی نص یعنی قرآن و حدیث سے ثابت ہے اس لئے شیطان و ملک الموت کا علم وسیع اور زیادہ ہے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وسعت علم یعنی علم کا زیادہ ہونا چونکہ نص قطعی سے ثابت نہیں اور نصوص قطعیہ کے خلاف ہے اس لئے حضور کے لئے وسعت علم ماننا شرک ہے۔

اس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم زیادہ نہیں اب دونوں کو ملائے۔ شیطان اور ملک الموت کا علم زیادہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم زیادہ نہیں۔ تو ثابت کہ شیطان کا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے: تکاد السموات يتفطرون منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدأ۔ قریب ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑے۔ زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ڈھ جائیں۔

## لطائف

اس براہین قاطعہ میں چند مزید باتیں یہ ہیں۔

(۱) شیطان کی وسعت علم کے ثبوت کے لئے صرف نص پر قناعت کی گئی۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم کے لئے صرف نص کو کافی نہیں جانا۔ نص قطعی کا مطالبہ کیا گیا۔

(۲) اس کے برخلاف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی نفی کے ثبوت کے لئے ایک بے اصل روایت کو پیش کیا اور اسے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ

کی طرف منسوب کر دیا۔ عبارت مذکور بالا کے چند سطر پہلے ہے  
 ”شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھے دیوار کے پچھے کا بھی علم نہیں“  
 حضرت شیخ قدس سرہ پرافتراد ہے۔ انھوں نے مدارج النبوة جلد اول ص ۹ پر اس روایت  
 بالکلیہ رد فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:

اس جگہ اشکال لاتے ہیں کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں بندہ ہوں، میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پچھے کیا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس بات کی کوئی اصل نہیں اور یہ روایت صحیح نہیں۔

اینجا اشکال می آرند کہ در بعض روایات آیدہ است کہ گفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم من بندہ ام نمی دانم آنچه در پس این دیوار است جوابش آنست کہ این سخن اصیل ندارد و روایت بدان صحیح نشدہ است۔

یا کسی ایسے شخص سے جس کے دل میں ذرہ برا بر ایمان ہوگا۔ ایسی جسارت ممکن ہے کہ حضور قدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو گھٹانے کے لئے خود حضور پر جھوٹ باندھے اور من کذب لی متعد اقلتبوا مقعدہ من النار (جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے اپنا ٹھکانہ بہنم میں بنائے) کا بھی خوف نہ کرے۔ پھر جرأت بالائے جرأت یہ کہ جس بزرگ نے اسے رد فرمایا اسے راوی بتائے۔ مگر صاحب براہین نے جس مذہب کی بنیاد ڈالی ہے اسکی پشت اول ہی دی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس جماعت کے پیشواؤں نے اس پر جی کھول کر عمل کیا ہے۔ گنگوہی صاحب کے مرید باصفا اور ان کے مذہب کے شیخ الاسلام حسین احمد صاحب صاحب طاب ثواب نے اپنے گالی نامے ”الشہاب الثاقب“ ص ۹۵، ۹۹ میں لکھا۔

جناب شاہ حمزہ صاحب مارہروی مرحوم، خزینۃ الاولیاء، مطبوعہ کاچنور صفحہ پندرہ میں ارقام فرماتے ہیں

وہ علم غیب صفت خاص رب العزت کی جو عالم الغیب والشہادۃ

ہے۔ جو شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہے وہ بے دین۔

اس واسطے کہ آپ کو بذریعہ وحی کے علوم مخفیہ کا علم ہوتا تھا جسے غیب کہنا

گمراہی ہے۔ ورنہ جمیع مخلوقات لغو ذبا اللہ عالم الغیب ہے۔ انتہی

اور حال یہ ہے کہ سلطان الاولیاء صلیین سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ کی کوئی کتاب "خزینۃ

الاولیاء" نام کی نہیں جو کاپور میں طبع ہوئی ہو جس میں مذکورہ بالا عبارت ہو۔

اسی پر بس نہیں یہی دیوبندیوں کے نسخہ الاسلام اسی کتاب میں چند سطر بعد پھر

اپنی ایک اور کرامت کا اظہار فرماتے ہیں۔ لکھتے ہیں

"علاوہ اذیں جناب بندہ درہم و دینار داس سے ان کی مراد، اعلیٰ حضرت

قدس سرہ ہیں غالباً دیوبندی لغت میں یہ گالی نہیں، کے داوا یعنی مولوی

رضا علی خان صاحب "ہدایت الاسلام" مطبوعہ صبح صادق سیتاپور ضلع

میں فرماتے ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بواسطہ

تھا۔ یعنی بذریعہ وحی تعلیما معلوم ہوتا تھا۔ اور یہ علی قدر مراتب سب کو حاصل

ہے اور علم غیب مطلق و بذات کا اعتقاد رکھنا منافی الی الکفر ہے اور نص

قطعی کے خلاف۔ اس میں تاویل اور ایر پھیر کرنا بے دین کا کام ہے۔"

یہاں بھی وہی قصہ ہے۔ کہ مجدد و اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے جد گرامی

حضرت مولانا رضا علی خان رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی کتاب "ہدایت الاسلام" نام کی نہیں

مطبع صبح صادق سیتاپور میں چھپی ہو، جس میں مذکورہ بالا عبارت ہو۔ یہ شیخ الاسلام صاحب

تو اپنے ابدی مقرر تشریف لے گئے۔ ان کے فرزندوں، شاگردوں، مریدوں میں سے کوئی شخص

مذکورہ بالا کتابوں کا، میں پتہ ہی بتا دیں کہ دنیا کی کس لائبریری میں ایہم مشکورہ ہوں گے۔ ناظر

انصاف کریں جس کے مذہب کی بنیاد حقانیت پر ہوتی ہے کیا وہ اس طرح فرضی کتابیں

فرضی عبارتیں اپنے عقیدے کی تائید میں گڑھا کرتا ہے۔ کیا جس کو اپنے مذہب کے حق

کالیقین ہو گا وہ ایسی کرامتیں دکھائیگا۔ یہ جملہ معترضہ تو صرف ان اشد والوں کے کلام

کے لئے تھا اب آئیے اصل بحث پر

# تاویلات اور انکی حقیقت

گنگوہی صاحب کے نیاز مندوں نے اپنی پوری ذہنی توانائی صرف کر کے اب تک اس کی توجیہ میں جو کہا ہے وہ یہ ہے:

اس پر پہلا اعتراض یہ ہے کہ براہین کی اس عبارت اعتراض اول کی توجیہ میں شیطان اور ملک الموت کے لئے جو علم ثابت مانا

اسی کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شرک بتایا۔ جس سے ثابت ہوا کہ گنگوہی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ شیطان اور ملک الموت اس وحدہ لاشریک کے شریک ہیں اور یہ قطعی یقینی کفر ہے۔ اس کفر کو دفع کرنے کے لئے ایک نیاز مند صاحب نے دس مقدمے قائم کئے اور پھر توجیہ میں یہ خامہ فرسائی کی کہ

”شیطان اور ملک الموت کے لئے جو ثابت مانا گیا ہے وہ علم عطائی ہے

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جسے

اس تاویل نے ہمارے اس یقین کو اور نچتہ کر دیا۔ کہ گنگوہی صاحب کے نیاز مندوں کے ضمیر کی آواز یہی ہے کہ یہ الزام بالکل حق ہے، ورنہ یہ لوگ اتنے سادہ لوح نہیں کہ یہ بھی نہ جانتے ہوں کہ اس تاویل کا براہین کی اس عبارت سے اتنا بھی تعلق نہیں جتنا زمین کو آسمان سے ہے اس کے وجوہ مندرجہ ذیل ہیں:-

خود گنگوہی صاحب کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے پہلی وجہ علم عطائی ماننا شرک ہے، تقویۃ الایمان کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ ہے

”بندہ کے نزدیک سب مسائل اس (تقویۃ الایمان) کے صیح ہیں۔ اگر کوئی

اس کتاب کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے تو وہ بتدع، فاسق ہے

اور تمام تقویۃ الایمان پر عمل کرے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۲ مطبوعہ کراچی)

تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اس کے استدلال بالکل کلام اللہ

اور احادیث سے ہیں اس کا رکھنا، پڑھنا، عمل کرنا عین اسلام ہے۔“

ایضاً ص ۴۱، ۴۲

گنگوہی صاحب کے اس عین اسلام میں اشراک فی العلم میں لکھا ہے  
 ”اس عقیدے سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ انبیاء  
 سے رکھے خواہ بھوت سے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات  
 سے خواہ اللہ کے دیئے سے۔ ہر طرح شرک ہے۔ (تقویتہ الایمان ص ۱۰)  
 اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ یہ توجیہ القول بالایرضی بہ قابلہ گنگوہی صاحب کو یک  
 مفید کیا آپ گنگوہی صاحب کو تقویتہ الایمان نہ ماننے کی وجہ سے بیحد ع اور فاسق  
 بنانا چاہتے ہیں۔ خیر اختیار بدست مختار۔ آگے بڑھئے۔“

اختلاف کی بنیاد آپ کے مقتدا مولوی عبدالجبار عمر پوری کی یہ عبارت  
 دوسری وجہ | تھی۔

”ہر جگہ موجود اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ سبحانہ نے اپنی صفت دوسرے کو فنا نہیں فرمائی۔“  
 یہ عبارت اس میں صریح ہے کہ عمر پوری صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صفت  
 عطائی ہی کی نفی کی ہے اور اسی کو گنگوہی صاحب کے پیر بھائی اور تمام دیوبندی افراد  
 کے چچا پیر مولانا عبد السمیع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انوار ساطعہ میں رد فرمایا۔ اس کا صاف  
 اور صریح مطلب یہ ہوا کہ انوار ساطعہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عطائی ہی علم  
 ثابت فرمایا، اسی کا رد کرتے ہوئے گنگوہی صاحب نے براہین میں اسے شرک بتایا۔ تو ثابت  
 کہ گنگوہی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم عطائی  
 ماننا شرک ہے۔ اور یہی علم عطائی شیطان کے لئے گنگوہی صاحب نے ثابت مانا۔ تو  
 آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو گیا کہ گنگوہی صاحب نے شیطان نیز ملک الموت کو خدا کا شریک بنا  
 گنگوہی صاحب کا بھی دعویٰ ہے اور آپ کو بھی تسلیم ہے کہ ان کے  
 تیسری وجہ | برادر طریقت اور آپ لوگوں کے عم طریقت مولانا عبد السمیع صاحب  
 رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شیطان اور ملک الموت کی وسعت علم پر قیاس کر کے حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زمین کا علم محیط مانا ہے۔ اگر گنگوہی صاحب شیطان و ملک الموت کے لئے علم عطائی مانتے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے علم ذاتی کے ثبوت کو رد کرتے تو اپنی نظرت سرشت کی مطابقت فوراً کہہ دیتے کہ انوار ساطوہ کا مصنف مجنون ہے (جیسا کہ اکثر مقامات پر یوں ہی بر سے ہیں)۔ اسے یہ بھی تیز نہیں کہ جب شیطان اور ملک الموت کا علم عطائی ہے تو اس پر قیاس کر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ذاتی کیسے ثابت کر دیا ہے، کیا اسے یہ بھی خبر نہیں کہ قیاس میں مقیس علیہ کے حکم کو مقیس کے لئے ثابت کیا جاتا ہے اور یہاں مقیس علیہما کا علم عطائی ہے اور مقیس یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ذاتی۔ یہ نہ کہہ کر یہ کہنا کہ

”شیطان اور ملک الموت کے لئے وسعت علم ثابت ہے اور فخر عالم کے لئے کوئی نص قطعی نہیں بلکہ شرک ہے“ اس سے گنگوہی صاحب نے صاف صاف بتا دیا کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم عطائی ماننے ہی کو شرک کہا ہے۔ اس لئے ہمارا اعتراض اپنی جگہ باقی ہے۔ اور ان کے نیاز مندوں کی مذکورہ بالا توجیہ براہین کی عبارت سے بالکل ہی بے تعلق ہے۔

گنگوہی صاحب نے ص ۵ پر لکھا

**چوتھی وجہ** ”جس کا عقیدہ مولف کی تحریر کے موافق ہوگا البتہ وہ مشرک ہے“

اب فیصلہ اس پر ہے کہ۔ انوار ساطوہ کے مصنف حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عطائی اور بالواسطہ علم مانتے ہیں یا ذاتی؟ اگر انھوں نے انوار ساطوہ میں کہیں علم ذاتی مانا ہو تو گنگوہی صاحب کے نیاز مندوں کی تاویل درست۔ اور اگر علم عطائی اور بالواسطہ مانا ہو تو تاویل مذکورہ تاویل نہیں گنگوہی صاحب کی عبارت کی تبدیل اور ان پر افتراء ہے۔

پوری انوار ساطوہ پڑھ جائیے۔ کہیں بھی آپ کو یہ نہیں ملیگا کہ حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب نے علم ذاتی کا دعویٰ کیا ہے۔ اور علم ذاتی کا دعویٰ کرتے بھی کیسے جبکہ ان کا حریف علم عطائی کی نفی کر رہا ہے۔ انھوں نے صرف ایک جگہ نہیں متعدد جگہ صراحت کی ہے کہ

علم عطا کی اثبات فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ براہین طبع دوم کے ص ۲۰۳ لغایت ص ۲۰۶  
پر انوار ساطعہ کی جو عبارت منقول ہے اس میں ایک جگہ ہے۔

”اہلسنت کا اعتقاد ہے کہ اصل عالم الغیب اللہ تعالیٰ ہے۔ کوئی ایسا  
نہیں جو بلا تعلیم حق جانے لے، ہاں اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو خبریں غیب  
کی دیتا ہے۔“

اس کے بعد ہے

شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا — ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے  
ہر امتی کو جانتے ہیں کہ وہ کس درجے کا ہے۔ فرشتے خبریں پہنچاتے رہتے  
ہیں اور نور نبوت سے حضرت پہچانتے ہیں سب امتیوں کو۔“

اس کے بعد ہے

مخمل شریف میں کثرت سے دو روز و سلام پڑھا جاتا ہے۔ جب جلسہ کا  
دو روز شریف پہنچاتے ہوں گے، پھر کیوں نہیں خبر ہوتی ہوگی۔ اس جلسہ کی

پھر لکھا

”فکر و غور کرنا چاہئے ان حدیثوں میں۔ کہ امت کے اعمال پر مطلع کرتے  
ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک روز جمعہ اجمالا۔ دوسرے ہر صبح  
شام تفصیل۔“

اس کے بعد ہے

خبر ہوگی ان وسائل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

اس کے بعد لکھا

”آیات و احادیث و اقوال و مشائخ و علماء سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ  
انعتقاد مخالف میلاد کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر بعض واسطوں سے پہنچ  
جاتی ہے۔“

انوار ساطعہ کی یہ عبارتیں انتہائی وضاحت کے ساتھ غیر مبہم طور پر تیار ہی ہیں۔ مولف



اور اساطع نے علم عطائیٰ کی کو ثابت مانا ہے، اسی کو گنگوہی صاحب نے کہا  
 ” جس کا عقیدہ مولف کی تحریر کے موافق ہوگا البتہ وہ مشرک ہے۔“  
 تو ثابت ہو گیا کہ گنگوہی صاحب کا عقیدہ یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 لئے علم عطائیٰ ماننا شرک ہے اور اسی کو صحت پر لکھا  
 ” فخر عالم کیلئے ثابت کرنا شرک نہیں تو ایمان کا کون سا حصہ ہے۔“

براہین میں ضحہ پر ہے۔۔۔ شیطان کو جو یہ وسعت علم دی۔  
**پانچویں وجہ** اور اسی پر تیس کر کے حضور کے لئے ماننے کو شرک کہا گزر چکا کہ وہ اس  
 میں وہی حکم مقیس کے لئے ثابت مانا جاتا ہے جو مقیس علیہ کے لئے ثابت ہو۔ اور شیطان  
 کے لئے علم عطائیٰ ہے تو گنگوہی صاحب نے علم عطائیٰ ہی کے اثبات کو شرک کہا۔  
**چھٹی وجہ** دور کیوں جائے اسی عبارت میں ہے۔

” شیطان کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کیلئے ثابت کرنا شرک  
 نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔“

اور آپ کا دعویٰ ہے کہ شیطان کے لئے علم عطائیٰ ثابت کیا ہے۔ تو اس کا حال دیکھ کر  
 علم عطائیٰ ہی ثابت ہوگا۔ اور اسی کو ایسا۔ شرک۔ کہا کہ اس میں ایمان کا کوئی حصہ نہیں  
 تو واضح ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم عطائیٰ ماننے ہی کو گنگوہی صاحب  
 نے شرک کہا۔

یہیں متصل ہی آگے ہے  
**ساتویں وجہ** ” شیطان کو یہ (علم کی) وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم  
 کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے۔“

اس عبارت میں جس علم کو شیطان کے لئے نص سے ثابت مانا۔ اسی کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے نفی کی۔ اور اسے شرک کہا اس بنا پر کہ شیطان کے لئے نص ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے لئے نص قطعی نہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے لئے نص قطعی ہوتی تو مان لیتا۔ گنگوہی صاحب تو اب رہے نہیں یہ نیاز مند

لوگ بتائیں کیا گنگوہی صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ذاتی مان لیتے؟  
سامنے کی بات ہے اور آپ لوگوں کو بھی تسلیم ہے کہ شیطان کا علم عطائی ہے۔ اور  
اسی کی حضور سے نفی کی تو علم عطائی ہی کی نفی کی اور اسی کو شرک کہا

صفحہ ۵۵ پر ہے

آنکھوں وجہ

”شیطان کو جو یہ وسعت علم دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ  
سے معلوم ہوا۔ عقائد مسائل کے قیاسی نہیں بلکہ قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے  
ہیں۔ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں۔ مولف قطعیات سے ثابت کرے ملخصاً“  
یہ عبارت اس پر نص ہے کہ جس علم کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی کی، اسے  
اگر نصوص قطعیہ سے ثابت کیا ہوتا تو گنگوہی صاحب مان لیتے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا  
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ذاتی گنگوہی صاحب مان لیتے؟ کیا حضور  
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ذاتی کا اثبات نصوص قطعیات سے تو بہت دور کی بات  
ہے خبر آحاد سے بھی شرعاً ممکن ہے؟ اس لئے یہ مانے بغیر چارہ نہیں کہ ساری بحث علم عطائی  
کے اثبات و نفی میں ہو رہی ہے۔ اسی کو حضرت مولانا عبد الباقی صاحب نے ثابت فرمایا  
اسی کو گنگوہی صاحب نے رد کیا اور علم عطائی ہی کے اثبات کو شرک کہا۔

## چند اور شبہات اور ان کے جوابات

گنگوہی صاحب کے نیاز مند یہ بھی کہتے ہیں کہ گنگوہی صاحب نے خود صفحہ ۵۳ پر تصریح کر دی

ہے

”یہ بحث اس صورت میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو کوئی ثابت کر کے یہ عقیدہ کرے  
جیسا جہلا کا عقیدہ ہے؟“

جبکہ گنگوہی صاحب نے تصریح کر دی ہے کہ یہ بحث اس صورت میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو  
کوئی ثابت کرے۔ (مصنف کی بیان کردہ معرودہ کجخلاف اس کی مراد بتانا انتہائی سنگین  
خیانت ہے۔

جواب

ہیں نہایت افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے۔ کہ اولاً۔ جب آٹھ وجوہ سے ثابت ہو چکا کہ ساری بحث از ابتدا تا انتہا علم عطائی میں ہے تو یہاں علم ذاتی کو علم عطائی کا مقابل سمجھنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا ورنہ ہم تو نہیں کہہ سکتے گستاخی ہوگی مگر لازم ضرور آئیگا کہ گنگوہی صاحب یہ عبارت لکھتے وقت باہوش و حواس نہ تھے کاشکہ ایسا ہی ہوتا تو کم از کم براہین کی اس عبارت کی وجہ سے تکفیر سے بچ جاتے مگر ان کے نیاز مند آسمان سر پر اٹھالیں گے۔ ہمارے قاضی الحاجات، رحمۃ اللعالمین، صدیق، فاروق، عثمان و علی، ابو صیفہ، شافعیؒ الخ کے عطر مجموعہ کو ایسا کہہ دیا۔ اس لئے مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ آپ سے کس نے کہہ دیا۔ کہ یہاں ذاتی عطائی کا مقابل ہے۔ کیا ذاتی کے اور معنی نہیں جو یہاں بن سکیں اور عبارات میں خبط نہ ہو۔ کیا ذاتی عرضی کا مقابل نہیں آتا۔

ثانیاً۔ یہاں ذاتی، عطائی کا مقابل نہیں۔ اس کو متصلاً گنگوہی صاحب نے خود ہی بتا دیا ہے۔ فرمایا

”جیسا جہلا کا عقیدہ ہے۔“

گنگوہی صاحب تو جا چکے آپ لوگ بتائیں۔ جہلا میں کس جاہل کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ذاتی بمعنی مقابل عطائی کے ہے۔

ثالثاً۔ آگے ہے

”جس کا عقیدہ مؤلف کی تحریر کی مطابق ہوگا البتہ وہ مشرک ہے۔“

چوتھی وجہ میں گزر چکا کہ انوار ساطعہ کے مصنف نے علم عطائی ہی کو ثابت فرمایا۔ اور اسے گنگوہی صاحب شرک کہہ رہے ہیں۔ کیا چند سطر پہلے جو لکھ چکے ہیں وہ یاد نہ تھا؟ افسوس ہے ان نیاز مندوں پر کہ گنگوہی صاحب کے کلام کو بھی نہیں سمجھ پائے۔

رابعاً۔ پہلی وجہ میں گزر چکا کہ گنگوہی صاحب کا عقیدہ تقویۃ الایمان کی مطابق ہے

لہ ملاحظہ ہو مرثیہ رشید احمد از مولوی محمود احسن و تذکرۃ الرشید از عاتق الہی میرٹھی

اور تقویتہ الایمان میں علم عطائی کو بھی شرک بتایا تو کیا براہین لکھتے لکھتے یہاں پہنچ کر اپنے عقیدے سے مرتد ہو گئے کہ وہ یہاں ذاتی بول کر عطائی کا مقابلہ مراد لیں گے۔

اس جگہ علم ذاتی کا ذکر بالکل اسی طرح ہے جیسے تمدیر الناس کی حد کی عبارت میں بالذات کی قید ہے کہ وہ بھی بوقت ضرورت کے لئے بڑھائی تھی۔ درحقیقت میں لغو اور مہمل ہے۔ ویسے ہی یہاں۔ علم ذاتی۔ کا ذکر بھی۔ نوشتہ بکار آید کے طور پر ہے کہ بوقت ضرورت اس کی آرٹلی جائے۔

فرق یہ ہے کہ نانوتوی صاحب گنگوہی صاحب کی بہ نسبت زیادہ زیرک اور دور اندیش تھے تو انھوں نے قدم الخروج قبل الولوج کے طور پر پہلے لکھ دیا۔ اور گنگوہی صاحب زور بخجلالی بزرگ تھے اس لئے ابتداً جو عقیدہ لکھا لکھ دیا۔ بعد میں ہوش آیا تو یہ ٹیٹھی کھڑی کر دی۔

خاصاً۔۔ گنگوہی صاحب کے نیاز مندوں سے درخواست ہے کہ وہ گنگوہی صاحب پر ترس کھائیں۔ وہ بیچارے ایسی لٹلی کیسے کر سکتے ہیں کہ ذاتی سے عطائی کا مقابلہ مراد لیں۔ جبکہ وہ غیر خدا کے لئے علم ذاتی کے اثبات کو کفر بھی نہیں مانتے، اپنے فتاویٰ میں لکھ چکے ہیں،

جو یہ عقیدہ رکھے کہ خود بخود آپ کو بدون اطلاع حق تعالیٰ کے علم عیب تھا تو اندیشہ کفر کا ہے۔ کافر کہنے سے زبان رو کے اور تاویل کرے۔

دقتاویٰ گنگوہی مطبوعہ کراچی ص ۸

ب وہ فتاویٰ مقابل عطائی کو کفر بھی نہیں صرف اندیشہ کفر بتاتے ہیں تو براہین میں سے شرک کیسے کہیں گے۔ کیا آپ لوگوں نے ان کو اتنا حواس باختہ سمجھ رکھا ہے۔

نعوذ باللہ من ذالک

(۲) گنگوہی صاحب کے ایک نیاز مند لکھتے ہیں

”مصنف براہین قاطعہ اس بحث میں اس قیاس کو رد فرما رہے ہیں کہ جب شیطان اور ملک الموت کو علم کی یہ وسعت حاصل ہے تو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی افضلیت کی وجہ سے اس سے زیادہ خود ہی پیدا کر لیں گے۔ اور اسی خیال کو صاحب براہین نے شرک قرار دیا ہے۔ براہین قاطعہ میں جس جگہ یہ بحث ہے اس کی پہلی سطر یہ ہے۔

تمام امت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب فخر عالم علیہ السلام کو اور سب مخلوقات کو جس قدر علم حق تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ اور بتلا دیا۔ اس سے ایک ذرہ زیادہ کا بھی علم ثابت کرنا شرک ہے۔ سب کتب شرعیہ سے یہی مستفاد ہے۔ فیصلہ ص ۱۲۴

اولاً یہ عبارت اس کتاب میں کہاں ہے؟ آپ تو کبر سنی اور

جواب

امراض مزمنہ کی وجہ سے معذور ہیں۔ آپ اس کا عذر پیش کر سکتے

ہیں مگر اپنی جماعت کے کسی دیدہ و در کو حکم کر سکتے ہیں کہ وہ انوار ساطعہ کی وہ عبارت دکھادیں جس میں اس کے مصنف نے مذکورہ بالا قیاس کیا ہے۔ زبانی مناظروں کی روداد میں اہلسنت کے مناظرین پر افتراء کی عادت نے آپ کو اتنا جاری کر دیا ہے کہ چھپی ہوئی شائع شدہ بلکہ خود اپنے مذہب کی کتابوں کے ساتھ چھپی ہوئی کتاب پر افتراء کرنے لگے کیا اب آپ کا ایمان۔ انما یفتزی الکذب الذین لایؤمنون۔ پر بھی نہیں رہ گیا ہے۔

ناظرین اللینان رکھیں۔ پوری انوار ساطعہ میں مذکورہ بالا قیاس کہیں نہیں کہیں نہیں کہیں نہیں۔ البتہ عمر پوری صاحب کے اس قول پر۔ کہ یہ عقیدہ جہاں مولود پڑھا جاتا ہے تشریف لاتے ہیں شرک ہے۔ بطور نقض انوار ساطعہ میں یہ ضرور ہے۔

کہ اگر محافل میلاد میں تشریف لانا شرک ہوتا تو کسی کو یہ قدرت نہ ہوتی کہ زمین میں جہاں چاہے جائے آئے۔ حالانکہ ملک الموت علیہ السلام کو یہ قوت ہے۔ بلکہ شیطان لعین کو بھی ہے، اس میں کہاں قیاس ہے۔ کہاں ہے کہ

جب شیطان اور ملک الموت کو علم کی یہ وسعت حاصل ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی افضلیت کی وجہ سے اس سے زیادہ خود ہی پیدا کر لیں گے؟

اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو آپ اور آپ کے ہمہنوا کیا بولیں گے؟ ناظرین فیصلہ کریں کیا اپنے حریف پر بہتان باندھ کر، افتراء کر کے کسی کا کفر اٹھ سکتا ہے۔ اس طرح تو ہر کافر اپنے کفر کو دفع کر سکتا ہے۔

جب انوارِ ساطعہ میں مذکورہ بالا قیاس کا وجود ہی نہیں تو اس پر براہین کی کفری عبارت کی تاویل کی بنیاد رکھنا بنا علی الباطل ہی نہیں بنا علی المعدوم ہے پھر اس تاویل کو براہین کی عبارت کی تاویل کہنا کسی طرح درست نہیں یہ کسی اور ذہنی عبارت کی تاویل ہوگی۔

ثانیاً:- صاحب براہین نے جسے سب امت کا اعتقاد بتایا وہ امت کے نہ کسی فرد کا اعتقاد ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ ایسی احمقانہ بات پوری امت تو بہت عظیم ہے کسی عقل والے کا بھی اعتقاد نہیں ہو سکتی مگر کوئی زیادہ علم عطائی ثابت کرے تو شرک کس منطق سے ہوگا، یہ کسی عاقل کو سمجھ میں آ سکتا ہے؟ یہ زائد علم عطائی زیادہ سے زیادہ باطل ہوگا۔ شرک کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ ایسے اعتقاد کو پوری امت کا اعتقاد بتانا افتراء اور بہتان ہے۔

ثالثاً:- پوری امت نہیں، امت کے دو چار ہی مستند و معتمد افراد کا قول دکھا دیجئے کہ انہوں نے اس اعتقاد کو شرک لکھا ہے۔

رابعاً:- براہین کے مؤلف گنگوہی صاحب جانتے تھے کہ میں پوری امت پر افتراء کر رہا ہوں۔ اس پر گرفت ہوگی۔ مطالبہ ہوگا کہ دکھاؤ امت کے کن کن افراد نے اپنا یہ اعتقاد بتایا ہے۔ پھر بڑی رسوائی ہوگی۔ اس لئے اخیر میں پیتر بدل دیا۔ اور یوں کھما دیا۔

”سب کتب شرعیہ سے یہی مستفاد ہوتا ہے“

آپ کے سارے نیاز مندوں کو صلائے عام ہے۔ سب کتب شرعیہ سر دست رہنے دیجئے۔ دو چار ہی کی وہ عبارتیں دکھا دیں جس سے وہ احمقانہ اعتقاد مستفاد ہوتا ہے۔ ہم ناظرین کو اطمینان دلاتے ہیں کہ جب سو سال سے وہ عبارتیں نہ دکھا سکے تو اب کون ہے جو دکھائے یہ کتب شرعیہ پر گنگوہی صاحب کا افتراء اور بہتان ہے۔ اور اگر امت سے مراد آپ کی

اپنی امت ہو دوسری بات ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک کو گھٹانے کی سزا میں جب کہیں پناہ نہیں ملی تو افتزار پر افتزار کر رہے ہیں۔ بہتان پر بہتان باندھ رہے ہیں۔ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور ان کی محبت کا یہی تقاضا ہے؟ ہنود دیہود، نصاریٰ و مجوس نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں یہ دھند نہ کئے ہوں گے۔

خاصاً: پوری امت کا یہ اعتقاد کیسے ہو سکتا ہے۔ جبکہ یہ اعتقاد عوام ہی نہیں خواص کو مشرک بنانے کی خود کار (آٹومیٹک) مشین ہے۔ ناظرین ملاحظہ کریں۔ نانوتوی صاحب کے ایک مرید نے کہا کہ نانوتوی صاحب کا علم گنگوی صاحب کے زیادہ تھا اس پر گنگوی صاحب کے مرید نے کہا، نہیں گنگوی صاحب کا علم نانوتوی صاحب کے زیادہ تھا۔ ظاہر ہے ان دونوں میں ایک ضرور غلط کہہ رہا ہے۔ تو وہ اس آٹومیٹک کفری مشین کی رد سے ضرور بالضرور مشرک اس لئے کہ اس نے اپنے مدوح میں اس سے زیادہ علم مانا۔ جتنا اللہ عزوجل نے دیا تھا۔ اس لئے اس آٹومیٹک کفری مشین کی رو سے مشرک۔

پھر یہ بحث انھیں دونوں میں منحصر نہیں۔ اور بھی دیوبندی بزرگوں میں ہو سکتی ہے بلکہ ہوئی ہے اور ہوتی رہتی ہے مثلاً انبیٹھی صاحب کا علم زیادہ ہے یا تھانوی صاحب کا۔ انور صاحب کشمیری کا زیادہ ہے یا عثمانی صاحب کا۔ زکریا صاحب کا زیادہ ہے یا ٹانڈوی صاحب کا۔ اور اس قسم کے ہر اختلاف میں ایک ضرور مشرک ہوا۔ بلکہ یہ مقابلہ اور اختلاف امت کے کسی بھی دو عالم کے مابین ہو سکتا ہے بلکہ ہوا ہے اور ہوگا۔ تو ان میں کس فریق دیوبندی مذہب کی اس آٹومیٹک مشین کی رو سے مشرک ہوا۔

سادہ سادہ: ان سب خرافات کی بنیاد ہی فاسد ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین کا علم محیط نہیں عطا فرمایا۔ اور یہ نصوص قطعیہ کے خلاف ہے۔ مجدد اعظم علی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی تصنیفات مبارکہ الدولۃ المکیۃ، الفیوض، لکھیہ۔ ابناء المصطفیٰ، خالص الاعتقاد وغیرہ میں اور ان کے خلف الرشید وارث علم و فضل ان کے جانشین حضرت مفتی اعظم ہند مولانا

مصطفیٰ رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ادخال السنان میں اور ان کے خلیفہ حضرت صدر الافاضل علامہ نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے الکلمۃ العلیا میں قرآن مجید کی آیات مبارکہ اور سیکڑوں احادیث سے ثابت فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم جمیع ماکان ہوا کیونکہ محیط ہے جس میں زمین ضرور داخل ہے۔ یہ وہ رسائل ہیں جن کے جواب سے تمام منکرین علم غیب آج تک عاجز ہیں۔ جبکہ ان میں سے بعض کو ایک صدی کے قریب ہو رہا ہے اب کیا امید کہ کوئی جواب دے پائے گا۔ تو جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین ہی کا علم محیط نہیں اس سے لاکھوں گنا زائد اللہ عزوجل نے عطا فرمایا تو اس گنگوہی مغالطہ عامۃ الورد سے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زمین کا علم محیط ثابت کرنا شرک نہ ہوا۔ پھر اس مغالطہ ۵۰۰۰ الورد کے ذکر سے فائدہ؟ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ پوری امت پر افراتو کیا۔ بہتان بازہا اور کال نہ کٹا۔ کیسے کٹے۔ ع و بدوع رافروغ نہ باشد۔ مگر دیوبندیوں کا اصول یہ ہے

الکذب یبھی والصدق ینھلک۔

گنگوہی صاحب کے نیا زندیہ بھی کہتے ہیں کہ شیطان کو جو علم دینے گئے تیسرا شبہ وہ رذیل اور حقیر تھے اور ان رذیل و حقیر علم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ماننا شرک ہے۔

تیسرا شبہ

اولاً شیطان کو جو علوم رذیلہ، حقیرہ حاصل ہیں وہ اللہ عزوجل کی عطا سے حاصل ہیں یا اللہ عزوجل کی عطا کے بغیر اس نے خود پیدا کر لئے ہیں۔ بر تقدیر ثانی۔ اس کا علم ذاتی ہوا اور آپ سب لوگوں کو تسلیم کہ ذاتی خاصہ خدا ہے۔ تو لازم کہ گنگوہی صاحب کے عقیدے کے مطابق شیطان خدا ہے یا خدا کا شریک۔ اور بر تقدیر اول جب وہ علوم اللہ عزوجل کی عطا سے شیطان کو حاصل ہوئے۔ تو لازم کہ اللہ عزوجل خود اس سے متصف ہو۔ اور بقول آپ لوگوں کے یہ علوم رذیل و حقیر تو لازم کہ اللہ عزوجل حقیر و رذیل کیساتھ متصف بالفعل ہے اور یہ کفر ہے۔



یہ بھی ہوش نہ رہا کہ شیطان کے ساتھ براہین میں حضرت ملک الموت  
**ثانیاً**۔ علیہ السلام والیتسلم بھی ہیں۔ کیا ان کے علوم بھی رذیل و حقیر ہیں۔ اگر ہیں تو  
 آپ لوگوں نے ایک ملک مرسل، فرشتہ مقرب کے وصف کو رذیل، حقیر کہہ کر اسکی  
 توہین کی یا نہیں؟ اور ان کی توہین کفر ہے یا نہیں؟

قرآن مجید میں ہے

**ثالثاً** وعلم آدم الاسماء کلھا  
 اور اللہ نے آدم کو تمام چیزوں کے نام  
 سکھائے۔ (بقرہ آیت ۳۱)

عامہ تفاسیر میں سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ  
 اس آیت کی تفسیر میں فرمایا حتی القصصۃ والقصیصۃ والملحقۃ والفسوۃ والفسیۃ  
 بتائے یہ علوم کمالات تھے یا نہیں۔ اگر نہیں تو یہ تعلیم الہی لغو ہوئی اور اس سے بھی زیادہ  
 لغویت یہ ہوگی کہ حضرت آدم کے انھیں علوم کو ملائکہ پر فضیلت کی دلیل بتائی  
 کسی میں ہمت ہے تو کہہ دے یہ لغو کام ہوا۔ اور اگر یہ کمالات ہیں اور ضرور ہیں تو ثابت  
 کہ علوم دینیہ کی طرح دنیوی علوم بھی کمال ہیں۔ پھر علم کی کمال اور غیر کمال کی طرف  
 تقسیم باطل۔

بات بالکل واضح ہے۔ علم کسی چیز کا نہ ذلیل ہے نہ رذیل نہ حقیر۔ علم ہر چیز کا  
**رابعاً** کمال ہے۔ اللہ عزوجل اپنا وصف خود بیان کرتا ہے۔ وهو بكل شیء عليم  
 وہ ہر چیز کا جانتے والا ہے۔ یہاں۔ شیء بمعنی ما یعلم وما یخبر بہ ہے جو واجبات  
 تمنعات اور جمیع ممکنات کو عام ہے خواہ وہ موجود ہوں یا ازلًا ابدًا معدوم۔  
 اور اللہ عزوجل کا ہر وصف کمال تو مطلق علم خواہ کسی چیز کا ہو کمال۔ حتی کہ کفریات  
 محرکات کا علم بھی قبیح نہیں البتہ کفریات، محرکات افعال قبیحہ کا ارتکاب ضرور قبیح ہے۔  
 شیطان کا خبث یہ ہے کہ وہ قبیح کا خود ارتکاب کرتا ہے اور کرتا ہے۔ مثلاً زنا کسے  
 کہتے ہیں، چوری کسے کہتے ہیں، یہ جاننا قبیح نہیں، قبیح چوری کرنا زنا کرنا ہے۔ شیطان  
 دھوکہ دہی وغیرہ کا ارتکاب کرتا ہے اس لئے وہ شیطان ہے۔ لوگوں کو کفر پر ابھارتا ہے

حرام کاری پر اکساتا ہے اس لئے وہ شیطان سے جیٹ ہے۔

کسی کے خواب میں بھی یہ وہم نہ ہوگا کہ گنگوئی صاحب کے نیاز مند اس فرق کو نہ جانتے ہوں گے، ضرور جانتے ہیں خوب جانتے ہیں۔ صرف پچاڑے عوام کے ذہن کو اس عبارت کے کفر سے پھرنے کے لئے، اتنی بڑی عبارت کر رہے ہیں کہ اتکاب کے قبیح ہونے کو علم کے قبیح ہونے پر ڈھال دیا گیا اسی کا نام توجیہ ہے کیا اسی کا نام تاویل ہے۔ کسی مجرم کے جرم کو چھپانے کے لئے آنکھوں میں دھول جھونکنا اس جرم میں شریک ہونا اور خود بہت بڑا جرم ہے۔ انکم اذا مثلہم۔

## دوسرا عرض کی توجیہ اور اسکا رد

براہین کی عبارت میں — دوسرا کفر یہ تھا کہ — کفر و شرک کو نص سے ثابت مانا۔ یہ کفر پہلے کفر کی فرع ہے۔ اگر پہلا اٹھ جاتا تو یہ خود بخود ختم ہو جاتا مگر جب پہلا کفر ثابت ہے تو یہ بھی ثابت ہے۔

## تیسرا کفر

شیطان لعین کے علم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زائد مانا اس عبارت کا اخیر حصہ یہ ہے:

”شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے؟ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔“

اس عبارت میں خط کشیدہ جملہ ”فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے؟“ بہ بانگ دہل پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اس عبارت کا قائل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مطلقاً وسعت علم کا انکار کر رہا ہے۔ یہاں کسی خاص علم کی تخصیص نہیں کی ہے نہ زمین کے علم کی اور نہ اس علم کی اور نہ اس علم کی۔ تو بد اہتہً یقیناً قطعاً یہ مطلق وسعت

علم کی نفی ہوئی اور اس کا دو، دو چار کی طرح یہی مطلب ہوا کہ گنگوہی صاحب یہی بتا رہے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم وسیع نہیں۔ اور شیطان کیلئے صاف صاف لکھا ہے کہ یہ یعنی علم کی وسعت نفس سے ثابت ہے تو صاف صاف عیاں ہے کہ گنگوہی صاحب نے شیطان لعین کے علم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زائد مانا۔

## توجیہ اور اس کی تردید

گنگوہی صاحب کے نیاز مندوں نے اس کفر کو اٹھانے کے لئے جو جو جنم کئے ہیں سب کے بیان کے لئے دفتر درکار ہے۔ زیادہ تر یہ کہا ہے۔ کہ نفی صرف زمین کے علم محیط کی ہے اور شیطان کے لئے اس کو ثابت مانا گیا ہے۔ ایک جزئی علم کے شیطان کے لئے ثابت ماننے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس مخصوص جزئی علم کا علم ثابت نہ ہونے سے شیطان کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے علم ہونا لازم نہیں آتا جبکہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دوسرے ایسے علوم کثیرہ مانتے ہیں جو شیطان کو حاصل نہیں۔

براہین میں کہیں صرف زمین کے علم محیط کی نفی ہوگی۔ یہاں نہ زمین مذکور ہے **تردید** نہ اس پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ مثلاً اسم اشارہ یا ضمیر وغیرہ یہ، اس، اس وہ۔ بغیر ان قیودات کے مطلق وسعت علم کی نفی کی ہے اور مطلق کی نفی کیلئے استغراق لازم ہے۔ اگر مطلق کی نفی کے لئے استغراق لازم نہ ہو تو مطلق کی نفی نہ ہوگی۔ کیونکہ مطلق کا اثبات اس کے کسی ایک فرد کے اثبات سے ہو جاتا ہے تو اگر مطلق کی نفی کا مطلب یہ ہو کہ اس کے کچھ افراد کی نفی ہو کچھ کا اثبات تو حقیقت میں یہ مطلق کی نفی نہیں بلکہ مطلق کے بعض افراد کی نفی ہوئی اور مطلق کا اثبات ہوا۔ مثلاً کسی نے کہا میں نے مدینہ طیبہ نہیں دیکھا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آج تک کبھی نہیں دیکھا ہے۔ نہ بچپن میں نہ جوانی میں نہ بڑھاپے میں نہ اکیلے نہ کسی کے ساتھ۔ اس کا یہ مطلب

نہیں ہوتا کہ پچھنے میں دیکھا ہے جو انی اور بڑھاپے میں نہیں دیکھا ہے یا جوانی میں دیکھا ہے  
ہے پچھنے اور بڑھاپے میں نہیں دیکھا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس کا سبب یہی ہے کہ مطلق کی  
نفی اسی وقت صحیح ہے جب استغراق ہو۔

یہاں براہین میں جب مطلق وسعت علم کی نفی ہے تو اسے بھی استغراق لازم۔  
اب اس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ گنگوہی صاحب یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں۔ کہ  
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی علم کی وسعت ثابت نہیں۔ نہ زمین کے علم کی  
نہ آسمان کے علم کی نہ دینی علم کی نہ دنیوی علم کی۔ نیز یہ بھی کہ کسی بھی علم کی وسعت ثابت  
ماننا شرک ہے خواہ دنیوی علوم کی وسعت مانیں خواہ دینی بہر حال شرک ہے۔  
اگر گنگوہی صاحب کا منشا صرف علم محیط زمین کی نفی ہوتا تو یوں لکھتے۔  
شیطان کے لئے زمین کا علم محیط نص سے ثابت ہے اور فخر عالم کے علم محیط زمین کی کوئی  
نص قطعی ہے۔ اختصار ملحوظ ہوتا تو یوں لکھتے۔ فخر عالم کی اس وسعت علم کی کوئی  
نص قطعی ہے۔ یہ نہ کہہ کر بصیغہ اطلاق یوں کہنا۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی  
نص قطعی ہے؟ صاف صاف بتا رہا ہے کہ ان کی مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم  
سے مطلق علم کی نفی ہے۔ اس لئے یہ مانے بغیر کسی انصاف پسند کو چارہ نہیں کہ گنگوہی  
صاحب نے اس عبارت میں شیطان لعین کے علم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے  
زیادہ وسیع مانا اور اس عبارت پر ہمارا یہی الزام ہے جو بلا کسی ادنیٰ شک و شبہ کے  
ثابت ہے اور گنگوہی صاحب کے نیاز مندوں کی تاویل مذکور اس عبارت کی تاویل  
نہیں تحویل و تبدیل ہے بلکہ تحریف ہے۔

## دوسرے علماء کی ناپیدائش

آج ایک صدی سے زائد لاکھوں کی بات ہے۔ ریاست بھاو پور  
مناظرہ بھاو پور میں براہین کی مختلف عبارتوں کے ساتھ اس کی مذکورہ بالا عبارت  
پر بھی ایک انتہائی اہم اور فیصلہ کن مناظرہ ہوا تھا۔ جس میں دیوبندیوں کی طرف سے

اس وقت کے سب سے بڑے عالم ان کے شیخ الہند محمود حسن صاحب اور خود انہیں بھی صاحب  
 بھی شریک ہوئے تھے جن کے نام سے براہین چھپی ہے۔ اہلسنت کچانج سے امام المناظر  
 حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری مناظر تھے اور چاچڑاں شریف کے شیخ المشائخ حضرت  
 مولانا شاہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس مناظرے کے حکم تھے۔ جو نواب بھاوپور  
 کے پیر، مرشد تھے حضرت موصوف نے اس مناظرے پر جو فیصلہ دیا ہے وہ یہ ہے کہ  
 ”مؤلف مذکور مع اپنے معاونین کے وہابی اہلسنت سے خارج ہے“  
 جس کے نتیجے میں انہیں بھی صاحب بھاوپور سے نکالے گئے۔

یہ مناظرہ تحریری تھا۔ اس کی روداد تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والنخلیل  
 کے نام سے چھپ چکی ہے۔ اس میں حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ  
 علیہ نے براہین کی اس عبارت پر انہیں بھی صاحب کو یہی الزام دیا ہے کہ انہوں نے  
 اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو شیطان کے علم سے  
 کم لکھا ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

”فقیر کان اللہ کا اعتراض یہ ہے۔ کہ سرور کائنات اعلم مخلوق  
 علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی وسعت علم کا جو انکار کیا ہے اور شیطان  
 کے علم سے آپ کے علم کو کم لکھ دیا ہے یہ نہایت درجہ کی توہین ہے۔“

اسی تقدیس الوکیل کی تصدیق میں مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی نہاجر کی نے لکھا ہے:

”میں مولوی رشید احمد کو رشید سمجھتا تھا مگر میرے گمان کے خلاف  
 کچھ اور ہی نکلے۔ بڑی کوشش اس میں کی کہ حضرت کا علم شیطان بعین

کے علم سے کمتر ہے اور اس عقیدے کے خلاف کو شرک فرمایا ہے

حضرت مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی وہ بزرگ ہیں جنہیں سلطان ترکی نے پایہ حریم  
 کا خطاب دیا۔ اور جنہیں خود براہین ہی میں۔ ہمارے شیخ الہند مولوی رحمۃ اللہ

۱۰ تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والنخلیل ص ۲

۱۱ ایضاً ص ۱۹۳ ۱۲ ایضاً ص ۳۱۹ ۱۳ براہین ص ۲۳

— لکھا۔ یہ بھی اس عبارت سے وہی سمجھے جو دوسرے علماء اہلسنت نے سمجھا۔  
 خود حضرت مولانا غلام دستگیر رحمۃ اللہ علیہ نے مجدد اعظم امام احمد رضا قدس  
 سرہ کے تلمیذ ہیں۔ نہ ہم سبق ہیں، نہ پیر بھائی ہیں۔ انھوں نے بھی اس عبارت کا  
 یہی مطلب سمجھا اور انہی صاحب اور محمود احسن صاحب کو روڈ رو الزام دیا۔  
 جس کی وہ لوگ کوئی ایسی توجیہ نہ کر سکے جس کی رو سے اس عبارت کا کوئی ایسا  
 مطلب نکلا جس کی بنا پر یہ عبارت کفر نہ رہتی۔ توجیہ جن بزرگ کے نام سے  
 یہ کتاب چھپی ہے جو بقلم نیاز مند ان گنگوہی صاحب، مخلص ہیں تو اگر بفرض  
 محال اب کوئی صاحب کوئی دوسرا مطلب نکال بھی لیں تو انھیں یا گنگوہی صاحب  
 کو کیا مفید۔ واضح ہو کہ گنگوہی صاحب اس وقت بقید حیات اور بقید ہوش و  
 حواس تھے اگر اس عبارت کا کوئی مطلب اور ہوتا تو وہ ضرور بتاتے، ان کے دو  
 عظیم مرید اور خلیفہ اس مناظرے میں شریک تھے۔ انھوں نے واپس آکر دوداد  
 ضرور سنائی ہوگی۔ مناظرے میں نہ بتا سکے تھے تو بعد میں بتا دیتے۔ نظام الملک اخبار  
 میں وہ بھی چھپ جاتا۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ گنگوہی صاحب کے  
 پاس بھی اس کی کوئی تاویل تھی جو انھیں کفر سے بچا سکے۔ آخر اس صریح جملے کی کیا  
 تاویل ہو سکے گی۔

”فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے؟ جس سے تمام نصوص کو رد  
 کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔“  
 اس کا صاف صریح مطلب یہ ہے کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم  
 کی کوئی نص قطعی نہیں یہ نصوص کے خلاف ہے اور شرک ہے۔

# تھانوی صاحب کی کفری عبارت

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنے ایک کتابچے "حفظ الایمان" کے صفحہ پر لکھا:

"پھر یہ کہ آپکی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا۔ اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب سے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمر و دیگر بلکہ ہر صبی دیکھے، مجنون دیاگل، بلکہ جمع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے"

چند سطر بعد ہے

"اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں اس طرح کہ ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہے"

اس عبارت کا صاف صاف صریح و بے گھڑ متعین مطلب یہ ہے کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و ناکس، زید و عمر و دیگر بلکہ بچوں، پاگلوں بلکہ جانوروں، چوپایوں کے علم سے تشبیہ دی۔ یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ان کے مساوی بتایا۔ اور اس پر فریقین کا اتفاق کیا۔ دونوں باتوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی توہین اور تحقیر ہے اور کسی نبی کی توہین وہ بھی سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین باجماع امت کفر ہے اور توہین کرنے والا کافر۔

اس عبارت سے مضمون مذکور بلا کسی ابہام و خفا کے بے ایر پھیر کے واضح ہے۔ مزید توضیح کے لئے عرض ہے:

لہٰذا یہ تردید اس بنا پر ہے کہ تھانوی صاحب کے نیاز مند خود آپس میں اچھے ہوئے ہیں کہ اس عبارت میں "نسا" تشبیہ کے لئے یا اتنا اور اس قدر کے معنی میں تفصیل آگے آ رہی ہے۔

(۱) ابتدا میں ہے۔ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے۔ یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے۔ اسلئے کہ حکم کے یہی معنی ہیں کہ ایک چیز دوسرے کے لئے ثابت کی جائے۔ آگے ہے۔ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اس عبارت میں۔ اس کا اشارہ پہلا ذکر کردہ غیب ہے یعنی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے جو حضور کو حاصل تھے۔ اس لئے بعض غیب سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا علم غیب مراد ہوا۔ اور یہی مراد ہونا متعین ہے۔ اس لئے کہ مقسم کا صدق اقسام پر ضروری ہے ورنہ قسم قسم نہ رہے۔ بیگانہ محض ہو جائے۔

اس کے بعد ہی بعض علم غیب کو جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں۔ یہ کہا۔ اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو و بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔

اس لئے بلا کسی ادنیٰ تشکک شبہہ اور بغیر ذرہ برابر تردد کے واضح ہو گیا کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو بچوں، پاگلوں، جانوروں، چوپایوں کے علم سے تشبیہ دی یا ان کے برابر بتایا۔ اسی کو اور مختصر عبارت میں یوں کہہ لیجئے۔ کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو علم غیب حاصل مانا بقول زید اس کی دو قسمیں ہیں۔ بعض غیب یا کل غیب۔ کل کے حاصل ہونے کو عقلاً نقلاً باطل مانا۔ تو لازم کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بعض علم غیب حاصل مانا۔ اور اسی کے بارے میں لکھا کہ ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو و بکر یعنی ہر کس و ناکس بلکہ بچوں پاگلوں، چوپایوں کو بھی حاصل ہے۔ اب اگر لفظ "ایسا" کو تشبیہ کے لئے مانیں تو انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ارفع و اعلیٰ کو ان خسیں چیزوں کے کہتر و ادنیٰ علم سے تشبیہ دی۔ اس میں یقیناً حتماً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی توہین ہے۔

اور اگر۔ لفظ ایسا۔ کو اتنا اور اس قدر کے معنی میں مانیں۔ تو لازم کہ حضور اقدس



صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وافر و کثیر کو جس کی مقدار کوئی ملک مقرب اور نبی مرسل بھی نہیں  
 جان سکا۔ ان ردیل چیزوں کے علم کے برابر کر دیا۔ یہ بھی بدترین توہین ہے۔  
 حاتم البحرین کی اشاعت کے بعد سے اب تک حفظ الایمان کی اس عبارت کی  
 تاویل میں تھانوی صاحب کے چھوٹے بڑے تمام نیا زمندوں نے ایڑی چوڑھی تک  
 زور لگایا مگر کوئی بزرگ اس کی ایسی تاویل نہ کر سکے جو اس عبارت کی تاویل ہو اور  
 کفر نہ ہو۔ کتابچوں پر کتابچے لکھے۔ اشتہار پر اشتہار چھاپے۔ تقریریں کیں مناظر  
 کئے۔ مگر ہوا یہی کہ اس عبارت کو جس قدر بنانے کی کوشش کی اتنی ہی اٹھتے گئے۔ جتنی  
 زیادہ صفائی کی جدوجہد کی اتنا ہی زیادہ اس عبارت کا کفر جاگر ہوتا گیا۔ اس کی تفصیل  
 اگرچہ بہت مفید اور دلچسپ ہے۔ مگر ہمارا مقصود اس وقت صرف الزام دنیا نہیں بلکہ  
 افہام و تفہیم ہے اس لئے اس سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف بنیادی بات پر بحث  
 کرتے ہیں۔

اب تک اس عبارت کی تاویل میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ ان سب کا حاصل یہ ہے،  
 ”کہ اس عبارت میں ”ایسا“ سے مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم  
 نہیں بلکہ مطلق بعض ہے اس لئے یہ عبارت بے عبارت ہے“  
 اس موضوع پر لکھے ہوئے سارے کتابچوں، مناظرے کی رودادوں کو دیکھ ڈالئے سب  
 میں قدر مشترک یہی مہلکے گا۔ البتہ طرز بیان، طرز استدلال الگ الگ ہو سکتے ہیں۔ مگر  
 محور یہی ہے۔

## یہ تاویل نہیں ہے عبارت کی تہذیب

ہمارا یہ کہنا ہے کہ۔۔۔ یہ کہنا کہ لفظ ایسا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم  
 مبارک مراد نہیں مطلق بعض مراد ہے۔ اس عبارت کو منسوخ کرنا اور بالکل بدل دینا  
 بلکہ مہمل اور لغو بنا دینا ہے۔

اولاً لفظ ”ایسا“ سے جو بھی مراد ہو اس کا پہلے ذکر ہونا لازم ہے۔ ورنہ ایسا کہنا مہمل

ہوگا۔ اور اس سے پہلے صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاک مذکور ہے۔ اس لئے اس سے صرف وہی مراد ہو سکتا ہے۔ مطلق بعض مذکور ہی نہیں اس لئے وہ کسی طرح مراد ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم مبارک کی بعض غیب اور کل غیب کی طرف تقسیم کی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاک مقسم ہے۔ اور بعض غیب اور کل غیب اس کے اقسام۔ اور اقسام پر مقسم کا صدق لازم ورنہ اقسام اقسام نہ رہیں۔ اجنبی محض ہو جائیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مقسم مع قید ہی کا نام قسم ہے۔

مثلاً کئی کلمہ کی تین قسمیں اسم، فعل، حرف کرتے ہیں۔ کلمہ ہی کیساتھ جب معنی مستقل پر دلالت اور عدم اقتران بزمان کی قید لگاتے ہیں تو وہ اسم ہے۔ اور کلمہ ہی کے ساتھ جب معنی مستقل پر دلالت کرنے اور اقتران بزمان کی قید لگاتے ہیں تو وہ فعل ہے۔ علی ہذا القیاس۔ کلمہ کیساتھ معنی غیر مستقل پر دلالت کرنے کی قید لگا دیں تو حرف ہے اس لئے اسم اور فعل اور حرف تینوں کا کلمہ ہونا ضروری ہے، جو لفظ کلمہ نہ ہو گا وہ نہ اسم ہوگا نہ فعل نہ حرف۔

اسی طرح جب تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی دو قسمیں کیں۔ بعض اور کل۔ تو یہاں بعض سے مراد حضور ہی کا علم ہوگا نہ کہ مطلق بعض۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ نہ مطلق بعض مذکور ہے نہ وہ لفظ ایسا سے مراد ہو سکتا ہے اسے مراد بتانا عبارت کو مہمل بنانا ہے۔

اس ایراد سے بچنے کے لئے تھانوی صاحب کے نیاز مندیہ کہتے ہیں کہ یہاں اس کی بحث ہی نہیں کہ حضور کو علم غیب حاصل تھا یا نہیں۔ بحث اس سے ہے کہ آپ کی ذات پر عالم الغیب کا اطلاق درست ہے کہ نہیں یعنی آپ کو عالم الغیب کہنا صحیح ہے کہ نہیں؟ کیا کروں۔ میں نہیں چاہتا کہ کچھ کہوں۔ مگر یہاں اتنا کہے بغیر چارہ نہیں کہ۔ آم بول کر اعلیٰ مراد لینا اگر درست ہے تو ضرور۔ تھانوی صاحب کے اس قول۔ ”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زینت صحیح ہو“ کا مطلب۔ عالم الغیب کا اطلاق

صحیح ہو۔ درست ہو سکتا ہے؛ پھر اس طرح تو نہ کوئی کفر، کفر ہے گا۔ نہ کوئی گالی، گالی رہے گی۔ ایک مسخرے نے زید کو حرامی کہا۔ زید نے غصے میں آکر اسے چائٹا رسید کرنا چاہا تو مسخرے نے کہا۔ زید تو جاہل ہے۔ حرامی کے معنی عزت والا ہے۔ مسجد حرام، شہر حرام، بلد حرام میں دیکھ "حرام" کے معنی عزت والے کے ہیں۔ اسی سے حرامی بنا ہے۔ کیوں خفا ہو رہا ہے۔ زید تو زید کوئی عزت والا آدمی اس مسخرے کی بات مان لے گا؛ واقعی یہاں حرام کے معنی عزت والے کے تھے بھی مگر اس مسخرے کی تاویل قبول نہ ہوئی۔ اور حفظ الایمان کی عبارت میں۔ جو ہے "علم غیب کا حکم کیا جانا" اس میں اور عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا۔ میں یہ بھی تعلق نہیں۔

اب یا تو یہ کہئے کہ تھانوی صاحب خود اطلاق اور حکم کے فرق کو نہیں جانتے تھے یا آپ لوگ نہیں جانتے۔ مگر یہ دونوں کی جناب میں گستاخی ہے۔ ہم حداب میں رہتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ۔

تھانوی صاحب بھی جانتے تھے اور آپ لوگ بھی جانتے ہیں اور خوب جانتے ہیں۔ اور جان بوجھ کر عوام کو مغالطے میں ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تھانوی صاحب نے بالقصد والارادہ۔ عالم الغیب کا اطلاق۔ کے بجائے "علم غیب کا حکم کیا جانا" لکھا ہے اور آپ لوگ بھی دونوں کے فرق کو جانتے ہوئے ان کی مراد و منشا کے خلاف ان کے کلام کو بدل رہے ہیں۔

## اطلاق اور حکم کا فرق

مگر عوام بیچارے نہیں جانتے وہ اکھن میں ہوں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اطلاق اور حکم فرق کو واضح کر دیا جائے۔ اس کو مثال سے سمجھئے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری کائنات سے زیادہ عزت و جلالت حاصل ہے۔ مگر نام نامی کے ساتھ عزوجل کہنا ممنوع ہے اس لئے کہ یہ صیغہ اللہ عزوجل کیساتھ عرف اور شرع میں خاص ہے۔ اس بنا پر اس کا اطلاق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر

کرنا صحیح نہیں۔ مگر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عزت و جلالت حاصل ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر عزت و جلالت کا حکم کرنا حق اور ایمان ہے اور اس حکم کرنے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ عزت و جلالت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے حضور کے لئے ثابت ہے کیونکہ حکم کرنے کے یہی معنی ہیں کہ محمول کا معنی موضوع کے لئے ثابت کیا جائے، عزوجل کے بھی معنی یہی ہیں۔ عزت والا، جلال والا مگر چونکہ یہ صیغہ اللہ عزوجل کے ساتھ عرف و شریح میں خاص ہے اس لئے اسکا اطلاق ممنوع ہے۔ علامہ شامی نے لکھا

ان قولنا "عزوجل" مخصوص  
باللہ تعالیٰ. فلا یقال محمد  
عزوجل وان کان عزیزاً جلیلاً  
[جلد خامس صفحہ ۳۸۰]

عزوجل کا صیغہ اللہ تعالیٰ کیسا ہے  
مخصوص ہے تو محمد عزوجل نہیں  
کہا جائیگا اگرچہ حضور اقدس صلی  
اللہ علیہ وسلم عزیز و جلیل ہیں۔

تھانوی صاحب کے بہت بڑے نیاز مند اور مدعی و کالت سنہلی صاحب لکھتے

ہیں۔

کسی صفت کا واقع میں کسی ذات کے لئے ثابت ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ اسکا اطلاق بھی اس پر جائز ہو۔ قرآن کریم میں حق تعالیٰ کو ہر چیز کا خالق بتایا گیا ہے اور تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ عالم کی ہر چیز صنیر ہو یا کبیر، عظیم ہو یا حقیر سب اسی کی مخلوق ہے۔ لیکن بایں ہمہ فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اس کو خالق القردة والخنزیر کہنا ناجائز ہے۔ علیٰ ہذا قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے زاد (کھیتی) کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے لیکن اس کی ذات پاک پر زاد کا اطلاق درست نہیں۔ اسی طرح بادشاہ کی طرف سے لشکر کو جو عطایا اور وظائف دیے جاتے ہیں اہل عرب ان پر رزق کا اطلاق کرتے ہیں چنانچہ لغت کی عام کتابوں میں یہ محاورہ لکھا ہوا ہے کہ "رزق الامیر الجند"، لیکن بایں ہمہ بادشاہ کو رزق یا رزاق کہنا ہرگز درست نہیں۔ اور حضور کے خصائل مبارک کے باب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ خود ہی اپنی نعل مبارک کو ٹانگ لیا کرتے

تھے اور خود ہی اپنی بکری دوہ لیا کرتے تھے الخ لیکن اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو "خاصف النعل" (جفت دوڑا) اور غالب الشاة (بکری دوہنے والا) نہیں کہا جاسکتا۔ بہر حال یہ حقیقت ناتاہل انکار ہے کہ بعض اوقات ایک صفت کسی ذات میں پائی جاتی ہے اور اس کا اطلاق درست نہیں ہوتا۔ فیصلہ صاف

اس سے معلوم ہوا کہ کہیں کوئی حکم صحیح ہو تو اسے یہ لازم نہیں کہ اس کا اطلاق بھی درست ہو ایسا بہت ہے کہ حکم صحیح ہے مگر اطلاق ممنوع ہے۔ یہ قصہ یہاں بھی ہے کہ جب قرآن مجید اور احادیث کثیرہ اور اقوال سلف و خلف سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بعبارة الہی حاصل ہے تو حضور کی ذات مقدس پر علم غیب کا حکم کیا جانا صحیح ہے۔ مگر چونکہ لفظ عالم الغیب کا اطلاق اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے تو حضور کی ذات مقدس پر لفظ "عالم الغیب" کا اطلاق صحیح نہیں۔

اس لئے تھانوی صاحب کے نیاز مندوں کا "حفظ الایمان" میں وارد اس جملے

سے کہ لکھا

"آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر صحیح ہو" سے "لفظ عالم الغیب" کا اطلاق مراد لینا باطل ہے اور بالکل ایسے ہی ہے جیسے آم بول کر اٹلی مراد لی جائے۔ بناءً علیہ یہ قطعاً ہے کہ یہاں گفتگو لفظ "عالم الغیب" کے اطلاق کی نہیں۔ علم غیب کے حکم کے جانے یعنی اس کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا یا نہیں۔ اسی کے لئے پوری عبارت لائی گئی ہے۔ اس لئے یہاں قسم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاک ہوا۔ اور بعض غیب اور کل غیب اسی کے اقسام تو بعض علوم غیبیہ حضور ہی کا علم مراد ہونا متعین۔ اور اسی کو کہا "ایسا علم تو زید و عمرو و بکر الخ"

ثانیاً۔ چلئے آپ کی ضد سے تھوڑی دیر کے لئے مان لیتے ہیں کہ لغت اور عرف کینحلاف آسان بول کر ریسمان ہی مراد ہے اور علم غیب کے حکم کرنے سے "عالم الغیب" کا اطلاق مراد ہے تو گزارش ہے کہ۔ یہ اطلاق اسی وقت درست ہوگا جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہو، آپ کے لئے علم غیب ثابت ہو، کیونکہ مبدأ اشتقاق کے

ثبوت کے بغیر شتیق کا کسی چیز پر اطلاق بدیہتہ باطل ہے مثلاً جسے علم حاصل نہ ہو اسے  
عالم کہنا درست نہیں۔ اس پر عالم کا اطلاق باطل

یہاں تھانوی صاحب "عالم الغیب" کے اطلاق کی صحت تسلیم کر کے اب اس پر اعتراض کر  
رہے ہیں۔ تو اسے لازم کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ثابت بھی مانیں۔ ورنہ اتنی  
لبی عبارات کی ضرورت ہی نہ تھی، اتنا کہنا کافی تھا۔ کہ چونکہ حضور کو علم غیب حاصل  
نہیں اس لئے آپ کی ذات پر علم غیب کا اطلاق باطل۔ جیسے زید کو علم حاصل نہ ہو اور  
کوئی اسے عالم کہے تو اس کے بطلان میں اتنا کہنا کافی ہے کہ اسے علم ہی نہیں پھر عالم کہنا  
کسی طرح درست نہیں۔

اس لئے ماننا بڑے گا کہ تھانوی صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے  
علم غیب ثابت مان کر گفتگو کر رہے ہیں کہ  
اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل

اس میں۔ اس غیب سے مراد وہ غیب ہو گا جو عالم الغیب کے اطلاق کی علت ہے اور  
یہ علت وہی علم غیب ہے جو حضور کو حاصل ہے۔ کیونکہ جو حاصل نہ ہو وہ اطلاق کی  
علت ہی نہیں۔ تو اب پھر وہی علم غیب رہا جو حضور کو حاصل ہے۔ اور بعض غیب  
اسی کی قسم تو اب۔ بعض علوم غیبیہ سے مراد بلاشک و شبہ حضور ہی کے علوم غیبیہ ہو  
اور انہیں کو کہا۔ "یسا علم غیب تو زید و عمرو و بکر الخ"

ثالثاً۔ "ایسا" اگر کلمہ تشبیہ ہے۔ جیسا کہ صاحب الشہاب الثاقب نے لکھا ہے

حضرت مولانا تھانوی (لفظ "ایسا" فرما رہے ہیں۔ لفظ اتنا تو نہیں  
فرما رہے ہیں۔ اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ  
حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کے برابر کر دیا۔ یہ محض جہالت  
ہیں تو اور کیا ہے۔ اس سے بھی قطع نظر کریں تو لفظ "ایسا" تو کلمہ تشبیہ  
کا ہے۔ ص ۳۰۱

"ادھر لفظ "اتنا" نہیں کہا۔ بلکہ تشبیہ فقط بعضیت میں دیر ہے ہیں۔ ص ۱۰۳

اب تھانوی صاحب کے تمام نیاز مند سنبھل جائیں۔ تشبیہ کے تین رکن ہیں۔ مشبہ، مشبہ بہ، وجہ شبہہ۔ یعنی ایک وہ جس کو تشبیہ دی گئی۔ دوسرے وہ جس کے ساتھ تشبیہ دی گئی، تیسرے کس بات میں تشبیہ دی گئی۔ مثلاً کسی نے کہا۔ زید شیر کے مثل ہے۔ تو زید مشبہ، شیر مشبہ بہ، بہادری وجہ شبہہ۔ حفظ الایمان کی عبارت میں مشبہ بہ صراحتہ مذکور ہے۔ یعنی زید و عمرو و بکر، ہر صبی و معنون، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کا علم۔ اور وجہ شبہہ صاحب "الشہاب الثاقب" نے بتا دیا۔ فرمایا۔ تشبیہ فقط بعصیت میں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ "مشبہ کیا ہے؟ مطلق بعصیت میں" زید و عمرو و بکر بلکہ ہرنیکے، پاگل ہر جانور، ہر چوپائے کے علم سے، کس کے علم کو تشبیہ دی ہے؟ ادنیٰ سمجھ رکھنے والا بھی پکارا اٹھے گا کہ یہاں مشبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا علم غیب ہے۔ مطلق بعض مشبہ نہیں ہو سکتا کیونکہ مذکور ہی نہیں۔ مذکور تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض علم غیب ہیں۔ اس لئے یہ صاحب الشہاب الثاقب کی کہ مکرئی کے برعکس مکرئی ان کہی ہو گئی علاوہ ازیں۔ تشبیہ فرد کی فرد سے ہوتی ہے۔ فرد کی مطلق سے نہیں ہوتی۔ فرد کی مطلق سے تشبیہ لغو اور مہمل ہے۔ مثلاً یہ کہا جاتا ہے۔ زید عمرو کے مثل ہے، شیر کے مثل ہے، یہ کہنا لغو ہے کہ زید مطلق انسان کے مثل ہے اس لئے اگر مطلق بعض کو مشبہ ٹھہرائیں گے تو پھر حفظ الایمان کی عبارت مہمل ہو جائے گی۔ تو متعین کہ مشبہ حضور ہی کا علم پاک ہے۔

رابعاً: اگر لفظ "ایسا" کو تشبیہ کے لئے نہ مانیں بلکہ اتنا اور اس قدر کے معنی میں مانیں جیسا کہ درجہنگی اور سنبھلی صاحبان کی تحقیق ہے۔ تو بھی ان ایرادات سے چھٹی نہیں۔ اول الذکر نے توضیح البیان میں لکھا

" واضح ہو کہ "ایسا" کا لفظ فقط مانند اور مثل ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہے

ہوتا بلکہ اس کے معنی اس قدر اور اتنے کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ متعین ہیں

" اور اگر وجہ تکفیر کی تشبیہ علم نبوی بعلم زید و عمرو ہے۔ تو یہ اس پر موقوف ہے

کہ لفظ "ایسا" تشبیہ کے لئے ہو۔ حالانکہ یہ یہاں غلط ہے اور علاوہ غلط ہونے

کے محتاج ہے حذف کلام بلکہ نسخ کلام کا" ص ۱۳

”عبارت تنازعہ فیہا میں لفظ ایسا بمعنی اسقدر اور اتنا ہے پھر تشبیہ کسی“ ص ۱۷  
 ناظرین ذہن کا مزہ بدلنے کے لئے اس خانہ جنگی کا بھی لطف حاصل کر لیں۔ دارالعلوم دیوبند  
 کے شیخ الحدیث فرما رہے ہیں۔ کہ اس عبارت میں۔ ایسا کلمہ تشبیہ ہے اور اسی دارالعلوم کے  
 ناظم شعبہ تبلیغ یہ لکھ رہے ہیں کہ یہ یعنی تشبیہ محتاج ہے حذف کلام اور مسخ کلام کو۔ تو مدرسہ  
 دیوبند کے شیخ الحدیث صاحب نے حفظ الایمان کی تاویل و توجیہ نہیں کی اسے مسخ کر دیا اور خود  
 ناظم صاحب نے کیا کیا، وہ اگر شیخ الحدیث صاحب زندہ ہوتے تو بتاتے۔ مگر ناظرین نہ گھبرائیں  
 آگے آ رہا ہے۔

اور سنہلی صاحب رواد مناظرہ بریلی میں لکھتے ہیں۔

”حفظ الایمان کی اس عبارت میں ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ یہاں بدو  
 تشبیہ کے ”اتنا“ کے معنی میں ہے۔ ص ۳۳  
 وہ بغیر تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے“ ص ۳۴

”ایسا“ تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور حفظ الایمان کی  
 عبارت میں وہ بلا تشبیہ کے اتنا کے معنی میں مستعمل ہے“ ص ۳۴

اس پر بھی وہی گزارش ہے کہ۔ ایسا بمعنی اتنا بھی مراد لیں تو اس کا اشارہ اس عبارت میں  
 ماقبل مذکور کی طرف ہوگا۔ اور بارہا لکھ چکا کہ ماقبل مذکور وہی۔ بعض علوم غیبیہ ہیں جو حضور  
 اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں مطلق بعض مذکور ہی نہیں۔ پھر اس کی طرف اشارہ ممکن  
 ہی نہیں۔ تو اب حفظ الایمان کی اس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ جتنا علم حضور اقدس صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ ایسا یعنی اتنا زید و عمرو و بکر وغیرہ کو بھی حاصل ہیں۔ یہ حضور اقدس  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک کی زید و عمرو و بکر کے علوم سے برابر ہوگی۔ علاوہ ازیں پھر  
 وہی استمالہ۔ کہ فرد فرد کے مساوی ہوتا ہے۔ فرد مطلق کے مساوی نہیں ہوتا۔ مثلاً یہ کہا جاتا ہے  
 زید اتنا لمبا ہے جتنا عمرو۔ یہ کہنا لغو اور بھل ہے کہ زید اتنا لمبا ہے جتنا مطلق انسان۔ اور یہاں  
 فرد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب ہے۔ اس لئے لازم آیا کہ اس عبارت میں زید و  
 عمرو و بکر کے علم غیب کے مساوی حضور ہی کے علم غیب کو بتایا گیا ہے۔



کبھی "ایسا" کسی وصف کی اچھائی اور عمدگی بتانے کیلئے بھی  
 آتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ زید نے ایسا وعظ کہا کہ طبیعت

ایک احتمال کی تردید

خوش ہو گئی۔ تم نے ایسا لکھا ہے کہ جی چاہتا ہے تمہارے منہ پر مار دوں۔

یہ احتمال اگر تھانوی صاحب کے کوئی نیاز مند اختیار کر لیں تو اس عبارت  
 کا توہین کے لئے ہونا اجلی طور پر ظاہر ہو جائیگا۔ "ایسا" اس معنی میں وہیں

جواب

مستعمل ہوتا ہے جہاں ایسا سے مراد صفت مع موصوف ہو یا فعل مع فاعل ہو۔ مثلاً  
 زید نے ایسا وعظ کہا۔ زید کا بیان ایسا تھا۔ مطلق بعض صرف وصف ہے۔ اس لئے  
 یہ ایسا سے مراد نہیں ہو سکتا۔ جب مراد ہوگا تو حضور ہی کا علم غیب ہوگا۔ اور ایسا کے  
 بعد جو مذکور ہے جو خست پر دلیل ہے تو لازم کہ حفظ الایمان میں حضور اقدس صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے علم غیب کی صراحتہ تحقیر و تذلیل کی گئی۔ کیونکہ اب اس عبارت کا مطلب  
 یہ ہوا کہ وہ بعض علوم غیبیہ جو حضور کو حاصل ہیں۔ ایسے ہیں کہ زید و عمرو و بکر کو بھی حاصل ہیں۔

تھانوی صاحب اپنے مذہب کے حکم الامت سے تھے۔ اور حکیم کا کوئی قول بھی  
 خاصاً فعل کی طرح حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ ان کے رموز کو یہ نیاز مند لوگ

کیا جائیں۔ انہوں نے یہ لکھ کر۔ تو حضور ہی کی کیا تخصیص ہے؟ "اس پر مہر کر دی ہے کہ وہ  
 حضور اقدس ہی کے علم کو لکھ رہے ہیں کہ۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو و بکر کو بھی حاصل ہے  
 اس لئے کہ یہ جملہ استفہامیہ معنی میں نفی کے ہے۔ اب اس کا مطلب یہ ہوا۔ حضور کی کوئی  
 تخصیص نہیں حضور کے اس وصف میں ہر کس و نا کس حتی کہ بچے، پاگل جانور جو پائے  
 بھی شریک ہیں۔ یہ وصف کیا ہے وہی جو پہلے مذکور ہے۔ حضور کے لئے بعض علوم غیبیہ کا  
 حصول۔ اس لئے کہ تخصیص کی نفی کو مشارکت لازم ہے۔

تھانوی صاحب نے خود بھی اور ان کے نیاز مندوں نے بھی عوام کو بھول  
 بھلیوں میں لے کر بھینسانا چاہا تھا اس لئے ہم کو بھی عوام کو بچانے کی کوشش

سادساً

کرنی پڑی۔ ورنہ اس عبارت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و دوچار کی طرح  
 واضح ہے۔

تھانوی صاحب یہاں یہ تسلیم کر کے گفتگو کر رہے ہیں کہ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا، پھر اس کی دو قسمیں کیں بعض اور کل۔ کل کے حاصل ہونے کو بعد میں عقلاً باطل مانا۔ اب حضور کو حاصل نہ رہا مگر بعض۔ اور اسی بعض کو کہیں ایسا علم غیب تو زید و عمرو و بکر بلکہ ہر نیچے، پاگل بلکہ ہر جانور ہر چوپائے کو بھی حاصل ہے بعد میں اپنی اس مراد پر تھانوی صاحب نے مزید توثیق کر دی لکھتے ہیں۔

”نیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر غیب منجملہ کمالات نبویہ کیوں شمار کیا جاتا ہے۔ جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبویہ سے کتب ہو سکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جائے تو بنی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔ اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں اس طرح کہ اسکا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی اور نقلی سے ثابت ہے“

اس عبارت کی شرعی قباحت سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ناظرین ایک بات ذہن نشین کر لیں۔ عالم کے معنی جاننے والے کے ہیں اور تھوڑا بہت علم ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کو حاصل ہے مگر سب کو عالم نہیں کہتے۔ عالم اسے کہتے ہیں جسے کثیر وافر قدر معتد بہ علم حاصل ہو۔ اسی طرح یہاں بھی یہ احتمال سامنے کا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ غیب کے علوم کثیرہ وافرہ حاصل ہیں۔ اتنے کہ نہ کسی ملک مقرب کو اس کا عشر عشر حاصل ہے نہ کسی نبی مرسل کو تو حضور کی ذات مقدس پر علم غیب کا حکم ان کثیر وافر علوم غیب کے حصول کی بنا پر بلاشبہ صحیح ہے۔ اور اسی بنا پر غیب داں ہونا بلاشبہ کمالات نبوت سے ہے اور یہی بنی اور غیر نبی میں وجہ فرق ہے۔

اب اگر تھانوی صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس کس بچوں، پاگلوں، جانوروں چوپایوں کے علم قلیل و اقل کے مثل نہ مانتے بلکہ کثیر وافر مانتے جو غیب داں کہلانے کے لئے کافی تھا تو۔ پھر یہ کبھی نہ لکھتے،

” تو چاہے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے۔“ اور نہ یہ لکھنے کی ہمت کرتے کہ  
 ” پھر غیب کو منجملہ کمالات نبویہ کیوں شمار کیا جاتا ہے؟“ اور نہ اس کی جرأت کرتے  
 کہ صاف صاف لکھ دیں۔

” تو نبی اور غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔“  
 اس لئے کہ اس صورت میں جواب بالکل ظاہر تھا۔ کہ سب کو عالم الغیب اس لئے نہیں  
 کہتے کہ ان کا علم اقل قلیل لایعبارہ کے درجے میں ہے۔ غیب کا علم کمالات نبوت سے اس  
 بنا پر ہے کہ انبیاء اتنا کثیر و دافر علم غیب جانتے ہیں کہ دوسروں کو اس کا عشر عشر بھی حاصل  
 نہیں۔ اور ان رذیل چیزوں کو اگر بقول تھا نوی صاحب حاصل ہے تو اقل قلیل نام کے برابر  
 اور نبی غیر نبی میں فرق یہ ہے کہ نبی کثیر وافر غیب جانتا ہے۔ اور یہ رذیل چیزیں بقول  
 تھا نوی صاحب بہت تھوڑی معمولی ”عنا“ کے برابر۔

اس عظیم و جلیل فرق کے ہوتے ہوئے یہ بانگ دہل یہ لکھ دینا کہ ” تو چاہے کہ سب کو  
 عالم الغیب کہا جائے۔“ ” پھر غیب کو منجملہ کمالات نبویہ کیوں شمار کیا جاتا ہے؟“ ” نبی  
 غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔“ اس پر برہان قاطع ہے کہ تھا نوی صاحب کا  
 واقعی عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاک بہر کس و ناکس، بچوں،  
 پانکوں، جانوروں، چوپایوں کے رذیل علم کے مشابہ اور ان کے اقل قلیل علم کے مساوی ہے  
 ورنہ لازم آئے گا کہ حفظ الایمان کی یہ عبارت لغو و مہمل ہو۔ اس کے دعویٰ اور دلیل میں نقص  
 نہ ہو اور سوال از آسمان جواب از زمین والا مضمون ہو جائے۔

## غیر جانبداروں کی شہادتیں

حفظ الایمان کی اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ایسی کھلی ہوئی  
 دو ٹوک ہے کہ جو بھی اسے سنتا ہے۔ وہ اسے توہین اور گستاخی ہی سمجھتا ہے۔ مجدد اعظم  
 اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے بارے میں تو دیوبندی مذہب کے اکابر، اصاغر  
 عداوت، حسد پر معمول کرتے ہیں۔ اس لئے ہم کچھ غیر جانبدار حضرات کی شہادات پیش

کرتے ہیں۔ جنہوں نے نہایت واضح غیر مبہم الفاظ میں یہ فرمایا ہے کہ حفظ الایمان کی یہ عبادت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کھلی ہوئی شدید گستاخی ہے۔

**پہلی شہادت** | امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ان کے وارث حضرت مولانا محی الدین شاہ ابوالخیر دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میٹرٹھ، الہی بخش صاحب کی کوٹھی میں تھے۔ وہاں امام المناظرین حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے حامی ایک بزرگ پیر سید گلاب شاہ اور تھانوی صاحب اور قاری طیب کے والد حافظ احمد بھی تھے کہ

”پیر سید گلاب شاہ نے، مولوی اشرف علی صاحب کی کتاب ”حفظ الایمان“ کے ص ۱ کا حوالہ دیتے ہوئے سنایا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے الخ۔ یہ سنکر آپ (مولانا ابوالخیر صاحب) نے مولوی اشرف علی سے کہا۔ کہا وہی دین کی خدمت ہے۔ تمہارے بڑے تو ہمارے طریقے پڑتھے۔ تم نے اس کی خلاف کیوں کیا۔ مولوی صاحب (اشرف علی) نے کہا۔ میں نے اس عبارت کی توضیح اپنے دوسرے رسالہ میں کر دی ہے۔ آپ (مولانا ابوالخیر صاحب) نے بجواب ارشاد فرمایا تمہارے اس رسالے کو پڑھ کر کتنے لوگ گمراہ ہو گئے۔ ہم دوسرے رسالہ کو لے کر کیا کریں گے۔“

(بزم خیر از زید صلا، مقامات خیر ص ۲۴۲ ط ۲۴۹)

اور خود تھانوی صاحب نے اسے بیان کیا کہ حضرت مولانا ابوالخیر صاحب نے تھانوی صاحب کو اپنی جماعت میں شریک ہونے سے روک دیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اپنی فطری موروثی خوش اخلاقی کی وجہ سے خوبصورتی کے ساتھ جب جماعت تیار ہو گئی تو

مولانا ابوالخیر صاحب نے مصلیٰ پر جاتے ہوئے فرمایا۔ میری جماعت والوں کے سوا جو اور لوگ ہوں وہ علامدہ ہو جائیں۔ (بزم جمشید)

حالانکہ جب تھانوی صاحب آئے تھے تو شاہ ابوالخیر صاحب باوجود پیرانہ سالی ہونے

ضعف کے کھڑے ہو کر ملے تھے۔ مگر محبوب خدا کی شان اقدس میں گستاخی پر مطلع ہونے کے بعد نماز میں شریک نہ ہونے دیا۔

انہیں حضرت مولانا شاہ ابوالخیر صاحب کے صاحبزادے جناب مولانا ابوالحسن زید صاحب لکھتے ہیں،

”حفظ الایمان کی عبارت، براہین قاطعہ کی (کہنیا والی) عبارت سے قباحث اور شناخت میں بڑھی ہوئی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب الخ۔ اس رسالہ کے چھپتے ہی ہندوستان کے طول و عرض میں عام طور پر مسلمانوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ اللہ کے نیک بندے متحیر تھے کہ مولوی صاحب نے کیا لکھا ہے۔ کہاں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف ”چاہے وہ علم شریف ایک بدیہی امر کا کیوں نہ ہو“۔ اور کہاں زید و عمر اور صبی و مجنون اور حیوانا و بہائم کا علم؟“ (بزم خیر از زید ص ۲۲)

اس رسالے کے چھپتے ہی مولوی صاحب پر اعتراضات شروع ہو گئے۔ مولوی صاحب اپنی عبارت پر صاف دل سے غور کرتے۔ یقیناً ان پر ظاہر ہو جاتا کہ عبارت میں بڑا سقم ہے اور اس کا ازالہ واجب ہے۔ لیکن دس سال تک مولوی صاحب نے خاموشی اختیار کی اور ۱۳۲۹ھ کو مولوی مرتضیٰ احسن صاحب (درہنگی) کے استفسار پر مولوی صاحب نے چار پانچ صفحہ کا رسالہ ”سبب البنات“ تحریر کر دیا۔ اس رسالہ میں انہوں نے اپنی عبارت کی تاویل کی ہے، حالانکہ یہ ایک امر بدیہی ہے کہ تشریح اور تاویل اسی وقت کیجاتی ہے جب کلام میں کوئی غموض یا ابہام ہو یا پھر اس کے سمجھنے سے بیشتر افراد قاصر ہوں۔ مولوی صاحب کی تاویلات میں سے ایک تاویل یہ ہے کہ۔ لفظ ایسا ہمیشہ تشبیہ کے لئے نہیں آتا۔ بلغار اہل لسان اپنے محاورات فصیحہ میں بولتے ہیں کہ اللہ ایسا قادر ہے مثلاً الخ مولوی صاحب کو خیال کرنا چاہئے تھا۔ کہ یہ رسالہ عوام کے لئے لکھا گیا ہے، اس میں ایسی عبارت لکھنے کی کیا

ضرورت تھی جس کے سمجھنے سے عوام کیا خواص اور علماء تک حاضر ہیں اور پھر لفظ "ایسا" تو لغوی بحث ہے۔ اردو کی مستند کتابوں میں اسکو دیکھ لیا جائے صورت حال ظاہر ہو جائے گی۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ لفظ "ایسا" دو طرح استعمال ہوتا ہے۔

یا تو یہ لفظ صفت واقع ہوتا ہے اور اس صورت میں اس کے معنی مماثل، مساوی اور "اس قسم" کے ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ خط تم نے لکھا، ایسا خط تو بچہ بھی لکھ لے۔ یہ کام تم نے کیا، ایسا کام تو کوئی ہو شمند نہ کرے۔

اور یا یہ (ایسا) لفظ تابع فعل واقع ہوتا ہے اور اس صورت میں اس کے معنی "اس قدر" اور "عمدہ" کے ہوتے ہیں۔ مثلاً تم نے ایسا خط لکھا کہ دل خوش ہو گیا۔ ایسی بات کہی کہ دل بیٹھ گیا۔ مولوی صاحب کی عبارت میں لفظ ایسا صفت واقع ہو رہا ہے اور یہ عبارت کہ "حضور ہی کی کیا شخصیں" معاملہ کو واضح تر کر رہی ہے۔ مولوی صاحب نے اس رسالہ میں اپنی دس سالہ خاموشی کی وجہ اس طرح بیان کی ہے کہ "کسی نے بھلے مانسوں کی طرح پوچھا ہی نہیں تھا۔"

سبحان اللہ کیا خوب علت بیان کی ہے۔ مسئلہ کی نزاکت کا خیال نہیں، عوام کے ایمان برباد ہونے کا احساس نہیں اور بھلے مانسوں اور بڑے مانسوں کے لکھنے کا اثر لیا جا رہا ہے۔ آخر ایسی عبارت لکھی ہی کیوں جس سے مسلمانوں کے دل متاثر دکھی، ہوتے۔ (بزم خیر ص ۲۲)

ان دونوں حضرات کو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے کسی قسم کا کوئی لگاؤ نہ تھا، نہ استاد شاگردی کا نہ پیری مریدی کا نہ نسبت کا نہ رشتہ کا حتیٰ کہ دوستی کا بھی لگاؤ نہ تھا۔ بلکہ ان میں سے موخر الذکر نانوتوی صاحب کے تلمیذ مولوی عبد العلی میرٹھی کے شاگرد تھے۔ اور نانوتوی گنگوہی صاحبان شاہ عبد الغنی صاحب کے تلمیذ تھے جو حضرت مولانا ابوالخیر صاحب کے دادا شاہ احمد سید کے بھائی تھے۔ بلکہ گنگوہی صاحب شاہ احمد سید

کے بھی تلمیذ تھے۔ اس طرح دیوبندی مذہب کے بانیوں سے ان حضرات کا ایک گونا گونا گوا تھا مگر پھر بھی انھوں نے حفظ الایمان کی عبارت کو ایمان برباد کرنے والی، مسلمانوں کے دلوں کو رنجیدہ کرنے والی وغیرہ فرمایا۔ اور اس میں حضور اقدس ﷺ وسلم کی توہین بتایا۔ انھیں کیا حسد تھا، کیا کمی تھی اور کیا غرض وابستہ تھی، صاف تصریح ہے کہ

”اس رسالے کے چھپتے ہی ہندوستان کے طول و عرض میں عام طور پر مسلمانوں

میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ مولوی صاحب پر اعتراضات شروع ہو گئے۔“

کیا پورا ہندوستان مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مرید، تلمیذ تھا۔ بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے ایمان نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر انھیں بے چین کر دیا۔

مقامات خیر صلاہ کے حاشیے پر حضرت مولانا پیر سید محمد جیلانی بغدادی  
**تیسری شہاد** رفاعی، قادری، نقشبندی، خالدی، حیدرآبادی ثم المدنی کے بارے

میں لکھا ہے کہ ان کے پوتے سید نذیر الدین ولد سید سعید الدین کہتے ہیں

”میرے دادا (پیر سید محمد بغدادی) کے پاس حیدرآباد کے لوگ مولوی

اشرف علی کا رسالہ ”حفظ الایمان“ لائے اور اس کے متعلق آپ سے دریافت

کیا۔ آپ نے رسالہ پڑھ کر فرمایا۔ علم غیب کے متعلق مولوی اشرف علی نے

نہایت قبیح عبارت لکھی ہے۔ اس کے چند روز بعد ”مکہ مسجد“ میں مولوی

اشرف علی بیٹھے تھے۔ میرے دادا نے کھڑے ہو کر مولوی اشرف علی کے رسالہ

کی قباحت بیان کی اور کہا کہ اس عبارت سے بڑے کفر آتی ہے۔ پھر چند

روز بعد مولانا حافظ احمد (فرزند مولانا قاسم) کے مکان پر علماء کا اجتماع ہوا۔

چونکہ حافظ (احمد) صاحب کو میرے دادا سے محبت تھی اسلئے انھوں نے

آپ کو بلایا اور آپ تشریف لے گئے۔ وہاں حفظ الایمان کی عبارت پر علماء

نے اظہار خیال کیا۔ آپ نے اس رسالہ کی قباحت کا بیان کیا اور رسالہ

کے خلاف فتویٰ دیا۔ پھر تھوڑے دن بعد آپ نے خواب میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے رسالہ

حفظ الایمان کی عبارت رد کرنے اور اس کو واقعہ کہنے پر اظہار خوشی فرما رہے ہیں۔  
 اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا۔ ہم تم سے خوش ہوئے۔  
 تم کیا چاہتے ہو۔ آپ نے عرض کی کہ میری تنہا ہے کہ اپنی باقی ماندہ زندگی مدینہ  
 منورہ میں بسر کروں۔ اور مدینہ کی پاک مٹی میں مدفون ہوں۔ آپ کی درخوا  
 منظور ہوئی اور آپ اس کے بعد مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے۔ دس سال وہاں  
 مقیم رہے اور ۳۶ء میں رحلت فرما گئے۔“

حفظ الایمان کی اس عبارت کے سلسلے میں جو حضرات بھی کسی قسم کے تذبذب کے شکار ہوں  
 ان کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ ان مولانا حضرت سید پیر محمد صاحب بغدادی کو تھانوی صاحب  
 سے کیا حسد تھا۔ کیا عداوت تھی۔ کہ انھوں نے اس عبارت کے خلاف فتویٰ دیا وہ بھی تھانوی  
 صاحب کے محب خاص کے گھر بیٹھ کر اور تھانوی صاحب کے رد و رد اس کا رد فرمایا اور  
 صاف صاف فرمایا کہ ”اس عبارت سے بڑے کفر آتی ہے۔ اصل بات وہی ہے کہ یہ  
 عبارت چینی، جاپانی، لاطینی، سنسکرت میں نہیں کہ اسے کوئی نہ سمجھے۔ ہر ادوواں جو معمولی  
 سمجھ بوجھ رکھتا ہے وہ اسے پڑھ کر اول وہلہ میں کہدے گا اس میں بلا کسی شک و تردد کے  
 حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی توہین ہے۔“

## شرح مواقف اور شرح طواع کی عبارتیں

تھانوی صاحب نے خود بھی اور ان سے سیکھ کر ان کے نیاز مند بھی اس کفر جسلی  
 بلکہ جسلی سے جان بچانے کے لئے شرح مواقف اور شرح طواع کی عبارتیں پیش کرتے  
 ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ اللہ انصاف و دکاڑہ ہے۔ کیا ان عبارتوں کا وہی مفہوم نہیں۔ جو  
 حفظ الایمان کا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان دونوں عبارتوں کو نقل کر کے حفظ الایمان  
 کی عبارت اور ان کتابوں کے فرق کو واضح کر دیں۔ شرح مواقف میں ہے۔

قلنا ما ذکوتم مردود اے فلاسفتم نے جو کہا وہ کئی وجہ سے



مردود ہے کیونکہ اس پر ہمارا اتھارا  
اتفاق ہے کہ تمام مغیبات پر نبی کیلئے  
مطلع ہونا ضروری نہیں اسی وجہ سے  
سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نے فرمایا اگر میں (کل) غیب جانتا تو خیر  
کثیر جمع فرمالتا اور مجھے کوئی تکلیف  
نہ پہنچتی اور بعض غیب پر مطلع ہونا  
نبی کے ساتھ خاص نہیں۔

بوجوه اذا الاطلاع على جميع  
المغيبات لا يجب لنبى اتفاما  
منا ومنكم ولهذا قال  
سيد الانبياء ولو كنت اعلم  
الغيب لاستكثر من الخير  
وما منى السوء والبعض اى  
الاطلاع على البعض لا يختص  
به اى بالنبى

(موقف سادس، مرصداول، مقصداول ص ۲۱۹)

مطالع الانظار شرح طواع الانوار للبيضاوى کی عبارت یہ ہے :

فلا سفہ کا مذہب یہ ہے کہ نبی وہ ہے جس  
تین خاصے ہوں پہلایہ کہ بغیر تعلیم و تعلیم کے  
اپنے نفس کے جوہر کی صفائی اور مبادی عالم  
کیساتھ شدت اتصال کی بدولت غیب  
پر مطلع ہو۔ اس پر یہ اعتراض وارد کیا  
گیا ہے کہ انھوں نے غیب پر مطلع ہونے  
سے اگر تمام غیوب پر مطلع ہونا مراد لیا ہے  
تو بالاتفاق کسی کے نبی ہونے کیلئے یہ شرط  
نہیں۔ اور اگر انھوں نے بعض غیب پر  
مطلع ہونا مراد لیا ہے۔ تو یہ نبی کا خاصہ  
نہیں اس لئے کہ بعض غیب پر مطلع ہونا  
ہر ایک کیلئے تعلیم و تعلیم کے بغیر ممکن ہے  
اور نیز تمام نفوس بشریہ متحد بالذات ہیں

فذهب الحكماء الى ان النبى  
من كان مختصا بخواص ثلاث -  
الاولى ان يكون مطلعاً على  
الغيب بصفاء جوهر نفسه  
ومشدة اتصاله بالمبادئ العالیه  
من غير سابقه كسب و تعلیم  
وتعلم لا الى قول الحق قد اورد  
على هذا بانهم ان ارادوا  
بالاطلاع الاطلاع على جميع  
الغائبات فهو ليس بشرط  
فى كون الشخص نبيا بالاتفاق  
وان ارادوا به الاطلاع على  
بعضها فلا يكون ذلك خاصة

توصفاتی اور کہ ورت سے اس کی  
حقیقت بدل نہیں سکتی تو جو چیز ایک  
کے لئے ممکن ہے دوسرے کیلئے بھی ممکن  
ہے تو یہ نبی کا خاصہ نہ ہوگا۔

لنبی اذما من احد الا ويجوز  
ان يطلع على بعض الغائبات  
من دون سابقة تعليم وتعلم  
وايضا النفوس البشرية  
كلها متحدة بالنوع فلا  
تختلف حقيقتها بالصفات و  
الكدر فما جاز لبعض جاز  
ان يكون لبعض اخر فلا يكون  
خاصة للنبى -

(طبع استانبول ص ۴۰۸)

(طبع مصر ص ۱۹۹)

تھانوی صاحب نے بسط البنان میں شرح مواقف کی عبارت نقل کر کے لکھا  
”انصاف درکار ہے۔ کیا لایختصی کا وہی مفہوم نہیں جو حفظ الایمان کا ہے“  
اور حاشیے میں شرح طوابع کی عبارت یہ کہہ کے نقل کی

”اس عبارت سے بھی اصرح حاشیہ مطالع الانظار شرح طوابع الانوار للبيضاوی  
رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ذیل ہے۔

مگر ہمیں حیرت ہے کہ تھانوی صاحب نے جن عبارت کو اصرح کہا اسے ان کے مدعی کا  
سنجھلی صاحب نے اپنے کتابچے ”فیصلہ کن مناظرہ“ میں نہیں نقل کیا۔ کچھ تو ہے جسکی  
پردہ داری ہے۔

ناظرین! شرح مواقف اور شرح طوابع کی جتنی عبارت تھانوی صاحب نے  
اپنی تائید میں نقل کر دی ہے۔ جو حضرات عربی جانتے ہیں وہ عربی عبارت کو ایک  
بار پھر بغور پڑھیں۔ اس کے بعد حفظ الایمان کی عبارت سے موازنہ کریں تو ان پر واضح  
ہو جائیگا کہ دونوں میں کتنا فرق ہے۔

اولاً بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ بطور کلیہ اجمال کیساتھ صحیح اور حق اور ایمان ہیں۔ مگر  
اس کے لئے بعض جزئیات کی تفصیل ممنوع بلکہ کفر ہو جاتی ہے۔ مثلاً بلاشبہ اللہ عزوجل

ہر چیز کا خالق ہے۔ اور یہی ایمان ہے۔ اگر کوئی کسی بھی چیز کا خالق اللہ عزوجل کو نہ مانے تو کافر۔ مگر اللہ عزوجل کو خالق القردة والخنزیر یعنی بندروں اور سوروں کا خالق کہنا سخت ممنوع بلکہ بہت سے علماء نے کفر لکھا ہے۔ اور اتنی بات تھا نوی صاحب کے نیاز مندوں کو بھی تسلیم ہے۔ ایک نیاز مند کا قول گزرا چکا۔ دوسرے صاحب کی سننے صاحب الشباب الثاقب، لکھتے ہیں:

« دیکھئے جملہ شیاء کا پیدا کرنے والا خداوند کریم ہے لیکن اس کو خالق القردة والخنزیر یعنی پیدا کرنے والا سورا اور بندروں کا ممنوع ہوا بوجہ اہانت کے۔ ص ۱۰۵

یہی معاملہ یہاں بھی ہے۔ شرح موافق میں ہے۔ الاطلاع على البعض لا يختص بالنبی اور شرح طوابع میں ہے فلا يكون ذلك خاصة لنبی اذا ما من احد والايجوز ان يطلع على البعض۔ یعنی بعض غیب پر مطلع ہونا نبی کا خاصہ نہیں۔ ہر شخص بعض غیب پر مطلع ہو سکتا ہے۔

کہاں یہ۔ اور کہاں حفظ الایمان کی یہ عبارت کہ

« اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو و بکر بلکہ

ہر صبی و مجنون، جملہ حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔»

اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خصوصیت سے ذکر کر کے خاص حضور کے علم پاک کو ہر کس و ناکس حقیر و ذلیل چیزوں کے علم سے تشبیہ دی یا برابر کہا۔ پہلے تخصیص کی نفی کی جس سے ان ذلیل و حقیر چیزوں کے علم میں مشارکت ثابت کی پھر اس کی تصریح کر دی کہ ایسا علم غیب تو سب کو حاصل ہے۔

انصاف شرط ہے کیا بالکل وہی فرق نہیں جو خالق کل شیء۔ اور خالق القردة والخنزیر میں ثانیاً۔ ہر انسان اللہ عزوجل کا بندہ ہے۔ خواہ وہ شیخ ہو یا چار۔ یہ کہنا صحیح ہے کہ ہر انسان اللہ عزوجل کا بندہ ہے۔ مگر یہ کہنا۔ کہ زید چار کے مثل یا چار کے برابر اللہ کا بندہ ہے۔ ضرور زید کی توہین ہے۔ حفظ الایمان میں یہ دوسری صورت ہے۔

کیونکہ صاف صاف کہا۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو و بکر الخ کو بھی حاصل ہے اسلئے اس میں یقیناً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین ہے، بخلاف شرح مواقف و شرح طوابع کی عبارتوں کے کہ وہ پہلی مثال کے مطابق ہیں۔

ثالثاً۔ حفظ الایمان کی عبارت کے شروع میں ہے،

”آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہے تو

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل“

جس کا حاصل یہ نکلا کہ تھانوی صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ثابت مان کر پوچھ رہے ہیں کہ اس غیب سے مراد بعض ہے یا کل۔ یعنی حضور کو بعض غیب حاصل ہے یا کل۔ کل کو عقلاً، نقلاً باطل مانا تو حضور کو بعض ہی غیب حاصل ہوا اور اسی کو کہا

”ایسا علم غیب تو زید و عمرو و بکر الخ کو بھی حاصل ہے“

شروع میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر بحث کرتے ہوئے اسی کی تفسیر کی اسی کی ایک قسم کو وہ لکھا۔ بخلاف ان دونوں کتابوں کے کہ ان میں نہ تو بنی کا علم مقسم ہے نہ کسی نبی کے علم کی تقسیم ہے اور نہ کسی نبی کے علم کی حقیق چیزوں کے علم سے تشبیہ ہے نہ ستاری پھر ان دونوں کتابوں کی عبارتوں کو حفظ الایمان کی عبارت کے اشبہہ کہنا آنکھ میں دھول جھونکنا ہے۔

دابعاً۔ یہ کلام بریل تنزل تھا۔ ورنہ یہاں معاملہ ہی کچھ اور ہے۔ تھانوی صاحب اور ان کے ہم مذہب لوگ علمائے اہلسنت کو ہمیشہ یہ طعن دیتے آئے، میں ہم انکے بزرگوں کی پوری کتاب نقل نہیں کرتے۔ کتر بیونت کر کے صرف اتنی عبارت نقل کرتے ہیں جن پر اعتراض ہوتا ہے۔ حالانکہ جو عبارت بھی نقل کی جاتی ہے وہ پوری ہوتی ہے۔ اس کا بتدار خیر کے ساتھ اور خیر بتدار کیساتھ مع لواحق فعل فاعل کیساتھ مع متعلقات مذکور ہوتے ہیں۔ اس کی کوئی نظیر نہیں پیش کر سکتا کہ کبھی ایسی عبارت نقل کی گئی ہو جس میں بتدار ہو خیر نہ ہو۔ خیر ہو بتدار نہ ہو۔ فعل ہو اور فاعل غائب ہو یا فاعل ہو فعل مذکور نہ ہو یا انکے متعلقات

جو مذکور ہوں چھوڑ دیئے گئے ہوں۔ مگر تھانوی صاحب نے یہاں کتر بیونت کاٹ چھٹا  
 کاریکارڈ قائم کر دیا ہے جس کی وجہ سے یہ شبہ پیدا ہو گیا ہے کہ جو کچھ مذکور ہے وہ ان  
 علماء کا اپنا فرمودہ ہے۔ حالانکہ وہ فلاسفہ کی بکو اس ہے اور انھیں کاروانھیں کے  
 مسلمات سے ہے۔ شرح موافق کی جو عبارت بسط البنان میں منقول ہے۔ اسکی ابتداء ان کلمات سے ہے  
 ما ذکرتم مردود۔ تنے جو کہا وہ مردود ہے۔ تو ضروری تھا کہ فلاسفہ نے جو کہا تھا۔ اسے بھی بتایا جاتا۔ مگر اسے  
 کیسے بتاتے۔ تھانوی صاحب نے خود اپنے بارے میں تحریر فرمایا ہے:

کہ میری پیدائش کا مادہ تاریخ کرم عظیم ہے۔ اسے مگر عظیم بھی کہا جا سکتا ہے  
 اور میں قوم کا شیخ ہوں میرے اندر یہ مادہ ہے۔ اپنی اس قومی ذہانت سے جانتے  
 تھے کہ اگر فلاسفہ کی بات نقل کر دیں گے تو پھر سارا بنا بنایا کھیل ختم ہو جائیگا۔  
 بات یہ ہے کہ مسکلمین کا مذہب یہ ہے کہ نبوت کسی نہیں خالص وہی ہے اور فلاسفہ  
 کہتے ہیں کہ مجاہدہ، ریاضت سے بھی نبوت حاصل ہو سکتی ہے۔ جس میں تین باتیں پائی  
 جائیں وہ نبی ہوگا۔ موافق اور اس کی شرح میں مذکورہ بالا عبارت کے پہلے مسکلمین اور  
 فلاسفہ کے مسلک کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

اشاعرہ وغیرہ مذہب کے پابند اہل حق کے  
 نزدیک نبی وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے  
 اپنے ان بندوں میں سے جو اس نے  
 منتخب فرمایا ہے۔ یہ فرمایا ہو میں نے  
 تمہیں رسول بنایا۔ یا یہ فرمایا ہو میرا  
 پیغام پہنچا دو۔ اور اس میں مجاہدات  
 و ریاضت سے کب کئے ہوئے اعراض  
 اور احوال کی اور استعداد ذاتی کی کوئی  
 شرط نہیں۔ جیسا کہ فلاسفہ گمان کرتے  
 ہیں۔ بلکہ اللہ سبحانہ اپنے بندوں میں

النبی فہو عند اہل الحق  
 من الاشاعرۃ وغیرہم  
 من الملیین من قال لہ تعالیٰ  
 ممن اصطفیناہ من عبادہ  
 ارسلتک اوبلغہم عنی  
 ونحوہ ولا یشروط فیہ شرط  
 من الاعراض والاحوال  
 المكتسبۃ بالریاضات  
 والمجاہدات والاستعداد  
 الذاتی کما تزعمہ الحکماء بل اللہ

سے اپنی رحمت کیساتھ جسے چاہتا ہے  
خاص فرماتا ہے۔ نبوت، رحمت اور  
عطا، ربانی ہے جو صرف اسکی مشیت  
سے متعلق ہے۔ یہی اہل حق کا  
مذہب ہے جو اس پر مبنی ہے کہ  
اللہ عزوجل قادر و مختار ہے جو چاہے  
کرتے اور جسے چاہے منتخب کرتے۔  
فلاسفہ نے کہا۔ نبی وہ ہے جس میں تین  
خواص مجتمع ہوں ایک یہ کہ اسے  
کچھ نہ کچھ ان غیب کی اطلاع ہو جو  
موجود ہیں یا ہو چکے ہیں یا ہونے  
والے ہیں۔

سبحنه یختص برحمته من  
یشاء من عباده فالنبوة رحمة  
مویبة متعلقة بعثته فقط  
هذا الذی ذهب الیه اهل  
الحق بناء علی القول بالقادر  
المختار الذی یفعل ما یشاء  
و یختار ما یرید و اما الفلاسفة  
فقالوا التبی من اجتمع فیہ خواص  
ثلاث یمتاز بها من غیرہ —  
اولها ان یکون له اطلاع علی  
المغیبات الکائنة و الماضیة  
والاتیة

قابل توجہ بات یہ ہے کہ فلاسفہ کے اس قول میں یہ ہے۔ لہ اطلاع علی المغیبات  
اس میں۔ لفظ "الاطلاع" نکرہ ہے۔ جو قلیل و کثیر سب پر صادق تو فلاسفہ کا مذہب  
یہ ہے کہ جو ایک دعویات بھی گزشتہ یا موجودہ یا آئندہ کی جانے اس پر بھی صادق۔  
ناظرین! فلاسفہ کی اس حماقت کو ذہن میں اچھی طرح بٹھالیں۔ کہ ان کا مذہب یہ ہے  
کہ دو ایک غیب کی بات اقل قلیل جاننا نبی کا خاصہ مانتے ہیں۔

اس کے بعد نہایت واضح الفاظ میں فلاسفہ کا قول نقل کرتے ہیں۔ کہ وہ سفہاء  
اس کے قائل ہیں کہ پانگلوں، بیماریوں، سونے والوں کو بھی علم غیب حاصل ہے۔  
فلاسفہ کا یہ قول ان الفاظ میں نقل فرمایا

(فلاسفہ نے کہا، نبی کے ان مغیبات پر  
مطلع ہونے سے کیسے انکار کیا جا سکتا  
ہے۔ یہ ان لوگوں میں موجود ہے جنکے

و کیف یتفکر ذالک الاطلاع  
فی حق التبی وقد یوجد  
ذالک فیمن قلت شواغله

بالریاضة بانواع المجاہدات  
او مرض صارف للنفس عن  
الاشتغال بالبدن واستعمال  
آلة ونوم ینقطع به احساساً  
الظاہرة فان هولاء قد  
یطلعون علی معیبات وینجبرون  
عنها کما یشہد به السامع  
والتجارب بحیث لا یبقی فیہ  
شبهة للمنصفین -

شواغل مجاہدوں کی ریاضت یا کسی  
ایسے مرض کی وجہ سے کم ہوں جو نفس  
کو بدن کیساتھ مشغولیت اور آلے کے  
استعمال سے روکنے والا ہو یا ایسی  
نیند کی وجہ سے کم ہوں جس سے ظاہری  
احساسات منقطع ہو گئے ہوں  
یہ لوگ بھی کبھی کبھی معیبات پر مطلع  
ہو جاتے ہیں اسے بتاتے ہیں جس پر سماع  
اور تجربہ شاہد ہے جس میں اہل انصاف کو  
ذرا بھی شبہ نہیں۔

دیکھئے یہاں بھی۔ قد یطلعون علی معیبات۔ میں معیبات نکرہ ہے جو قلیل و کثیر  
سب پر صادق۔ تو فلاسفہ کا ہذیان یہ ہوا۔ کہ بیمار، پاگل، نام بھی کچھ نہ کچھ غیب پر کبھی  
کبھار مطلع ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ دوچار باتوں پر ہی۔

ان دونوں عبارتوں سے ظاہر ہو گیا۔ کہ فلاسفہ نے تین باتیں کہی تھیں۔ اول یہ کہ نبوت  
وہی نہیں کسی ہے دوم یہ کہ نبی کا خاصہ یہ ہے کہ وہ غیب پر مقدر بہت اطلاع رکھتے  
ہو اگرچہ وہ اقل قلیل دو ایک ہی باتوں پر مطلع ہو۔ لہ اطلاع علی المعیبات۔ میں اطلاع  
کی تنکیر سے یہ ثابت ہے۔ تیسرے یہ کہ بیمار، پاگل، نام بھی کچھ نہ کچھ غیب پر مطلع ہوتے ہیں  
اگرچہ وہ اقل قلیل دوچار باتوں پر ہی ہوں۔

فلاسفہ کے اس ہذیان کو رد کرنے کے لئے ان بزرگوں نے وہ فرمایا۔ جو تھانوی صاحب  
نے بسط البیان میں اپنی تائید میں نقل کیا۔ ان بزرگوں نے گریہ روز اول بایہ کشت پر عمل فرمایا  
ہوئے شروع ہی میں فرمایا۔ ما ذکرتم مردود بوجہ۔ اے فلسفیو! تم نے جو کچھ ذکر  
کیا کئی طریقے سے مردود ہے۔ پہلے رد کا حاصل یہ ہے۔ کہ فلاسفہ کی جوتی فلاسفہ کے سرمایہ  
کہ تم نے اقل قلیل علم غیب کو بھی نبی کا خاصہ بتایا۔ حالانکہ تمہیں نے خود کہا کہ اقل قلیل

علم غیب تو بیماریوں، پاگلوں کو بھی حاصل ہے۔ پھر تمہارے ہی مسلمات پر اقل قلیل علم غیب کا حصول نبی کا خاصہ کہاں رہا۔ اب اس کے بعد حفظ الایمان کی عبارت پڑھتے دیکھتے ہیں:

”اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اسمیں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا

علم غیب تو زید و عمرو و بکر الخ

کیا اس عبارت کو موافق اور اس کی شرح کی عبارتوں سے اتنا بھی تعلق ہے جتنا زمین کو آسمان سے۔ مشرق کو مغرب سے، دن کو رات سے۔ کہاں فلاسفہ کے ہذیان کا ردا کھین کے مسلمات سے۔ اور کہاں اپنے عقیدے کا بیان۔

ایک مسلمان نے اپنا یہ عقیدہ بیان کیا۔ علم غیب کی دو قسمیں ہیں بالذات۔ اس معنی کر عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ اور بواسطہ۔ اس معنی کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے۔ زید کا یہ استدلال اور عقیدہ و عمل کیسا ہے۔

اس کے جواب میں حفظ الایمان میں تھانوی صاحب نے اپنا یہ عقیدہ بیان فرمایا۔ کہ زید نے جو یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بواسطہ علم غیب حاصل ہے۔ اس سے اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اسمیں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمرو و بکر الخ

اور کہاں فلاسفہ کے اس ہذیان پر کہ نبوت کسی ہے۔ ان کے مسلمات سے انھیں الزام دینا کہ خود تمہاری تسلیم کردہ باتوں پر لازم کہ علم غیب نبی کا خاصہ نہ رہے۔ ہمیں نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے

ع کیں رہ کہ تومی روی تبرکستان ست

ایسی صورت میں جبکہ مجدد اعظم حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اور ان سے وابستہ ہی افراد نہیں دوسرے غیر متعلق لوگ بھی حفظ الایمان کی اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بتا رہے ہیں۔ پھر بھی تھانوی صاحب کے نیاز مند اور نام دیوبندی مذہب کے پرستار اس کی بے جا، بے تکی تاویلیں کر رہے ہیں۔ جو حقیقت



میں تاویل نہیں اس عبارت کی تبدیلی و تحریف ہے۔ اس کی کیا امید کی جا سکتی ہے کہ ان لوگوں کو قبول حق کی توفیق ہوگی۔ ہم ان کے معامے کو داور محشر کے سپرز کر کے رخصت ہو رہے ہیں۔ وہی حکم الیٰ کمین ہے۔ البتہ جو لوگ اپنے سینے میں ایمان کی ذرا بھی رفق محسوس کرتے ہیں ان سے گزارش ہے کہ وہ اکابر و یوبند کی مذکورہ بالا عبارتیں اور ان کے نیاز مندوں کی توجیہ ہیں۔ اور پھر ان پر ہمارے معروضات کو خالی الذہن غیر جانبدار ہو کر پڑھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان پر واضح ہو جائیگا کہ یہ عبارتیں کفری ہیں۔ ان میں ضروریات دین کا انکار ہے۔ اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

## حفظ الایمان میں اللہ عزوجل کے عالم الغیب کے انکار

حفظ الایمان جس سوال کے جواب میں لکھی گئی ہے وہ ابھی مذکور ہوا ہے۔ اس پر ایک نظر ڈال لیں۔ زید نے یہ کہا ہے۔ علم غیب کی دو قسمیں ہیں۔ بالذات۔ اس معنی کر عالم الغیب حق تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ اس کے جواب میں بعد اللیتا و اللتی اخیر میں لکھا

”ا جو یہ مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ زید کا عقیدہ اور قول سراسر غلط اور خلاف نصوص شرعیہ ہے ہرگز اس کا قول کرنا کسی کو جائز نہیں۔ زید کو چاہئے کہ توبہ کرے اور اتباع سنت اختیار کرے“ حفظ الایمان ص ۹

جب زید کا عقیدہ اور قول۔ سراسر غلط ہوا۔ تو اس کا یہ عقیدہ اور قول بھی غلط ہوا جو اس نے کہا تھا:

اس معنی کر عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔

اس جملے کے چار اجزاء ہیں۔ اول اللہ تعالیٰ کا علم بالذات ہے۔ دوم اللہ عزوجل عالم الغیب ہے۔ سوم اللہ عزوجل کے سوا اور کسی کا علم بالذات نہیں۔ چہارم یہ کہ اللہ عزوجل کے سوا اور کوئی عالم الغیب نہیں۔

جب تھانوی صاحب نے زید کے عقیدے اور قول کو سراسر غلط بتایا تو ثابت ہوا کہ۔۔۔ یہ چاروں باتیں بھی غلط ہیں۔ تو لازم کہ اللہ تعالیٰ کا علم بالذات نہیں ہے۔ اور اللہ عزوجل عالم الغیب نہیں ہے۔ اور اللہ کے سوا اوروں کا علم بالذات ہے۔ اور وہ عالم الغیب ہیں۔ تھانوی صاحب کے نیاز متدایت کیا ارشاد فرماتے ہیں:

## گنگوہی صاحب کا کفری فتویٰ

کسی شخص نے گنگوہی صاحب کے یہاں مندرجہ ذیل استفتاء بھیجا۔۔۔  
 ما قولکم رحمکم اللہ۔۔۔ دو شخص کذب باری میں گفتگو کرتے تھے ایک کی طرف داری کے واسطے تیسرے شخص نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا  
 ان الله لا يغير ان يشرك به ويغير ما دون ذلك الخ لفظ عام ہے، شامل ہے معصیت قتل مومن کو، پس آیت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ پروردگار مغفرت مومن قاتل بالعمد بھی فرما دینگا۔ اور دوسری آیت میں ہے من قتل مومنا متعمدا فجزاؤه جہنم خالدًا۔ الخ لفظ من عام ہے شامل ہے مومن قاتل بالعمد کو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومن قاتل مومن بالعمد کی مغفرت نہ ہوگی۔ اس قاتل کے خصم نے کہا کہ۔۔۔ آپ کے استدلال سے وقوع کذب باری ثابت ہوتا ہے کیونکہ آیت میں لا یغفر ہے نہ و لیکن ان یغفر۔ یہ سنکر اس قاتل نے جواب دیا میں نے کب کہا ہے کہ میں وقوع کا قاتل نہیں ہوں۔ اور دوسرا قول اسی قاتل کا یہ ہے کہ کذب علی العموم قبیح معنی منافق للطمع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعض مواضع میں جائز رکھا ہے اور توریہ و عین کذب بمعنی بعض مواضع میں دونوں اولیٰ ہیں۔ نہ فقط توریہ۔ آیا یہ قاتل مسلمان ہے یا کافر؟ اور مسلمان ہے تو بدعتی ضال یا اہلسنت و جماعت باوجود کرنے

کذب باری تعالیٰ کے۔ بیسواؤ تو جروا۔

الجواب۔ اگرچہ شخص ثالث نے تاویل آیات میں خطا کی، مگر تاہم اس کو کافر

کہنا یا بدعتی ضال کہنا نہیں چاہئے کیونکہ وقوع حلف و عید کو جماعت

کثیرہ علماء سلف کی قبول کرتی ہے چنانچہ مولوی احمد حسن صاحب رسالہ

تذریعہ الرحمن اپنے رسالہ میں تصریح کرتے ہیں، بقولہ علاوہ اس کے مجوزین

حلف و عید وقوع حلف کے بھی قائل ہیں چنانچہ ان کے دلائل سے

ظاہر ہے حیث قالوا لانہ لیس بنقص بل ہو کمال الخ۔ اس سے

ظاہر ہوا کہ بعض علماء وقوع حلف و عید کے قائل ہیں۔ اور یہ بھی واضح ہے

کہ حلف و عید خاص ہے اور کذب عام ہے کیونکہ کذب بولتے ہیں قول

خلاف واقع کو، سو وہ گاہ و عید ہوتا ہے گاہ و عیدہ گاہ خبر۔ اور سب

کذب کے انواع ہیں اور وجود نوع کا وجود جنس کو مستلزم ہے انسان

اگر ہوگا تو حیوان بالضرور موجود ہووگا لہذا وقوع کذب کے معنی درست

ہو گئے اگرچہ بعضہن کسی فرد کے ہو۔ پس بناء علیہ اس ثالث کو کوئی سخت

کلمہ نہ کہنا چاہئے کہ اس میں تکفیر علماء سلف کی لازم آتی ہے۔ ہر حجت یہ قول

ضعیف ہے، مگر تاہم متقدمین کے مذاہب پر صاحب دلیل قوی کو تفضیل

صاحب دلیل ضعیف کی درست نہیں۔ دیکھو کہ حنفی، شافعی پر اور بر

بوجہ قوت دلیل اپنی کے طعن و تفضیل نہیں کر سکتا۔ انا مومن انشاء اللہ

کا مسئلہ کتب عقائد میں خود لکھتے ہیں۔ لہذا اس ثالث کو تفضیل و سبق

سے مامون کرنا چاہئے البتہ بزمی اگر فہمائش ہو بہتر ہے۔ البتہ قدرۃ علی

الکذب مع امتناع الوقوع مسد اتفاقہ ہے کہ اس میں کسی کا خلاف

نہیں۔ اگرچہ اس زمانے میں لوگوں کو ابعاد بجا ہو گیا ہے۔ قال اللہ ولو

شئنا لاتینا کل نفس ہدا ہا ولکن حق القول منی لا املن جہنم

من الجنۃ والناس اجمعین الایۃ۔ فقط والله تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عنہ راحمید

## خلاصہ فتویٰ

سوال میں تشریح ہے۔ کہ قائل نے یہ کہا۔ میں نے کب کہا ہے۔ کہ وقوع کا قائل نہیں ہوں۔ اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ اس قائل کا عقیدہ یہ ہے کہ۔ اللہ عزوجل جھوٹ بول چکا۔ اس سبوح قدوس عزوجل کو جھوٹا کہنے والے پر گنگوہی صاحب کی شفقت و عنایت نے غایت ملاحظہ فرمائیے۔ جواب میں ارشاد فرماتے ہیں

اس کو کافر کہنا یا بدعتی ضال کہنا نہیں چاہیے۔ وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے اگرچہ بعضہن کسی فرد کے ہو۔ اس ثالث کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہئے۔ اس ثالث کو تخیل (گمراہ کہنے) و تفسیق (فاسق کہنے سے) مامون کرنا چاہئے۔

یعنی اللہ عزوجل سے کذب کا وقوع ہو چکا۔ وہ جھوٹ بول چکا ہے۔ اس لئے جو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول چکا۔ وہ کافر نہیں۔ کافر ہونا تو کوسوں دور ہے، بدعتی گمراہ بھی نہیں۔ بدعتی گمراہ ہونا بھی دور بہت دور ہے فاسق بھی نہیں۔ فاسق ہونا دور ہے، کوئی سخت کلمہ بھی اس کو نہیں کہنا چاہئے۔ اتنی ہر بانی کیوں نہ فرماتے آخر اپنے مذہب کے رحمۃ للعالمین جو ہیں۔

سارے کلمہ پڑھنے والوں سے کلمہ کا واسطہ تمام اسلام کا واسطہ کیا اس سبوح قدوس عزوجل کو جھوٹا مان لینے کے بعد بھی کوئی مسلمان رہ سکتا ہے، ایسے صریح و شنیع کفر کے بعد بھی گنگوہی صاحب کو کافر نہ کہا جائے تو پھر کفر کس چیز کا نام ہے یہ معمر کوئی صاحب حل کر دیں۔

پوری دنیا کے مسلمانوں کا اس پر تعامل ہے۔ کہ وہ بذریعہ ڈاک مفتی صاحبان کے پاس اور دارالافتاء میں سوالات بھیجتے ہیں اور مفتی صاحبان اس کا جواب لکھ کر اپنی دستخط اور مہر کر کے بذریعہ ڈاک ہی سائل کو واپس کرتے ہیں۔ تمام دنیا کے مسلمان اس پر اعتماد کرتے ہیں اور اس کے مطابق عمل درآمد کرتے ہیں۔ اور یہ یقین کرتے ہیں کہ یہ انہیں مفتی صاحب کا فتویٰ ہے جنکے اس پر مہر اور دستخط ہیں۔ اور یہ اعتماد جس طرح عملیت

کے سلسلے میں ہوتا ہے اسی طرح اعتقادات میں بھی ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر کسی کے بارے میں کفر کا فتویٰ ہوتا ہے تو مسلمان اس مفتی کے فتویٰ کے مطابق اسے کافر مانتے ہیں اور اسے ساتھ کافروں جیسا برتاؤ کرتے ہیں۔

بذریعہ ڈاک آئے ہوئے فتاویٰ ہی کی یہ خصوصیت نہیں بلکہ دستی حاصل کئے ہوئے فتاویٰ کی بھی یہی حیثیت ہے کہ مفتی کے دستخط اور مہر پر اعتماد کر کے اسے قابل عمل جاننے ہیں۔ آج تک کسی نے بھی کسی مفتی کے فتویٰ کو یہ کہہ کے رد نہیں کیا ہے کہ اس دستخط اور مہر کا کیا اعتبار الحظ یشبہ الحظ - الحظ یشبہ الحظ اور نہ آج تک کسی فتویٰ کے بارے میں ثبوت کے لئے گواہان شرعی بقدر نصاب طلب کیا گیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ خط مفتی حجت شرعیہ ہے۔

اور اگر گنگوہی صاحب کے نیاز مند نہ مائیں تو لازم کہ دایم العلوم دیوبند اور دیوبند کے مولویوں کے سارے فتاویٰ لغو اور مہمل - ردی اور لاشیٰ محض - دیوبندیوں کو چاہئے کہ اعلان عام کر دیں۔ کہ اب ہمارے یہاں بذریعہ ڈاک سوالات نہ بھیجے جائیں اور نہ کوئی دستی سوال لے کر اکیلے آئے۔ جس کو جواب لینا ہو وہ گواہان عادل بقدر نصاب لے کر آئے اور اپنے اور ان گواہوں کے رد و ردہم سے جواب لے۔ اور جہاں کا قصہ ہو وہاں کے قاضی کے یہاں حاضر ہو کر سائل و علوی کرے کہ فلاں مفتی صاحب کا فتویٰ ہے۔ اور گواہان گواہی دیں پھر قاضی حکم دے تو معتبر ہوگا۔

اسی پر بس نہیں فتاویٰ رشیدیہ کا کیا اعتبار جو گنگوہی صاحب کے مرنے کے برسوں بعد مرتب ہوا۔ کیا کوئی صاحب اس پر گواہان شرعی ہی نہیں غیر شرعی ہی بقدر نصاب نہیں تو ایک ہی سہی پیش کر سکتے ہیں کہ فتاویٰ رشیدیہ میں چھپے ہوئے سارے فتاویٰ گنگوہی صاحب نے ہمارے سامنے لکھے ہیں۔ آپ لوگوں نے اچھی تدبیر نکالی ہے کہ سارا دیوبند مذہب ہی لغو اور مہمل ہو جائے۔ خدا مبارک کرے۔

اسی لئے مسلمانوں کا یہ تعامل ہے کہ کسی مفتی کے دستخط اور مہر کو دیکھ کر یقین کرتے ہیں کہ یہ حقیقت میں اسی کا فتویٰ ہے۔

اس کی مطابق گنگوہی صاحب کی خدمت میں ایک سوال کیا وہاں سے گنگوہی صاحب کے دستخط اور ہر سے مزین ایک جواب آیا تو کوئی وجہ نہیں کہ اسے انکا فتویٰ نہ مانا جائے۔ اور اسے افتراء اور بہتان کہا جائے، مسلمانوں کے اجماعی عمل اور تعامل کی بناء پر۔ کہ خط مفتی حجت شریعہ ہے۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اور نہ صرف انہوں نے بلکہ جس نے بھی اسے دیکھا اس نے یقین کیا کہ یہ گنگوہی صاحب ہی کا فتویٰ ہے اور اس پر جو حکم شرعی تھا وہ صادر فرمایا۔ یہ کوئی جرم نہیں۔ بلکہ اگر نہیں کرتے تو مجرم ہوتے۔ حدیث میں فرمایا گیا،

الساکت عن الحق شیطان اخوس  
حق بات کہنے سے جو چپ رہے وہ گونگا شیطان ہے  
اگر واقعی یہ گنگوہی صاحب کا فتویٰ نہیں تھا۔ تو جب انہیں معلوم ہوا کہ میری جانب ایسا خطرناک فتویٰ منسوب کیا جا رہا ہے تو انہیں لازم تھا کہ فوراً البتہ تاخیر اسکی تردید شائع کرتے۔ مگر ہوا یہ کہ انہیں بالکل شروع ہی میں اس کا علم ہوا جیسا کہ صاحب فیصلہ کن لکھتے ہیں :-

نیز جب پہلے پہل اس بہتان کا چرچا بریلی میں ہوا تو یہاں سے حضرت کے بعض متوسلین نے گنگوہی عریضہ بھیج کر حقیقت حال دریافت کی۔ اسکے جواب میں بھی حضرت مرحوم نے اپنی بیزاری ظاہر فرمائی اور حضرت مرحوم کی وہ جوابی تحریر بعینہ خالصاً صاحب کو دکھائی گئی مگر پھر کے دل پر کوئی اثر نہ ہوا۔

(فیصلہ کن ص ۶۹)

یہ تحریر اعلیٰ حضرت کو دکھائی گئی کہ نہیں۔ سردست اس سے ہمیں بحث نہیں۔ ان گنگوہی صاحب کے متوسلین پر لازم بلکہ فرض تھا کہ تحریر کو شائع کر دیتے۔ اعلیٰ حضرت کے خلات ان متوسلین نے بارہا پوسٹر نکالے اس میں کیا رکاوٹ تھی کہ اس جوابی تحریر کو شائع کر دیتے۔ ان متوسلین نے اگر نہیں شائع کی تھی تو گنگوہی صاحب پر فرض تھا کہ اگر وہ فتویٰ ان کا نہیں تھا تو خود اپنی طرف سے تردید شائع کر دیتے۔ اہلسنت کے اوپر افتراء کے دفتر لکھ لکھ کر شائع کرتے رہے۔ مگر بقول نیاز مند ان اپنے اوپر اتنے سنگین بہتان کی تردید نہیں شائع کر سکتے تھے۔ جیسے ان کی آبرو بھی محفوظ رہتی اور ایک انتشار ختم ہو جاتا۔ میلاد و ذوالحجہ

پر تو جوش کا وہ عالم کہ ۲۸ صفحات کی کتاب لکھ ڈالی۔ اور اتنے سنگین الزام کی تروید میں چپ رہنا اس کی دلیل ہے کہ وہ فتویٰ انھیں کا تھا۔ وہ ان نیاز مندوں کی طرح بزور نہیں تھے کہ ایک بات لکھ کر اس سے انکار کریں۔ اپنے عقیدے کو ظاہر کر کے مکر جائیں۔

ناظرین اس فتوے کی پوری تاریخ ملاحظہ فرمائیں،

وہ فتویٰ جس میں گنگوہی صاحب نے اللہ عز و جل کو صاف صاف کاذب، جھوٹا مانا۔ اس کی اصل مع ہر اور دستخط کے محفوظ ہے، اس کے متعدد فوٹو لئے گئے جو مختلف علماء اہلسنت کے پاس محفوظ ہیں۔ جس کا خط بعینہ گنگوہی صاحب کا خط ہے۔ ہر انھیں کی ہے۔ گنگوہی صاحب کی تحریر کا عکس مکاتیب رشیدیہ کے صفحہ پر خود ان کے نیاز مندوں کا چھاپا ہوا ہے جسے شبہ ہو اس سے ملا کے فرید اطمینان کے لئے کسی ماہر پبلسٹ سے جانچ کر لے تو معلوم ہو جائیگا کہ یہ انھیں کی تحریر ہے۔

واضح ہو کہ گنگوہی صاحب کا یہ فتویٰ جب ماہ ربیع الآخر ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۱ء میں میرٹھ سے چھپ کر شائع ہوا تو ملک میں اس کے خلاف بڑی ہلچل مچی اس پر ہر طرف سے اعتراضات شروع ہوئے، مولانا نذیر احمد خان صاحب رام پوری ثم احمد آبادی نے وقوع کذب باری تعالیٰ ماننے کے سبب مولوی رشید احمد پر کفر کا فتویٰ دیا جو ۱۳۰۹ھ میں مطبع خیر المطابع میرٹھ سے چھپ کر شائع ہوا۔ مولوی رشید احمد کے اس ایمان سوز فتویٰ کے رد میں ایک رسالہ ”صیافۃ الناس“ مطبع حدیقہ العلوم میرٹھ سے چھپ کر شائع ہوا پھر ان کا یہی فتویٰ مع رد بلغ ۱۳۱۵ھ میں مطبع گلزار حسنی بمبئی سے چھپ کر شائع ہوا پھر یہی فتویٰ مع رد قاہرہ ۱۳۲۰ھ میں مطبع تحفہ حنفیہ پٹنہ سے چھپ کر شائع ہوا۔ مسلسل پندرہ برس تک مولوی گنگوہی صاحب اپنے کافر و مرتد ہونے کا اعلان خاموشی کے ساتھ سنتے رہے اور پھر ۱۳۲۳ھ میں مر بھی گئے۔ ان کی زندگی میں ان کے مریدین، معتقدین تلامذہ اور خلفاء بھی چپ چاپ گونگے بہرے بنے رہے۔ بس گنگوہی صاحب کا مرنا تھا کہ مرید، شاگرد خلیفہ سب کے منہ میں زبان پیدا ہو گئی اور سب صاحب قلم ہو گئے اور کہہ دیا کہ یہ فتویٰ ہمارا حضرت گنگوہی صاحب کا لکھا ہوا نہیں ہے۔ لیکن چھوٹے بڑے ہر وہابی کو معلوم ہونا

ملاحظہ فرمائیے حضرت امام احمد رضا ص ۲۳۲ بحوالہ رد شہاب ثاقب و حیات اعلیٰ حضرت

چاہئے کہ اس فتوے سے انکار کا حق صرف گنگوہی صاحب کو تھا جب انہوں نے انکار نہیں کیا اور ان کی زندگی میں ان کے معتقدوں نے بھی انکار نہیں کیا تو گنگوہی صاحب کے مرجانے کے بعد ٹانڈوی، سنہلی اور دہلی بھنگلی وغیرہ کسی دہائی کو اب نہ تو انکار کا حق ہے اور نہ انکار صحیح مانا جائے گا۔

کیا کسی عاقل کی سمجھ میں یہ بات آسکتی ہے کہ گنگوہی صاحب کی طرف ایک ایسا فتویٰ علانیہ منسوب ہو جس میں کفر صریح ہو جسکی بنا پر انہیں کافر کہا جاتا ہو اور وہ اس کے بعد پندرہ سال زندہ رہیں اور انہیں اس کی خبر بھی ہو جائے اور وہ ایک دم خاموش رہیں کیا کوئی عاقل یہ ماننے پر تیار ہوگا کہ اس چپ کا مطلب یہ ہے کہ انہیں اس سے انکار ہے یا ان کے توہین ہیں اس کا مطلب کچھ اور ہے۔

اس فتویٰ پر ان کا دستخط اور ہر بھی اس کا ثبوت ہے کہ یہ فتویٰ یقیناً انہیں کا ہے۔ اطلاع کے بعد چپ رہنا، تردید نہ کرنا اس کی تائید ہے کہ انہیں کا فتویٰ ہے۔

## نیاز مندوں کی صفائی

یہ فتویٰ گنگوہی صاحب کا نہیں یہ ثابت کرنے کے لئے ان کے نیاز مندوں نے بہت زور آزمائی کی۔ حیلے پر حیلے نکالے کچھ بس نہ چلا تو گالیوں کی بو چھار کی۔ مگر کوئی صفا بھی اپنی پوری ذہنی توانائیوں کو صرف کرنے کے باوجود یہ ثابت نہ کر سکے کہ یہ فتویٰ گنگوہی صاحب کا نہیں، اس سلسلے میں متعارض باتیں بھی کی ہیں۔ غلط حیلہ جوئی کا انجام بھی یہی ہوتا ہے:

یہ ہے کہ فقہ کا مسلم اور مشہور مسئلہ یہ ہے کہ الخط یشبہ الخط  
**پہلا حیلہ** یعنی خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے۔ جب رویت ہلال جیسی معمولی باتوں میں خط کا اعتبار نہیں تو پھر تکفیر جیسے اہم معاملہ میں کیوں کر اس کا اعتبار کیا جاسکتا ہے؟

(فیصلہ کن ص ۶۳)



اگر آپ کی یہ بات صحیح ہے تو ہند یوں کے دارالافتاء سے جاری کئے ہوئے سارے فتاویٰ غیر معتبر اور لغو۔ اور خود ہی صاحب کا مجموعہ فتاویٰ ردی کی ٹوکری۔ آپ کو خبر بھی ہے کہ فقہاء نے جن جن لوگوں کے خط کو معتبر مانا ہے ان میں امرا اکابر اور مفتی بھی ہیں۔ ردالمحتار جلد رابع ص ۳۵۴ پر۔

اس سے یہ افادہ ہوا کہ صرف صرف دلال بیع ہی کا خط معتبر نہیں بلکہ جن جن لوگوں کے خط کے تحت ہونے کی عادت جاری ہے سب تحت ہیں۔ اسی میں وہ بھی داخل ہے جو امرا اور اکابر کہتے ہیں جنہیں گواہ بنانا معتذر ہوا اگر وصولیابی کی رسید یا قرض کا دستاویز لکھا اور اس پر اپنی مشہور و معروف ہر کردی تو اس پر محبت ہے یہی عادت ہے۔ اس سے انکار ممکن نہیں اور اگر انکار کریگا تو لوگوں میں مکابہ کر نیوالا شمار کیا جائیگا۔

يفيد عدم الاقتصار على الصرا  
والسمسار والبيع بل مثله  
كل ما جرت العادة فيه فيدخل  
فيه ما يكتبه الامراء و  
الاکابر ممن يتعدوا الاشهاد  
فاذا كتب وصولا او صكابدین  
عليه وختمه بجماعته المعروف  
فانه في العادة يكون حجة عليه  
بحيث لا يمكن الانكار ولو ان  
يعد بين الناس مكابرا

نیز اسی میں ص ۳۵۶ پر ہے

قاہنی پر جب کوئی معاملہ منسلک ہو جا  
تو دوسرے شہر کے فقہاء کو لکھے۔ اسلئے  
کہ حوادث میں بذریعہ خط باہمی مشورہ  
سنت قدیمہ ہے۔

ان القاضی اذا اشکل علیه  
الامر یکتب الی فقہا مصر  
آخرین المشاورة بالکتاب  
سنة قدیمة فی الحوادث

قبل آپ کو کچھ خبر بھی ہے کہ فقہاء نے۔ الخطی مشبہ الخط کہاں غیر معتبر مانا ہے۔ آپ اسے بخوبی جانتے ہیں مگر حیلہ جوئی کے لئے کلمہ حق بول کر باطل مراد نہ لیتے تو کیا کرتے۔ جناب! یہ اس وقت ہے جبکہ جس کی طرف خط منسوب ہے وہ انکار کرے۔ مثلاً زین نے عمرو پر کوئی

دعویٰ کیا۔ عمرو نے دعویٰ سے انکار کیا۔ زید نے ثبوت میں عمرو کی تحریر پیش کی، عمرو نے اس تحریر سے بھی انکار کیا، تو وہ تحریر معتبر نہیں۔ اس موقع پر فرمایا گیا کہ۔ کیوں معتبر نہیں۔  
الخطی شبہ الخط۔

یہاں پہلے تو یہ بات ثابت کیجئے کہ گنگوہی صاحب نے انکار کیا ہے۔  
ہم فقہاء کے ارشاد سے ثابت کرتے کہ خط مفتی جت ہے۔ جب اس فتویٰ پر گنگوہی صاحب کے دستخط بھی ہیں ہر بھی ہے تو بلا کسی دغدغہ کے ثابت کہ یہ انھیں کا فتویٰ ہے۔  
وہ گئیں وہ روایتیں جو آپ نے گنگوہی صاحب کے انکار کی لکھی ہیں۔ وہ سب من گڑھت اور جعل ہیں جو آپ لوگوں نے تراش لیا ہے۔ ورنہ کیا سبب ہے کہ درجہ لکھی صاحب اور بریلی کے دیوبندیوں نے گنگوہی صاحب کی وہ تحریر بلفظہ شائع نہیں کی۔  
اگر واقعی گنگوہی صاحب نے انکار اور بیزاری کی کوئی تحریر لکھی تھی تو اس کا آسان حل یہ تھا کہ اسے شائع کر دیا جاتا۔ اور کہہ دیا جاتا کہ اصل تحریر فلاں جگہ محفوظ ہے۔ ان کے مرنے کے بعد یہ دعویٰ کرنا اور ان کی زندگی بھر خاموش رہنا اس کی غمازی کر رہا ہے کہ یہ سب بلذت عشق بنایا گیا ہے۔

پھر بات کیجئے تو یاد رکھا کیجئے کہ پہلے کیا لکھ چکے ہیں۔ گنگوہی صاحب کی صفائی میں آپ بھی یہی لکھتے ہیں

”اسی وقت حضرت کی خدمت میں گنگوہ عریفہ لکھا۔ تو جواب آیا:“ ص ۶۹

اور بریلی کے متوسلین کے بارے میں ہے:

گنگوہ عریفہ لکھ کر حقیقت حال دریافت کی۔ اور حضرت مرحوم کی

جوابی تحریر بعینہ خالصاً کو دکھلائی گئی۔ ایضاً

ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ گنگوہی صاحب نے بقول آپ کے بذریعہ ڈاک انکاری تحریر بھیجی۔

جب آپ ص ۶۳ پر تحقیق فرما چکے کہ خط کا اعتبار نہیں۔ فقہ کا مسئلہ ہے الخطی شبہ الخط تو پھر گنگوہی صاحب کا یہ خط کیسے معتبر ہوا۔ ایک تحریر معتبر، دوسری غیر معتبر

یہ منطق کسی کی سمجھ میں آ سکتی ہے؟

آپ نے ص ۶۵ پر لکھا

**تعارض** | اگر خالص صاحب کے بیان کو صحیح سمجھ کر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ فتویٰ متعدد بار مع رو کے حضرت گنگوہی مرحوم کی حیات میں چھپ کر شائع ہوا جب بھی لازم نہیں آتا کہ حضرت کے پاس بھی پہنچا ہو یا ان کو اطلاع بھی ہوئی ہو الخ

اور یہاں ص ۶۹ پر آپ بھول گئے کہ پہلے کیا لکھا۔ کہ تحریر کر رہے ہیں۔

نیز جب پہلے پہل اس بہتان کا چرچا برٹلی میں ہوا تو یہاں سے بھی حضرت کے بعض متوسلین نے گنگوہی عریضہ بھیج کر حقیقت حال دریافت کی الخ

کیا فرقہ بندی کی حمیت نے آپ کو اتنا حواس باختہ کر دیا ہے کہ ایک ہی موضوع پر بحث کرتے ہوئے دو تین صفحے پہلے کہی ہوئی بات بھول گئے۔ اب انصاف ناظرین کے ہاتھ ہے یہ تو یقینی ہے کہ ان دونوں باتوں میں ایک ضرور غلط ہے۔

**دوسرا حیلہ** | فتاویٰ رشیدیہ میں یہ فتویٰ نہیں۔ اس پر صرف اتنی گزارش ہے کہ کیا آج کے مطبوعہ فتاویٰ رشیدیہ میں وہ سب فتاویٰ موجود ہیں جو اٹھوں نے اپنی حیات میں لکھے تھے۔ اگر اس کا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی ہی ہے تو پھر مطبوعہ فتاویٰ رشیدیہ میں نہ ہونے سے کہاں لازم آتا ہے کہ یہ فتویٰ ان کا لکھا ہوا نہ ہو۔ فتاویٰ رشیدیہ گنگوہی صاحب کی وفات کے برسوں بعد جمع کیا گیا ہے۔ اس وقت تک اس فتوے کے زہریلے اثرات ظاہر ہو چکے تھے۔ تو کیا فتاویٰ رشیدیہ کے جامع اور شائع کنندہ اپنے مذہب اور اپنے مذہب کے بانی کے دشمن تھے کہ اسے چھاپ دیتے۔

اور اگر آپ کہیں کہ نہیں، گنگوہی صاحب نے اپنی طول طویل حیات میں جتنے فتاویٰ لکھے تھے سب اس میں چھپ چکے ہیں تو ایک دفعہ لکھ کر اسے شائع کر دیجئے پھر ہم آپ کو بتا دیں گے کہ ان کے لکھے ہوئے کتنے فتاویٰ کو اس میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔

پھر فتاویٰ رشیدیہ محفوظ کہاں ہے کہ اس میں ہونا نہ ہونا معیار بنایا جاسکے جس پر تفصیلی گفتگو بھی آ رہی ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ میں اس کے خلاف فتویٰ موجود ہے۔

**تیسرا حیلہ**

یہ حیلہ سو وقت کا رگڑ ہوتا کہ مطبوعہ فتاویٰ رشیدیہ محفوظ ہوتا۔ اس میں رد و بدل نہ کیا گیا ہوتا۔ مگر اس کے نظائر موجود ہیں کہ اس میں رد و بدل کیا گیا ہے۔ تو اس فتویٰ کے خلاف مطبوعہ فتاویٰ رشیدیہ میں ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ یہ فتویٰ ان کا ہو۔ سردست بقدر نصاب شہادت و دشاہد حاضر ہیں۔

**پہلی شہادت** فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ بار اول افضل المطابع مراد آباد میں ۱۵۱۰  
پر جلد سوم پر ہے۔

**سوال:** گائے کی اوچھڑی اور کیورے کھانے درست ہیں یا نہیں؟

**جواب:** درست ہیں۔ فقط

مگر بعد کے تمام مطبوعہ میں ”کیورے کھانے“ کو بد لکر ”کھیری کھانی“ کر دیا ہے،  
(فتاویٰ رشیدیہ مبوب مطبوعہ کراچی ص ۲۵۵)

مگر جواب میں تبدیل کا خیال نہ رہا۔ تو وہی باقی رہا۔ درست ہیں۔ کیا اس سوال کے جواب میں کہ ”بکری کی اوچھڑی اور کھیری کھانی درست ہے یا نہیں۔ یہ کہنا۔ درست ہیں۔ صحیح ہے۔

یہ ان طلبے جوڑ جواب بنا رہا ہے۔ کھیری کھانی۔ کے بجائے۔ کیورے کھانے ہی تھا۔ مگر اسے بالقصد بدلا گیا ہے۔ سچ ہے چور بھاگتا ہے اور نشان قدم چھوڑتا جاتا ہے۔ خیر یہ تو ایک لطیفہ تھا۔ اب ہمارا کہنا ہے کہ جو ناخدا ترس افراد چھینے کے بعد فتاویٰ رشیدیہ میں تحریف کر سکتے ہیں وہ چھینے سے پہلے اس میں اپنی چلتی بھر کچھ لکھی گئے ہونگے۔

فتاویٰ رشیدیہ مبوب مطبوعہ کراچی کے ص ۱۳۱ پر ہے

**دوسری شہادت**

اور جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون

ہے ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے۔ اور وہ اس کبیرہ کے سبب سنت

جماعت سے خارج نہ ہوگا۔

افضل المطابع میں پہلی بار شائع سے لے کر اب تک کے چھپے ہوئے سب میں یہی ہے۔  
غیر محبوب میں حصہ دوم صلا پر ہے۔

اس پر سیدی، استاذی، ائمہ ازا العلماء، جلالتہ العلم علامہ حافظ عبد العزیز صاحب  
بانی الجامعہ الاشرفیہ قدس سرہ نے المصباح المجدید میں مواخذہ فرمایا۔ تو آپ ہی  
نے اپنے ایک کشف بردار کے نام اس کے جواب میں یہ لکھا  
”زیر بحث فتویٰ میں مطبع کی غلطی سے خارج ہوگا کے بجائے خارج

نہ ہوگا۔ چھپ گیا ہے“

اتنی ناش غلطی مطبع نے چھاپی اور آج تک چالیس برس سے زائد ہو گئے۔ کسی کو تصحیح  
کی نہ سوجھی تو اب فتاویٰ رشیدیہ کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے کہ اس فتویٰ میں جسے  
سنجھلی صاحب نے نقل کیا ہے۔ مطبع نے اسی قسم کی غلطی کی ہو۔  
ثانیاً۔ گنگوہی صاحب کے مطبوع فتاویٰ میں بشمار تقارض ہیں۔

## تناقض

فتاویٰ رشیدیہ محبوب مطبوعہ کراچی ص ۱۰ پر ہے

”پس عقیدہ زید کا اس سبب سے ہے کہ آپ کو حق تعالیٰ نے علم دیا تھا۔  
تو ایسا سمجھنا خطا ہے صریح ہے اور کفر نہیں۔ اور جب یہ عقیدہ ہے کہ  
خود بخود آپ کو علم تھا، بدون اطلاع حق تعالیٰ کے“ تو اندیشہ کفر کا ہے۔  
لہذا پہلی صورت میں امامت درست ہے اور دوسری شق میں امام

نہ بنانا چاہئے۔ اگرچہ کافر کہنے سے بھی زبان روکے اور تاویل کرے“  
اس فتویٰ کا حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی عطا سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
علم غیب ماننا، کفر و شرک ہونا تو بہت دور ہے گمراہی اور فسق بھی نہیں۔ حتیٰ کہ جو شخص  
علم غیب عطائی کا معتقد ہو اس کی امامت بھی درست ہے۔ اور یہ عقیدہ کہ آپ کو  
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خود بخود علم غیب حق تعالیٰ کی عطا کے بغیر حاصل تھا۔ یہ بھی

کفر نہیں۔ اس میں اندیشہ کفر ہے۔ ایسے عقیدے والا کافر نہیں۔ اس کو کافر کہنے سے زبان روکے۔

آپ آگے پڑھئے

تناقض ۱۱ ص ۲ پر ہے۔ علم غیب خاصہ خدا ہے۔ اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں۔

تناقض ۱۲ ص ۳ پر ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا

تناقض ۱۳ ص ۴ پر ہے۔ اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔

تناقض ۱۴ ص ۶ پر ہے۔ جب انبیاء کرام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہے اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دوسرے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے۔ اور جو یہ عقیدہ نہیں تو کفر نہیں مگر کلمہ مشابہ کفر ہے۔

تناقض ۱۵ ص ۷ پر ہے۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کا معتقد ہے۔ سادات حنفیہ کے نزدیک قطعاً مشرک و کافر ہے۔ اور جو یہ کہتے ہیں کہ علم غیب جمیع اشیاء آنحضرت کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ کا عطا کیا ہوا ہے۔ سو محض باطل ہے اور خرافات میں سے ہے۔

تناقض ۱۶ ص ۸ پر ہے۔ سوال۔ اشعار اس مضمون کے پڑھئے "یا رسول کبریا فریاد ہے" کیسے ہیں

جواب۔ بعقیدہ عالم الغیب اور فریاد اس ہونے کے شرک ہے

تناقض ۱۷ ص ۹ پر ہے۔ بعضے شخص کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر عمر میں کل علم غیب عنایت فرمائے ہیں۔ سو یہ بات غلط ہے

تناقض ۱۸ ص ۱۰ پر ہے۔ علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے

تناقض ۱۹ ص ۱۱ پر ہے۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب جو خاصہ حق تعالیٰ ہے ثابت کرتا ہو اس کے پیچھے نماز نادرست ہے۔ اس کے حاشے میں لکھا

لانہ کفر۔ اس لئے کہ یہ کفر ہے۔

تناقض نہ ۶۲ پر ہے :- جو شخص اللہ جل شانہ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ تعالیٰ کے برابر کسی دوسرے کا علم مانے وہ بیشک کافر ہے اس کی امامت اور اس سے میل جول، مودت سب حرام ہیں۔

تناقض ۶۶ پر ہے :- عقیدہ کرنا کہ انبیاء کرام علیہم السلام سب غیب کو جانتے ہیں شرک بیع جلی ہونے گا۔

۶۷ پر تو یہ نجل کہ اگر یہ عقیدہ ہو کہ آپ کو صلی اللہ علیہ وسلم خود بخود بدون اطلاع حق تعالیٰ علم حاصل ہو تو کفر نہیں صرف اندیشہ کفر ہے۔ قائل کو کافر کہنے سے بھی زبان روکے۔ تاویل کرے۔ اور پھر یہ سخاوت کہ۔ یہ خاصہ خدا ہے کسی بھی تاویل سے کسی دوسرے پر اطلاق ایہام شرک سے خالی نہیں۔ شرک صریح ہے۔ کفر ہے۔ یہ عقیدہ رکھنے والا کافر مشرک ہے۔ اس کے پیچھے نماز نادرست ہے۔ میل جول حرام ہے۔ اب تعارض کی دوسری قسط ملاحظہ کریں۔

قنادی رشید یہ حصہ سوم ص ۱۳ پر یہ سوال ہے

پڑھنا ان اشعار کا جنہیں استعانت بغیر اللہ ہو کیسا ہے؟ مثلاً یہ شعر  
 يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْظِرْ حَالَنَا  
 يَا نَبِيَّ اللَّهِ ائْتِنَا  
 ائْتِنِي فِي بَحْرِهِمْ مُغْرَقٌ  
 خذْ يَدِي سَهْلٌ لَنَا إِشْكَالَنَا

پس یہ اشعار جائز ہیں یا مستحب یا ممنوع اور شرک۔ ان اشعار کا پڑھنا اس ملک میں بہت رائج ہے، مساجد اور خانقاہوں میں روبرو علماء و مشائخ کے پڑھے جاتے ہیں اور کوئی تعرض نہیں کرتا۔ ملخصاً

سوال میں مذکورہ اشعار میں غیر خدا سے مدد مانگنا بھی ہے غیر خدا کو دور سے پکارنا بھی ہے غیر خدا سے مشکل دور کرنے کی استدعا بھی ہے اور عام مجموعوں میں پڑھنا بھی مذکور ہے ان سب کے باوجود گنگوہی صاحب یہ جواب ارشاد فرماتے ہیں :-  
 "وہذا غیر اللہ کو کرنا اور اسے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم، سامع، مستقل عقیدہ کرے اشعار بزرگان فی حد ذاتہ نہ شرک ہیں نہ معصیت ہاں

بوجہ موہم ہونے کے مجامع میں کہنا مکروہ ہے۔ کہ عوام کو ضرر ہے۔ اور  
فی حد ذاتہ ایہام بھی ہے لہذا ایسے اشعار کا پڑھنا منع ہے نہ اسکے مولف  
پر طعن ہو سکتا ہے اور کراہت موہم ہونے کی بوجہ غلبہ محبت کے منجر ہو جاتی  
ہے مگر ایسی طرح پڑھنا اور پڑھوانا کہ اندیشہ عوام کا ہو بندہ پسند نہیں کرتا  
گو اس کو معصیت بھی نہیں کہہ سکتا۔“

یہاں سب کچھ جائز معصیت بھی نہیں زیادہ سے زیادہ مکروہ گن گویا ہے۔ اب ذرا فتاویٰ  
رشیدیہ شریف کا مطالعہ کیجئے تو طبیعت باغ باغ ہو جائے گی۔

تعارض (۱) اسی فتاویٰ کے حصہ اول ص ۲۹ پر ہے

”مثابہ بشرک ہے۔ کہ غیر اللہ تعالیٰ سے طلب حاجت معصیت ہے“

تعارض (۲) حصہ اول ص ۳۱ پر ہے۔ ”موہم الفاظ کا پڑھنا معصیت ہے“

تعارض (۳) اسی صفحہ اسی حصے میں ہے

”اگر عالم الغیب و متصرف، مستقل جان کر کہتا ہے تو خود شرک محض ہے

اور جو یہ عقیدہ نہیں تو بھی ناجائز ہے“

تعارض (۴) اسی حصہ اول اسی ص ۳۱ پر ہے۔

”جو لفظ موہم معنی شرک ہو۔ اس کا بولنا بھی ناجائز ہے۔“

تعارض (۵) حصہ سوم ص ۳۱ پر ہے۔ ”اور ہدانا گنا اولیاء سے حرام ہے“

تعارض (۶) اسی حصے اسی صفحہ پر ہے۔

”سو غیر اللہ سے مدد مانگنا اگرچہ ولی ہو یا نبی شرک ہے“

تعارض (۷) اسی حصہ سوم کے ص ۳۱ پر ہے۔

”جب انبیاء علیہم السلام کو علم غیب نہیں۔ یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا“

تعارض (۸) اسی کے ص ۳۱ پر ہے۔

”اور وجہ فسق کی احتمال فساد عقیدہ عوام اور اپنے اوپر تہمت شرک کھنا ہے“

تعارض (۹) ”صاحب قبر سے کہے کہ تم میرا کام کر دو۔ یہ شرک ہے خواہ قبر کے



پاس کہے خواہ قبر سے دور کہے۔“

تعارض ۱۰، حصہ اول ص ۱۱۲ پر ہے۔

”اس طور سے دعا کرنا، اسے صاحب قبر میرا کام کر دے تو حرام اور

شرک بالاتفاق ہے۔“

جن باتوں کو حصہ سوم ص ۱۲ پر شرک تو بہت دور ہے معصیت اور حرام، ناجائز تک نہ مانا۔ انھیں کونا جائز بھی کہا، حرام بھی، معصیت بھی کہا حتیٰ کہ شرک بالاتفاق کہہ دیا۔

تناقض کے پیچھے تعارض کا شور      تعارض کی تم میں تناقض کی ڈور

اب جن اصحاب کو خدا کا خوف ہے، عاقبت کی پریشانی کا ڈر ہے۔ وہ خود فیصلہ کریں۔

جن بزرگ کے مطبوع فتاویٰ میں ایک ہی مسئلے میں دس، دس تعارض، تناقض ہوں

اگر ان کے کسی غیر مطبوع فتویٰ، اور مطبوع فتویٰ میں ایک تعارض ہو تو کیا تعجب کی بات ہے۔

پھر گنگوہی صاحب ان بزرگوں میں ہیں جن کے شریک کار کا حال گزر چکا۔

**رابعاً**

کہ نانوتوی صاحب نے تہذیر الناس کے صفحہ ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶ پر

ببانگ وہل اس سے انکار کیا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہے۔ پھر خود اسی تہذیر

الناس میں اس کے منکر کو کافر کہا۔      تھانوی صاحب نے حفظ الایمان میں حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و ناکس بلکہ بچوں، پانگلوں، جانوروں، چوپایوں

کے علم کے مثل یا مساوی کہا۔ اور بسط البیان میں ایسے قائل کو کافر کہا۔ ابھی صاحب

نے براہین میں شیطان لعین کے علم ناپاک کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے

زیادہ وسیع مانا۔ اور ہند میں اس کے قائل کو کافر کہا۔ تو اگر گنگوہی صاحب نے

اپنے ایک فتویٰ میں ایسے قائل کو کافر کہا یا تو کون سے تعجب کی بات ہے۔

# شکی بہ شکی

سنجھلی صاحب نے گنگوہی صاحب کی نیاز مندی کے جوش میں لکھ مارا  
 ”کسی جلسہ کے لئے کسی کے ہر دستخط بنالینا کیا مشکل ہے؟  
 کیا دنیا میں جعلی کے اور جعلی دستاویزیں تیار کرنے والے موجود نہیں۔  
 مشہور ہے کہ بریلی اور اس کے اطراف میں تو اس فن کے بڑے بڑے کامل  
 رہتے ہیں جنکا ذریعہ معاش یہی جلسا سازی ہے“ فیصلہ کن ص ۵۹

خوشی اس بات کی ہے کہ آپ نے یہ تو تسلیم کر لیا کہ اس فتویٰ پر جو دستخط اور ہر ہے وہ  
 گنگوہی صاحب کے دستخط اور ہر کے اتنی مشابہ ہے کہ ہو بہو انھیں کی معلوم ہو رہی ہے  
 ورنہ اگر یہ لکھ دیتے کہ دستخط اور ہر مشابہ بھی نہیں تو کوئی آپ کا کیا بگاڑ لیتا۔ اس لئے گنگوہی  
 صاحب کے قائم کردہ مذہب میں آپ کا وقار اور بڑھ بھاتا۔ رہ گیا آپ نے بریلی اور اسکے  
 اطراف کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا ہے وہ یا تو آپ کے احساس کتری کا نتیجہ ہے یا انکساری  
 اور تواضع ہے۔ ورنہ گذر چکا کہ آپ تو ان بزرگوں کے فیض یافتہ ہیں جو — رد کرنے  
 والے کو راوی بنا لیتے ہیں۔ دیکھئے اسی کتاب کا ص ۸۵ بحوالہ براہین قاطعہ ص ۱۵ اور ان  
 مابہ الافتخار کاریگروں کے پروردہ و منظور نظر ہیں۔ جنہوں نے ایسی کتابیں  
 گرٹھ لی ہیں اور ان کی ایسی عمارتیں بنالیں جنکا دنیا میں کہیں کوئی وجود نہیں دیکھئے  
 اسی کتاب کا ص ۹۸ بحوالہ الشہاب الثاقب۔ ص ۹۸-۹۹

اگر ابھی آپ کی قد آور شخصیت کا بھر پور تعارف نہ ہوا ہو تو سنئے آپ تو ایسے  
 کامل، اکمل، ماہر و اہر کے وارث ہیں جنہوں نے آیتیں بنالیں۔ لیجئے ملاحظہ کیجئے۔  
 آپ کے شیخ الاسلام طاب ندوی صاحب لکھتے ہیں؛

”من یرعبہ بریافتد احتمال الایة  
 اثم مبین میں داخل

ہو کر طوق کفر و لعنت اپنی گردن میں حسب حدیث مشہور ڈالا ہے۔“

(الشتاب الثاقب ص ۵۰)

اور دیکھئے ان کے بھی بزرگ اور مطلع اور آپ سب لوگوں کے شیخ الہند محمود الحسن صاحب ایضاً الادلۃ ص ۹۳ پر لکھتے ہیں

”یہی وجہ ہے کہ ارشاد ہوا۔ فان تنازعتم فردوہ الی اللہ و

الرسول والی اولوالامر منکم“

کوئی صاحب تبائیں کہ یہ آیت قرآن مجید میں کہاں ہے وہ بھی ”الی“ ہونے ہوئے  
— اولوالامر کے ساتھ۔

اور اگر ابھی ہل من مزید کا نعرہ ہے تو ملاحظہ کیجئے۔ آپ کے شیخ الاسلام  
حضرت ٹانڈوی کی مستند و معتد کتاب ”سیف النقی“ میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے  
والد ماجد کے نام سے ایک فتویٰ چھاپا۔ جس میں جوہر چھاپی اس میں ۱۳۱ھ ہے جبکہ حضرت  
کا وصال ۱۲۹۷ھ میں ہو چکا تھا۔

اور نیز اپنے فتاویٰ رشیدیہ سے لیجئے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ایک فتویٰ تلمیہ برین  
میں ہے۔ سوال یہ ہے: ”تین برس کے بچے کی فاتحہ دو جے کی ہونی چاہئے یا سوم کی“ اسکا  
جواب اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ تحریر فرمایا تھا:

”شریعت میں ثواب پہنچانا ہے دوسرے دن یا تیسرے دن۔ باقی تعیین  
عرنی ہیں۔ جب چاہیں کریں۔ انھیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت  
ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

یہ فتویٰ مبوب مطبوعہ کراچی کے ص ۱۲۲ اور غیر مبوب کے حصہ اول صفحہ پر چھپا ہے۔ اس میں  
اخیر میں جہالت کے بعد ”و بدعت“ بڑھا دیا ہے۔ اس کے اوپر لکھا ہے:

”فتویٰ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی موصولہ از مولوی عبدالصمد حسنا

راپوری مجموعہ فتاویٰ اعلیٰ مولوی احمد رضا خان صاحب منقولہ از جلد رابع

کتاب المحظر والاباحۃ ص ۳۱“

قصہ یہ ہے کہ یہی مذکورہ بالا بزرگ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ مسائل لکھوائے۔ انھیں واپسی کی جلدی تھی اور اس وقت اتفاق سے کوئی ناقل نہ تھا۔ بظاہر مولوی صورت، مقدس سیرت تھے ان پر شبہ بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، انھیں فتاویٰ مبارکہ کی وہ جلد جو کتاب الحظر کے ان مسائل پر مشتمل تھی دیدی گئی کہ جو فتاویٰ لکھوائے ہیں نقل کر دیں۔ انھوں نے گنگوہی صاحب سے اپنی نیاز مندی کا ثبوت دیتے ہوئے فتویٰ مذکورہ میں اپنے ہاتھ سے بن السطور جہالت کے بعد بڑھا دیا "و بدعت" ہے۔ آج بھی فتاویٰ مبارکہ جلد ہشتم کتاب الحظر ضامہ میں موجود ہے۔ کوئی بھی دیکھ کر بچہ بی معلوم کرے گا۔ کہ یہ - بدعت - دوسرے قلم سے کسی اور کا اضافہ ہے۔

سمجھلی صاحب آپ بلاوجہ احساس بکتری کا شکار ہیں۔ آپ کے ہم مذہب آپ کے گنگوہی صاحب کے نیاز مند اس میدان کے ایسے ایسے شہسوار گزر رہے ہیں جو اپنے حریف کے گھر جا کر، اس کے گھر بٹھکر اسکی قلمی کتابوں میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ تو اپنی مطلب براری کے لئے اپنی کتابوں میں کیا کچھ کیا ہوگا اس کا علم آپ کو بخوبی ہے ویسے براہ تو واضح اور انکساری جو چاہیں ارشاد فرمائیں۔

ناظرین اس پر بھی غور کریں۔ کہ آخر وہ کون سا رشتہ تھا جسکی وجہ سے یہ محرف فتویٰ تخریف کے ساتھ فتاویٰ گنگوہی میں چھپا۔ آخر گنگوہی شریف پہنچا کیسے؟ یہ سب فیض ہے آپ حضرات کے قطب الارشاد گنگوہی صاحب کا "براہین قاطعہ" کی کارگیری مذکور ہو چکی اس سے بھی بڑھ کر ایک اور کرامت پیش خدمت ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ مبوب مطبوعہ کراچی کے حصہ پر گنگوہی صاحب کا یہ ارشاد ملاحظہ کیجئے:

"چونکہ حدیث میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود ارشاد فرمایا تھا۔ کہ مجھکو

بھائی کہو" بایں رعایت تقویت الایمان میں اس لفظ کو لکھا ہے

"مجھکو بھائی کہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ مگر گنگوہی صاحب نے اسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لکھ دیا۔ جو بزرگ اپنے عین اسلام کو صحیح ثابت کرنے کیلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ چمکے ہیں وہ بھی بار بار۔ اگر کسی نیاز مند اپنے مذہب کے بانی

کو بچانے کیلئے قصے گڑھیں روایتیں وضع کر لیں۔ تو کوئی حیرت کی بات نہیں۔ مگر حیرت سنھلی صفا کے احساس کتری پر ہے۔

## اس فتویٰ کی نمائندگی

صرف یہی نہیں کہ گنگوہی صاحب نے اپنے اس فتوے سے انکار نہیں کیا ہے بلکہ اپنے نیاز مندوں کے علی الرغم اسکی تائید بھی فرمادی ہے۔ گنگوہی صاحب نے خود ایک کتابچہ لکھا جسکا نام تقدیس القدر ہے۔ جسے انھوں نے حسب عادت اپنے ایک شاگرد مولوی محمد حسین مراد آبادی کے نام سے چھپوایا ہے۔ اس کے صفحہ پر ہے۔

جواز و قوعی میں بحث ہے

پھر صفحہ پر ہے

”وگفتگو جواز و قوعی میں ہے نہ جواز امکانی میں“۔ جواز و قوعی کا مطلب یہ ہے جسکا واقع ہونا جائز ہو اس میں نہ عقلاً کوئی استحالہ ہو اور نہ شرعاً۔ وہ نہ محال بالذات ہو نہ محال بالغیر اسکے مقابل جواز امکانی ذکر کر کے اس معنی کو قطعی طور پر متعین کر دیا ہے۔

تو اب تقدیس القدر کی اس عبارت کا مطلب یہ ہوا۔ کہ اللہ عزوجل بالفعل جھوٹ بول دے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ اگر کوئی یہ کہدے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول چکا تو کافر ہونا بڑی بات ہے وہ اہلسنت سے خارج بھی نہ ہوگا۔ یہی اس مہری دستخطی فتویٰ میں ہے۔

پھر گنگوہی صاحب کے نیاز مندوں کا یہ کہنا کہ انھوں نے اس فتویٰ سے انکار کیا۔ تبری کی۔ صداقت سے کتنا دور ہے اسے بتانے کی ضرورت نہیں۔

خلاصہ کلام یہ نکلا۔ کہ جب تکذیب باری جل علاہ والے فتویٰ پر گنگوہی صاحب کے دستخط اولہ انکی مہر موجود ہے اور خط مفتی حجت۔ اور گنگوہی صاحب نے اخیر دم تک باوجود اطلاع کے اس سے انکار نہیں کیا بلکہ انکی تصنیف تقدیس القدر میں اسکے مطابق عبارت موجود ہے تو بلاشبہ وہ انھیں کا فتویٰ ہے اور اس فتویٰ پر جو حکم شرعی ہے وہ یقیناً گنگوہی صاحب پر لاگو ہے۔ اور اپنے فتاویٰ میں جو کچھ لکھا ہے اگر وہ واقعی انھیں کا لکھا ہو تو اس سے اس کفر سے بری نہ ہوئے بلکہ انکے کفر کے اقراری مجرم ہوئے۔



# باب چہارم

(دیوبندیوں کا فقہ حنفی سے ارتداد)





# کیا نابالغ کا حدث اسکے لئے قبض طہارت ہے؟

( پہلا مسئلہ )

اگر دس بارہ برس کا لڑکا ایک مرتبہ وضو کرے تو پھر چاہے پیشاب کرے یا پاخانہ، خون نکلے، یا پیپ، ہر حالت میں اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ وضو کیا ہوا لوہے کی لاٹ ہے نہ توڑے سے ٹوٹے، نہ کاٹے سے کٹے، اگر ایسا لڑکا کسی عورت سے صحبت کرے تو اس پر غسل بھی فرض نہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد ۱ ص ۲۴۷ کی عبارت یہ ہے۔ ”نابالغ نہ کبھی بے وضو ہو، نہ جنب۔ انہیں وضو و غسل کا حکم عادت ڈالنے اور آداب سکھلانے کے لئے ہے، ورنہ کسی حدث سے ان کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ نہ جماع سے ان پر غسل فرض ہے۔“

( ندائے عرفات ص ۴ )

اس دیوبندی ایڈیٹر نے یہاں مسئلہ شرعیہ کا مذاق بھی اڑایا ہے اور حیا بھی کی ہے۔ خیانت یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ شریف میں اصل عبارت یہ ہے۔ ”نابالغ نہ کبھی بے وضو ہو، نہ جنب۔“ الخ

اور شاخسانہ نویس نے اسے بگاڑ کر یوں بیان کیا کہ۔

”اگر دس بارہ برس کا لڑکا ایک مرتبہ وضو کرے تو پھر چاہے پیشاب کرے یا پاخانہ۔ ہر حالت میں اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔“

ناظرین غور کریں کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے نابالغ کا حکم فرمایا ہے اور یہ دیوبندی بارہ برس کے لڑکے کا بھی وہی حکم بیان کر رہا ہے۔ بیچارے کو کیا خبر



کا حکم ہی نہیں تھا۔

فتاویٰ قاضی خاں میں امام اجل فقیہہ النفس حضرت علامہ فخر الدین رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

دس سال کے بچے نے اپنی بالغہ بیوی سے جماع کیا تو عورت پر غسل واجب ہے کہ سبب وجوب پایا گیا یعنی خطاب الہی متوجہ ہونے کے بعد عورت کے آگے کے مقام میں حشفہ کا غائب ہونا۔ البتہ اس بچے پر غسل واجب نہیں کیونکہ اسکے حق میں خطاب معدوم ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ عادت ڈالنے کیلئے اس کو غسل کا حکم دیا جائے گا جیسا کہ عادت ڈالنے کیلئے طہارت اور نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔

غلام ابن عشر سنین جامع امرأته البالغة علیہا الغسل لوجود السبب۔ وهو موارة الحشفة بعد توجه الخطاب ولا غسل علی الغلام لانعدام الخطاب الا انہ یؤمر بالغسل اعتیاداً ونخلقاً كما یؤمر بالطهارة والصلاة۔ ۱۵

(ص ۲ ج ۱ م نول کشور)

غنیہ میں ہے۔

دس سال کے بچے نے اپنی بالغہ عورت سے جماع کیا تو عورت پر غسل واجب ہے کہ وہ احکام شرعیہ کی مخاطب ہے اور مقام خاص میں حشفہ کا دخول پایا گیا۔ ہاں اس بچے پر غسل واجب نہیں کہ وہ احکام شرعیہ کا مخاطب نہیں ہے البتہ اسے عادت ڈالنے کیلئے غسل کا حکم دیا جائے گا جیسا کہ اسی مقصد کے تحت وضو اور نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔

صبی ابن عشر جامع امرأته البالغة علیہا الغسل لوجود موارة الحشفة بعد توجه الخطاب۔ ولا غسل علی الغلام لانعدام الخطاب الا انہ یؤمر بالغسل اعتیاداً ونخلقاً كما یؤمر بالوضوء والصلاة۔ ۱۵

(غنیہ ص ۲۶)

فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۱۵ میں ہے۔

غلام ابن عشر سنین جامع دس سال کے بچے نے بالغ عورت سے

امراة بالغه فعليها الغسل ولا  
غسل على الغلام الا انه يؤمر  
بالغسل تخلقا واعتيادا كما يؤمر  
بالصلاة تخلقا واعتيادا اه

در مختار شرح تنوير الابصار جلد اول ص ۱۹ میں ہے۔

جماع کیا تو عورت پر غسل ہے اور اس لڑکے  
پر غسل نہیں۔ مگر عادت ڈالنے کے لئے  
اس کو غسل کا حکم دیا جائے گا جیسا کہ عادت  
ڈالنے کے لئے نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔

لو كان مكلفين ولو  
احدهما مكلفا فعليه  
فقط دون المراهق ويومر  
ابن عشر تاديبا اه

(حشفہ غائب ہونے سے دونوں پر غسل واجب  
ہے) بشرطیکہ دونوں مکلف ہوں اور اگر ان  
میں ایک مکلف ہو تو صرف اسی مکلف پر  
واجب ہے اور جو بالغ ہونے کے قریب ہے  
اس پر غسل نہیں البتہ دس سال کے بچے کو واجب  
سکھانے کیلئے غسل کا حکم دیا جائے گا۔

واضح ہو کہ "مکلف" عاقل بالغ شخص کو کہتے ہیں۔

"مراقی الفسلاح شرح نور الایضاح" میں ہے۔

ان دونوں پر غسل واجب ہے اگر دونوں مکلف  
ہوں اور مراهق کو غسل کا حکم عادت ڈالنے  
کے لئے دیا جائے گا۔

فيلزمهما الغسل لو مكلفين و  
يؤمر به المراهق تحلقا اه  
(ص ۵۸ مراقی)

طحطاوی علی المراقی میں خلاصہ پھر مبسوط کے حوالہ سے ہے۔

نابالغ بچے پر غسل نہیں جیسا کہ خلاصہ میں اصل  
یعنی مبسوط سے ہے البتہ وہ نماز سے روکا جائے  
گا اور خانہ میں ہے کہ دس سال کے بچے کو  
غسل کا حکم عادت ڈالنے کیلئے دیا جائے گا جیسا  
کہ طہارت اور نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔

ای لا علیه۔ لکنه يمنع من  
الصلاة حتى يغتسل كما في الخلاصة عن  
الاصول وفي الخانية يؤمر به ابن  
عشر اعتيادا وتخلقا كما يؤمر بالطهارة  
والصلاة اه

رد المحتار علی الدر المختار اور تفتیحہ ص ۱۹ میں ہے۔

رقوله المكلفين) ای عاقلین، بالغین  
 (وقوله تاديباً) فی الخانیہ  
 وغیرها یومر بہ اعتیاداً  
 وتخلقاً۔ كما یومر بالصلاة  
 والطهارة۔ وفي القنیة قال محمد  
 وطی صبیہ یجامع مثلها  
 یتعجل لها ان تعتسل۔  
 كانہ لم یرجرها  
 وتادیبها علی ذالک اه  
 (ص ۱۹۱)

”مکلف“ سے مراد عاقل، بالغ ہیں۔ خانیہ اور  
 اسکے علاوہ قنیہ کی دوسری کتابوں میں ہے کہ  
 نابالغ کو عادت ڈالنے کے لئے غسل کا حکم دیا  
 جائے گا جیسا کہ نماز اور طہارت کا حکم دیا جاتا  
 ہے۔ اور قنیہ میں ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ  
 علیہ نے فرمایا کہ۔ مرد نے ایسی نابالغ بچی سے  
 ہم بستری کی کہ اس جیسی لڑکی سے جماع کیا جاتا  
 ہو تو اس بچی کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔  
 گویا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس کو غسل کرنے پر  
 مجبور کرنے کو جائز نہیں جانتے تھے۔

ان عبارتوں سے یہ بات بخوبی واضح ہے کہ نابالغ بچے یا بچی کو وضو، یا غسل کا حکم  
 محض ان امور کی عادت ڈالنے اور شریعت کے آداب سکھانے کے لئے ہے ورنہ  
 کسی بھی حدت سے ان کا وضو نہیں ٹوٹتا اور نہ ہی جماع کرنے سے ان پر غسل واجب  
 ہوتا ہے۔

پس ہمیں سے پورے طور پر اس بات کا ثبوت بھی فراہم ہو گیا کہ مجدد برحق،  
 امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے جو مسئلہ زیب قرطاس  
 کیا ہے وہ بلاشبہ امام الائمہ سراج الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے  
 مذہب مہذب کی سچی ترجمانی ہے۔ یہاں یہ بات پوشیدہ  
 نہ رہے کہ اس مسئلہ خاص کے متعلق کہیں بھی کسی کتاب میں کسی کا کوئی اختلاف  
 مذکور نہیں ہے جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ ائمہ احناف علیہم الرحمۃ والرضوان کا  
 یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔ اور ایک متفق علیہ حکم شرعی کا مذاق اڑانا کتنا بڑا جرم ہے  
 دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے منصفو بناؤ۔

## حکم مذکور کا بنیادی سبب

یہ حقیقت ہے کہ وضو یا غسل حدت کی

وجہ سے واجب ہوتا ہے اور یہ مسلم ضابطہ

ہے کہ فرض و واجب وغیرہ احکام کا تعلق ان لوگوں کی ذات سے ہے جو عاقل بالغ ہیں اور نابالغوں پر کوئی چیز فرض یا واجب نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وضو یا غسل عاقل و بالغ پر فرض ہے جیسا کہ صاحب درمختار و مراۃ الفلاح نے فرمایا "لومکلفین" جس کی تشریح علامہ شامی نے اپنے الفاظ میں "عاقلین بالغین" سے کی اس کا مطلب یہ ہے کہ "مرد و عورت پر جماع سے غسل اس وقت واجب ہے جب کہ وہ مکلف یعنی عاقل و بالغ ہوں" اور نابالغوں پر غسل واجب نہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ وہ مکلف نہیں ہیں، جیسا کہ فتاویٰ خانینہ وغینہ میں یہ حکم بیان کر کے صاف صاف تحریر کیا "لعدم الخطاب" یعنی نابالغ بچہ یا بچی فرائض و واجبات کے احکام کے مخاطب نہیں ہیں اس وجہ سے ان پر غسل بھی واجب نہیں۔

اب ہمیں سے اس امر کا کامل طور پر انکشاف ہو جاتا ہے کہ پافانہ، پمشاب، خون، پیپ یا جماع وغیرہ کے باعث حدت و جنابت کا حکم صرف ان لوگوں پر ہوگا جو احکام فرض و واجب کے مخاطب اور عاقل و بالغ ہیں۔ اور وہ لوگ جن کو شریعت ظاہرہ نے ان احکام کا مکلف نہ ٹھہرا کر سن بلوغ تک ایک طرح سے آزادی عنایت کی ہے ان پر کسی بھی سبب سے حدت یا جنابت کا حکم نہیں عائد ہوگا۔ یا بلفظ دیگر یوں سمجھیے کہ — شریعت ظاہرہ نے جس پر وضو یا غسل کو فرض قرار دیا ہے اسی پر حدت کا حکم بھی جاری کیا ہے اور جس پر ان فرائض کی ذمہ داری عائد نہیں کی ہے اس کو حکم حدت سے بھی بری اور مستثنیٰ کر دیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ — حدت کا حکم صرف عاقل و بالغ کو لاحق ہوگا، کسی نابالغ پر حدت کا حکم نہیں نافذ ہوگا۔ پس جب یہ بات اپنی جگہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ "نابالغ پر شریعت نے حدت کا حکم نہیں نافذ کیا ہے" تو ہمیں سے

روز روشن کی طرح یہ بات بھی آشکارا ہو گئی کہ وہ پیشاب کرے، یا پاخانہ اس کے جسم سے خون نکلے یا پیپ۔ وہ محدث نہیں ہوگا، اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، یونہی جماع کرنے سے اس پر جنابت نہیں طاری ہوگی اور اس پر غسل کے واجب و لازم ہونے کا فیصلہ نہیں دیا جائے گا۔

اور حدیث میں جو فرمایا گیا کہ۔

مُرُوا ابْنَاءَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ ابْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ. وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ ابْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ

جب بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دو۔ اور جب دس سال کے ہو جائیں تو انہیں مار کر پڑھاؤ۔

تو یہ اس لئے نہیں فرمایا گیا کہ نابالغوں پر نماز فرض ہے بلکہ اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ بچے بالغ ہونے تک نماز پڑھنے کا طریقہ اچھی طرح سیکھ لیں اور انہیں نماز پڑھنے کی عادت پڑ جائے۔ جیسا کہ خانہ، غنیہ، عالم گیری، طحطاوی اور شامی کے حوالے سے بیان ہوا، خانہ کے الفاظ یہ ہیں۔

إِلَّا أَنَّهُ يُؤْمَرُ بِالْفِعْلِ اِعْتِيَادًا نَابَالِغًا كَوَاعِدَاتِ ذُلَّةٍ لِّغَسْلِ حَلَمٍ وَتَخْلُقَا كَمَا يُؤْمَرُ بِالطَّهَارَةِ وَالصَّلَاةِ دِيَا جَائِعًا جَيْسَا كَهَ وَضُوًّا وَرِنَمَارًا كَحَلَمٍ دِيَا جَائِعًا

۱۵۔ ص ۲۱ ج ۱

یہاں تک ہم نے مبسوط سے لے کر ردالمحتار تک فقہ حنفی کی دس کتابوں سے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ فتاویٰ رضویہ شریف میں جو مسئلہ مذکور ہے وہ حق و صدا کا آئینہ دار اور مذہب حنفی کی صحیح ترجمانی ہے۔ اور دیوبندی اس سے انکار کرتے ہیں یہ مذہب حنفی سے ارتداد ہے۔

## آئینہ دیوبند

یہ تو ہم جانتے ہیں کہ دیوبندیوں کی تسکین خاطر ان کتابوں سے نہ ہوگی جنکی تصریحات ہدنیہ ناظرین ہوئیں اس لئے ہم آئینہ دیوبندیوں کو انہیں کے گھر کا

مشاہدہ کرتے ہیں تاکہ انھیں بھی اعتراف حق میں کوئی غدر اور حیلہ باقی نہ رہے۔  
اور ناظرین پران کی حق پرستی، و راست گوئی کا بھرم کھل جائے۔

فتاویٰ امدادیہ کا ایک فتویٰ

دیوبندی جماعت کے ایک عظیم رکن اور  
حکیم الامتہ جناب مولوی اشرف علی

صاحب تھانوی اپنے مجموعہ فتاویٰ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے رقم  
طراز ہیں :-

”یہ علامت بلوغ کی نہیں۔ ہاں مراہقہ (یعنی لڑکی کے قریب بلوغ)  
ہونے کی دلیل ہے جماع سے اس پر غسل فرض نہیں۔ البتہ تعلیم و اعتیاداً  
وقادیماً یعنی سکھانے، عادت ڈالنے اور ادب دینے کے لئے اس پر  
تاکید غسل کی جاوے گی۔“ (ص ۱ جلد اول)

اس عبارت میں تھانوی صاحب نے صاف لکھا ہے کہ۔ اگر مراہقہ یعنی قریب  
البلوغ لڑکی سے کسی نے ہمبستری کی تو اس پر غسل فرض نہیں۔

بہشتی زیور کا ایک مسئلہ

بہی مولوی صاحب موصوف اپنی دوسری  
تصنیف بہشتی زیور میں اس سے زیادہ

واضح لفظوں میں لکھتے ہیں کہ

”مسئلہ۔ چھوٹی لڑکی سے اگر مرد نے صحبت کی جو ابھی جوان نہیں  
ہوئی ہے تو اس پر غسل واجب نہیں ہے۔ لیکن عادت ڈالنے کے لئے  
اس سے غسل کرانا چاہئے۔“

(بہشتی زیور حصہ اول ص ۷۳ مطبع محمود المطابع کانپور و ص ۲۹ مطبوعہ دین محمدی)

بہشتی گوہر کا بیان

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔  
”اگر کوئی مرد کسی کسین عورت کے ساتھ

جماع کرے تو غسل فرض نہ ہوگا بشرطیکہ منی نہ گرے۔“

(ص ۱۹ مطبع زرانی کانپور۔ ص ۱۵ مطبع مجیدی)



یہ تینوں مسائل اگرچہ نابالغہ بچی کے متعلق ہیں مگر یہی حکم نابالغ بچے کا بھی ہوگا کیونکہ نابالغہ بچی سے جماع کی وجہ سے اس پر غسل آخر کیوں نہیں واجب ہوتا۔ اسکی علت وہی ہے جو اجلہ فقہائے حنفیہ نے بیان فرمائی کہ وہ نابالغی کی وجہ سے احکام الہیہ کی مخاطب نہیں تو پھر یہ علت نابالغ بچے کے حق میں بھی موجود ہے لہذا دونوں کا حکم یکساں ہوگا۔  
واللہ تعالیٰ اعلم

## بوسہ

### مفسد نماز ہے یا نہیں؟

#### دوسرا مسئلہ

مرد نماز میں تھا عورت نے اس کا بوسہ لیا اس سے مرد کی خواہش پیدا ہوئی تو نماز جاتی رہی اگرچہ یہ فعل اس کا اپنا فعل نہ تھا۔ اور عورت نماز پڑھتی ہو مرد بوسہ لے عورت کی خواہش پیدا ہو تو عورت کی نماز نہ جائے گی۔ (فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۶۷)

ماشاء اللہ خان صاحب کی شریعت کیا ہے ایک اچھا خاصہ تماشہ اور کھیل ہے صورت ایک ہے لیکن مرد کی نماز نہیں ہوگی اور عورت کی ہو جائے گی۔ (ندائے عرفات ص ۲۹)

کسی شخص کا جاہل ہونا ضرور عیب ہے مگر اتنا بڑا عیب نہیں جتنا بڑا عیب یہ ہے کہ جاہل ہوتے ہوئے اپنے آپ کو علامہ حقی کہ نقیہ و مفتی بھی سمجھنے لگے۔  
آن گس کہ نداند و بدانند کہ بدانند  
در جہل مرکب ابدال دہر بمباند

آدمی اگر جاہل ہو اور اسے معرفت نفس بھی حاصل کہ میں جاہل ہوں تو جو بات اسے معلوم نہ ہو، یا اس کی سمجھ میں نہ آئے اس کو علماء سے پوچھتا ہے لیکن جاہل ہوتے ہوئے جاہل مرکب میں مبتلا ہو کر یہ سمجھے کہ میں ہمہ داں ہوں تو وہ ہمیشہ ہمیشہ جہالت کے دلدل میں پھنسا رہے گا۔ دیوبندیوں کی قاعہیں بیماری ہی ہے کہ وہ ہوتے ہیں جاہل مطلق مگر اپنے کو مجتہد عصر سمجھتے ہیں یہی بیماری "تدائے عرفات" کے اس مضمون نگار میں بھی ہے۔ التاسیدھا مضمون لکھ لینا اور بات ہے اور دقائق فقہیہ کو سمجھنا اور بات۔ مسئلہ مذکورہ میں فرق واضح ہے مگر کسی کا لنگاز یا ایڈیٹر کی سمجھ میں نہ آئے تو اس کو اپنی سمجھ پر ماتم کرنا چاہئے، حکم شرعی کا مذاق اڑا کر شریعت کو بازو پچھ اطفال بنانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔

اس مسئلہ کی بنیاد فقہ حنفی کے دو مسلم الثبوت اصولوں پر ہے۔

**السُّلُّ الْأَوَّلُ** :- کسی نمازی کی نماز دو سکر کے فعل سے فاسد نہیں ہوتی مگر اس وقت جب کہ دو سکر کے فعل سے کوئی ایسی بات صادر ہو جو نماز فاسد کر نیوالی ہو۔ مثلاً نمازی کے سامنے کوئی منس رہا ہو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر مصلی بھی منسنے لگے تو مصلی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ یا کسی نے نمازی کو مارا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی جب تک کہ وہ چیخے نہیں یا آواز نہ نکالے۔ لیکن نمازی اگر کسی کو مارے تو نماز فاسد ہو جائے گی درمختار میں ہے۔

مَعَهُ حَجْرٌ فَرَمَابَهُ ..... اِنْسَانًا  
تَفْسِدُ كَضَرْبٍ وَلَوْ مَرَّةً لَانْتَهُ  
مَخَامَصَةٌ اَوْ تَادِيْبٌ اَوْ مَلَبَةٌ  
وَهُوَ عَمَلٌ كَثِيرٌ . اِم  
(ص ۸۷ ج ۱)

**السُّلُّ الثَّانِي** :- جو چیز جماع کے دواعی سے ہے نماز میں اس کا ارتکاب مفسد نماز ہے۔ چنانچہ غنیہ میں ہے۔

ولو قبلَ هوأى المصلی امراته  
بشهوةٍ اوبغیر شهوة  
فدت صلاته اه  
ص ۲۲۹

اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ بوسہ مرد لے تو یہ اس کے حق میں "معنی جماع" میں ہے۔

لیکن اگر بوسہ عورت لے تو یہ مرد کے حق میں "معنی جماع" ہے یا نہیں، قابل غور ہے، فقہار نے صراحت فرمائی ہے کہ جماع مرد کا فعل ہے عورت کا نہیں۔ اور اس پر انہوں نے احکام بھی متفرع کئے ہیں پس اگر عورت نے مرد کا بوسہ لیا اور مرد کو خواہش پیدا ہوئی تو یہ خواہش بھی مرد کے حق میں "معنی جماع" میں ہے کہ وہ فاعل جماع ہے لیکن عورت کے حق میں خواہش "معنی جماع" میں نہیں کہ وہ فاعل جماع نہیں ہے۔ اب فتاویٰ رضویہ شریف کا مسئلہ لیجئے اور وجہ فرق سمجھئے۔

"مرد نماز میں تھا عورت نے اس کا بوسہ لیا اس سے مرد کو خواہش پیدا ہوئی نماز جاتی رہی"

یہ اسلئے نہیں کہ عورت نے بوسہ لیا کیونکہ یہ بوسہ لینا غیر نمازی کا فعل ہے اسلئے اس کا بوسہ لینا اور نہ لینا کا عدم ہے۔ جیسا کہ اصل اول میں گذرا بلکہ نماز اسلئے فاسد ہوئی کہ عورت کے بوسہ لینے سے مرد کو خواہش پیدا ہو گئی اور بوسہ کے بعد جماع کی خواہش "جماع کے معنی" میں ہے تو نمازی سے حالت نماز میں مفسد نماز کا صدور ہوا۔ یہی مفاد ہے در مختار وغیرہ کی اس عبارت کا۔

لا لوقبلتہ ولم  
یشتهها۔ اه

لہ در مختار ص ۲۲۲ ج ۱ اشامی ص ۲۲۲ ج ۱ بحوالہ خلاصہ۔ غنیہ ص ۲۲۹، مراقی الفلاح شرح نور الایضاح،  
مخطاوی علی المرآتی۔ خزائن الروایات قلمی ص ۲۲۹ ذخیرہ، خزائن الفتاویٰ

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر مرد کو خواہش پیدا ہوگی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔  
اب دوسرا مسئلہ لیجئے۔

”عورت نماز پڑھتی تھی مرد بوسے عورت کو خواہش پیدا ہو تو عورت  
کی نماز نہ جائے گی۔“

یہ اسلئے کہ جب عورت کی خواہش ”جماع کے معنی“ میں نہیں تو نمازی کی جانب  
سے کوئی چیز مفسد نماز نہ پائی گئی پس اس صورت میں نماز کے فاسد ہونے کا  
حکم بلا سبب ہوگا۔ ————— رہ گیا مرد کا بوسہ لینا تو وہ نماز پر اثر  
انداز نہیں ہوگا جیسا کہ ہم اول میں بتائے کہ غیر نمازی کا فعل نماز کو فاسد نہیں کرتا  
اسی لئے مجتبیٰ بشرح زاہدی اور جوہرہ نیرہ میں یہی صراحت فرمائی جسے محقق  
ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے کبیر میں اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حاشیہ  
در مختار میں نقل فرمایا چنانچہ رد المحتار میں ہے۔

هذا۔ و ذکر فی البحر عن شرح  
الزاہدی انه لو قبل المصلیة  
لا تفسد صلاتها ومثلہ فی  
الجوہرۃ۔ ۱۔ (ص ۲۲۲ ج ۲)

بحر الرائق میں شرح زاہدی کے حوالہ سے ہے  
کہ اگر کسی نے نماز پڑھنے والی عورت کا بوسہ  
لیا تو عورت کی نماز فاسد ہوگی اور اسی کے  
مثل جوہرہ نیرہ میں ہے۔

اس عبارت کو نقل کر کے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے یہ نتیجہ  
اخذ کیا ہے کہ۔

وعلیہ فلا فرق ۱ (ص ۲۲۲ ج ۱) اور اس بنا پر کوئی فرق نہیں ہے  
یعنی مرد عورت کا بوسے یا عورت مرد کا بوسے دونوں میں کوئی فرق نہیں  
ہے۔ یا یوں کہئے کہ ————— غیر نمازی سے دوائی جماع کا صدور نماز کو فاسد  
نہیں کرتا چاہے یہ صدور مرد سے ہو یا عورت سے۔

خلاصہ کلام :- یہ ہوا کہ فتاویٰ رضویہ شریف کے دونوں مسلوں میں  
نماز کے فاسد ہونے اور نہ ہونے کا جو حکم ہے اس کا مدار مرد یا عورت کے بوسہ

لینے پر نہیں اسلئے کہ وہ غیر نمازی کا فعل ہے جو نمازی کی نماز کو فاسد نہیں کر سکتا۔  
 ”مسئلہ اولیٰ“ میں نماز کے فاسد ہونے کا حکم اس لئے نہیں کہ عورت نے  
 اس کا بوسہ لیا بلکہ اس بنا پر ہے کہ عورت کے بوسہ لینے سے خود مرد کو نماز میں خواہش  
 پیدا ہوتی اور بوسہ کے بعد مرد کو جماع کی خواہش ہونا جماع کے معنی میں ہے تو اس  
 صورت میں نمازی سے نماز کی حالت میں مفسدِ صلاۃ کا صدور ہوا، اس لئے نماز  
 فاسد ہوگئی اور دو مسئلہ میں عورت کو خواہش پیدا ہوئی مگر عورت کی خواہش  
 جماع کے معنی میں نہیں اس لئے اس کی نماز نہیں فاسد ہوگی۔

الرغصی :- مدار کار غیر کا بوسہ لینا نہیں بلکہ مدار کار خود نمازی سے حالت  
 نماز میں مفسدِ نماز کا صدور یا عدم صدور ہے بوسہ کے بعد اگر جماع کی خواہش مرد  
 کو ہے تو مفسدِ نماز ہے اور اگر عورت کو ہے تو مفسدِ نماز نہیں اس لئے کہ فاعل  
 جماع مرد ہے نہ کہ عورت۔

یہاں یہ نہ کہا جائے کہ مجتہبی کتب ضعیفہ سے ہے کیونکہ یہ مسئلہ جو ہر فریہ میں بھی  
 ہے جو کتب معتمدہ سے ہے۔

ویسے یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اکثر فقہار کا موقف یہ ہے کہ شوہر کے بوسہ لینے  
 سے عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی جس کی توجیہ خود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے  
 ”جد الممتاز“ میں یہ فرمائی ہے کہ شوہر کا اپنی بیوی کو شہوت کے ساتھ بوسہ لینا جماع  
 کے معنی میں ہے اور جماع مفسدِ نماز۔ (ص ۹۱ ج ۱)

اس طرح اس باب میں فقہار کے دو قول ہوئے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ  
 نے فتاویٰ رضویہ میں اسی کو اختیار فرمایا ہے کہ شوہر کے بوسہ لینے سے عورت کی نماز  
 فاسد نہ ہوگی کہ اس میں عورت کی طرف سے نماز کے منافی کوئی فعل نہ پایا گیا مگر اکثر  
 فقہار کا قول بھی باقوت ہے اس لئے ”جد الممتاز“ حاشیہ رد المحتار میں فرماتے ہیں کہ  
 زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ اکثر کے قول پر عمل کیا جائے۔ رقم طراز ہیں

کتب الزاہدی غیر موثوق بہا زاہدی کی کتابیں قابل وثوق نہیں۔ لہذا وہ

فلا تقاوم الخلاصه وغيرها من الكتب  
 الاعتباره والجوهرة وان كانت معتدّة  
 خلاصه وغيرها كتب معتدّہ کے مقابل نہیں ہو سکتی  
 اور جوہرہ نیزہ اگرچہ فقہ کی معتد کتاب ہے تاہم  
 عمل اکثر کے قول پر ہے اور یہی احوط ہے۔  
 (ص ۲۹۶ ج اول، طبع اول)

یہاں تین باتیں ہیں۔

(الف) اصل حکم

(ب) احتیاط

(ج) احوط یعنی زیادہ احتیاط

توقفاوی رضویہ کا مسئلہ اصل حکم کے مطابق ہے اور جدالمتار کا احوط کے  
 مطابق۔ جس کا حاصل یہ نکلا کہ نماز تو فاسد نہ ہوگی لیکن زیادہ احتیاط اس میں ہے  
 کہ عورت نماز دہرائے۔

اس کی بنیاد دراصل اس ضابطہ فقہیہ پر ہے کہ کسی مسئلہ میں فقہار کے درمیان  
 اختلاف ہو تو مستحب یہ ہے کہ عمل میں دونوں قولوں کا لحاظ کیا جائے اس پر اجماع  
 ہے۔ درختار میں ہے۔

يندب للخروج من الخلاف، لاسيما للامام لكن بشرط

عدم ارتكاب مكرورة مذهبهم ام

یہاں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے احوط پر عمل کا فیصلہ کر کے اسی مندوب پر  
 عمل کیا ہے۔  
 والله تعالى اعلم

# شرمگاہ کی تری پاک یا ناپاک ہونے کی بحث

## تیسرا مسئلہ

”بکری کا بچہ اسی وقت پیدا ہوا، ابھی اس کا بدن رطوبت رحم سے گیلہا ہے اسے گود میں اٹھا کر نماز پڑھی تو کچھ حرج نہیں ہے اگر نیچہ پانی میں گر گیا تو پانی ناپاک نہ ہوگا، اس لئے کہ شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے“  
(فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۵۷)

”خان صاحب بریلوی کی اس فقہ دانی کی داد دینی چاہئے۔ اگر خدا نخواستہ خان صاحب تھوڑے دن اور زندہ رہ جاتے تو حیض<sup>۱</sup> نفاس کے خون کو بھی پاک بتلا دیتے“ العیاذ باللہ

(ندائے عرفات ص ۴۵)  
چوتھا مسئلہ

”گائے، بکری، کسی پاک جانور کا بچہ پیدا ہوتے ہی اس کی تری کی حالت میں جو وقت پیداؤش کے بدن پر ہوتی ہے، کنویں یا لگن میں گر جائے اور زندہ نکل آئے تو پانی پاک رہے گا“

(فتاویٰ رضویہ ص ۵۶۳ ج ۱)

”رہما خوانی بھائیو! خان صاحب کے اس نواسیجا مسئلہ کی بنا پر

کیا آپ اس ناپاک پانی پینے کے لئے تیار ہو، تو پی کر دکھاؤ، ورنہ  
خدا سے شرمناک رہاں صاحب کے اس جدید مذہب کو ترک کر دو۔  
اور صدق دل سے توبہ کر لو۔“

(ندائے عرفات ص ۵۲ و ص ۲۶)

ان دونوں مسئلوں کا مخلص صرف یہ ہے کہ — شرمگاہ کی  
رطوبت پاک ہے — اس لئے اگر بچے کا بدن ابھی شرمگاہ  
کی رطوبت (تری) سے گیلا ہوتا ہے اس کو گود میں لینے، یا اس کے پانی میں گرنے  
سے کپڑا ناپاک نہ ہوگا لہذا نماز صحیح ہوگی۔ اور پانی بھی ناپاک نہ ہوگا لہذا اس سے وضو  
و غسل درست ہوگا۔

یہ اعلیٰ حضرت مجدد اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کا جدید مذہب اور نواہج و مسئلہ  
نہیں، بلکہ یہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہند ہے۔  
فقہ حنفی کی معتدوستند کتاب در مختار اور جوہرہ نیرہ میں ہے۔

اما عندا فہی طاہرۃ، کسائر  
رطوبات البدن۔ جوہرہ۔ ۱۰۱  
الدر المختار علی ہامش رد المحتار  
ص ۲۰۸ ج ۱)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شرمگاہ  
کی رطوبت پاک ہے جیسے بدن کی دوسری  
رطوبتیں (پسیلہ، ناک کا پانی، رال وغیرہ  
پاک ہیں۔

ردالمحتار میں علامہ شامی نے اس عبارت پر نوٹ تحریر کیا۔

یہ مسلک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور  
صاحب در مختار کے کلام سے جو اس فصل  
کے آخر میں آ رہا ہے ظاہر ہوتا ہے کہ یہی  
معتد ہے۔

(قولہ: اما عندا) اعی عند الامام  
الاعظم۔ و ظاہر کلامہ فی آخر الفصل  
الآتی: انه المعتمد۔ ۱۰۱  
(ردالمحتار ص ۲۰۸ ج ۱، نعمانیہ)

فتاویٰ تارخانہ میں بھی یہی منقول ہے چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں۔  
نقل فی التارخانہ: ان رطوبة تارخانہ میں منقول ہے کہ پیدائش کے



الولد عند الولادة طاهر. ۱۵  
وقت پکے کے جسم پر جو رطوبت ہوتی ہے وہ پاک ہے۔ (ج ۲۳۳ - ج ۲۰۸)

طحطاوی علی مرقی الفلاح میں ہے۔  
ان رطوبة المخرج ليست بنجسة  
بلاشبہ شرمگاہ کی تری ناپاک نہیں۔  
۵۱۔ (ص ۲۵، فصل فی مسائل الآبار)

دیوبندیو! کیا امام اعظم اور دوسرے اجلہ فقہائے حنفیہ علیہم الرحمۃ والرضوان کے بارے میں بھی یہ جسارت کرو گے کہ شرمگاہ کی تری پاک ہے تو اسے چاٹو؟ گستاخان رسول سے یہ کچھ بھی بعید نہیں۔

مسلمان بھائیو! آپ لوگ غور فرمائیے کہ جب پاک جانور شرمگاہ کی رطوبت لعاب اور پسینہ وغیرہ کی طرح سے پاک ہے تو اس رطوبت سے جو بچہ گھلا ہو اس کے اٹھانے یا پانی میں گرنے سے کپڑا یا پانی کیوں ناپاک ہوگا، اس لئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے جو مسئلہ بیان فرمایا وہ حنفی مذہب کے عین مطابق ہے۔

پھر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے یہ مسئلہ اپنی طرف سے نہیں بیان کیا ہے، بلکہ آپ نے حلبی کبیر کا ایک جزیہ نقل فرمایا ہے جو عربی زبان میں جسے عام لوگ سمجھ نہیں سکتے تو آپ نے اس کا فائدہ عام کرنے کے لئے اردو زبان میں اسی کا مطلب تیز ترجمہ حاشیہ پر لکھ دیا ہے۔

فتاویٰ رضویہ ج ۵۲۳ میں اسی موقع پر حلبی کا جزیہ یوں منقول ہے۔

السحلة اذا وقعت من امها  
رطبة في الماء لا تفسد كذا في  
كتب الفتاوى ۱۵  
گائے یا بکری کا بچہ پیدا ہوتے ہی پانی میں  
گر گیا اور وہ ابھی شرمگاہ کی رطوبت سے  
گھلا تھا تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ ایسا ہی کتب  
فتاویٰ میں ہے۔ (حلبی کبیر ص ۱۵)

تو یہ مسئلہ حلبی کبیر و کتب فتاویٰ کا ہوا، اسے اعلیٰ حضرت کا نو ایجاد مسئلہ قرار دینا کتنا بڑا جھوٹ اور فریب ہے۔

ہم کو غلط کہو، تو تمہاری ادا ہے یہ  
پر سچ بتائیے کہ یہ کس کا قصور ہے

نیز یہ مسئلہ فقہ حنفی کی بہت سی کتب شروح و کتب فتاویٰ میں بھی واضح  
لفظوں میں موجود ہے، نمونہ کے طور پر کچھ جزئیات اور ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ خزائنہ الفتاویٰ ص ۱۳ میں ہے۔

البيضة اذا خرجت من  
السد جاحة فوقت  
في السماء رطبة۔ اويست  
شم وقعت في الماء۔ لا  
تفسد الماء والثوب۔ و  
هكذا حكيم للسحلة  
رطبة اويابسة في قياس  
قول ابي حنيفة رضي الله  
تعالى عنه۔ ام

(خزائنہ الفتاویٰ ص ۱۳)

انڈامرغی کے شکم سے باہر نکلا، اور فوراً  
اسی تری کی حالت میں پانی میں گر پڑا، یا  
خشک ہونے کے بعد پانی میں گرا تو یہ انڈا  
نہ پانی کو فاسد کرے گا کہ وہ وضو و غسل کے  
لائق نہ رہ جائے اور نہ ہی کپڑے کو کہ اسے  
پہن کر نماز نہ ادا کی جاسکے اور امام عظیم  
ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر قیاس  
کے مطابق یہی حکم گائے اور بکری کے بچے کا  
ہے (یعنی پانی اور کپڑا ناپاک نہیں ہوں گے۔)  
چاہے وہ ابھی شرمگاہ کی تری سے گسلا ہو  
یا خشک ہو چکا ہو۔

۲۔ رد المحتار علی الدر المختار کے باب الانجاس میں ہے۔

نقل في التاخر حنانية ان  
رطوبة الولد عند الولادة  
طاهرة۔ وكذا السحلة اذا  
خرجت من امها، وكذا  
البيضة۔ فلا يتنجس بها  
الثوب ولا الماء اذا وقعت

تاتارخانیہ میں یہ مسئلہ نقل فرمایا کہ پیدائش  
کے وقت بچے کے جسم پر (شرمگاہ کی) جو  
رطوبت ہوتی ہے وہ پاک ہے اسی طرح  
گائے یا بکری کا بچہ جس وقت وہ اپنی ماں  
کے شکم سے باہر آنے (پاک ہے) اور اسی  
طرح انڈا بھی پس ان کے (مثلاً گود میں

فيه لكن يكره التوضي  
به للاختلاف. وكذا  
الانفحة هو المختار. اه  
(شامی ص ۲۳۲ ج ۱۔ ایضاً ص ۲۳۱ ج ۱)

اٹھالینے کے سبب کپڑا پاک نہیں ہوگا۔  
اور اگر ان میں سے کوئی پانی میں گر پڑے  
تو نجس نہیں ہوگا، ہاں اختلاف کی وجہ سے  
اس پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے اور یہی  
حکم انفحہ کا ہے یہی مسلک مختار ہے۔

ان عبارات نے یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ پیدائش کے وقت بچے  
کے جسم پر جو رطوبت لگی ہوتی ہے وہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک کے  
مطابق پاک ہے اس وجہ سے اس بچے کو گود میں اٹھانے، یا اس کے پانی میں  
گر جانے سے کپڑے یا پانی کی طہارت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، بلکہ وہ بدستور  
طاہر اور پاک رہیں گے۔ اور ظاہر ہے کہ جب وہ کپڑا پاک ہے تو اسے زیر تن  
کر کے نماز ادا کرنے میں شرعاً کوئی حرج لاحق نہیں ہوگا۔

۴۔ فتاویٰ قاضی میں ہے۔

بيضة سقطت من الدجاجة  
في مرقة او ماء۔ لا تفسد  
ذالك وكذا السخلة اذا سقطت  
من امها ووقعت في الماء مبتلة  
لا تفسد ام

(ص ۱ ج ۱)

۵۔ مخطاوی علی مرآتی الفلاح میں ہے۔

لا ينجس المائع وقوع بيضة

مرغی کے پیٹ سے نکلنے والا ترا نڈا کسی

۱۔ انفحہ بکری کا جو بچہ ابھی صرف دودھ ہی پتیا ہو اس کے پیٹ سے دودھ جیسی ایک چیز نکلتے  
ہیں اور کپڑے میں لت پت کر لیتے ہیں پھر وہ پتھر کی مانند گاڑھا ہو جاتا ہے عوام اس کو مجتنبہ کہتے  
ہیں۔

رقیق بہنے والی چیزیں گر کر اسے ناپاک نہیں کرے گا اور نہ ہی گائے یا بکری کا بچہ جو ابھی ماں کے شکم سے باہر آیا ہو، اگرچہ وہ شرمگاہ کی زطوبت سے بھیگا ہوا ہو، جب تک کہ یہ نہ معلوم ہو جائے کہ ان پر کوئی ناپاک چیز لگی ہوئی تھی اسلئے کہ شرمگاہ کی تری ناپاک نہیں ہے۔

طریۃ من بطن دجاجة ولا وقوع سخلۃ من بطن امہا ولو كانت رطبة مالہو علو ان علیہما فتذرا لان رطوبة المخرج لیست بنحسنة ام (طحاوی علی مراتی ص ۲۵ فصل فی سائل الابرار)

۶۔ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی اور صغیری میں ہے

گائے یا بکری کا بچہ پیدا ہوتے ہی اسی تری کی حالت میں جو پیدائش کے وقت اسکے بدن پر ہوتی ہے، پانی میں گر جائے تو وہ پانی کو ناقابل طہارت نہ کرے گا فتاویٰ کی کتابوں میں ایسا ہی مذکور ہے۔

السخلۃ اذا وقعت من امہا رطبة فی السماء لا تفسدہ ام (ومراد فی الغنیۃ) کذا فی کتب الفتاویٰ ام

(غنیۃ ص ۱۵ و ص ۸۳)

۸۔ فتح القدر شرح ہدایۃ میں ہے۔

لو وقعت البیضة من الدجاجة فی الماء رطبة او یبست ثم وقعت۔ وكذا السخلۃ اذا سقطت من امہا رطبة او یبست لا یتنجس الماء ام (ص ۳۵ ج ۱۔ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مالا یجوز)

۹۔ ومثلہ فی البحر الرائق شرح کنز الدقائق ص ۹۲ ج ۱  
۱۰۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

وقشر البیضة الخارجة والسخلۃ الساقطة من امہا وہی مبتلة طاهرة عند ابی حنیفة۔ کذا (۱۱) فی المحيط السرخسی ام (ص ۱۱ ج ۱ فصل فی مالا یجوز بہ التوضی)

۱۲۔ خزانة الروایات میں ہے۔

۱۳۔ فی العتایة: السخلة والبیضة خرجت ووقعت فی الماعلا  
یفسد لارطبة كانت او یابسة وکذا لانفخة من الشاة  
المیة طاهرة عند ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ هو المختار۔

ان کتابوں کی تہترحات کا اصل بھی یہی ہے کہ انڈیا گائے بکری کا بچہ جو ابھی  
مرغی یا اپنی ماں کی شرمگاہ کی رطوبت سے گیلے ہوں اور پانی میں گر جائیں تو یہ پانی  
پاک ہے کیونکہ وہ انڈیا بچہ کیلے پن کی حالت میں بھی پاک ہے۔

شرمگاہ کی تری کے پاک ہونے کی تائید میں ہم نے نمونے کے طور پر مذہب  
حنفی کی پندرہ فقہی کتابوں مثلاً: (۱) محیط سرسی (۲) فتاویٰ قاضی خاں (۳)  
فتح القدر (۴) بحر الرائق (۵) غنیہ (۶) عالمگیری (۷) طحاوی (۸) در مختار  
(۹) ورد المختار وغیرہ سے فقہائے کرام کے واضح بیانات تحریر کر دیئے اور روز  
روشن کی طرح یہ ثابت کر دکھایا کہ رطوبت فرج کے پاک ہونے میں کوئی شبہ  
نہیں ہے اور یہی مسلک معتمد ہے۔ تو اب میں شاخسانوں

صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ اپنے بقول شرمگاہ کی رطوبت چاٹنے  
کے لئے تیار ہو، اگر ہو تو چاٹ کر دکھاؤ، ورنہ خدا سے شرمناکراپی اس عناد  
پرستی اور احناف دشمنی سے باز آ جاؤ اور صدق دل سے توبہ کر لو۔

مولوی عبدالشکور صاحب کا کوروی علم الفقہ میں یہ لکھتے ہیں۔

”زندہ عورت بچہ جننے اور وہ بچہ اسی وقت کنوئیں میں گر جائے

اور زندہ نکل آئے تو پانی ناپاک نہ ہوگا“ ص ۸۱

دیوبندی جماعت کے حکیم الامت بوادر النوا در ص ۲۳ پر لکھتے ہیں۔

ابام صاحب صاحبین مختلف ہیں اور بوجہ ابتلا کے اصل جواب میں قول بالظہار  
پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ پھر اسی کتاب کے ص ۲۲ پر رد المختار کی وہ عبارت  
جو ہماری اس کتاب کے ص ۲۵ پر درج ہے نقل کرنے کے بعد یہی حکیم جی لکھتے



دق کر دیارات ہم نے مارا بھی کچھ بھی مزہ نہ آیا اور رسوائی بھی ہوئی۔  
 تب لڑکوں نے کھول کر حقیقت بیان کی کہ مارنے سے یہ مراد ہے  
 اب جو شب آئی تب حافظ جی کو حقیقت منکشف ہوئی۔  
 صبح کو جو آئے تو مونچھوں کا ایک ایک بال کھل رہا تھا اور خوشی میں بھرے  
 ہوئے تھے ۱۱

ناظرین تھانوی صاحب کے ان کلمات طیبات کو بغور پڑھیں اور خود نتیجہ اخذ  
 کریں کہ خانقاہ امدادیہ میں بیٹھ کر تھانوی صاحب جو رشد و ہدایت کا سبق دیتے  
 تھے وہ کس قسم کا تھا۔ ایسی فحش بات ایک شریف آدمی تنہائی میں بھی اپنے بے  
 تکلف دوستوں سے بھی کہنا گوارا نہیں کرے گا مگر تھانوی صاحب اللہ والوں کے  
 مجمع میں بلا تکلف مزہ لے لے کر بیان فرماتے تھے اور صرف ایک ہی بار نہیں بیان  
 فرمایا بار بار بیان فرمایا ہے اٹھا کر دیکھئے الافاضات ایومیہ جلد ۱ ص ۲۲ نیز جلد  
 ۲ ص ۱۱۱ نیز جلد ۳ ص ۱۱۱۔

اب شاخسانہ نویس صاحب بتائیں کہ وہ تو ہمیں مشورہ دے رہے تھے کہ  
 شرمگاہ کی رطوبت جب پاک ہے تو اسے پیو اور ان کے یہاں تو روٹی لگا کر کھائی  
 گئی ہے۔ شاخسانہ نویس صاحب کو چاہئے کہ اپنے بزرگوں کی سنت پر خود عمل  
 کریں۔

# کافر و مرتد کا پڑھایا ہوا نکاح صحیح ہے

## نہیں؟

### پانچواں مسئلہ

”اگر وہابی نکاح پڑھائے تو ہو جائے گا یا نہیں؟“  
 جواب — نکاح تو ہو ہی جائے گا، اس واسطے کہ نکاح باہمی  
 ایجاب و قبول کا نام ہے اگرچہ برہمن پڑھائے چونکہ وہابی کے پڑھانے  
 میں اس کی تعظیم ہوتی ہے جو حرام ہے لہذا اجترار لازم ہے۔  
 (احکام شریعت ص ۹)

رضا خوانی بھائیو! دیکھو تمہارے مقدا و گرو نے یہ کیسا عجیب  
 و غریب اور نادرفیصلہ کیلئے کلمہ پڑھنے والے مسلمان کو تو ضد و نفیست  
 سے وہابی کہا جاتا ہے اس سے نکاح پڑھوانا حرام ہے اور برہمن جو  
 کروڑوں دیوتاؤں کو پوجنے والا ہے اور اللہ و رسول کا منکر ہے اس  
 سے نکاح پڑھوانا جائز ہے۔ غالباً یہی خانصاحب کانیا  
 مذہب ہے جس پر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔  
 (ندائے عرفات ص ۵)

جناب! یہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا نیا مذہب نہیں ہے بلکہ سراج الامة  
 امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے جسے عہد قدیم سے امت مسلمہ  
 کے کثیر علماء و فقہاء و مشائخ نے اختیار کیا ہے۔ البتہ حنفی ہونے



کا دعویٰ کر کے مسلک احناف پر آپ کے حملے کرنے کا یہ انداز ضرور نیا ہے۔

ساغر نہ مینا اور نہ پیمانہ نیا ہے

ساتی تیرا انداز ظریفانہ نیلے

اس سے پہلے کہ میں اصل حقیقت کے چہرے سے نقاب کشائی کروں  
ایک نکتہ ذہن نشین کیجئے۔

**ایک نکتہ** | کافر و مرتد کے پڑھائے ہوئے نکاح کا صحیح اور منعقد ہو جانا اور  
بات ہے اور ان سے نکاح پڑھوانا حرام ہے یہ اور بات ہے  
دونوں میں کھلا ہوا فرق ہے۔

یہ ایک متفق مسئلہ ہے کہ جب شئی کے ارکان و شرائط پائے جاتے ہیں  
تو وہ شئی موجود اور مستحق ہو جاتی ہے اگرچہ کسی اور وجہ سے اس کے تحقق میں کسی

حرام کا ارتکاب ہو گیا ہو، مثال کے طور پر یوں سمجھ لیجئے کہ پبلی  
۱۔ خلاف ترتیب قرآن عظیم پڑھنا حرام ہے لیکن اگر کسی شخص نے نماز کی ادا  
میں ترتیب کی رعایت کئے بغیر قرآن حکیم کی تلاوت کی تو اس کی نماز بلا کر اہت  
صحیح ہو جائے گی البتہ خلاف ترتیب پڑھنے کی وجہ سے گنہگار ضرور ہوگا۔

۲۔ یوں ہی حیض کی حالت میں بیوی کو طلاق دینا حرام و گناہ ہے لیکن طلاق  
دینے سے بلاشبہ اس کی بیوی پر طلاق پڑ جائے گی۔

ان دونوں مسئلوں میں سنی، اور دیوبندی دونوں گروپ کے اصحاب  
فتاویٰ ہی حکم نافذ کریں گے کہ نماز صحیح ہے اور طلاق بلاشبہ واقع ہے مگر اس  
حکم کا ہرگز یہ طلب نہیں ہے کہ مذکورہ طریقے پر نماز پڑھنا حلال و روا ہے اور  
طلاق دینا مباح و بجا۔ بلکہ اس طریقے پر نماز پڑھنا، اور طلاق دینا بلاشبہ حرام  
و گناہ ہے۔ ٹھیک اسی طرح نکاح خوانی کے مسئلے کو بھی سمجھنا چاہئے کہ

اہل کفر و ارتداد سے نکاح پڑھوانا حرام ہے لیکن اگر پڑھا دینے کے  
نکاح ہو جائے گا کیونکہ نکاح نام ہے شرائط مخصوصہ کے ساتھ باہمی ایجاب

قبول کا اور ظاہر ہے کہ کافر و مرتد کے پڑھانے سے بھی نکاح کے یہ ارکان اور شرائط پلنے جاتے ہیں۔ اور حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان سے نکاح پڑھوانے میں ان کی تعظیم و تکریم ہوتی ہے اور علماء کرام و ائمہ عظام فرماتے ہیں کہ کافر و مرتد تو درکنار فاسق کی تعظیم و تکریم بھی شرعی نقطہ نظر سے حرام ہے۔ چنانچہ شامی جلد اول ص ۲۴۲ تبیین الحقائق، فتح المعین اور طحاوی حاشیہ در مختار میں صاف لفظوں میں بتایا گیا ہے کہ۔

قد وجب علیہواہانتہ شرعاً۔ اھ

فاسق کی توہین شرعاً واجب ہے۔ علامہ محقق سعد الملہ والدین تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "مقاصد" و شرح مقاصد میں فرماتے ہیں۔

حکم المبتدع البغض والعداۃ والاعراض عنہ، والاهانۃ والظعن واللعن۔ اھ

بد مذہب کے لئے حکم شرعی یہ ہے کہ اس سے بغض و عداوت رکھیں، روگردانی کریں اس کی توہین و تذلیل کریں اور اس سے لعن و طعن کے ساتھ پیش آئیں۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ وَقَرَ صَاحِبَ بَدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَامِ (طبرانی کبیر، حلبیہ، شعب الایمان للبیہقی وغیرہ)

جس نے کسی بد مذہب کی توفیر و تعظیم کی اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد کی

پس جب فاسق کی تعظیم و توفیر حرام ہے تو وہابی سے نکاح پڑھوانا بدرجہ اولیٰ حرام قرار پائے گا۔ یوں ہی برہمن سے نکاح پڑھوانا بھی حرام ہوگا لیکن اس کے بارے میں یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہ تھی کیونکہ ہر مسلمان برہمن سے نکاح پڑھوانا ناجائز ہی مانتا ہے اور برہمن کی مثال اس لئے یہاں پیش کی تاکہ عوام اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ نکاح صحیح ہونے کے لئے نکاح خواں کا مسلمان

ہونا ضروری نہیں کیونکہ برہمن کا پڑھایا ہوا نکاح صحیح ہے مگر اسکے باعث کوئی بھی اسکے  
مسلمان نہیں مانتا تو اگر وہابی، دیوبندی کا پڑھایا ہوا نکاح صحیح ہو تو اس سے یہ  
کبھی نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہ مسلمان ہے۔ بسا اوقات دیوبندی اسی مسئلے کا سہارا  
لے کر سادہ لوح مسلمانوں پر اپنے ایمان کی دھونس جھلتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔  
جبھی تو ہمارا پڑھایا ہوا نکاح صحیح ہے تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنی خداداد  
ذہانت اور دور اندیشی سے ایسے فریب کاروں کے فریب کی جڑ ہی کاٹ دی تاکہ  
۱۔ پروہی گر پڑے کبوتر کا جس میں نامہ بندھا ہو دلبر کا  
اسی سے جل بھن کر شاخسانہ نویس اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر گستاخانہ انداز  
میں یہ افترا کرتا ہے۔

”کلمہ پڑھنے والے مسلمان کو تو ضد و نفسانیت سے وہابی کہا جاتا  
ہے اس سے نکاح پڑھوانا حرام ہے اور برہمن جو کڑوروں دیوتاؤں  
کو پوجنے والا ہے اور اللہ و رسول کا منکر ہے اس سے نکاح پڑھوانا  
جائز ہے“

حالانکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ارشاد کا ایک حرف بھی اس بات کا اشارہ  
نہیں کرتا کہ برہمن سے نکاح پڑھوانا جائز ہے وہ تو صرف اتنا فرما رہے ہیں کہ نکاح  
ہو جانے کا اور ہم نے ثابت کیا ہے کہ نکاح ہو جانا اور بات ہے مگر پڑھوانا حرام  
ہی رہے گا اب اصل مسئلہ کا ثبوت ملاحظہ کیجئے۔

مرتد کے پڑھائے ہوئے نکاح کی صحت اور اس کا شرعی ثبوت۔

نکاح خواں اصطلاح فقہ کے اعتبار سے عورت کا وکیل ہوتا ہے اور شرعی  
نقطہ نظر سے کافر و مرتد کو نکاح یا کسی بھی کام کا وکیل بنانا درست ہے چنانچہ فقہ حنفی  
کی بہت سی معتبر اور قابل استناد کتابوں میں اس جزیئہ کی روشن وضاحت  
موجود ہے۔ ذیل میں صرف چند کتابوں کی عبارتیں بدیہہ ناظرین ہیں۔

(۱) بدائع الصنائع فی ترتیب احکام الشرائع میں ہے۔

وکیل کے مرتد ہونے سے وکالت کی صحت پر اثر نہیں پڑتا لہذا اگر مسلمان نے کسی مرتد کو وکیل بنایا تو یہ وکالت صحیح ہوگی، کیونکہ مرتد کے تصرفات موقوف یا غیر نافذ اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ اسکی ملک ہی موقوف یا غیر نافذ اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ اس کی ملک ہی موقوف وغیر نافذ ہو اگر کرنی ہے اور وکیل تو موکل کی ملک میں تصرف کرتا ہے جس کے سارے تصرفات بلاشبہ نافذ ہوتے ہیں (لہذا یہاں مرتد کا تصرف بھی نافذ ہوگا) اسی طرح اگر وہ وکیل بنانے کے وقت مسلمان تھا پھر مرتد ہو گیا تو وہ اپنی وکالت پر باقی ہے ہاں اگر وہ دار الحرب میں چلا جائے تو اسکی وکالت باطل ہو جائے گی اس کی وجہ ہم اسکے مقام پر ذکر کریں گے۔

و كذا ردة الوكيل لا تمنع صحة الوكالة فتجوز وكالة المرتد بان وكل مسلم مرتداً لان وقوف تصرفات المرتد لوقوف ملكه والوكيل يتصرف في ملك الموكل وانما نافذ التصرفات وكذا لو كان مسلماً وقت التوكيل ثم ارتد فهو على وكالة الا ان يلحق بدار الحرب فتبطل وكالة لما نذكر في موضعه ام

بدائع ص ۲ ج ۴ مطبع جمالیہ مصر

(۲) عالمگیری میں ہے۔

وتجوز وكالة المرتد بان وكل مسلم مرتداً وكذا لو كان مسلماً وقت التوكيل ثم ارتد

اور مرتد کی وکالت بائیں طور صحیح ہے کہ مسلمان کسی مرتد کو اپنا وکیل بنانے اور یوں ہی اگر وہ وکیل بنانے کے وقت مسلمان تھا پھر مرتد ہو گیا تو وہ اپنی وکالت

پر باقی ہے البتہ اگر وہ دارالحرب سے  
جائے تو اس کی وکالت باطل ہو جائے  
گی۔

فہو علی علی وکالتہ الا ان یدلحق  
بدار الحرب فتبطل وکالتہ اھ  
عالمگیری ص ۲۵۲ ج ۳۔ مطبع مجیدی

”بحر الرائق شرح كنز الدقائق“ پھر ”رد المحتار علی الدر  
المختار“ میں ہے۔

وکیل کے لئے عاقل ہونا شرط ہے لہذا  
کسی پاگل اور نابھنے پکے کو وکیل بنانا صحیح  
نہیں البتہ بالغ ہونا۔ آزاد ہونا اور مرتد  
ہونا وکیل کے لئے شرط نہیں ہے  
لہذا مرتد کو وکیل بنانا صحیح و درست ہے  
اور یہ وکالت موقوف نہیں رہے گی،  
کیونکہ موقوف مرتد کی ملک ہو کر رہتی  
ہے۔

وما یرجع الی الوکیل فالعقل فلا  
یصح توکیل مجنون، وصبی لا یعقل  
لا البلوغ، والحریۃ وعدم الردۃ  
فیصح توکیل المرتد ولا یتوقف  
لان المتوقف ملکہ۔ اھ

(بحر ص ۲۵۲ ج ۳، مطبع دار المعرفۃ بیروت۔  
رد المحتار ص ۲۵۲ ج ۳۔ مکتبہ اعمانیہ دیوبند)

نیز فتاویٰ ہندلیہ میں ہے۔

ویجوز التوکیل بالبیاعات والاشربۃ  
والاجارات والنکاح والطلاق  
(مرتد کو) نکاح و طلاق اور معاملات بیع  
وغیرہ میں وکیل بنانا صحیح ہے۔

(ص ۲۵۲ ج ۳)

ان واضح تصریحات سے یہ بات روز روشن کی طرح آشہ کارا ہو جاتی ہے کہ  
مرتد کو نکاح کا وکیل بنانا درست ہے اور اس کا تصرف صحیح و نافذ ہوگا کیونکہ وکیل  
ہونے کے لئے مرتد نہ ہونا شرط نہیں ہے

پس اگر عورت نے کسی کافر یا مرتد کو اپنے نکاح کا وکیل بنایا اور اس نے  
اُس کی طرف سے ایجاب کے الفاظ ادا کئے تو نکاح ہو جائے گا۔

اب مسلمان بھائی انصاف کریں کہ ایسے شرعی و اسلامی مسئلے پر کھٹرا چھان

اور اسے مشرکانہ عقیدہ ٹھہرانا حق کی حمایت ہے پاپس پردہ مذہب حنفی سے  
بغاوت و عداوت ہے۔

نگاہ لطف سے اک اک ادا نے لوٹ لیا !  
وفا کے بھیس میں اک بے وفائے لوٹ لیا

## حیض و نفاس والی عورت کے غسل کا پانی قابل وضو ہے یا نہیں؟

### چھٹا مسئلہ

حائضہ و نفاس عورت نے خون کے بند ہونے سے پہلے بے نیت  
قربت اگر غسل کیا تو یہ پانی بھی قابل وضو ہے۔

فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۲۵۶

رضا خوانی بھائیو! اپنے اعلیٰ حضرت کو اس فراست کی داد  
دو کہ وہ حیض و نفاس والی عورت کے خون بند ہونے سے پہلے  
بے نیت قربت غسل کے پانی کو پاک، اور اس سے وضو جائز  
بتلا رہے ہیں۔ کیا ایسی گندی ذہنیت رکھنے والا مجدد ہو سکتا  
ہے؟ کیا ایسے غیظ اور غلط آدمی کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہنا  
درست ہے۔؟

ندائے عرفات ص ۵۴

یہ مسئلہ شریعت طاہرہ کا ایسا محقق و مسلم الثبوت مسئلہ ہے کہ جس کی حقیقت  
کے آگے بعض اکابر علماء دیوبند نے بھی حسین اعتراف ختم کیا ہے اور حنفی مذہب  
کے ائمہ و علماء و مشائخ و فقہاء نے اس کی شہادتیں پیش کی ہیں نمونہ کے طور

پر چند شواہد آپ بھی ملاحظہ کیجئے۔

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔

لو وقعت الحائض بعد انقطاع  
الدم وليس على اعضائها نجاسة  
فهي كالرجل الجنب ولو وقعت  
قبل انقطاع الدم وليس على  
اعضائها نجاسة فهي كالرجل  
الطاهر اذا انغمس للتبرد  
لانها لا تخرج عن الحيض  
بهذا الوقت فلا يصير  
الماء مستعملا۔ اھ

(ص ۵ ج ۱)

حیض والی عورت خون بند ہونے کے  
بعد کنویں میں گئی اور اسکے اعضاء پر نجاست  
نہیں لگی ہے تو عورت جنبی مرد کی طرح ہے  
اور خون بند ہونے کے پہلے گئی اور اسکے  
اعضا پر نجاست نہیں لگی ہے تو اس کا  
حکم طاہر مرد کی طرح ہے بشرطیکہ اس نے  
ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے غوطہ  
لگایا ہو (رنہ کہ قربت کی نیت سے) اس  
لئے کہ وہ اس غوطہ لگانے سے حیض سے  
الگ نہیں ہوگی لہذا پانی مستعمل (ناقابل  
وضو) نہ ہوگا۔

اس عبارت میں امام اجل، فقیہ النفس، حضرت علامہ فخر الدین قاضی خاں  
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۹۲ھ) نے یہ واضح کیا ہے کہ خون بند ہونے  
سے پہلے حیض والی عورت نے ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے کنویں میں غوطہ

لگایا یا بلفظ دیگر غسل کیا تو اس کا حکم وہی ہے جو طاہر مرد کا ہے۔  
اب سوال یہ ہے کہ اگر طاہر یعنی غیر جنبی شخص ٹھنڈک حاصل کر کے

نیت سے کنویں میں نہانے تو پانی پاک اور وضو و غسل کے لائق رہتا ہے یا نہیں؟  
تو اس کے بارے میں خود ہی امام موصوف اپنے فتاویٰ کے اسی صفحے میں چند  
سطر اوپر اس طرح رقم طراز ہیں۔

اما الاول فالادمی الطاهر اذا  
وقع فی البئر لطلب الدلو  
طاہر آدمی کنویں میں ڈول لینے یا ٹھنڈک  
حاصل کرنے کی غرض سے گیا اور اسکے

والتبرد وليس على اعضائه  
نجاسة وخرج حيا فانه لا  
يفسده والماء ظاهر وظهور  
(قادی قاضی فار ص ۱۱۰ ج ۱)

اعضای پر نجاست نہیں ہے نیز زندہ  
بکل آیا تو یہ کنویں کا پانی فاسد نہیں کرے گا  
پانی پاک بھی ہے اور پاک کرنا آتا بھی  
(یعنی قابل وضو و غسل ہے۔)

یہاں سے ثابت ہوا کہ حیض والی عورت نے خون بند ہونے سے پہلے اگر پانی  
میں غوطہ لگایا یا غسل کیا اور قربت و کار ثواب کی نیت نہیں کی تو وہ پانی فاسد  
نہیں ہوگا جیسے کہ طاہر آدمی کے پانی میں جانے سے پانی فاسد نہیں ہوتا بلکہ وہ  
بدستور پاک اور وضو و غسل کے لائق رہتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ حیض والی عورت کا جو حکم بیان کیا گیا ہے  
ٹھیک یہی حکم نفاس والی عورت کا بھی ہے جس کو بچہ پیدا ہونے پر خون آتا ہے  
چنانچہ بحر الرائق، بدائع الصنائع اور خلاصہ میں ہے۔

ہم نے اصل مسئلہ کو جیسا کہ اس لئے  
مقید کیا ہے کہ طاہر آدمی ڈول نکلنے  
کے لئے اگر غوطہ لگائے اور اس کے اعضا  
پر نجاست نہ ہو تو وہ پانی بالاتفاق مستعمل  
نہیں ہوگا کیونکہ یہاں نہ حدث دور ہوا  
اور نہ ہی قربت پانی گئی اور اگر غسل کر سکی  
نیت سے اس نے غوطہ لگایا تو قربت کے  
پائے جانے کی وجہ سے وہ پانی بالاتفاق  
مستعمل ہو جائے گا اور حدث کا حکم وہی  
ہے جو جنابت کا ہے۔ بدائع الصنائع  
میں اس کو ذکر کیا ہے۔

قيدنا اصل المسئلة بالجنب لان  
الطاهر اذا انغمس لطلب الدلو  
ولم يكن على اعضائها نجاسة لا  
يصير الماء مستعملا اتفاقا لعدم  
ازالة الحدث، واقامة القرية.  
وان انغمس للاغتسال صار مستعملا  
اتفاقا لوجود اقامة القرية.  
وحكم الحدث حكم الجنابة  
ذكرة في البدائع.

وكذا حكم الحائض والنفساء اور حیض و نفاس والی عورتوں کا بھی



یہی حکم ہے کہ پانی مستعمل، ناقابلِ وضو و غسل ہو جائے گا جبکہ وہ خون بند ہونے کے بعد کنویں میں اتری ہوں، لیکن خون بند ہونے سے پہلے تو یہ دونوں طاہر آدمی کے حکم میں ہیں جبکہ ان کے اعضاء پر نجاست نہ لگی ہو اور ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے انہوں نے غوطہ لگایا ہو کیونکہ وہ اس غسل سے حیض سے الگ نہیں ہوتی ہیں لہذا پانی مستعمل نہ ہوگا خلاصہ میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔

اذ انزل بعد الانقطاع - اما قبل الانقطاع وليس على اعضائها نجاسة فانهما كالطاهر اذا انفس للتبريد لانها لا تخرج من الحيض بهذا الوقوع فلا يصير الماء مستعلا كذا في الخلاصة - ۱۵

(بحر ص ۱۰۳-۱۰۲ ج ۱ بحوالہ بدائع وغیرہ)

مزید تائید و تقویت کے لئے عبارات ذیل کا بھی مطالعہ کیجئے۔

غنیۃ المستملی شرح مینتہ المصلیٰ اور صغیری میں ہے۔  
 "و حیض والی عورت اگر حیض بند ہونے کے بعد کنویں میں گئی تو وہ جنبی آدمی کی طرح ہے اور اگر بند ہونے کے پہلے گئی تو طاہر یعنی غیر جنبی والے آدمی کے حکم میں ہے اور طاہر آدمی کا حکم آب مستعمل کے بیان میں گذر چکا ہے۔"

آب مستعمل کے بیان میں علامہ حلبی (صاحب غنیۃ و صغیری) نے طاہر آدمی کا حکم بیان کرتے ہوئے جو صراحت پیش کی ہے وہ انھیں کے الفاظ میں یہ ہے۔  
 "و طاہر آدمی نے قربت کی نیت سے کنویں میں غسل کیا تو یہ پانی کو فاسد کر دے گا اور اگر ڈول تلاش کرنے کے لئے غوطہ لگایا اور اس کے بدن پر نہ نجاست ہے اور نہ ہی اس نے اس میں اپنا جسم ملا تو یہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بالاتفاق پانی کو فاسد نہ کرے گا۔۔۔ میں کہتا ہوں کہ اسی طرح میل دور کرنے کے لئے اگر اس نے اپنے جسم کو

ملا تو اس کے باعث بھی پانی فاسد نہیں ہونا چاہئے کیونکہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ وہ آدمی ظاہر ہے اور اس نے قربت کی نیت نہیں کی ہے۔  
(غنیہ ص ۱۵۳، صغیری ص ۸۲)

فتاویٰ عالمگیری معروف بہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔  
”حیض والی عورت کنویں میں گئی تو اگر یہ خون بند ہونے کے بعد ہے اور اس کے اعضاء پر نجاست نہیں ہے تو یہ عورت جنبی کے حکم میں ہے اور اگر خون بند ہونے سے پہلے ہے تو یہ ظاہر مرد کے حکم میں ہے اس لئے کہ وہ عورت کنویں میں جانے کی وجہ سے حیض سے الگ نہیں ہوئی۔“  
(عالمگیری ص ۱ ج ۱)

التعلیق المجلی شرح منیۃ المصلیٰ میں ہے۔  
”حیض والی عورت اگر حیض بند ہونے کے بعد کنویں میں گئی تو جنبی مرد کی طرح ہے اور حیض بند ہونے کے پہلے گئی تو ظاہر آدمی کے حکم میں ہے اور ظاہر آدمی کا حکم آب مستعمل کے بیان میں گذر چکا۔“  
(التعلیق ص ۱)

ان تصریحات سے روشن طور پر اس بات کا ثبوت فراہم ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا بیان فرمودہ حکم دراصل مذہب حنفی کی صحیح ترجمانی ہے۔  
یہاں تک ہم نے فقہی جزئیات کے آئینے میں مسئلہ مذکورہ کی حقانیت کا مشاہدہ کرایا اب یہ عیاں کرنا چاہتا ہوں کہ آخر آب مذکور کے پاک و قابل وضو و غسل ہونے کی اصلی اور بنیادی وجہ کیا ہے؟

آب مذکور کے پاک اور قابل وضو ہونے کا بنیادی سبب جس پاک پانی سے غسل

کیا گیا اس کے قابل وضو ہونے اور نہ ہونے کی بنیاد اس بات پر ہے کہ وہ پانی فقہار کی اصطلاح کے اعتبار سے مستعمل ہے یا نہیں؟ اگر مستعمل نہیں ہے

تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ پانی ائمہ حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ بلکہ جمیع سلف و خلف کے نزدیک بالاتفاق بلا انکار زکیر پاک اور قابل وضو ہے۔  
اب اہل نظر کے لئے یہ بات قابل غور ہے کہ اس پانی کے مستعمل اور غیر مستعمل ہونے کے متعلق شریعت طاہرہ نے کیا فیصلہ سنایا ہے تو اس سلسلے میں ہم فتاویٰ قاضی خان اور مکرراتی وغیرہ کی تصریحات پیش کر چکے ہیں کہ وہ پانی مستعمل نہیں ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

لانہا لا تخرج عن الحيض بهذا  
الوقوع فلا يصير الماء مستعملاً  
عورت کنویں میں غوطہ لگانے کی وجہ سے  
حيض سے الگ نہیں ہوتی ہے لہذا پانی  
مستعمل نہیں ہوگا۔

ام

علاوہ ازیں اگر آب مستعمل کی تعریف جان لی جائے اور انصاف و دیانت کے ساتھ ادنیٰ سی بھی توجہ اور غور و فکر سے کام لیا جائے تو اس پانی کے مستعمل ہونے اور نہ ہونے کے بارے میں باسانی ایک صحیح رائے قائم کی جاسکتی ہے۔  
اب تعریف سنئے اور فیصلہ کیجئے۔

حنفی مذہب کی مشہور  
و معروف اور معتد و

آب مستعمل کی تعریف سے حکم مذکور کی تقویت

مستند کتاب ہدایہ شرح بدایہ میں ہے۔

الماء المستعمل هو ماءٌ اذيل به  
حدث، او استعمال في البدن  
على وجه القربة۔ (ہدایہ ص ۱۸۱ ج ۱ امجدی)  
آب مستعمل وہ پانی ہے جس کے ذریعہ  
حدث دور کیا گیا ہو یا قربت (کار ثواب)  
کے طور پر بدن میں استعمال کیا گیا ہو۔  
اس تعریف میں پانی کے مستعمل ہونے کی دو صورتیں بتائی گئی ہیں۔  
ایک ازالہ حدث، اور دوسری نیت قربت کے ساتھ پانی کا بدن پر استعمال۔  
اور اتنی بات ہر مسلمان جانتا ہے کہ اگر حیض یا نفاس والی عورت خون کے بند  
ہونے سے پہلے ایک نہیں ہزاروں بار غسل کر لے پھر بھی اس کے بدن سے حد

دور نہیں ہوگا اسے نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، تلاوت کرنے اور کلام اللہ شریف چھونے کی شرعاً اجازت نہیں دی جائے گی۔۔۔ پس جب کہ ان عورتوں نے قربت کی نیت سے غسل نہیں کیا اور ان کے بدن سے حدث بھی نہیں دور ہوا تو ناظرین خود انصاف کریں کہ وہ پانی شریعت کے نزدیک کیسے مستعمل ہوگا اور وضو کے قابل کیوں نہیں رہے گا۔

شاید شاخسائے نویس صاحب ائمہ کرام کے ان بیانات کو ناقابل اعتناء قرار دیں اس لئے ان کی تشفی خاطر و تسکین قلب کے واسطے انھیں کے گھر کے ایک بزرگ کی شہادت پیش کرتا ہوں۔

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے حق وہ ہے جو سر پہ چڑھ کے بولے

ایک دیوبندی پیشوا کی شہادت | ارباب دیوبند کے امام اہلسنت مولوی عبد الشکور صاحب

کا کوروی اپنی کتاب ”علم الفقہ“ میں لکھتے ہیں۔

”حائضہ یا وہ عورت جس کو بچہ پیدا ہونے کے بعد خون آتا ہے (یعنی نفاس والی عورت) خون بند ہونے سے پہلے اگر نہانے اور جسم اس کا پاک ہو تو یہ پانی مستعمل نہیں اور وضو اور غسل اس سے درست ہے۔“

(صفحہ ۱۹)

ایک دلچسپ نکتہ | اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو گندہ ذہن اور غلیظ آدمی اس لئے کہا گیا کہ انہوں نے حیض و نفاس والی عورت کے خون بند ہونے سے پہلے بنے نیت قربت غسل کے پانی کو پاک اور قابل وضو بتا دیا۔۔۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص خون بند ہونے سے پہلے حیض و نفاس والی عورت کے غسل کے پانی کو پاک اور ناقابل وضو بتائے وہ ان کے نزدیک بڑا پاکیزہ خیال اور طیب و طاہر ہے۔۔۔ یہ ہے معیار دیوبندیوں کی طہارت و غلاظت کا

لہذا اگر کوئی حیض یا نفاس والی عورت خون بند ہونے سے پہلے نہلے  
تو ان پارساؤں کے نزدیک اس عورت کے بدن سے حدث دور ہو جائے گا اور  
وہ پاک ہو جائے گی پھر تو اس کے لئے دیوبندی مذہب میں کلام اللہ شریف  
کی تلاوت بھی جائز ہوگی نیز اسے چھونا اور روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا سب حلال  
ہوگا اور لطف یہ ہے کہ ان کے لئے اس عورت سے ہم بستری بھی حلال ہو جائے  
گی۔ نعوذ باللہ من ذالک

اب سلمان بھائی انصاف کریں کہ — کیا طہارت و نظافت اسی  
کا نام ہے کہ حیض و نفاس کا خون بند ہونے سے پہلے عورت کے لئے نماز پڑھنا  
حلال قرار دیا جائے، روزہ رکھنا جائز بنا دیا جائے، مسجد میں جانا، قرآن شریف  
چھونا، اور اس کی تلاوت کرنا مباح مانا جائے، اس کے ساتھ ہم بستری کے  
حلال ہونے کا اعتقاد رکھا جائے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم  
سچ ہے

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدم  
یہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

واللہ تعالیٰ اعلم

# کیا رنڈی کو رہنے کے لئے کرایہ پر مکان دینا جائز ہے؟

سَأَلُوا مَسْئَلَهُ

سوال :- رنڈی کو کرایہ پر مکان دینا جائز ہے یا نہیں؟  
جواب :- اس کا رنڈی کا، اس مکان میں رہنا کوئی گناہ نہیں۔  
رہنے کے واسطے مکان کرایہ پر دینا کوئی گناہ نہیں۔ باقی رہا اس کا زنا  
کرنا، یہ اس کا فعل ہے اس کے واسطے مکان کرایہ پر نہیں دیا گیا ہے  
خان صاحب کے ملفوظات حصہ سوم ص ۳۲

(ندائے عرفات ص ۵۸)

یہ مذہب بھی امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہے اور اسے بھی ندائے عرفات  
میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے جدید مسائل، اور شیربیشہ اہلسنت کے  
مشرکانہ عقائد سے شمار کیا گیا ہے۔ میں سمجھ نہیں پاتا کہ آخر اس مسئلے  
میں وہ کون سی بات ہے جو ان کی کفرزدہ نگاہوں میں شرک و بدعت نظر  
آ رہی ہے کسی نے سچ کہا ہے۔

وہ کافر نگاہیں خدا کی پناہ جدھراٹھ گنیں فیصلہ ہو گیا  
یہ تو ان مدعیان توحید کی غیرت و حیا اور ذمہ داری کی بات ہے کہ اس  
مسئلے کے جس لفظ سے انہیں عقیدہ شرک کی بو محسوس ہو رہی ہے اس کو  
متعین طور پر واضح کر کے اس پر ثبوت و برہان قائم کریں۔ ہمیں اس سے کوئی

بحث نہیں۔ ہمارے لئے ان کے کذب و اقرار کے جواب میں صرف اہل اسلام کا فیصلہ ایمانی کافی ہے۔ مگر چونکہ اس کو جدید مسئلہ اور بدعت بتا کر فقہ حنفی کے خلاف سادہ لوح عوام اہل اسلام کو دام تزویر کے پھندوں میں جکڑا جا سکتا ہے کیونکہ پڑھے لکھے لوگ اس قسم کے مسائل سے عموماً نا آشنا ہو کرتے ہیں اس لئے ہم اپنے مسلمان بھائیوں پر ان کے مکر و فریب کی قلعی کھولنے کے لئے حقیقت مسئلہ کا انکشاف کر رہے ہیں جس کے احوالے میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ارشاد مبارک کی حقانیت بخوبی نمایاں ہو کر سامنے آجائے گی۔

اگر زنا کار عورت کو کرائے پر مکان دینا اس لئے ناجائز و گناہ کہا جائے کہ وہ اس میں زنا جیسے قبیح جرم کا ارتکاب کرے گی تو کافروں اور مشرکوں کو کرائے پر مکان، یا دکان دینا بدرجہ اولیٰ ناجائز و حرام ہونا چاہئے کیونکہ وہ اس مکان میں جیسا کہ مشاہدہ کیا جاتا ہے اعمال کفر و شرک کا ارتکاب کریں گے بلکہ روز اول ہی جب دکان کی افتتاحی تقریب ہوتی ہے تو وہ اپنے دھرم کے مطابق کیا کیا مشرکانہ مراسم ادا کرتے اور کیسے کیسے غیر اسلامی شگونے کھلاتے ہیں یہ کسے نہیں معلوم ہے۔ کوئی حصول برکت کے لئے پوجا پاٹ کرتا ہے کوئی بہت سے کفری رسوم وغیرہ لغو و خرافات کا اظہار کرتا ہے کسی کی دکان میں ان کے معبودوں کی تصویریں رکھی جاتی ہیں اور کسی کی دکان دیوتاؤں سے آراستہ ہوتی ہے پھر یہ لوگ صبح و شام ان تصویروں اور مجسموں کو پوجتے اور اس طرح روزانہ اعمال کفر و شرک کا اظہار کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب کفر و شرک سب بدترین جرم ہیں اور غیر مسلم اپنی دکان و مکان میں پوجا پاٹ اور کفری رسوم ادا کرتے ہیں تو ان کو کرائے پر دکان یا مکان دینا دیوبندی دھرم کے مطابق ہرگز ہرگز جائز نہیں ہونا چاہئے حالانکہ اہل اسلام اس کو جائز سمجھتے ہیں اور اپنی دکان و مکان کفار کو کرائے پر دیتے ہیں، بلکہ مسلمان تو مسلمان دیوبندی مکتبہ

فکر کے حمایتی بھی اس پر عمل پیرا ہیں وہ بھی اپنی دکان و مکان انھیں کرائے پر دیتے اور زبان سے نہیں تو عملی طور پر اس کے جواز کا اظہار ضرور کرتے ہیں۔ اب یہ نہیں بنا سکتا کہ یہ لوگ اپنا یہ عمل کسی مصلحت کی وجہ سے جائز سمجھتے ہیں یا انھیں اپنا ہم مذہب، اور دینی بھائی سمجھنے کی وجہ سے۔ جو بھی وجہ ہو ہم کو اس سے کوئی غرض نہیں ہم صرف اپنے مسلمان بھائیوں کو اس بات پر متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر زنا کار عورت کو کرایہ پر مکان دینا جائز اور مشرکانہ عقیدہ ہو تو کفار کو کرایہ پر مکان یا دکان دینا کتنا بڑا ناجائز و گناہ اور مشرکانہ عقیدہ ہو گا پھر اس طرح دنیا بھر کے بے شمار مسلمان جنھوں نے کفار کو کرائے پر مکان یا دکان دینے میں کیا وہ شرک سے محفوظ رہ سکیں گے؟ اگر گنتی کی جائے تو دنیا میں کڑوروں مسلمان ایسے بھی نظر آئیں گے جو مسلمان ہونے کے باوجود بھی ان دیوبندی حضرات کے مذہب کے مطابق مسلمان نہیں ہوں گے۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ

سے شرک ہووے جس میں کارِ مسلمین

اس برے مذہب پر لعنت کیجئے

اب ذیل میں اپنے مسلمان بھائیوں کی تشفی اور اطمینان قلب کے لیے فقہی تصریحات ہدیہ ناظرین کر رہا ہوں جن سے حقیقت مسئلہ کے انکشاف کے ساتھ یہ آشکارا ہو جائے گا کہ مسلمانوں کا یہ عمل شرعی نقطہ نظر سے جائز و روا ہے۔

فقہی تصریحات اور انکشاف حقیقت

فقہ حنفی کی معتمد کتاب 'میطا' پھر عالم گیری میں ہے۔

غیر مسلم ذمی نے رہنے کے لئے مسلمان سے کرایہ پر گھر لیا تو اس میں کوئی حرج نہیں اگرچہ وہ کافر اس میں شراب پیئے یا صلیب کی پوجا کرے، یا اس میں خنزیر رکھے اور اس اجارہ کے باعث مسلمان

واذا ساجرا الذمی من المسلمو  
دارا یسکنها فلا یاس بذالك  
وان شرب فیها الخمر او عبد  
فیها الصلیب او ادخل فیها  
الخنزیر ولم یلد حق المسلمو فی



پر کوئی گناہ نہ ہوگا کیونکہ اس نے اپنا مکان ان معصیت کاریوں کے لئے کرائے پر نہیں دیا ہے بلکہ محض رہنے کے واسطے دیا ہے۔ محیط میں ایسا ہی ہے۔

ذالك باس لان المسلم  
يؤجرها لذالك - انما اجرها  
للسكنى كذا في المحيط. اه  
(عالم گیری صفحہ ۵۲۶ ج ۳)

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔

اپنا مکان کسی ذمی کافر کو رہنے کے لئے کرائے پر دے تو اس کی وجہ سے اس کو گناہ نہ ہوگا اور اگر وہ کافر اس میں شراب پئے یا صلیب کی پوجا کرے یا خنزیر رکھے تو بھی مسلمان اس کی وجہ سے گنہگار نہیں ہوگا جیسے کہ وہ شخص گنہگار نہیں ہوتا جس نے اپنا غلام ایسے آدمی کے ہاتھ بیچا جو اس کے ساتھ برائی کرنے کی نیت رکھتا ہے یا اپنی باندی کو ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا جو اسکے پیچھے کے مقام میں وحلی کرے۔

لا باس لمسلم ان يؤجر داره  
من ذمی يسكنها - وان شرب  
فيه الخمر، او عبد فيه الصليب  
او ادخل فيه الخنازير -  
فذالك لا يلحق المسلم كمن  
باع غلاما ممن يقصد به  
الفاحشة او باع جاریه ممن  
ياتيها في غير الماتى. اه

(فتاویٰ قاضی خاں صفحہ ۲۳۳ ج ۳)

ناظرین انصاف کریں کہ مسئلہ مذکورہ کی تائید میں ایسی واضح شہادتیں اور روشن تصریحات کے ہوتے ہوئے اس کو شرک و بدعت کس نظریہ کے تحت قرار دیا گیا ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی آڑ میں حنفی مذہب کے بغاوت اور ائمہ احناف کی حرمتوں پر ناروا حملہ نہیں ہے۔

اب آگے بڑھئے اور ان کے گھر کے بعض اندرونی حالات کا جائزہ لیجئے، جس کو ان کے حکیم الامت نے ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی اور اسے "سیر میکنون" بتا کر پردہ راز میں رکھنے کی وصیت کر گئے۔ الفاظ یہ ہیں۔

لا فاذن لهم باذاعتہ للعوام ہم اس کی اجازت نہیں دیتے کہ اس

(فتاویٰ اشرفیہ ص ۵۳ ج ۳) مخفی راز کو عوام میں فاش کر دیا جانے سے  
مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز  
ورنہ در محفل رنداں خبرے نیست کہ نیست  
یعنی

ہے خلاف مصلحت افشائے راز  
تھا نوی صاحب کاسیر ممکنوں  
ورنہ ان کی بزم میں کیا کیا نہیں  
دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے  
والے ارباب ہوش و خرد اب خصوصی  
توجہ کے ساتھ غور فرمائیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے صرف یہ فرمایا  
کہ ”زندگی کو رہنے کے واسطے کرانے پر مکان دینا کوئی گناہ نہیں“ جو قرین قیاس  
بھی ہے اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب بھی۔ تو اس پر آپ کے نمائندہ نے  
کیا کیا نہ کہا۔ اب دیکھئے کہ آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی  
نے کیا شگونے کھلائے ہیں انہوں نے توجہ کر دیا اور اتنا آگے بڑھ گئے کہ زبان  
قلم بیان سے مادم ہے۔

موصوف اپنی کتاب فتاویٰ اشرفیہ میں ایک جگہ رقم طراز ہیں کہ۔  
”کسی نے امتہ (لونڈی، باندی) کو اجیر خاص (مزدور) کے طور  
پر نوکر رکھا اور غرض و معقود دل میں یہ رکھا کہ اس سے بدکاری کریں  
گے تو چونکہ معقود علیہ تسلیم نفس ہے لہذا اجارہ باطل نہ ہوگا اور چونکہ  
بقرائن مقایسہ، یا مقالیہ اس اجارہ میں (زنا کرنے کی) یہ شرط بھی  
معلوم ہے اور المعروف کالمشروط“ قاعدہ متقررہ ہے پس جیسا  
صرحہ مقصود علیہ تسلیم نفس ہو اور اس میں ایسی شرط ہو جو حرام و گناہ  
ہو جیسے یہاں پر زنا کرنے کی شرط تو بوجہ مشروع باصلہ اور غیر مشروع  
لو صفہ ہونے کے اجارہ فاسد ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی ہوگا بلکہ  
اگر ہم اس غرض کو مصرح توں بھی مان لیں یعنی مرد صاف و صالح لفظوں

میں اپنی یہ غرض ظاہر بھی کر دے کہ ہم تیرے ساتھ زنا کریں گے تب بھی یہ توجیہ مذکور دافع اشکال ہے۔

(فتاویٰ اشرفیہ معروف بقاوی امدادیہ باب الاجارۃ الفاسدہ ص ۵۲ ج ۳)

اسی کی توضیح کرتے ہوئے موصوف نے "السر المکنون" کے زیر عنوان جو خامہ

فرساتی کی ہے اس کی تلخیص یہ ہے۔

ان من استاجرا مرأة لیزنی بها  
وجدھنا صورة الاجارة۔

فوجب العقر بالمقدمة الرابعة  
ولا يكون هذا العقر

خبثاً للمرأة ام

ملخصاً

کسی شخص نے کسی عورت کو تنخواہ یا مزدوری پر رکھا تا کہ اس کے ساتھ زنا کرے تو بلا شبہ یہاں اجارہ کی صورت پالی جائے گی لہذا مقدمہ رابعہ کی وجہ سے زنا کا عوض واجب ہو جائے گا اور یہ عوض عورت کے لئے خبیث نہیں ہے بلکہ حلال

وطیب ہے۔

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ۔۔۔ اگر کسی نے عورت یا لونڈی کو یہ کہا کہ تم میرے گھر ایک گھنٹہ رہو، میں تمہارے ساتھ زنا کروں گا، اس کے عوض ایک روپیہ دوں گا اور ایسا ہو گیا یعنی عورت یا لونڈی مرد کے یہاں ایک گھنٹہ رہی مرد نے اس کے ساتھ زنا کیا تو مرد پر واجب ہے کہ مقررہ پیسے عورت کو ادا کرے اور یہ پیسے اس عورت کے لئے حلال ہوں گے۔ مسلمانو!

آواز دو انصاف کو انصاف کہاں ہے؟

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے یہ بیان فرمادیا کہ "زندگی کا مکان میں رہنا کوئی گناہ نہیں اس کو رہنے کے واسطے کرایہ پر مکان دینا کوئی گناہ نہیں" تو دیوبندیوں نے سر پر آسمان اٹھایا اور آپے سے بالکل باہر ہو گئے۔ اور ان کے حکیم الامت نے زنا کرنے کے لئے عورت کو مزدوری پر رکھنا جائز قرار دے دیا اور اس کی

اجرت کو نہ صرف مباح بلکہ واجب بھی فرما دیا، تو ان کے بدن پر جوں تک نہیں  
 رنگی اور سب کچھ مرغ مسلم سمجھ کر چٹ کر گئے!  
 اپنے اور بیگانے میں یہ تفریق روارکھ کر جس کردار کا مظاہرہ کیا گیا ہے وہ  
 یقیناً انسانیت کے خلاف اور انصاف و دیانت کے صریح منافی ہے۔  
 ہم نہ کہتے تھے لے نا داں میرے خار کو نہ چھڑ  
 اب وہ برہم ہے تو ہے تجھ کو قلع یا ہم کو

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

## کیا آوارہ عورت کی اولاد اس کے شوہر کی وارث ہے؟

اھواں مسئلہ

اگر زید کی منکومہ خالد کے ساتھ بھاگ جائے اور چند سال کے بعد  
 چند حرامی لڑکے، لڑکیاں لے کر آئے اور زید کا انتقال ہو گیا وہ  
 زنا کی اولاد زید کی متصور ہوگی زید کے ترکہ کی مستحق ہوگی یا بوجہ  
 اولاد الزنا ہونے کے ترکہ سے محروم رہے گی؟ اس کا یہ جواب  
 دیا ہے کہ — وہ سب (حرامی بچے) زید کی اولاد قرار پائیں  
 گے اور زید کا ترکہ ان کو ملے گا۔

(احکام شریعت حصہ دوم ص ۵۳ و ۵۵)

رضا خانی بھائیو! اپنے مجدد صاحب کی اس تجدید پر قربان ہو جاؤ  
اپنے اعلیٰ حضرت کی خوب داد دو کہ انہوں نے کس خوبصورتی کے  
ساتھ تمہیں اسلام سے بے گناہ بنایا ہے۔  
(ندائے عرفات ص ۳۸)

جناب من۔ اگر اسی کا نام اسلام سے بے گناہ بنانا ہے تو دور جانے  
کی کیا بات؟ آئیے میں آپ کو آپ کے گھر کا دلاویز نظارہ کرا دوں اور وہ  
جلوہ دکھا دوں کہ جس کے حسن کرشمہ ساز نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ  
آپ لوگوں کو اسلام سے بے گناہ بنایا ہے۔  
بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سے  
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سے

دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ کہ رنڈی کی اولاد اسکے شوہر کی وارث ہے۔

سوال ۹۳۲۔ بکر کی زوجہ بلا ہبستری خاوند کے گھر سے ناراض  
ہو کر بھاگ گئی دوسری جگہ جا کر علانیہ اس نے پیشہ زنا کاری اختیار  
کیا اور تیس سال سے زیادہ اسی بد فعلی میں مشغول رہی اور تین  
چار لڑکے بھی ولد الزنا بنے اور خاوند کے گھر آباد ہونے سے بالکل  
انکار کر دیا۔ ہمیشہ بکر اس کے واسطے یہ وصیت کرتا رہا کہ میری نامزدی  
کی وجہ سے نکاح نسخ ہو گیا ہے لہذا وہ بعد وفات میرے محرم  
ہو جاوے گی اور لڑکے بھی میری جائداد میں وارث نہ بنیں۔ اب  
بکر تین بیوہ چھوڑ کر مرا ہے اور ان ازواج کے حق مہر اور حصہ میراث  
میں جائداد متروکہ زمین وغیرہ جو ان کے حق مہر وغیرہ میں ناکافی ہے  
اب وہ لڑکے ولد الزنا بھی دعویٰ دیتے ہیں اور جائداد متروکہ  
میں سے حصہ لینا چاہتے ہیں اب از روئے شریعت کیا حکم ہے؟

الجواب :- ہندہ (رنڈی) کا نکاح بکر سے قائم ہے کیونکہ نافرمانی ہندہ کی وجہ سے نکاح اس کا بکر سے نہیں ٹوٹتا اور بکر نے اس کو طلاق بھی نہیں دی لہذا ہندہ کی جو اولاد ہوئی وہ بکر سے سمجھی جاوے گی اور نسب اس کا بکر سے ثابت ہوگا اور وہ وارث بکر کے ہوں گے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے الولد للفراش وللعاهر الحجر۔ اور ہندہ بھی وارث ہوگی، اور دو بیوہ جو بکر نے چھوڑی وہ بھی وارث ہوں گی پس تینوں بیوئیں بکر کے ترکہ سے آٹھواں حصہ پائیں گی وہ آٹھواں حصہ تینوں زوجات کو برابر تقسیم ہوگا اور باقی اولاد کھلے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ششم ص ۷)

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اب میں اپنے قارئین سے خصوصی توجہ چاہوں گا کہ جو عورت محض چند سال باہر رہی لیکن اس نے نہ زنا کا پیشہ اختیار کیا اور نہ ہی وہ کھلے طور پر زنا میں ملوث ہوئی اس کی اولاد کے بارے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے شریعت اسلامی کا یہ سلمہ و متفقہ قانون بیان فرمادیا کہ وہ اس کے شوہر کے وارث ہیں تو ایڈیٹرز نے عرفات اور ان کے کرائے کے مولویوں کو شرک کا آزار ستانے لگا اس حکم شرعی کی وجہ سے توجید کے ان واحد اجارہ داروں کو اسلام سے بے گانہ بنانے کا خواب نظر آنے لگا حالانکہ اس فتویٰ کو کتاب و سنت کی روشنی میں تحریر کیا ہے اس میں انہوں نے قرآن حکیم کی دو آیتیں پیش کی ہیں اور سرکار علیہ التجیۃ والثناء کے ارشاد مبارک سے استناد کیا ہے۔ پھر مذہب حنفی کی معتد و مختار فقہی کتابوں کی تصریحات سے اسے مزین کر کے ساتھ ہی ساتھ عقلی طور پر اسی لطیف و نفیس بحث فرمائی ہے جس نے اس شرعی مسئلے کو عقل و قیاس کے بالکل قرین و قریب کر دیا ہے۔

لیکن یہ وقت کا کتنا بڑا المیہ اور دردناک سانحہ ہے کہ جس عورت کے ساتھ اس کے شوہر نے ہمبستری نہ کی ہو، جو تیس سال سے زیادہ کھلم کھلا برا کام کراتی رہی ہو، جس نے بدکاری کو اپنا پیشہ زندگی بنالیا ہو ایسی فاجرہ فاحشہ اور رنڈی عورت کے بارے میں دیوبندی دارالافتاء جب وہی حکم نافذ کرتا ہے جو اس رنڈی سے بہتر عورت کے بارے میں اعلیٰ حضرت نے نافذ کیا تھا اور صاف صاف لفظوں میں یہ فیصلہ سنا تا ہے کہ اس رنڈی عورت کی اولاد اس کے شوہر کی سمجھی جائے گی اور ان کا نسب بکر سے ثابت ہو گا اور وہ بکر کے وارث ہوں گے تو ان حضرات کو اس میں کوئی عیب اور قابل اعتراض بات نہیں نظر آتی اور نہ انھیں شرک کا ازار سنا تا ہے اور نہ ہی یہ لوگ اسلام سے بے گانہ ہوتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ جو حکم ایک جگہ اسلام سے بے گانہ بنانے کا باعث ہو سکتا ہے تو دوسری جگہ بعینہ وہی حکم اس سے حد درجہ بدتر حادثے میں اسلام سے برگشتہ کرنے کا سبب کیوں نہیں ہو سکتا ہے

اللہ رے خود ساختہ قانون کا نیرنگ

جو بات کہیں فخر وہیں بات کہیں ننگ

دیوبندی جماعت کے حکیم الامت مولوی

اشرف علی صاحب تھانوی کے بیان

تھانوی صاحب کا فتویٰ

کئے ہوئے دو مسئلے ملاحظہ فرمائیے، موصوف اپنی مایہ ناز تصنیف ہشتی زیور میں

رقم طراز ہیں۔

مسئلہ :- نکاح ہو گیا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ لڑکا پیدا

ہو گیا تو وہ لڑکا شوہر ہی سے ہے حرامی نہیں ہے اور حرامی کہنا درست

نہیں ہے۔ (ص ۵۵ ج ۴ مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور)

پھر لکھتے ہیں۔

مسئلہ :- میاں پردیس میں ہے اور مدت ہو گئی، برسوں گزر

گیں کہ گھر نہیں آیا اور یہاں لڑکا پیدا ہو گیا تب بھی وہ حرامی نہیں  
اسی شوہر کا ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

دیوبندی صاحبان ارشاد فرمائیں کہ حکیم الامت صاحب یہ مسائل  
بیان کر کے اسلام سے بیگانہ ہونے یا نہیں؟

ائمہ حنفیہ کی تصریحات | ائمہ حنفیہ نے ثبوت نسب کے بارے میں  
جو جزئیات تحریر کئے ہیں اور ثبوت النسب

ہونے کا جو معیار قائم کیا ہے ان سے اس بات کا کامل طور پر ثبوت فراہم ہو جاتا  
ہے کہ ہندو اپنے ہمراہ جن بچوں کو لے کر آئی ہے وہ اسی کے قرار پائیں گے۔  
جس کی یہ بیوی ہے۔

مثلاً در مختار میں ہے۔

فقہار نے ثبوت نسب کے لئے قیام فراش  
(وجود نکاح) کو کافی قرار دیا ہے اگرچہ  
بظاہر وطی یا خلوت نہ ہوئی ہو جیسے مغرب  
میں رہنے والے مرد نے مشرق میں رہنے  
والی عورت سے نکاح کیا اور دونوں کے  
درمیان سال بھر کی راہ ہے پھر عورت  
نے وقت نکاح سے ٹھیک چھہننے پر جب  
جنا تو نسب ثابت ہوگا کیوں کہ وطی کرنا  
یا جنوں سے حصول خدمات کے ذریعہ ممکن  
و متصور ہے۔

قد اکتفوا بقیام الفرائش بلا  
دخول ڪ تزوج المغربین  
مشرقیة بینہما سنۃ  
فولدت لستہ اشہر منذ تزوجہا  
لتصورہ کرامۃ او استخدا ما

(فتح، در مختار ص ۶۳ ج ۲)

نوٹ :- یہ مسئلہ ہشتی زیور میں بھی مذکور

ہے۔ ۱۲ منہ

فتح القدر میں ہے۔

مغرب میں رہنے والی عورت کے مسئلے  
میں وطی کا تصور ثابت ہے۔ اولیاء کی

التصور ثابت فی المغربیۃ لثبوت  
کرامات الاولیاء والا استخدا ما



فیکون خطوة اوجتی اه  
(شامی ضحج ۲)

کرامات اور جنوں سے حصول خدمات  
کے ثابت ہونے کی وجہ سے۔ تو ممکن ہے  
کہ شوہر حینا قدم ہو یا کوئی جن اسکا تابع ہو۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ زوجین کے درمیان بظاہر ملاقات کے وسائل بالکل  
ناپید ہیں اور ان کے بیچ اتنی طویل و عریض مسافت حاصل ہے کہ اگر شوہر ملاقات کے  
لئے جائے تو بیوی کے پاس پہنچتے پہنچتے پورا سال گزر جائے لیکن چونکہ کرامت کے  
ذریعہ یا جنوں کی خدمات حاصل کر کے وصال کا ایک امکان پایا جا رہا ہے اس لئے  
ائمہ کرام نے صرف ایک امکان کی بنیاد پر ثابت النسب ہونے کا فیصلہ سنا دیا اور  
اس کی چھان بین کی کوئی ضرورت نہیں محسوس کی کہ حقیقت واقعہ کیا ہے پس  
جس طرح شریعت مصطفویہ کے ان امینوں اور حامیوں نے احتیاط پر عمل کرتے  
ہوئے صرف امکان کی بنا پر ثبوت نسب کا حکم نافذ کیا۔

ٹھیک اسی طرح اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا قدس سرہ نے  
مفروضہ عورت کی اولاد کے بارے میں ثابت النسب ہونے کا فتویٰ دیا اور میراث  
کا حق دار بتایا کیوں کہ اگرچہ بظاہر یہاں بھی میاں بیوی کے درمیان ایک عرصہ  
تک ملاقات نہیں ہوئی ہے لیکن ملاقات اور مباشرت کے وہ سارے امکانات  
یہاں بھی موجود ہیں جو زن مشرقیہ کے مسئلے میں فقہار نے بیان کئے ہیں پس اگر  
قیام فرانس کے بعد امکان دخول کی بنیاد پر ایک جگہ ثبوت نسب کا حکم دیا جاسکتا  
ہے تو وہ کون سی قباحت ہے کہ اسی جیسے ایک دوسرے حادثے میں ثبوت نسب  
کا حکم نہ دیا جائے۔

اب اس مسئلے کی تائید میں پیارے رسول  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا

حدیث نبوی سے ثبوت

مطالعہ کیجئے۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے  
یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ۔

انہا قالت اختصم سعد بن ابی وقاص وعبد بن زمعة فی غلام فقال سعد: هذا یارسول الله ابن اخي عتبة بن ابی وقاص عهد الیّ انه ابنه انظر الی شیهہ۔

وقال عبد بن زمعة هذا اخي یارسول الله! ولد علی فراش ابی من ولیداته فنظر رسول الله صلی الله علیه وسلم الی شیهة فرأی شیهة بینا بعتبة فقال هولک یا عبد۔ "الولد للفراش وللعاهر الحجر"

واحتجی منه یا سودة بنت زمعة۔ فقالت فاعویر سودة قط

(مسلم شریف ج ۲ ص ۲۳ ج ۲)

وہ فرماتی ہیں کہ سعد بن ابی وقاص اور عبد بن زمعہ نے ایک بچے کے بارے میں باہم جھگڑا کیا تو سعد نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے۔ وہ مجھے وصیت کر گیا ہے کہ یہ اس کا لڑکے ہے۔ آپ ذرا اس کی شکل و شبہت کی طرف نظر فرمائیے۔

اور عبد بن زمعہ نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ میرا بھائی ہے میرے باپ کے بستر پر ان کی ام ولد کے شکم سے پیدا ہوا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کی شکل و شبہت پر نظر فرمائی تو اسے کھلے طور پر عتبہ کے مشابہت کا شکم پایا۔ پھر فرمایا کہ اے عبد یہ میرے لئے ہے بچہ صاحب فراش کا ہے۔ اور زبانی کے لئے پھر۔ اور اے زمعہ کی بیٹی سودہ تم اس بچے سے پردہ کرنا۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ اس بچے نے کبھی بھی حضرت سودہ کو نہیں دیکھا کہ وہ اس کے پردہ کرتی تھیں۔

اور بخاری شریف کی روایت میں ہے۔

احتجی لما رأی من شیهة حجاب کرنے کا حکم حضور نے اس وجہ سے

صاحب فراش وہ شخص ہے کہ عورت جسکی بیوی یا باندی ہو۔ ۲ نظام الدین غفرلہ

بعثتہ

(بخاری ج ۱)

دیا کہ اس بچے کو شکل و شبہت میں عقبہ  
کے جیسا پایا۔

اور نسائی شریف کی ایک روایت میں اس طرح ہے۔

عن عبد الله بن زبير قال  
كانت لزمنة جارية يتطؤها  
فجاءت بولد شبه الذي  
كان يظن به، فمات زمعة  
وهي حبلى. فذكرت ذلك سود  
لرسول الله صلى الله تعالى عليه  
وسلم، فقال رسول الله صلى  
الله تعالى عليه وسلم "الولد  
للفراش" واحتجبي منه  
يا سودة! فليس لك باخ.

(نسائی شریف ج ۲ ص ۲۳)

عبد اللہ بن زبیر سے روایت ہے وہ فرما  
ہیں کہ زمعہ کے پاس ایک باندی تھی جس  
کے ساتھ وہ وطی کیا کرتا تھا اور اسے ایک  
آدمی پر یہ گمان تھا کہ وہ اس سے زنا کرتا  
ہے پھر اس باندی کے ایک بچہ پیدا ہوا  
جو اسی شخص کے مشابہ و ہم شکل تھا جس پر  
زمعہ کو گمان تھا اور ابھی یہ باندی حاملہ  
ہی تھی کہ زمعہ کا انتقال ہو گیا بعد ولادت  
حضرت سودہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم سے اس واقعہ کو بیان کیا تو آپ نے  
فرمایا کہ بچہ صاحب فراش کا ہے۔ اور  
اے سودہ تم اس سے پردہ کرنا کیونکہ وہ  
تمہارا بھائی نہیں ہے۔

مذکورہ روایات پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ان امور کا انکشاف ہوتا ہے  
کہ زمعہ کو اپنی باندی کے بارے میں اس بات کا ظن تھا کہ کسی شخص سے  
اس کے ناجائز تعلقات ہیں۔ اور عقبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی کو وصیت  
کر کے ولیدہ زمعہ سے اپنی شناسائی کا سربستہ راز منکشف بھی کر دیا۔ پھر یہ  
واقعہ بھی ان کے غلط روابط کی تائید کرتا ہے کہ اس باندی کا بچہ ہو ہو عقبہ کے مشابہ  
تھا۔ بلکہ اسی مشابہت کی بنیاد پر حضور پر نور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
اپنی رفیقہ حیات اور زمعہ کی بیٹی سے پردہ کرنے کا حکم نافذ فرمادیا اور نسائی

شریف کی روایت کے مطابق تو صاف صاف حضرت سودہ اور اس بچے کے مابین رشتہ اخوت کا انکار بھی فرمادیا۔

یہ ایسے قرآن و شواہد ہیں کہ جن سے عقبہ بن ابی وقاص اور زمعہ کی ام ولد کے مابین ناروا آشنائی کے ساتھ اس بات کا بھی ایک اشارہ ملتا ہے کہ ولیدہ زمعہ کے شکم سے پیدا ہونے والا بچہ زمعہ کا نہیں تھا بلکہ عقبہ بن ابی وقاص کا تھا لیکن رسول گرامی وقاص صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فراش کی بنیاد پر ان تمام شواہد و قرآن سے صرف نظر کرتے ہوئے صاف صاف یہ فیصلہ سنایا کہ۔

الولد للفراس وللعاہر  
بچہ صاحب فراش (زمعہ) کا ہے اور زانی  
الحجر۔  
کے لئے پتھر۔

اب ذرا ناظرین خاص طور سے توجہ فرمائیں کہ جب ایسے واضح قرآن و شواہد کے پائے جانے کے باوجود قیام فراش کو ترجیح دے کر بچے کو صاحب فراش کے لئے تسلیم کیا جاسکتا ہے تو جہاں ایسے قرآن و شواہد کا ثبوت بھی نہ ہو وہاں بچے کو صاحب فراش کے لئے کیوں نہیں مانا جاسکتا اور قیام فراش کو اوہام باطلہ اور ظنون مطرودہ پر کیوں نہیں ترجیح دیا جاسکتا۔

علاوہ ازیں جب سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واضح لفظوں میں یہ بیان فرمادیا کہ زنا کرنے والے کے لئے پتھر ہے اور بچہ صاحب فراش کے لئے ہے تو زیر بحث مسئلے میں وہ آوارہ عورت اگرچہ زانیہ کہی جائے لیکن اس کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچے کی زانی کے قرار پائیں گے جس کے لئے بحکم حدیث پتھر ہے۔ یا اس عورت کے شوہر کے ہوں گے جو صاحب فراش ہے۔ ناظرین خود انصاف فرمائیں کہ یہاں پر اس حدیث کی روشنی میں آخر کیا حکم نافذ کیا جائے گا۔ یہاں سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے ان بچوں کو ہندہ کے شوہر کا قرار دے کر دین مصطفوی میں کوئی نئی بات ایجاد کی ہے یا اسی حکم پر عمل فرمایا ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

ارشاد مبارک سے ثابت ہوتا ہے۔

ندائے عرفات کے ایڈیٹر صاحب تھوڑی ہی دیر کے لئے حق کی پاسداری کیجئے، اور یہ بتائیے کہ جس طرح ہندہ والے مسئلے میں آپ نے اوہام و خیالات کا سہارا لے کر ایک عالم اہل سنت کا تمسخر اور استہزاء کیا ہے اور اس کے خلاف عوام کو بھڑکانے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے کیا اسی طرح ویدہ زمعہ والے مسئلے میں ویسے ہی اوہام و خیالات بلکہ مذکورہ بالا قرآن و شواہد کی بنیاد پر اس عناد و رستی کی تکمیل نہیں کی جاسکتی پھر بتائیے کہ کیا رسول گرامی و قارِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک آپ کے تمسخر اور استہزاء کی زد سے محفوظ رہ سکے گا۔ کیا انہوں نے مسلمانوں کو اسلام سے بے گانہ بنایا ہے، کیا ان کی تعلیمات کا مقصد لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنا اور بے گانہ بنانا تھا، کیا وہ مشرکانہ عقائد کی تعلیم دینے کے لئے مبعوث ہوئے تھے؟ اگر نہیں تو آپ نے اس مسئلے کو جو ارشاد رسول "الولد للفراش وللعاهر الحجر" کے عین موافق و مطابق ہے مشرکانہ عقائد سے کیوں شمار کیا! اگر آپ کو ذات رسالت سے کوئی کدہ ہے تو کھل کر سامنے کیوں نہیں آتے اور اعلیٰ حضرت کو آڑ کیوں بناتے ہیں۔

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

اب ذیل میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذکورہ فتویٰ من و عن روح کیا جاتا ہے اسے بغور مطالعہ فرمائیے اور حق کا ساتھ دیجئے۔

مسئلہ ۹۹۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی منکوحہ عورت خالد کے ساتھ بھاگ گئی اور آٹھ دس برس کے بعد چند لڑکے اور لڑکیاں لے کر آئی زید کا انتقال ہو گیا وہ اولاد زید کی اولاد شرعاً متصور ہو کر زید کا ترکہ پائیں گی یا بوبہ اولاد الزنا ہونے کے ترکہ سے محروم رہیں گے۔ بینوا تو جوڑوا

الجواب :- بچہ اپنی ماں کا یقینی جز ہے جس میں شک و احتمال کو اصلاً گنجائش نہیں۔ نہیں کہہ سکتے کہ جو بچہ اس عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا شاید کسی دوسرے کا ہو اور باپ کی جزیت جب تک خارج سے کوئی دلیل قاطع مثل اخبار خدا اور رسول صل و علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قائم نہ ہو نظر حقیقت ظنی ہے اگرچہ بحسب حکم شرعی و عرفی کا قطعی ہے جس میں تشکیک محذول و نامقبول۔

الولد للفراس والناس ابناء  
علی انسابہم  
لڑکا اس کے لئے ہے جس کی یہ فراس ہے  
(یعنی یہ جس کی بیوی ہے) اور لڑکے اپنے  
نسب پر امین ہیں۔

وہذا نسب پر شہادت بتامع و شہرت روا ہے پھر بھی اسی فرق حقیقی کا ثمرہ ہے کہ روز قیامت شان ستاری جلوہ فرمائے گی اور لوگ اپنی ماؤں کی طرف نسبت کر کے پکارے جائیں گے یہی فرق ہے کہ قرآن عظیم نے اہمات کے حق میں اخبار فرمایا۔

انکی مائیں وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں۔  
انہیں ان کے باپ کے کی طرف نسبت کر کے  
پکارو یہ زیادہ انصاف کی بات ہے اللہ  
کے یہاں۔

مگر کرامت انسان کے لئے رب عزوجل نے نسب باپ سے رکھنے کی بچہ  
محتاج پرورش ہے، محتاج تربیت ہے، محتاج تعلیم ہے اور ان باتوں پر مردوں  
کو قدرت ہے نہ عورتوں کو۔ جب کہ عقل بھی ناقص، دین بھی ناقص اور خود  
دوسرے کی دست نگر و لہذا بچہ پر رحمت کے لئے اثبات نسب میں ادنیٰ بعید  
سے بعید، ضعیف سے ضعیف احتمال پر نظر رکھی کہ آخر فی نفسہ عند الناس

متمل ہے، قطع کی طرف انھیں راہ نہیں، غایت درجہ وہ اس پر یقین کر سکتے ہیں کہ فلاں نے عورت سے جماع کیا، یا اس قدر اور بھی سہی کہ اس کا نطفہ اس کے رحم میں گرا، پھر اس سے بچہ اس کا ہونے پر کیوں یقین ہو، ہزار بار جماع ہوتا ہے نطفہ رحم میں گرتا ہے اور بچہ نہیں بنتا تو عورت جس کے پاس اور جس کے زیر تصرف ہے اس میں بھی احتمال ہی ہے اور شوہر کہ دور ہو احتمال اس کی طرف سے بھی قائم ہے کہ ممکن ہے کہ وہ ظلی ارض پر قدرت رکھتا ہو کہ ایک قدم میں دس ہزار کوس جائے اور جلا آئے ممکن ہے کہ جن اس کے تابع ہوں، ممکن ہے کہ صاحب کتامت ہو، ممکن کہ کوئی ایسا عمل جانتا ہو، ممکن کہ روح انسانی کی طاقتوں سے کوئی باپ اس پر کھل گیا ہو، ہاں اثنا ضرور ہے کہ یہ احتمالات عادتاً بعید ہیں مگر وہ پہلا احتمال شرعاً و اخلاقاً بعید ہے۔ زنا کے پانی کے لئے شرع میں کوئی عزت نہیں تو نیچے اولاد زانی نہیں ٹھہر سکتے اولاد اس کی قرار پانی ایک عمدہ نعمت ہے جسے قرآن

عظیم نے بلفظ ہبہ تعبیر کی۔ (پہا سورہ ۴۲)

يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ اِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ  
جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے۔ (توجہ رضویہ)

اور زانی اپنے زنا کے باعث مستحق غضب و سزا ہے، نہ کہ مستحق ہبہ و عطا لہذا ارشاد ہوا "وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرِ" زانی کے لئے پتھر۔ تو اگر اس احتمال بعید از رونے عادت کو اختیار نہ کریں بے گناہ بچے ضائع ہو جائیں گے کہ ان کا کوئی باپ، مربی معلم پرورش کنندہ نہ ہوگا لہذا ضروری ہوا کہ دو احتمالی باتوں میں کہ ایک کا احتمال عادتاً قریب ہے اور شرعاً و اخلاقاً بہت بعید سے بعید۔ اور دوسری کا احتمال عادتاً بعید اور شرعاً و اخلاقاً بہت قریب سے قریب، اسی احتمال ثانی کو ترجیح بخشیں اور بعد عادی کے لحاظ سے بعد شرعی و اخلاقی کو کہ اس سے بدرجہا بدتر ہے اختیار نہ کریں۔ اس میں کون سا خلاف عقل و روایت ہے بلکہ اس کا عکس ہی خلاف شرع و اخلاق و رحمت ہے لہذا عام حکم اشاد ہوا کہ الولد

للفراش وللعاهر الحجر“ زید اگر اقصیٰ مشرق میں ہے اور ہندہ منہلے مغرب میں اور بذریعہ وکالت ان میں نکاح منعقد ہوا ان میں بارہ ہزار میل سے زائد فاصلہ اور صد ہا دریا پہاڑ سمندر حائل ہیں اور ایسی حالت میں وقت شادی سے چھ مہینے بعد ہندہ کے بچہ پیدا ہوا، بچہ زید ہی کا ٹھہرے گا اور مجہول النسب یا ولد الزنا نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے درمختار اور فتح القدر کے درج بالا جزئیات اور بخاری و مسلم کی مذکورہ حدیث ثبوت میں نقل فرمائی ہے پھر لکھتے ہیں۔

باجملہ ان میں جو بچے زید کی زندگی میں پیدا ہوئے یا زید کی موت کے بعد عدت کے اندر یا چار مہینے دس دن پر عورت نے عدت گزار جانے کا اقرار نہ کیا ہو تو موت زید سے دو برس کے اندر یا اقرار انقضائے عدت کر چکی ہو تو اس دن سے چھ مہینے کے اندر پیدا ہونے ہوں وہ سب شرعاً اولاد زید قرار پائیں گے اور زید کا ترکہ ان کو ملے گا، ہاں جو موت زید سے دو برس بعد یا بہ صورت اقرار زن یا انقضائے عدت اسی دن سے چھ مہینے کے بعد پیدا ہوئے وہ نہ اولاد زید ہیں، نہ اس کا ترکہ پائیں گے۔ درمختار میں ہے۔

موت کی عدت گزارنے والی عورت کے بچہ کا نسب ثابت ہو جانے کا بشرطیکہ وہ وقت وفات سے دو سال سے کم میں پیدا ہوا ہو اور عورت بالغہ ہو اگرچہ شوہر نے بظاہر اس کے ساتھ وطی نہ کی ہو۔ اور اگر بچہ کی ولادت وقت وفات سے مدت مذکورہ سے زیادہ مدت میں ہوئی ہو تو بچہ ثابت النسب نہ ہوگا۔

يثبت نسب ولد معتدة  
الموت لا قتل منهما (اي من  
سنتين ش) من وقت الموت  
اذا كان كبيرة ولو غير  
مدخول بها وان لاكثر  
منها من وقتها لا يثبت  
بدائع الصنائع



اور جس عورت نے عدت وفات کے ختم ہو جانے کا اقرار کر لیا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے (یعنی اس کے بچے کا نسب اس کے شوہر سے ثابت ہوگا) جب کہ بچہ کی پیدائش اقرار کے وقت سے حل کی سب سے کم مدت (چھ ماہ) سے بھی کم میں ہوئی ہو کیونکہ یہاں عورت کا جھوٹ یقینی ہے اور اگر اتنی مدت سے زیادہ میں ولادت ہو تو وہ ثابت النسب نہ ہوگا کیوں کہ اب احتمال ہے کہ حل کا وجود (یعنی استقرار) اقرار کے بعد ہوا ہو۔

وكذا المقررة لمضيها لو  
لاقل من اقل مدته من  
وقت الاقرار للتيقن بكدبها  
والالا - لاحتمال حدوثه  
بعد الاقرار اه ملخصاً  
وان الله تعالى اعلم (احكام شريعت  
ص ۲۴ و ص ۲۵ و ص ۲۶ جلد دوم)

شورے شد و از خواب عدم حتم کشودیم  
دیدیم کہ باقی ست ہمہ فتنہ غنودیم  
وان الله تعالى ورسوله صلى الله تعالى عليه وسلم اعلم، وعلمه  
جل مجدہ اتم واحکم

# کیا جانور کے ہر حکم میں ماں کا اعتبار ہے؟

## نواں مسئلہ

جانور کے ہر حکم میں ماں کا اعتبار ہے۔ اگر ماں حلال ہے تو بچہ بھی حلال جیسے بکری کا بچہ بھیڑیے، یا کتے سے پیدا ہو۔

(فتاویٰ رضویہ ص ۲۲۲ ج ۱)

مسلمانوں! بالخصوص رضا خوانی بھائیو! اس جدید رضا خوانی دھرم کا خلاصہ یہ ہے کہ بکری اور کتے کی جفتی سے جو پیدا ہو وہ حلال ہے اور اسی طرح گلے اور گدھے کی جفتی سے جو بچہ پیدا ہو وہ حلال ہے۔ مولوی حسمت علی کے یہ دو شعر اس مقام کیلئے مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ مولوی احمد رضا خان صاحب کی بارگاہ میں مولوی حسمت علی اس طرح بول رہے ہیں۔

میرے آقا میرے دامائے ٹکڑا مل جائے دیر سے آس لگانے ہے یہ کتا تیرا  
اس بعید رضوی پر ہو کر م کی نظر بد سہی، چور سہی ہے تو یہ کتا تیرا  
(مولانا) حسمت علی خان صاحب نے خود کو اعلیٰ حضرت کا کتا  
یقین کر کے ٹکڑا مانگا ہے۔ اور اپنے بد ہونے، چور ہونے کا اقرار کیا  
ہے۔ شاید مجدد بریلوی نے اس مسئلہ میں ایسے ہی کتوں کی رعایت  
کی ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ کتے سے اگر بکری کے بچہ پیدا ہو تو وہ  
حلال ہے۔ معاذ اللہ (ندائے عرفات ص ۷۹)

یہ ہے دیوبندی تہذیب، جس پر انہیں ناز ہے، جانوروں کے حکم میں ماں کا اعتبار ہے۔ یہ حنفی مسلک کا ایسا معروف و مشہور اور محقق اور مسلم التبت ضابطہ ہے کہ فقہ سے ادنیٰ سا بھی مس رکھنے والے کسی صاحب ہوش سے اسکے انکار کا وہم و گمان نہیں کیا جاسکتا۔ جیسا کہ ذیل کے شواہد سے بخوبی اندازہ ہوگا۔  
تحفة الاقران میں ہے۔

نتیجۃ الاہلی، والوحشی تلحق بالام علی المرضی  
بکری اور ہرن کی حفتی سے پیدا ہونے والا بچہ پسندیدہ اور مختار مسلک کے مطابق ماں کے ساتھ لاحق ہوگا۔ (یعنی احکام میں ماں کے تابع ہوگا)  
ومثلہ نتیجۃ المحترم مع المباح یا انخی فاعلم  
اور اے میرے بھائی جان لو کہ حلال و حرام جانور کی حفتی سے جو بچہ پیدا ہوگا اس کا بھی یہی حکم ہے (کہ مذہب مختار پر ماں کے حکم میں ہوگا)  
(شامی ص ۱۵۱ ج ۱ بحوالہ تحفة الاقران باب الاضیحة)  
ردالمختار میں ہے۔

المشہور فی کلامہم من اطلاق ان العبرة للام۔ (کتاب مذکور ص ۱۵۱ ج ۱)  
غنیۃ استملی شرح منیۃ المصلیٰ اور نہر الفائق، پھر شامی میں ہے۔  
ان الاصل فی حیوانات الاحاق بالام کما صرحوا بہ فی غیر موضع (وزاد فی ش) و زحوة فی النہراہ (غنیہ ص ۱۵۰، شامی ص ۱۵۰ ج ۱)  
مطلب، ست تورث النسیان)  
ہدایہ شرح بدایہ میں ہے۔

بکری اور ہرن کی حفتی سے جو جانور پیدا

يتبع الام - لانها الاصل في

التبعية اه (ہدایہ ص ۴۲۹ ج ۲)

بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے۔

الام هي المعتبرة في الحكم اه (جانوروں کے حکم میں ماں ہی کا اعتبار

بحر الرائق ص ۴۱ ج ۱)

ہے۔

مجمع الانہزا اور بنایہ شرح ہدایہ میں ہے۔

فان كانت أمه بقرة يوكل

بلا خلاف - لان المعتبر في

الحل، والحرمه الام فيما تولد

من ماكول وغير ماكول - اه و

نحوه في البناية - اه

ماں حلال ہے تو بچہ بھی حلال ہے اور ماں حرام تو بچہ بھی حرام۔

خانم المحققین علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے حاشیہ

در مختار میں اس مسئلہ خاص کی شہادت فراہم کرتے ہوئے بدائع الصنائع فی

ترتیب احکام الشرائع کے حوالہ سے ایک نہایت لطیف و نفیس تحقیق پیش کی

ہے وہ خصوصی توجہ کے ساتھ پڑھنے کے قابل ہے۔ علامہ موصوف نے اپنے

حاشیہ میں اس بات کا انکشاف فرمایا ہے کہ آخر جانوروں میں بچہ کیوں ماں کے

تابع ہوتا ہے یا ان کی حلت و حرمت وغیرہ کے احکام ماں کی حلت و حرمت وغیرہ

پر کیوں مبنی ہیں؟ علامہ شامی رقم طراز ہیں۔

فقہاء نے ماں کا اعتبار اس لئے کیا کہ ماں

ہی بچہ کی اصل اور جڑ ہے کیونکہ بچہ ماں سے

جدا ہوتا ہے۔ جو حیوان متقوم ہے (تو یہ

ماں کا جز رہتا ہے اور ماں اس کی اصل ہوتی

بقولہ: اعتبار الام) لانها

الاصل في الولد لانفسا

منها وهو حيوان متقوم ولا

ينفصل من الاب الاماء

مہینا ولہذا یتبعہا فی الرق والحریۃ۔ وانما اضیف الامر حی الی ایہ تشریفاً لہ وصیانۃ لہ عن الضیاع والافال اصل اضافۃ الی الام کما فی البدائع ۱۵  
 اور باپ سے تو صرف حقیر پانی جدا ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ غلام ہونے اور آزاد ہونے میں بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے اور آدمی جو اپنے باپ کی طرف منسوب ہو جاتا ہے وہ محض اس کی اظہار شرافت کیلئے اور اس کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے ورنہ اصل یہی ہے کہ آدمی بھی اپنی ماں کی طرف منسوب ہو۔ بدائع الصنائع میں

ایسا ہی مذکور ہے۔

فاضل جلیل علامہ اخی چلیپی یوسف بن جنید توقانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۰۵ھ) نے بھی اس سلسلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے اسی کے مناسب اور ہم معنی وضاحت پیش کی ہے چنانچہ وہ اپنی مایہ ناز اور قابل افتخار تصنیف "ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح صدۃ الشریعۃ العظمیٰ" معروف بہ "حاشیہ چلیپی" میں لکھتے ہیں۔

"ہرن اور گائے کے اختلاط سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ ماں کے تابع ہوگا، اس لئے کہ بچہ کے تابع ہونے میں ماں ہی اصل اور بنیاد ہے کیونکہ بچہ ماں کا جز ہے اور اسی بنا پر وہ غلام اور آزاد ہونے میں ماں کے تابع ہوتا ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ نر کے جسم سے پانی الگ ہوتا ہے جو اس حکم کا محل نہیں ہے (یعنی منی میں اس بات کی صلاحیت ہی نہیں ہے کہ بچے کو اس کا تابع قرار دیا جائے) اور ماں سے حیوان جدا ہوتا ہے جو اس حکم کا یعنی تابع ہونے کا محل ہے۔ پس بچہ کی تبعیت کا اعتبار ماں کے ساتھ کیا گیا ہے۔"

(ص ۵۷۴ ج ۴، اضیحة، نول کشور)

ان عبارات میں جانوروں کے متعلق یہ اصل وضابطہ بتایا گیا ہے کہ ان

کے احکام میں علی الاطلاق ماں کا اعتبار ہے۔ اور یہ ایسا ضابطہ ہے جو فقہاء عظام و علماء کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے کلام میں درجہ شہرت پر فائز ہے۔ اور یہی ان کے نزدیک مختار اور راجح ہے۔ اب خاص بھیریا والے مسئلہ کا جز یہ ملاحظہ فرمائیے۔

بھیریے کا حکم فقہی تصریحات سے  
بحر الرائق شرح کنز الدقائق  
میں ہے۔

بھیریے نے اگر بکری سے جفتی کیا اور بکری نے بھیریا جتنا تو اس بچے کو کھانا حلال ہے اور وہ قربانی کے لئے کافی ہے۔

ان الذئب لئنزاعلی شاة فولدت  
ذئبا حل اكله ویجزی فی الاضحیة  
۱۵۔ (بحر الرائق ص ۱۲۱ ج ۱)

ہدایہ کے باب الاضحیہ میں ہے

اگر بھیریے نے بکری کے ساتھ جفتی کیا تو بچے کی قربانی ہو سکتی ہے۔

ان نزا الذئب علی الشاة یضحی  
بالولد ۱۵ (ہدایہ ص ۲۲۹ ج ۲)

بنیایہ شرح ہدایہ کتاب الطہارت میں ہے۔

بھیریے نے اگر بکری سے جوڑا کھایا اور بکری نے بھیریا جتنا تو اس کا کھانا حلال ہے اور وہ قربانی کے لئے کافی ہو جائے گا۔ صاحب کافی نے قربانی کے بیان میں اس کو ذکر کیا ہے۔

ان الذئب اذا نزا علی شاة  
فولدت ذئبا حل اكله ویجزی  
فی الاضحیة ذکرة صاحب کافی  
فی الاضحیة۔ ۱۵

اب کتے اور بکری کے جماع سے پیدا ہونے والے بچے کا حکم ملاحظہ فرمائیے۔

کتے کے حکم کے متعلق ایک جرئیہ  
مجمع الانہر میں تہستانی کے  
حوالے سے منقول ہے۔

بکری اگر کتے سے بچہ جنے اور اس بچے کا سر کتے کا سر ہو تو وہ کھایا جائے گا

وان شاة لو جمعت من کلب و  
رأس ولسا راس کلب اکل

الاراسه ان اكل العلف دون  
اللحم اه  
مگر اس کا سر نہیں کھایا جائے گا اگر گھاس  
کھاتا ہو اور گوشت کھاتا ہو تو نہیں کھایا  
جائے گا۔

(ص ۵۱۳ ج ۲)

اس عبارت میں جو تفصیل بیان کی گئی ہے کہ ”وہ بچہ اگر گھاس کھاتا ہو تو اسے  
کھایا جائے گا اور گوشت کھاتا ہو تو نہیں“ تو یہ حکم اس وقت ہے جب کہ وہ بچہ کتے  
کی شکل و صورت پر ہو۔ اور اگر اس کی شکل و صورت بکری ہی جیسی ہے تو وہ  
بغیر کسی اختلاف کے کھایا جائے گا۔

یہاں سے یہ امر واضح ہو گیا کہ کتے کی جفتی سے اگر بکری نے بکری کا سا بچہ جنا  
تو وہ بالاتفاق حلال ہے۔

ان تفصیلات کی روشنی میں اب ناظرین خود ہی فیصلہ کر لیں کہ اعلیٰ حضرت  
علیہ الرحمۃ نے جو مسئلہ بیان فرمایا ہے وہ ان کا اختراع اور تراشیدہ ہے یا نہ  
حنفی کی دیانتدارانہ ترجمانی ہے؟

من آنچه شرط بلاغ است با تو می گویم  
تو خواه ازین سخنم پند گیر خواه ملال

اب آگے بڑھے اور  
شاخسانہ نویس صنا

دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ اور اعتراف حقیقت

کے گھر کا حال بھی معلوم کر لیجئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ————— کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع  
متین مسئلہ ہائے ذیل کے بارے میں۔

۱۔ بکری جو کہ ہرن سے جوڑ کھا کر بچہ دے اس بچہ کی قربانی کرنا جائز  
ہے یا نہیں۔ اور وہ بکری کے حکم میں ہوگا کہ ہرن کے۔

۲۔ ————— نچر جس کی ماں گھوڑی ہو اس کا جوٹھا کھانا حرام ہے یا مکروہ۔  
گھوڑے کے حکم میں ہے کہ نچر کے؟ استفتی محمد ابوالکلام رنگ ساز

کریم الدین پور۔ گھوسی ضلع عظیم گڑھ۔ ۲۸ جولائی ۱۹۷۹ء

باسمہ سبحانہ

الجواب نمبر ۵۲۰ حامدا ومصليا۔ (۱)۔ جانوروں کے متعلق

ایک ضابطہ ”الاشباہ والنظائر“ میں یہ لکھا ہے ”الولد يتبع الام“ یعنی بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے۔ جو حکم ماں کا وہی بچہ کا۔ اس کا تقاضہ یہ ہے کہ جس بچہ کی ماں بکری ہے اور باپ ہرن اس کی قربانی درست ہو۔ مگر ایک دوسرا قاعدہ یہ بھی لکھتے ہیں ”اذا اختلط الحلال والحرام غلب الحرام“ یعنی جب حلال حرام مخلوط ہو جائیں تو حرام کا اثر غالب رہے گا۔ بکری کی قربانی درست ہرن کی نادرست۔ ان کے اختلاط کے نتیجے میں قربانی نادرست ہونی چاہئے۔ قول اول (یعنی بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے) راجح ہے۔ (۳) اس کا حال بھی نمبر اسے ظاہر ہے۔ والله سبحانه تعالیٰ اعلم۔ ۲/۹/۱۳۹۹ھ

اس فتوے سے یہ بات صاف عیاں ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے جانوروں کے متعلق جو ضابطہ نقل فرمایا ہے دیوبندیوں کے نزدیک بھی وہی راجح ہے یعنی بچہ اپنے احکام میں ماں کے تابع ہوگا جو حکم ماں کا ہوگا وہی اس کا بھی قرار پائے گا۔ اور سوال نمبر ۳ کے جواب سے یہ امر بھی اچھی طرح نمایاں ہے کہ مسلک راجح کے مطابق وہ نچر گھوڑے کے حکم میں ہے جس کی ماں گھوڑی ہو تو اب قارئین کرام انصاف فرمائیں کہ۔۔۔ ماں کے گھوڑی ہونے کی وجہ سے نچر اگر گھوڑے کے حکم میں ہو سکتا ہے تو بکری کا بچہ جو بھیڑیے یا ہرن یا کتے کے جماع سے پیدا ہو بکری کے حکم میں کیوں نہیں ہو سکتا۔

۱۔ اس فتویٰ میں ایک علمی کمال کا مظاہرہ یہ کیا گیا ہے کہ اشباہ و نظائر کے دوسرے والے قاعدہ کو اس طرح بیان کیا گیا۔ ”اذا اختلط الحلال والحرام“ یعنی فعل کو تشبیہ استعمال کیا گیا حالانکہ علم نحو کے ابتدائی درجہ کا طالب علم بھی اس بات سے بخوبی واقف ہوتا ہے کہ جب فاعل ظاہر ہو تو فعل بہر حال واحد لایا جائے گا۔ ۱۲ منہ



## دَرَسِ عِبْرَتِ

جناب شاخسانہ نویس صاحب نے اپنی تحریر مذکور  
میں شیر بیشہ سنت حضرت مولانا حسمت علی خان  
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ہرزہ سرائی کرتے ہوئے جن شرافتوں کا مظاہرہ  
کیا ہے۔ ان سے ان کی فطرت اور ان کے مذاق کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے  
ہم جناب کو صرف درس عبرت دینے کے لئے اکابر دیوبند کے چند ارشاد  
سپر دقلم کر رہے ہیں۔ آپ بھی مطالعہ فرمائیے اور چاشنی بدلنے سے

نوار ایلخ ترمی زن چوں ذوق نغمہ کم یابی  
حدے را نیز ترمیخواں چوں محمل را اگر اں بینی

۱۔ بانی مدرسہ دیوبند، اور دیوبندی جماعت کے قاسم العلوم  
والخیرات مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب قصائد قاسمی میں نغمہ زن ہیں۔  
تیرے بھروسے پہ رکھتا ہے عذہ طاعت گناہ قاسم برگشتہ بخت، بد اطوار  
کر ڈروں جرم کے آگے یہ نام کا اسلام کرے گا یا نبی اللہ کیا مرے یہ پکار  
امیدیں لاکھوں ہیں لکن بڑی امید ہے کہ ہوسگانِ مدینہ میں میرا نام شمار

کہتے جناب! کیا آپ اپنے بقول مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے  
بارے میں یہ ارشاد فرماتے گا کہ انہوں نے اپنے کو بد اطوار، بہت بُرا  
مجرم، اور نام کا مسلمان یقین کر کے بڑی حسرت کے ساتھ کتابنے کی آرزو  
ظاہر کی ہے۔

۲۔ دیوبندی گروپ کے مربی خلاق، مطاع العالم اور بانی  
اسلام کے ثانی جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے اپنی مایہ ناز تصنیف  
فتاویٰ رشیدیہ میں ان الفاظ میں دستخط کئے ہیں۔

”و کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی“

اور براہین قاطعہ کی تقریظ میں ”احقر الناس بندہ رشید احمد گنگوہی“

تحریر کیا ہے۔ انہیں حضرات کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے حفظ الایمان میں کتبہ الاحقر لکھ کر دستخط کیا ہے۔ "الاحقر" کا معنی ہے۔ "بہت زیادہ ذلیل و حقیر" اور "احقر الناس" کا معنی ہے۔ لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل و حقیر اور سب سے کمتر۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ جب آپ کے ان بزرگوں نے اپنے آپ کو "الاحقر" اور "احقر الناس" تحریر کیا ہے تو بلفظ دیگر انہوں نے اس بات کا اعتراف و اقرار کیا ہے کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل و حقیر اور سب سے کمتر ہیں۔

اب سوال اس بات کا ہے کہ رب السموات والارض کی وہ کون سی مخلوق ہے جو سب سے زیادہ ذلیل و خوار ہے۔ تو اس کا واضح جواب قرآن حکیم میں موجود ہے، خود خالق کائنات جل جلالہ نے ان کا امتیازی اور نمایاں وصف بتا کر ان کا چہرہ اور صحیح حد و حال اس طرح پیش کیا ہے۔

ان الذین یحادون الله و  
رسولہ اولئک فی الازلین  
(المجادلہ)

بے شک وہ لوگ جو اللہ و رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے۔

ان الذین کفروا من اهل الکتاب  
والمشرکین فی نار جہنم خالدین فیہا  
اولئک هم شر البریۃ (البینہ)

بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔

شاخسانہ نویس صاحب! اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو ارشاد فرمائیے کہ کیا آپ ان قرآنی آیتوں کے پیش نظر اپنے گھر کے بزرگوں کی شان میں بھی اس طبعی شرافت کا مظاہرہ کیجئے گا جس کا اظہار کہیں آپ نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ نہایت غیر مہذب انداز میں کیا ہے۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کے تھپہریں مھینکتے دیوار آہنی پر حماقت تو دیکھئے

بدنہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے ہے یہ گنبد کی سدا جیسی کہے ویسی سنے  
وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

## عورت کے مرتد ہونے سے اس کا نکاح فسخ نہیں ہوتا

سَوَآءَ مَسْئَلَةٍ

اب فتویٰ اس پر ہے کہ مسلمان عورت (معاذ اللہ) مرتد ہو کر  
بھی نکاح سے نہیں نکل سکتی، وہ بدستور اپنے شوہر مسلمان کے نکاح میں ہے  
مسلمان ہو کر، یا بلا اسلام وہ دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔  
(فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۳۹۳)

مسلمانو! مجدد ابہدعات بریلوی کی خرافات و ہفوات کے  
چند نمونے آپ کے سامنے ہم نے پیش کئے ہیں۔ غور سے ملاحظہ  
فرمانے کے بعد خان صاحب کے دین و مذہب کا آپ کو تپہ چل  
جائے گا، اور خان صاحب کی حق پوشی اور ناحق کوشی بھی روز روشن  
کی طرح سے آپ پر واضح ہو جائے گی۔

(ندائے عرفات ص ۴۴)

ایڈیٹر صاحب! امام اہلسنت، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان پر تیر و نشتر چلانے سے پہلے آپ کو اپنے گھر کی بھی خبر لینی چاہئے تھی، ملاحظہ کیجئے۔ دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ۔

مفتی محمد شفیع صاحب سے یہ سوال ہوا۔

”ہندہ زوجہ زید تقریباً دو تین سال سے اپنے خاوند سے ناشہ رہی اب چھ ماہ سے اسلام کو ترک کر کے مذہب عیسائی اختیار کر لیا ہے تو نکاح قائم ہے یا منقطع ہو گیا۔ اگر ہندہ پھر اسلام قبول کرے تو زید کا نکاح عود کرے گا یا نہیں؟ (جلد ۱۲۲ ج ۱)

اس کے جواب میں پہلے انہوں نے یہ خامہ فرسائی کی۔  
 ”مرتد ہونے سے ہندہ کا نکاح فسخ ہو گیا، پھر جب کبھی وہ اسلام قبول کرے اس کو زید ہی کے نکاح میں رہنا ہوگا، مگر نکاح جدید کرنا پڑے گا“  
 (امداد المفتیین ج ۱ ص ۱۲۲)

پھر جب حالات زمانہ پر نظر ڈالی تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے پیروکار ہو گئے، اور اس فتوے پر یہ حاشیہ تحریر کیا۔

”یہ حکم ظاہر الروایہ کے مطابق لکھا گیا تھا لیکن بعد میں حوادث و حالات اور ضروریات اسلامیہ پر نظر کر کے بمشورہ اکابر دوسرا حکم جو دوسری روایت پر مبنی ہے اور جس کو مشائخ بلخ وغیرہ نے پہلے ہی اختیار کیا تھا اس کو اختیار کرنا ضروری سمجھا گیا۔ اور احقر نے اس پر مستقل رسالہ ”حکم الازدواج مع اختلاف دین الازواج“ لکھا جو رسالہ ”حیلہ ناجزہ“ کا جز ہو کر شائع ہوا ہے بہر حال اب فتویٰ یہ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔

محمد شفیع عفی عنہ۔ صفر ۱۳۶۶ھ

(امداد المفتیین ج ۱ ص ۱۲۲)

(فتاویٰ دارالعلوم۔)

فیصلہ اکابر دیوبند کے مشورے سے مفتی شفیع صاحب نے آج سے پینتیس برس پہلے صادر کیا تھا۔ تو ایڈیٹر صاحب فرمائیے، کیا ان پر بھی آپ وہی تبرک ہیں گے جس کی مشائی آپ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے لئے کی ہے۔  
یوں نظر دوڑے نہ برپھی تان کر  
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

واقعہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ والرضوان نے جو مسئلہ تحریر فرمایا ہے وہ مشائخ حنفیہ علیہم الرحمہ والرضوان کی ترجمانی ہے اور آپ اس باب میں انہیں کے نقش قدم کے پیروکار ہیں جیسا کہ ذیل کے فقہی جزئیات سے بخوبی اندازہ ہوگا۔  
فقہ حنفی کی معتد کتاب الدر المختار میں اس مسئلے پر یوں روشنی ڈالی گئی۔

وافتی مشائخ بلخ بعدم الفروقة  
بردة تها زجراً، وتیسیراً لا  
سیمما للتی تقع فی المفکر  
ثم تنکر۔

قال فی النهی۔ والافتاء  
بہذا اولی من الافتاء بما فی  
النوادیر۔ ۵۱ الدر المختار شرح تنویر الابصار  
علی ہاشم رد المحتار ص ۳۹۲ ج ۱ باب کاح الکافر، نعمانیہ

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور زمانہ حاشیہ میں نہر کی اصل عبارت نقل فرمائی ہے، وہ یہ ہے۔

عبارتہ: ولا یخفی ان الافتاء بما  
اختارہ بعض ائمہ بلخ من الافتاء  
بمافی النوادر۔

یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ بعض ائمہ بلخ نے جو موقف اختیار کیا ہے اس پر فتویٰ دینا روایت نوادر پر فتویٰ دینے سے راجح ہے۔

ولقد شاهدنا من المشاق  
في تجديدها، فضلاً عن جبرها  
بالضرب ونحوه ما لا يعد ولا  
يحداً -

وقد كان بعض مشائخنا  
من علماء العجوة ابتلى بامرأة  
تقع فيما يوجب الكفر كشيء  
تنكر، وعن التجديدات التي ومن  
القواعد "المشقة تجلب التيسير  
والله الميسر لكل عسير -

رد المحتار ص ۳۹۲ ج ۱، نعمانيد - منحة الخالق  
حاشية البحر الرائق ص ۲۳ ج ۳

بحر الرائق شرح كنز الدقائق میں بھی یہ مسئلہ منقول ہے۔  
بعض مشائخ بلخ و مشائخ سمرقند  
افتوا بعدم الفرقة بردتها حسماً  
لباب المعصية والجملة للخلاص  
منہ - اہ

البحر الرائق ص ۲۳ ج ۳

ذخيرة العقبي شرح صدر الشريعة لعظمى میں ہے۔

”بلخ اور سمرقند کے مشائخ کرام اور امام حاکم شہید رحمہم اللہ تعالیٰ  
فرماتے ہیں کہ عورت کا اپنے دین سے پھر جانا نکاح کے فاسد بنانے میں  
اثر انداز نہ ہوگا، اور نہ ہی اس کے باعث تجدید نکاح واجب ہوگا تاکہ  
عورتوں کے ارتداد کا دروازہ بند ہو جائے۔“

ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ مرتد ہونے والی  
عورت سے نکاح جدید کرنے میں بے حد  
و بیشمار مشقتیں ہیں تو پھر اسکی پٹائی وغیرہ  
کے تجدید اسلام پھر تجدید نکاح پر اسے  
مجبور کرنا کس درجہ مشقت کا باعث ہوگا۔

ہمارے بعض مشائخ عجم کے سر  
ایک عورت کی مصیبت آگئی کہ وہ اکثر کفر  
کا ارتکاب کرتی پھر مکر جاتی، ساتھ ہی تجدید  
اسلام و تجدید نکاح سے بھی انکار کرتی اور  
قاعدہ شرعیہ ہے کہ مشقت آسانی لاتی  
ہے اور اللہ تعالیٰ ہر دشواری کو آسان  
کرنے والا ہے۔

بعض مشائخ بلخ و مشائخ سمرقند نے فتویٰ  
دیا کہ عورت کے مرتد ہونے سے فرقت نہیں  
واقع ہوگی تاکہ شوہر سے رہائی حاصل کرنے  
کیلئے کفر کو جیلہ بنانے کی جرطکٹ جائے اور  
معصیت کا دروازہ بند ہو جائے۔

ذخیرۃ العقبیٰ معروف بہ حاشیہ علی ص ۱۰۶، اخیر باب نکاح الرقیق والکافر  
مطبع نول کشور۔)

واقعہ یہ ہے کہ اس باب میں مذہب حنفی کی دو روایتیں ہیں۔

(۱) ظاہر الروایۃ (۲) نادر الروایۃ

اس زمانے میں دونوں ہی روایتوں پر عمل حد درجہ دشوار، بلکہ ناممکن ہے  
علیٰ اسلامی حدود و تمیزات کا نفاذ ناممکن ہے اب اگر ان روایات کے مطابق  
فسخ نکاح کا حکم صادر کیا جائے تو پھر اس سے پیدا ہونے والے ضرر عام کے ٹھانے  
کی کوئی سبیل نہ ہوگی، عورتوں میں شوہروں سے آزادی حاصل کرنے کے لئے اپنے  
مذہب سے ارتداد عام ہو جائے گا اور اس پر کنٹرول ناممکن ہوگا اس لئے فقہائے  
کرام نے قواعد مذہب کو سامنے رکھتے ہوئے عدم فسخ کا فرمان جاری کر دیا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ عورت اگر مذہب اسلام سے پھر جائے مثلاً خدائے  
پاک جل جلالہ یا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کر دے یا  
تصدیق کے منافی کوئی بات بول دے یا کام کر دے تو اس کا نکاح فوراً ختم کر دیا  
جائے گا، لیکن اس کے ساتھ عورت پر ایسی عبرتناک اور ہوش ربا پابندیاں  
عائد کی گئی ہیں کہ وہ شوہر سے کسی طرح آزادی نہیں حاصل کر سکتی۔

ظاہر الروایہ میں اس کی سزا یہ مقرر ہے کہ اسے پچھتر کوڑے مارے جائیں  
اس کو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے، اگر اسلام نہ قبول کرے تو اسے زندگی بھر سزا  
قید میں مبتلا رکھا جائے، اور اگر اسلام قبول کر لے تو قاضی شرع زبردستی اسی  
شوہر کے ساتھ اس کا نکاح معمولی ہر کے بدلے میں کر دے۔

نادر الروایۃ میں عورت اسلام سے پھر جانے کے بعد مسلمانوں کے لئے مال  
غنیمت ہو جاتی ہے اس لئے شوہر کو اس سے نکاح کرنے کی حاجت باقی نہیں  
رہ جاتی۔ اگر وہ مال غنیمت کا مصرف ہے تو اسے اپنی لونڈی بنا کر تصرف میں لکھے  
ورنہ حاکم اسلام سے خرید کر تصرف میں لائے۔

## فتح القدير میں ہے

وعامة، مشايخ بخارى افتوا بالفرقة  
وجبرها على الاسلام وعلى النكاح  
مع زوجها الاول، لان المحرم  
بذالك يحصل -

عامہ مشایخ بخارانے یہ فتویٰ دیا کہ عورت  
کے مرتد ہونے سے نکاح ختم ہو جائے گا اور  
عورت اسلام قبول کرنے اور شوہر اول کے  
ساتھ نکاح کرنے پر مجبور کی جائے گی کہ اسکی  
وجہ سے ارتداد کو نسخ نکاح کا جملہ بنانے  
کی جڑ کٹ جائے گی۔

ولكل قاضٍ ان يجتاد النكاح  
بينها بمهر يسير ولو بدینار  
رضیت ام لا۔ وتغز خمسة  
وسبعين، ولا تسترق المرتدة  
مادامت فی دار الاسلام فی  
ظاہر الروایة۔

اور ہر قاضی کو یہ اختیار ہے کہ ان دونوں کے  
درمیان تجدید نکاح کرے اور مہر معمولی ہو  
اگرچہ ایک دینار چاہے عورت راضی ہو  
یا نہ ہو۔ اس عورت کو پچھتر کوڑے سزا  
میں مارے جائیں گے اور جب تک وہ  
دار الاسلام میں ہے باندی نہیں بنائی جائے  
گی یہ ظاہر الروایہ میں ہے۔

وفی روایة النوادر عن ابی حنیفة  
تسترق۔ اھ (فتح القدير ص ۲۹،  
جلد ۳۔ والدر المختار و رد المحتار ص ۳۹۲ ج ۲)  
در مختار میں ہے۔

اور حضرت امام عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
نوادر کی روایت ہے کہ اسے باندی بنا  
لیا جائے گا۔

وحاصلها: انها بالردة تسترق  
وتكون فيئاً للمسلمين عند ابی  
حنيفة رحمه الله تعالى ويشتربه  
الزوج من الامام او يصرفها  
اليه لو مصرفاً۔ اھ

روایت نوادر کا حاصل یہ ہے عورت مرتد  
ہو جائے تو وہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ  
کے نزدیک باندی بنائی جائے گی اور  
وہ مسلمانوں کے لئے مال غنیمت ہوگی،  
شوہر اسے سلطان اسلام سے خرید لے



الدرا المختار علی ہاشم ردالمختار ص ۹۵ ج ۲ اور اگر وہ مال غنیمت کا مصرف ہو تو سلطان  
البحرانی ص ۲۳ ج ۳ اسے بلا معاوضہ عطا کر دے۔

ہر دانشمند اپنے اہل و عیال کو اپنے مذہب اور اپنی تہذیب کے سانچے میں  
ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے اور خلاف ورزی پر اس کے ساتھ تادیبی کارروائی کرنا  
ہے اور اگر کوئی بغاوت کر بیٹھے تو اس کی سرزنش میں کوئی دریغ نہیں کرتا ورنہ کسی  
بھی قوم کی تہذیب اور اس کا تشخص برقرار نہ رہے گا، اسی طرح اسلام نے بھی اپنے  
ماننے والوں کی اصلاح کے لئے ممکن تدابیر اختیار کرنے کی اجازت دی ہے، ورنہ  
جہاں میاں بیوی میں کچھ ان بن ہوئی عورت اپنے مذہب سے بغاوت کا علم بلند  
کر دے گی، اس لئے نہیں کہ دوسرا مذہب مذہب اسلام سے اچھا ہے بلکہ صرف  
اپنے شوہر کو جلائے اور اس کی ضد میں نکاح سے رہائی کے لئے یہ حیلہ اختیار  
کرے کہ وہ وہابی یا دیوبندی ہو جائے۔

الغرض یہ امر تو روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ایک ہندوستان ہی نہیں  
دنیا کے کسی بھی خطے میں اب دونوں رولتوں پر عمل نہیں ہو سکتا۔ نہ تو عورت کو پہلے  
شوہر کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کو باندی بنایا جاسکتا  
ہے۔ اسی لئے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مشائخ بلخ و سمرقند کے مذہب  
مختار کے مطابق فتویٰ دیا کہ اب عورت کے مرتد ہونے سے نکاح نسخ نہیں ہوگا  
اور احکام شریعت جلد دوم ص ۵۹ اور ص ۶ میں اس کی دلنشین انداز میں وضاحت  
بھی فرمادی، اور خود فتاویٰ رضویہ جلد اول میں بھی۔ جہاں سے اس دیوبندی  
ایڈیٹر نے یہ سذ نقل کیا ہے۔۔۔ ضمنی طور پر اس کی علت بیان فرمادی ہے  
اور اس کو اتنا واضح تو کر ہی دیا ہے کہ قاری نہیں کچھ بھی انصاف کی نحو لو ہو تو  
وہ مصلحت شرعیہ سے لبریز اس فتوے کے آگے سر تسلیم خم کر دے۔  
فرماتے ہیں۔

”اسی وجہ سے میں نے بار بار یہ فتویٰ دیا ہے کہ مسلمان کی

عورت مرتد ہو جائے تو بھی اس کا نکاح منسوخ نہ ہوگا کیونکہ میں نے یہ  
مشاہدہ کیا ہے کہ وہ نکاح ختم کرنے کے لئے مرتد ہونے میں بڑی  
دلیری و جسارت کے ساتھ جلدی کرتی ہیں اور ہمارے بلاد میں زنان  
کو باندی بنانا ممکن ہے، نہ ہی اسلام قبول کرنے کے لئے انھیں کوٹے  
مارنا اور مجبور کرنا ہمارے بس میں ہے۔ میں نے اپنے فتاویٰ کے کتاب  
السیر میں اسے کھول کر بیان کر دیا ہے۔“

(عربی سے ترجمہ) فتاویٰ رضویہ ص ۳۹۳ و ص ۳۹۴ ج ۱)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے جس پس منظر میں یہ مسئلہ بیان کیا ہے اس میں بڑی  
خوب صورتی کے ساتھ اس حقیقت کو بھی اجاگر کر دیا ہے کہ یہ مذہب کا انحراف  
نہیں ہے، بلکہ مذہب کے قواعد عامہ کے عین موافق و مطابق ہے۔

میں اس مقام پر پہنچ کر یہ سوچتا ہوں کہ آخر شاخسانہ نویس نے اعلیٰ حضرت  
علیہ الرحمہ کی آرٹین فقہانے حنفیہ پر یہ کچھ کیوں اچھالی ہے اور اتنا دکا دوازہ  
بند کرنے پر یہ اس طرح آپے سے باہر کیوں ہو رہے ہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ  
یہ اپنی تعداد میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل جلالہ

اتم واحکم

کتبہ

محمدا نظام الدین الرضوی

خادم الاقار دار العلوم اشرفیہ مبارکپور

الرحب ۱۴۰۱ھ

التَّفَاہُ

بتغییف جُقوق المصطفیٰ ﷺ

اُردو ترجمہ بنام

دربارِ مصطفیٰ  
صلی اللہ علیہ وسلم  
شعبانہ

حقوقِ اَدَابِ  
(مکمل)

تصنیف: امام الحدیث قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ترجمہ: مولانا علامہ سید احمد علی شاہ بٹالوی سابق پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور

— نانشی —

فریدنگہ ٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

سُلطان المشائخ حضرت خواجہ نطف ام الدین اولیاء

# محبوب الہی

رحمۃ اللہ علیہ

سبب

حالات زندگی، اخلاق و کردار، کشف و کرامات  
تعلیمات اور نامور حقائق کا تذکرہ

تالیف

ڈاکٹر محمد عامر اعظمی بِظَلَّةِ الْعَالَمِ  
ایم اے، پی ایچ ڈی  
پرنسپل شمس العلوم، گومئی انڈیا

ناشر  
فریدی کتب خانہ  
طال (رحمٹرو) ۳۸ - اردو بازار لاہور

تختِ شرف سے پہنچنے کے لیے  
پسندیدہ اسلاف اختیار کرو  
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ

# اسلام کی خلافت و ادا اب

جن کے اختیار کرنے سے انسانی شخصیت میں  
عجیب جاؤ بیت و لکشی اور دل نوازی پیدا ہو جاتی ہے

صدر الشریعہ مولانا علامہ محمد امجد علی عظمی رحمہ اللہ تعالیٰ

(مصنف بہار شریعت)

— نانٹی —

فریدی کتب خانہ  
طال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 کسی سزا شدہ کا شریک نہ بنانا، شک، شرک بہت بڑا ظلم ہے

# حقیقتِ شرک

ضعیف

توحیدِ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اسے سمجھنے کیلئے شرک کا سمجھنا ضروری ہے جو توحید کے مقابل ہے یہی اس کتاب کا موضوع ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان یاد رہے کہ: ہمیں یہ خوف نہیں کہ تم ہمارے بعد شرک میں مبتلا ہو گے (بخاری شریف)

مؤلف

مولانا علامہ محمد یحییٰ انصاری اشرفی خیلہ

ناشر

فریدی پبلشرز  
 (رجسٹرڈ) طرابلس  
 ۳۸۔ اردو بازار لاہور





فرید بک سٹال (حصہ ۳) اردو بازار لاہور

Email: [info@faridbookstall.com](mailto:info@faridbookstall.com)  
 Web Site: [www.faridbookstall.com](http://www.faridbookstall.com)



Marfat.com